COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

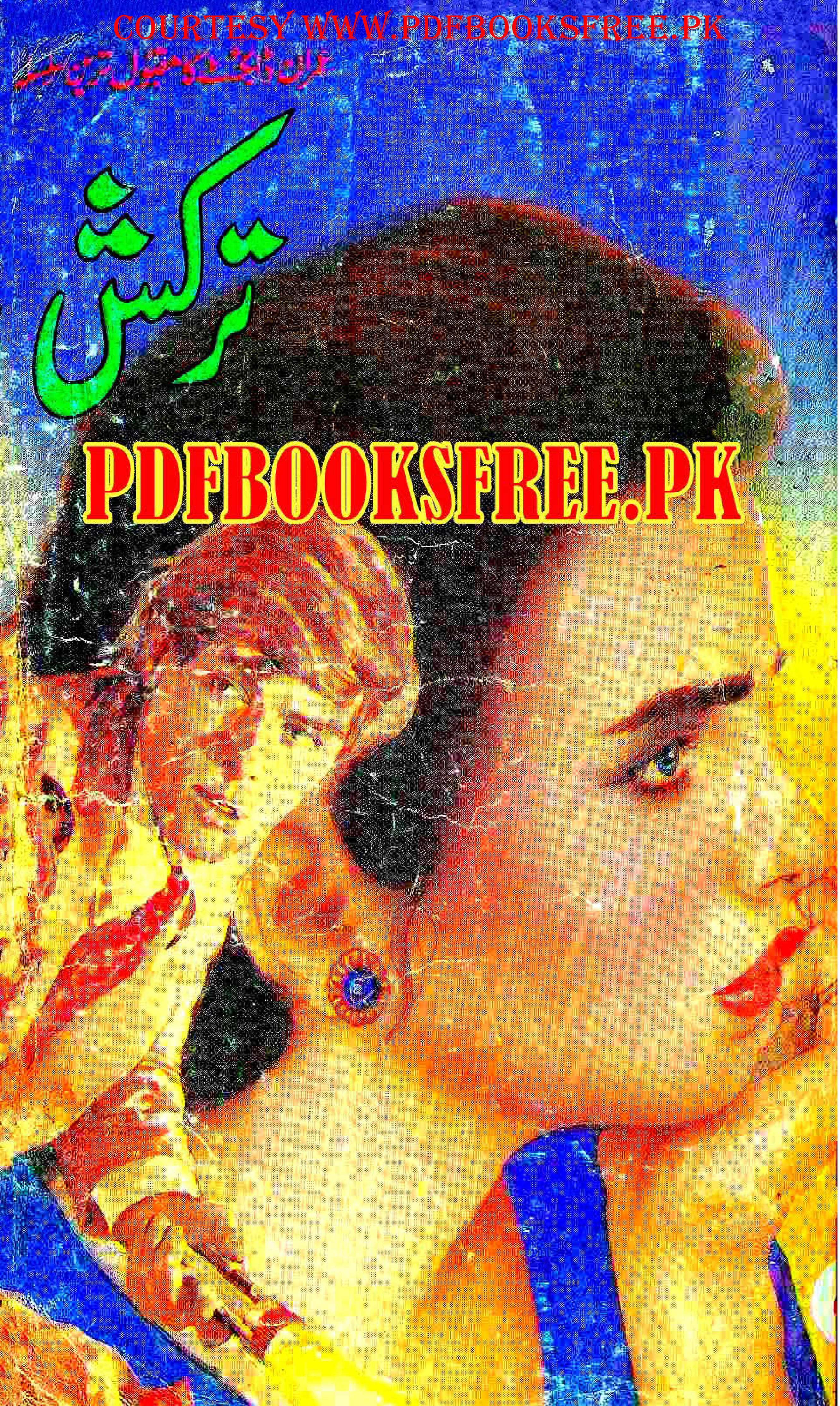

PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

ترکش

مرتبہ اے، راحت

حصہ

اوّل

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

۳۰ - اردو بازار - کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

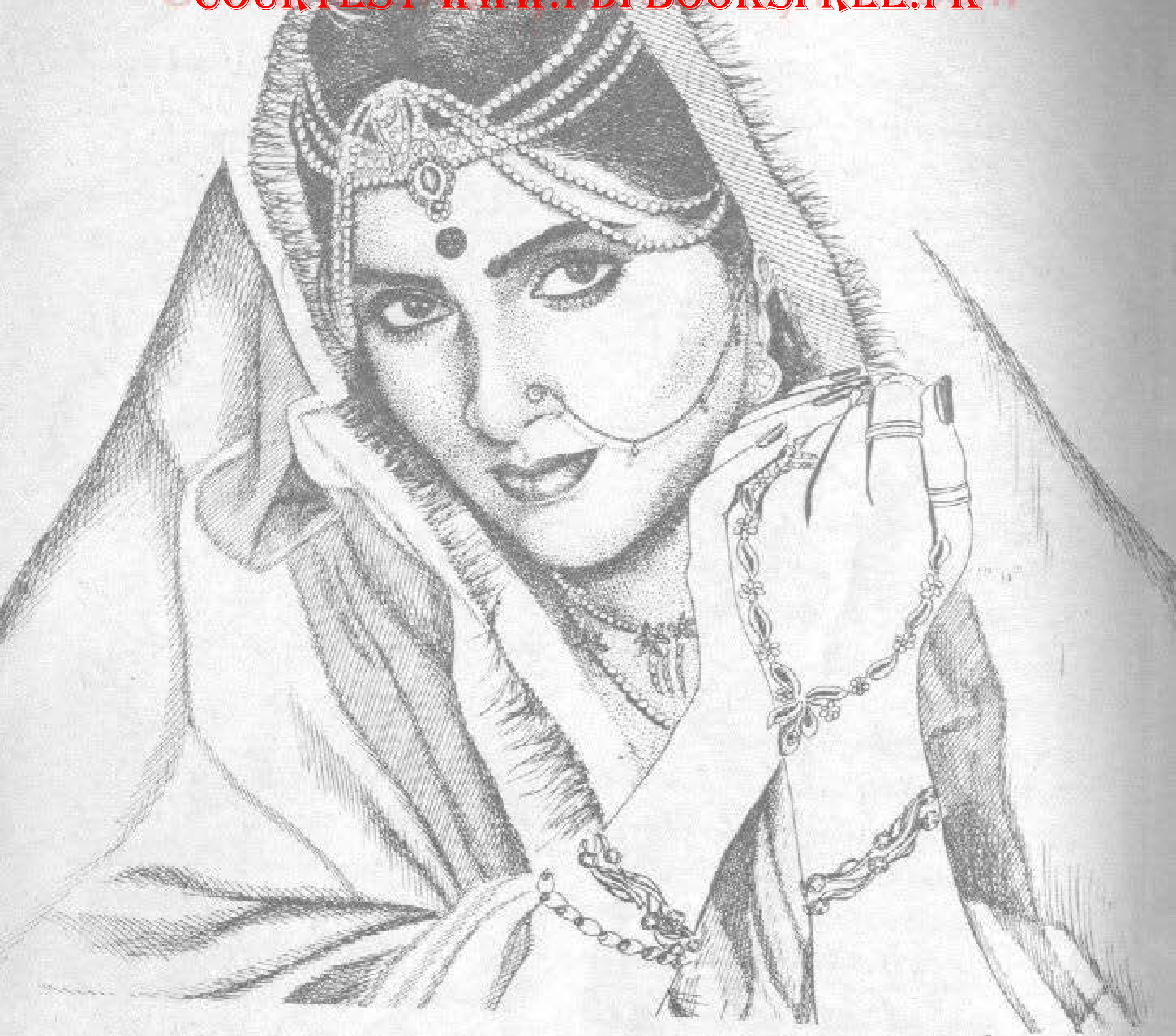

رنگ انسان کی شخصیت پر کیا اثر ڈالتے ہیں اور وہ ان رنگوں کے زیرِ اثر کیا کیا نہ رنگ دکھاتا ہے۔ ناقابلِ فراموش واقعات سے سجی سنوری ایک ایک بہت بڑے آدمی کی سرگزشت ۔ جو بہت اچھا انسان بھی تھا۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک نیا تہلکہ خیز سلسلہ

نیلا رنگ میری زندگی سے کیا تعلق رکھتا ہے اس کے بارے میں مجھے اب تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا، لیکن یہ ایک انوکھی سچائی ہے کہ میری زندگی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، ایک خصوصی نیلاہٹ جب بھی میرے سامنے آئی کوئی اہم واقعہ، کوئی حادثہ بن گئی۔ ساری زندگی کا تجزیہ ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس رنگ کے سامنے آنے کے بعد کچھ نہ ہوا ہو۔ لاتعداد واقعات میرے ذہن کی کتاب میں درج ہیں۔ اپنی داستانِ حیات رقم کرتے ہوئے اگر میں اسے نیلے رنگ کی کہانی کہوں تو غلط نہ ہوگا۔ کہیں سے شروع کر دوں اگر آپ بیتی سناؤں تو نیلے رنگ سے شروع ہوگی۔

مثلاً بار لانگ ہل کا ہوٹل دلکشا۔ جس کے ریفریشنگ ہال میں، میں نے اس عنابی رنگ کی لڑکی کو دیکھا تھا، دودھ میدے سے مشابہت دیتے ہوئے کسی کے حسن کو شہابی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہہ دیا جاتا ہے۔ کوئی شاعر عاشق محبوبہ کے رنگ کو شفقی رنگ کہہ دیتا ہے۔ عموماً نزلہ کشمیر کے سیبوں پر گرتا ہے جو گلابی ہوتے ہیں اور محبوبہ کے عارضی گلاب گلاب قرار دے دیئے جاتے ہیں، لیکن یہ سارے رنگ مجھ پر بے اثر ہیں۔ میں اس عناب حسینہ کو کوئی اہمیت نہ دیتا اگر وہ مجھ پر سحر طاری کرنے والے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس نہ ہوتی۔ اسی رنگ نے مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔ انوکھی شخصیت تھی، ایسا پُرسحر حسن کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتا تھا۔

"عالم پناہ۔ فدوی اشارے کا منتظر ہے!" توفیق نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔

"کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"بندگانِ عالی۔ اسی کی کھاتے ہیں۔ نظر نہ پہچانیں تو جینا محال ہو جائے۔" توفیق نے کہا۔

"تجھے بادشاہوں کے دور میں پیدا ہونا چاہیے تھا توفیق۔"

"کیا ہوتا۔؟"

"بڑے منصب بڑی جاگیریں حاصل کرتا۔"

"فدوی کو خوشی ہے کہ وہ اس بادشاہ، بلکہ شہنشاہ کے دور میں پیدا ہوا۔ پسند آئی ہے؟"

"انوکھا حسن ہے؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پیش کروں؟"

"بکواس مت کرو، معلوم کرو اس کے بارے میں؟"

میں نے کہا اور توفیق اپنی جگہ سے اٹھ کر سیدھا ان لوگوں کی طرف چل پڑا۔ میں حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا۔ اس توفیق مردود کے بارے میں میری پیشین گوئی تھی کہ وہ ایک نہ ایک دن ایسے ہی کسی چکر میں مارا جائے گا۔ ابراہیم، کشوری اور جون اپنی دلچسپیوں میں مصروف تھے اور ان کی توجہ اس طرف نہیں تھی۔ توفیق سیدھا اس وسیع و عریض میز پر جا پہنچا اور پھر نہ جانے کیا کہہ سن کر بیٹھ بھی گیا۔ کئی میزیں جوڑ کر ایک کر دی گئی تھیں جن پر وہ خاندان بیٹھا ہوا تھا۔ سب سے معمر شخص کوئی ریٹائرڈ فوجی معلوم ہو رہا تھا اور وہ عنابی، نیلی حسینہ اسی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا وہ سب توفیق میں دلچسپی لے رہے ہیں، توفیق ان سے باتیں کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ میں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ چنانچہ چند منٹ کے بعد میں بھی باہر نکل آیا۔ توفیق دلکشا کے بیرونی حصے میں میرا انتظار کر رہا تھا۔

"مبارک ہو عالم پناہ۔ محبوب آپ کے قدموں میں۔"

"ابے مسخرے میں تیری گردن توڑ دوں گا۔"

"نام اس فتنۂ عالم کا رخشندہ ہے۔ بنت سلطان احمد خان بارلانگ ہل آئے ہیں روم نمبر پچیس چھبیس ستائیس اٹھائیس ان کے پاس ہیں۔"

"تو نے ان سے شناسائی کیسے حاصل کی؟"

"کچھ گر ہیں اُستادی کے تھابلی۔ اگر انہیں محفوظ رہنے دیا جائے تو۔۔۔"

"توفیق میں پوچھ رہا ہوں۔" میں نے غرا کر کہا۔

"اوہ۔ اچھا آپ پوچھ رہے ہیں۔ تب تو بتانا پڑے گا۔ فدوی نے ایک گائیڈ کی حیثیت سے خود کو ان کے سامنے پیش کیا ہے اور کچھ ایسی گفتگو کی ہے کہ وہ متاثر ہو گئے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً۔ ٹھیک ہے یہ بھی بتائے دیتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تاریخ داں ہوں اور یہ پیشہ اسی لیے اپنایا ہے کہ تاریخ میری ذات میں گردش کرتی رہے آپ جانتے ہیں عالی مرتبت کہ ذکر تاریخ کا ہو اور بیان اپنا جو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے اور خادم کو اردو ادب پر عبور حاصل ہے چنانچہ خادم اپنی گفتگو سے ان لوگوں کو متاثر کر آیا ہے اور خادم کو کل دن میں ملنے کا وقت بھی دیا گیا ہے۔ تاکہ یہاں کے ایسے تاریخی مقامات کے بارے میں انکشافات کیے جائیں جو سیاحوں کی پہنچ سے باہر ہوتے ہیں۔ یہ ہے کل تفصیل اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور انور کے ذوق کی تکمیل کے لیے میں نے مناسب بندشیں باندھ دی ہیں۔"

اسی دوران جون ہمیں تلاش کرتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور پھر کشوری وغیرہ بھی۔ کشوری کو صورت حال بتائی گئی تو وہ وہیں رقص کرنے لگا۔ میں نے ایک تھپڑ اس کے شانے پر جما دیا تھا جس سے وہ معتدل ہو گیا۔ اور اس کے بعد ہم دلکشا کے ہال میں واپس نہ گئے اور اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑے۔ میں نے ڈیڈی سے اجازت لے کر اس پہاڑی مقام کا سفر کیا تھا اور میرے ساتھ میرے یہ چاروں دوست تھے جو اگر مصاحب کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ ان چاروں کا روزگار مجھ سے ہی وابستہ تھا اور چاروں اپنے اخراجات میری جیب سے چلاتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خود مجھے اتنا جیب خرچ نہیں

ملتا تھا کہ میں ان سب کے اخراجات پورے کروں۔

لیکن ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور اس ماں سے میرا گہرا رابطہ تھا۔ میں نے اپنی داستانِ حیات ان عام داستانوں کی مانند شروع نہیں کی جن میں ابتدا یہیں سے ہوتی ہے کہ میرے باپ فلاں تھے، چچا فلاں تھے، بچپن کی سوچ ایسی تھی اور میں اس قسم کا انسان تھا اور اس طرح میں نے اپنی زندگی کے سفر کا آغاز کیا۔ دراصل میں اپنے ذوق سے اس قدر متاثر ہوں اور میری زندگی کا محور یہی نیلا رنگ ہے جس سے میں نے اپنی کہانی کا آغاز کیا۔ میں آپ کو اپنا پس منظر بھی بتا دیتا لیکن بہتر یہ ہے کہ جس انداز میں میں نے ایک کہانی کا آغاز کیا ہے اس کی تفصیل آپ کو معلوم ہو جائے اور آپ اس بات کے قائل ہو جائیں کہ نیلا رنگ میری زندگی میں کسی حادثے کو ضرور جنم دیتا ہے۔

توفیق سے مزید گفتگو ہوئی اور میرے باقی دوست بھی جان گئے کہ اس بار میری نگاہ کسی کو اپنے لیے منتخب کر چکی ہے اور یہ زندگی میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ دوستوں کا انتخاب بھی اسی کے تحت کیا گیا تھا اور یہ سب میرے معاون کار تھے۔ یہاں اس علاقے میں ہم نے اپنے لیے کسی ہوٹل کا انتظام نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ہوٹل کی زندگی میں ذرا احتیاط برتنا پڑتی ہے۔

چنانچہ بارلانگ ہل میں ہمیں ایک ایسا خوبصورت بنگلہ کرائے پر حاصل ہو گیا تھا جو عام آبادی سے الگ تھلگ تھا اور ہمارے مقاصد کے لیے نہایت موزوں، گو اس بنگلے کا کرایہ ہمیں اتنا ادا کرنا پڑا تھا کہ کسی چھوٹی موٹی جگہ سے قیمتاً خریدا جا سکتا تھا لیکن یہاں آنے کے لیے باقاعدہ پلاننگ کی گئی تھی اور اس پلاننگ سے مجھے ایک بڑی رقم حاصل ہوئی تھی جسے اس پہاڑی مقام پر ٹھکانے لگانا تھا۔

غرض یہ ہے کہ ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور اس کے بعد میرے ساتھی سر جوڑ کر بیٹھ گئے وہ جانتے تھے کہ میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے انہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔ توفیق نے جس انداز میں ان لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو متعارف کرایا تھا اسے بھی پسند کیا گیا تھا اور پھر پلاننگ ہونے لگی۔ شیطانی منصوبے بننے لگے اور بالآخر ہم لوگ ایک منصوبے پر متفق ہو گئے۔ سب کو ان کے اپنے اپنے کام سونپے گئے اور میں اس منصوبہ بندی کے بعد مطمئن ہو گیا۔

"توفیق کو دوسرے دن ہوٹل روانہ کر دیا گیا اور جون اور کشوری اس کے معاون کی حیثیت سے مصروف ہو گئے ہمیں انتظار کرنا تھا چنانچہ ہم انتظار کرتے رہے۔ توفیق تقریباً تین گھنٹے کے بعد واپس آیا تھا اور اس نے مفصل رپورٹ پیش کی تھی، اس نے کہا تھا کہ منصوبے کے مطابق ان لوگوں کو دانا ڈال دیا گیا ہے اور کل انہوں نے دوپہر کے بعد اس جگہ کی سیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو توفیق کی بیان کی ہوئی داستان کے مطابق اس علاقے کی سب سے پُراسرار جگہ ہے۔"

"تم نے کیا کہانی سنائی انہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"عالم پناہ وہی کہانی جو طے ہوئی تھی یعنی راج متی اور شیر دھانند۔"

"دلچسپی لینے والے لوگوں میں کون کون تھا؟"

"تقریباً سب ہی، اور وہ بڑے میاں تو بالکل ہی بچے معلوم ہوتے تھے۔ نجانے بال کہاں کھڑے ہو کر سفید کیے سب ہی بے چین ہیں اس پُراسرار علاقے میں جانے کے لیے۔" دراصل اس علاقے کی سیاحت کے دوران ہم نے ایک انتہائی خوبصورت جگہ دیکھی تھی جو ہمارے نکتۂ نگاہ کے مطابق بہت ہی عالیشان تھی۔ یہاں ایک حسین ڈھلان تھا جس پر چیڑ کے درختوں کی ایک دیوار سی بنی ہوئی تھی۔ اس ڈھلان کے عقب میں کافی فاصلے پر جا کر دبلا سنبل بہتا تھا جو ایک پہاڑی کے دامن میں لپٹا ہوا آگے چلا جاتا تھا۔ یہ جگہ ہمیں اپنے نکتۂ نگاہ سے پسند آئی تھی۔

لیکن منصوبے کے مطابق توفیق نے ان لوگوں کو اسی جگہ کے متعلق ایک کہانی گھڑ کر سنا دی تھی اور ایک گائیڈ کی حیثیت سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ بہت کم لوگوں کو اس علاقے کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہوں گی۔"

"کہانی کے چند کردار بھی منتخب کر دیے گئے تھے کشوری جون اور توفیق وغیرہ کو اپنی کرداروں کے مطابق عمل کرنا تھا اور اس کے لیے تیاریاں کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ہم لوگ اپنے اس مشن پر روانہ ہو گئے۔ خصوصی طور پر کرائے کی ایک جیپ حاصل کی گئی تھی جو میرے مقصد میں کام آ سکتی تھی۔

ہم اس پُراسرار علاقے میں پہنچ گئے اور توفیق ان لوگوں کے لیے روانہ ہو گیا۔ زیادہ افراد تھے چنانچہ جیپ کی منصوبہ بندی کر لی گئی تھی اور جیپ کو ہم نے ایک ایسے برفانی ٹیلے کی آڑ میں چھپا دیا تھا جہاں سے وہ نظر نہیں آ سکتی تھی۔ کافی انتظار کے بعد جبکہ بادلوں کی چھاؤں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں دھند سی پھیلنے لگی تھی، جہاں دور سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا۔ ڈھلانوں تک جیپیں نہیں آ سکتی تھیں چنانچہ جن گاڑیوں سے وہ لوگ آئے تھے انہیں ڈھلانوں سے پرے ہی چھوڑ دیا گیا۔

توفیق ان لوگوں کو علاقے کی سیر کراتا ہوا لا رہا تھا اور میں نے ان کے درمیان اس خوبصورت لڑکی کو بھی دیکھا جو آج نیلے رنگ کے لباس میں تو ملبوس نہیں تھی، لیکن ایک بہت ہی حسین لباس پہن رکھا تھا اس نے اور غالباً توفیق کی سنائی ہوئی کہانیوں میں بہت دلچسپی لے رہی تھی۔

پھر کہانی کا پہلا کردار منظر عام پر آیا یعنی کشوری جو ایک خاص قسم کی ماسک پہنے ہوئے تھا اور وہ لوگ ششدر رہ گئے۔ یہ توفیق کی بیان کی ہوئی کہانیوں کا ایک کردار تھا اور کشوری جانتا تھا کہ اسے اپنا یہ کردار کس طرح انجام دینا ہے اور اسی وقت اس دھندے سے بھی خاطر خواہ فائدہ ہوا تھا اور کشوری کا اپنا کردار بڑی کامیابی سے جاری تھا ان لوگوں کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار نمودار ہو رہے تھے اور میں کسی شکاری درندے کی طرح اسی لڑکی کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ بس کسی مناسب پوائنٹ کی تلاش تھی۔

توفیق منصوبے کے مطابق آہستہ آہستہ ان سب کو منتشر کر کے پوائنٹ منتخب کر رہا تھا پھر میں نے اسے اس لڑکی کے ساتھ دیکھا غالباً توفیق اپنی کہانی کے مطابق انہیں مختلف جگہوں پر تعینات کر کے اس کہانی کے دوسرے مناظر دکھانا چاہتا تھا اور اس نے اپنی لفاظی سے ان سب کو سحر کا شکار کر دیا تھا۔ کشوری کے بعد جون کا نمبر آتا تھا اور جون نے بھی اپنا کردار اسی خوبی سے ادا کیا اور میں دلچسپی سے ان سب کی کارروائی دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ لڑکی جس کا نام غالباً رخشندہ بتایا گیا تھا مجھے اس ٹیلے کے پاس آ گئی جہاں میں اس کی گھات لگائے بیٹھا تھا اور اس کے بعد بھلا میرا کام کیا مشکل ہو سکتا تھا میرے چوڑے چکلے بدن اور طاقتور بازوؤں کی گرفت میں وہ ایک لمحے کے لیے مچلی، لیکن چیخنا کسی طور ممکن نہ تھا کیونکہ میں نے اس کا منہ اچھی طرح دبا لیا تھا اور پھر اسے لے کر دوڑنا میرے لیے کسی طور ناممکن نہ ہوا۔ اور میں اس جیپ میں آ بیٹھا جو میں نے تیار کر رکھی تھی۔ دوسرے لمحے جیپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی، لڑکی کی پہلی چیخ اس وقت برآمد ہوئی تھی جب جیپ اس ٹیلے سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر نکل آئی تھی اور اس کی جدوجہد میرے چوڑے چکلے بازوؤں میں بالکل بے اثر تھی، میں خود بھی چہرے پر ماسک لگائے ہوئے تھا اور یہ ماسک بے حد خوفناک تھا۔ میرا خیال تھا کہ لڑکی اگر کمزور دل کی مالک ہوئی تو اس ماسک کو دیکھ کر بے ہوش ہو جائے گی اور پھر میں اسے اپنے مطلب کی جگہ بے ہوشی میں لے آؤں گا۔

لیکن وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ کافی دلیر بھی تھی، کیونکہ وہ اس ماسک سے متاثر نہ ہوئی بلکہ آخر تک جدوجہد کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد میں دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ ایک ایسی سنسان جگہ منتخب کی میں نے جو میری درندگی کے لیے معاون ہو سکتی تھی اور یہاں میں نے جیپ روک دی۔

جیپ رکتے ہی لڑکی نے ایک دلخراش چیخ کے ساتھ نیچے چھلانگ لگا دی، لیکن اپنے نازک پاؤں پر وہ اپنے بدن کا بوجھ نہ سنبھال سکی اور بری طرح لڑکھڑا کر گر گئی۔

میں نے جیپ سے نیچے چھلانگ لگا دی تھی۔ لڑکی وحشت زدہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی اور قدم قدم پیچھے کھسکتی جا رہی تھی، میں اس کے سامنے کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور لڑکی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟ کیوں، کیوں مجھے یہاں اٹھا کر لائے ہو؟"

میں نے آواز بدل کر کہا۔ "لڑکی تجھے میرے ہر حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اگر تو زندگی چاہتی ہے تو خود کو میری آغوش میں دے دے۔ ورنہ موت کے بعد زندگی کا کوئی تصور نہیں رہ جاتا۔" میں نے محسوس کیا کہ اس کے خوف میں کسی حد تک کمی ہو گئی ہے۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"کمینے کتے! تو جو کوئی بھی ہے اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ پہلے میں تجھ سے خوف زدہ تھی اور اس دہشت کا شکار تھی کہ تو پتا نہیں کیا چاہتا ہے لیکن اب بات ذرا مختلف ہو گئی ہے۔ اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو یہاں سے چلا جا۔" اس کا یہ انداز مجھے بے حد پسند آیا تھا۔ میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"خوب کہی تو نے۔ میں اگر اپنی زندگی چاہتا ہوں تو یہاں سے چلا جاؤں، بہتر ہے فیصلہ ہوا جاتا ہے۔ میں

پورے پورے ناپاک ارادوں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا، لیکن اس نے فوراً ہی ایک لمبی چھلانگ لگا دی تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ وہ بے حد پھرتیلی ہے کیونکہ میں فوراً ہی اسے پکڑ نہیں سکا تھا۔ [illegible] تیز رفتاری سے بھاگی کہ میں اس سے کافی پیچھے رہ گیا۔ [illegible] س پاس کسی انسان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ نجانے کیوں میرے اندر ایک عجیب سا احساس ابھر آیا۔ میں نے ایک بار پھر اسے پکڑنے کے لیے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں، لیکن یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیے حیرت سے میرا منہ کھل گیا کہ وہ ایک ایسی بلند و بالا چٹان پر کھڑی ہوئی ہے جو بہتے ہوئے دریا کے عین کنارے پر تھی۔

چٹان سے نیچے تقریباً سولہ سترہ فٹ کی گہرائی میں تیز و تند دریا اپنے طوفانی بہاؤ کے ساتھ اپنے سفر پر گامزن تھا۔ معاً میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں لڑکی دریا میں چھلانگ نہ لگا دے۔ بیشک یہ اس کی نادانی ہو گی، لیکن ہو سکتا ہے وہ اپنے ارادوں میں اتنی ہی پختہ ہو، میں اس کی موت کسی قیمت پر نہیں چاہتا تھا لیکن میرا ہر منصوبہ ناکام رہا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا اور اسے یقین دلانا چاہا کہ میں اس کی زندگی کے درپے نہیں ہوں، لیکن وہ شاید اپنے عزم کی تکمیل کا فیصلہ کر چکی تھی، کیونکہ جیسے ہی میں چند قدم آگے پہنچا اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

میرا دل دھک سے ہو گیا تھا۔ بھلا اس دریا میں اس کی زندگی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن نیلا رنگ میری نگاہوں سے چھٹ گیا اور میں اس رنگ کے چھٹ جانے کے بعد ایک نارمل آدمی ہی ہوتا تھا، اس کے بارے میں تفصیلات آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔

لڑکی کے سلسلے میں کچھ ایسا ہول سوار ہوا میرے دل پر کہ میں ہر قیمت پر اس کی زندگی بچانے پر تل گیا، چاہے اس کے لیے مجھے اپنی زندگی ہی کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے۔

بس دریا کے کنارے پہنچ کر میں نے جوتے اتارے تھے اور پھر دریا میں چھلانگ لگا دی تھی۔ پانی کا بہاؤ تھا کہ خدا کی پناہ آن کی آن میں اس نے مجھے نجانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، لیکن میں اپنی تمام تر جدوجہد لڑکی کو پکڑنے کی کوششوں میں صرف کر رہا تھا۔

اور اس جدوجہد میں بالآخر اس تک پہنچ گیا اس کے لمبے خوبصورت بال میرے ہاتھوں میں آ گئے تھے اور میں نے انہیں مٹھیوں میں جکڑ لیا تھا۔

لڑکی تو شاید دریا میں گرتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی لیکن اب اسے کنارے تک لے جانا بھی ایک مسئلہ تھا تاہم زندگی کی بازی لگانے والے ہر مشکل سے نمٹنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، ناپاک جذبوں کے تحت اسے یہاں تک اغوا کر کے لایا تھا اور ایک طویل منصوبہ بنایا تھا اس کے لیے، لیکن اب اس کی زندگی سے دلچسپی ہو گئی تھی مجھے ـــ اور اس کے علاوہ میں سب کچھ بھول چکا تھا۔

چنانچہ میری کوشش بارآور ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں دریا کے کنارے پڑا ہوا ہانپ رہا تھا حواس کچھ بحال ہوئے تو میں نے اس کی جانب کچھ توجہ دی، لڑکی کے پیٹ میں پانی بھر گیا تھا جسے میں نے پانی نکالنے کے اصولوں کے مطابق جہاں تک ممکن ہو سکا اس کے پیٹ

نی تیکا

عمران ڈائجسٹ کے مقبول ترین
سلسلوں میں سے ایک اور زبردست سلسلہ
ایک دل ہلا دینے والے سفر کی حیرت انگیز داستان
ایک لاابالی اور حساس نوجوان کی آپ بیتی،
اس کا سفر جاری تھا کہ ایک رات قیام کے دوران
اُسے عجیب و غریب حلیے کا ایک بوڑھا نظر آیا —
اور پھر —؟
قدم قدم پر رونگٹے کھڑے کر دینے والی ایک عجیب کہانی
ایک حصے میں مکمل

قیمت: روپے، ڈاک خرچ روپے
منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۲، اردو بازار ـــــ کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے نکال دیا اس کے بعد اس چٹان پر پہنچ کر اپنے جوتے پہنے اور پھر برق رفتاری سے اسے جیب میں ڈال کر واپس پلٹ پڑا۔

اب میں یہ سب کچھ باتیں فراموش کر چکا تھا کہ وہاں اس پُراسرار جگہ کیا ہوا، میرے ساتھ کیا کیا ہوا۔ بس مجھ پر ایک ہی دُھن سوار تھی وہ یہ کہ لڑکی کی زندگی بچنی چاہیے۔ میں اسے اپنے ارادوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتا تھا۔

حالانکہ یہ ایک مشکل اور خطرناک کام تھا لیکن بہرطور جیپ میں سفر کرتے ہوئے میں نے کچھ فیصلے کیے تھے ہوش و حواس اب پوری طرح قابو میں آ چکے تھے اس لیے میں فیصلے کر سکتا تھا چنانچہ میں فوراً ہی اُسے تھانے لے گیا جو میرے سامنے ہی راستے میں آ گیا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اپنا تحفظ بھی ضروری تھا اور کسی مقامی شخص کے مل جانے سے مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

لڑکی کے بے ہوش بدن کو سنبھالے ہوئے میں تھانے کی عمارت میں داخل ہوا تو وہاں موجود تمام کانسٹیبل چونک پڑے اور پھر ان میں سے ہر شخص صورتِ حال دریافت کرنے لگا، لیکن میں انچارج کے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔

پولیس اسٹیشن انچارج مجھے دیکھ کر چونک پڑا تھا اس نے لڑکی کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس کو بتایا کہ میں نے اسے دریا سے نکالا ہے اور فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ انچارج نے اس وقت تو مجھ سے کچھ نہ کہا بلکہ فوراً ہی میرے ساتھ وہاں سے چل پڑا اور ایک ہسپتال پہنچ گیا۔

ہاسپٹل میں لڑکی کو ڈاکٹروں کے حوالے کر دیا گیا اور میں انچارج کے ساتھ ڈاکٹروں کی کارروائی کی نگرانی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ بس چند لمحے کے بعد لڑکی کو ہوش آ جائے گا۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے پولیس انچارج سے کہا۔

"آپ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اسے اس کے گھر پہنچا دیں۔"

"آپ کہاں چلے۔۔؟" انچارج نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں اب میرا کیا کام ہے؟ ایک انسانی زندگی بچانا میرے لیے ضروری تھا جو کچھ میری بساط تھی اس کے مطابق میں اس پر ظاہر نہیں ہونا چاہتا کہ اسے اپنا احسان مند کر دوں۔"

"محترم چرب زبانی ہر جگہ کارگر نہیں ہوتی، براہِ کرم آپ بیٹھ جائیے لڑکی ہوش میں آ جائے اس کا بیان لیا جائے گا ہو سکتا ہے اس کی اس کیفیت کے ذمہ دار آپ ہی ہوں۔" میں نے غضبیلی نگاہوں سے پولیس انچارج کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

"مجھے لڑکی کا ہوش میں آنے کا انتظار کرنے میں کوئی اُلجھن درپیش نہیں ہے پولیس آفیسر لیکن آپ نے جو الفاظ کہے ہیں اس سے مجھے آپ کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا ہے۔"

"سنو بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو میرا نام شبیر خان ہے اور شبیر خان کو یہاں بہت سے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں، چلو میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلو لڑکی ہسپتال میں داخل ہے یہاں اس کی دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ وہ ہوش میں آ جائے گی تو بعد میں اس کا بیان لے لیا جائے گا پہلے تمہارا بیان لے لیا جائے۔"

"پولیس آفیسر میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ پولیس اسٹیشن نہیں جاؤں گا میں اور آپ ایک لمحے کے لیے اپنے ذہن کو قابو کریں اور وہ الفاظ استعمال کرنے سے گریز کریں جو مجھے مشتعل کر دیں۔" شبیر خان بھی شاید سرپھرا ہی آدمی تھا اس بات پر اور بھڑک گیا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"تم چلتے ہو میرے ساتھ یا پھر میں دوسرا طریقۂ کار استعمال کروں۔"

"وہ کیا ہو گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہتھکڑی ڈال کر لے جاؤں گا تمہیں۔"

"مگر کس جرم میں آخر میرا!"

"لڑکی کا بیان ہونے سے پہلے تم نہیں جا سکتے۔"

"اور میں ایک لمحہ بھی اب یہاں رُکنا نہیں چاہتا۔ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔" پولیس آفیسر نے پستول نکال کر اس کا رُخ میری جانب کر دیا تھا۔ میں نے اسے سرد نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک ایسے شخص پر جس نے ایک لڑکی کی زندگی بچائی ہو آپ کا پستول تان لینا قانون کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا مسٹر آفیسر۔ براہِ کرم میرا یہ کارڈ دیکھ لیجیے اور اس کے بعد فیصلہ کیجیے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔" میں نے اپنا کارڈ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ پولیس آفیسر نے میرا کارڈ نہیں دیکھا تھا۔ وہ غصیلے انداز میں مجھ سے بولا۔

"تم سیدھے سیدھے چلتے ہو یا پھر میں دوسرا طریقۂ کار استعمال کروں۔"

"ٹھیک ہے چلتا ہوں میں آپ کے ساتھ پولیس آفیسر لیکن اس کے بعد یہ سمجھ لیجیے کہ میرے اور آپ کے درمیان مفاہمت کی کوئی بات نہیں ہو گی اور اس نکتے کے آ جانے سے پہلے میں آپ کو صرف اتنا بتا دوں کہ اس کے بعد آپ اپنی اس وردی کو صرف خواب میں ہی دیکھ سکیں گے دُنیا کی کوئی طاقت آپ کو آپ کے عہدے پر بحال نہیں کر سکتی سمجھ گئے آپ۔" میرے ان الفاظ پر پولیس آفیسر نے چونک کر مجھے دیکھا، بات شاید کچھ اس کی سمجھ میں آ رہی تھی، اس نے مجھ سے میرا کارڈ طلب کیا، لیکن میں نے کارڈ اسے نہیں دیا تھا اور پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں ایڈیشنل ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کا بیٹا ہوں اپنے چند دوستوں کے ساتھ یہاں سیر و سیاحت کے لیے آیا تھا، میں شکار کے لیے دریا کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا کہ یہ لڑکی مجھے دریا میں بہتی نظر آئی اور میں نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر اسے وہاں سے نکال لیا، اس کا اندازہ میرے لباس سے لگایا جا سکتا ہے اور اس کے بعد میں قانون کی حدود میں رہ کر اسے براہِ راست ہسپتال لے جانے کے بجائے پولیس اسٹیشن لے کر پہنچا اور آپ کے ساتھ ہسپتال میں آیا مسٹر شبیر خان آفیسر انچارج اور اس کے بعد آپ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔ بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے اب آپ جو حکم دیں۔ لیجیے یہ ہاتھ ہتھکڑیوں کے لیے حاضر ہیں۔" میں نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے لیکن میرے الفاظ کارگر رہے تھے۔ پولیس آفیسر مجھے تعجب سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ آپ کو پہلے اپنے بارے میں بتانا چاہیے تھا۔"

"مسٹر آفیسر۔ آپ کا یہ انداز مجھے مزید غصے کا شکار کر رہا ہے۔ اگر میں ایڈیشنل ڈی آئی جی تیمور جمال کا بیٹا نہ ہوتا تو آپ یقینی طور پر میرے ساتھ بدسلوکی کرتے۔ کیا یہ سب کچھ قانون کے دائرہ کار میں ہوتا۔"

"نہیں جناب۔ لیکن آپ۔ آپ تو اپنے ہی قبیلے کے آدمی ہیں، آپ کو اندازہ ہو گا کہ کس کس طرح جرائم کیے جاتے ہیں۔ مجرم بعض اوقات خود ہی اپنے آپ کو معصوم ثابت کرنے کے لیے ایسے کام بھی کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے بارے میں، میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ براہِ کرم آپ مجھے صرف وہ جگہ بتا دیجیے جہاں آپ کا قیام ہے۔ میں دوبارہ آپ سے ملاقات کروں گا، آپ سے تو میرا ایک ذاتی کام بھی ہے اور جہاں تک رہا یہاں کی سیر و سیاحت کا مسئلہ تو آپ نے بلاوجہ تکلف کیا جناب میں آپ کو پوری بارلانگ ہل کی سیر کرا دیتا۔ آپ ایک مرتبہ آ کر تو دیکھیے میرے پاس۔"

"جا سکتا ہوں آفیسر۔"

"تشریف لے جائیے۔ جو کچھ بھی میں نے آپ سے کہا ہے اس کے لیے میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں، آپ اطمینان رکھیے لڑکی جیسے ہی ہوش میں آئے گی اسے اس کے گھر پہنچا دیا جائے گا۔ میں آپ سے ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔" میں مسکراتا ہوا وہاں سے واپس پلٹ پڑا تھا۔

بہرحال اب میری ذہنی کیفیت بالکل بدل چکی تھی۔ اپنے دوستوں کے لیے بھی میرے دل میں فکر پیدا ہوئی کہ پتا نہیں ان کا کیا ہوا۔ وہ کامیابی سے واپس اپنی جگہ پہنچ پائے یا میرے علاوہ بھی کوئی اور پھنس گیا، خیر اس کی مجھے پروا بھی نہیں تھی، بہت سی بار ایسے واقعات ہو چکے تھے اس میں دلچسپ پہلو یہ تھا کہ میں نے کبھی اپنے باپ تک بات پہنچنے نہیں دی تھی اور بالا ہی بالا سارے معاملات طے کر لیے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ان کا نام لے لینا ہی کافی ہوتا تھا اور بھلا اس بات سے کون انکار کر سکتا تھا کہ میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہوں۔

بات تو بہت آگے کی ہے لیکن چونکہ میں آپ کو اس چھوٹی سی جگہ یعنی بارلانگ ہل نامی پہاڑی مقام کا حال سنا رہا تھا اس لیے دوسری باتیں پسِ پشت رہ گئی ہیں۔ ہاں اگر اس سے آپ نے میری شخصیت کا کوئی اندازہ لگا لیا ہو تو آپ کی ذہانت پر منحصر ہے۔ اپنی داستانِ حیات میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس میں آپ کو بے شمار ایسے ہی واقعات ملیں گے، میں اپنے بارے میں یہ نہیں کہوں گا جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں ایک نیک دل اور سادہ لوح نوجوان تھا جو زمانے کی ٹھوکروں سے ہوتا ہوا نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتا رہا ہوں اور اس کی بنیادی وجہ شاید یہ تھی کہ میرا باپ ایک اتنا بڑا پولیس آفیسر تھا کہ مسائل میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ البتہ میں اپنے باپ کو اپنی اس فطرت کا ذمہ دار قرار نہیں دوں گا کیونکہ ایک نیک نام پولیس آفیسر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی حیثیت سے اس شخص نے پوری زندگی گزار دی تھی اور ہمیشہ اپنے ریکارڈ کا خیال رکھا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ انسان اپنی وہ حیثیت برقرار نہ رکھ پائے اور اس کا محرک بعض اوقات وہ خود نہیں ہوتا بلکہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں جن میں سرِفہرست اولاد ہی ہوتی ہے۔

خیر راہ سے بھٹک گیا ہوں' تفصیلات آہستہ آہستہ ہی بتاؤں گا اس گفتگو سے مراد یہ ہے کہ میری اس فطرت کی تشکیل میں میرے باپ کے کسی ظلم و ستم یا جبر کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ میں نے اس کے ایک اچھا باپ ہونے کی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا۔ رفتہ رفتہ پوری تفصیل گوش گزار کر دوں گا۔ پہلے ان دوستوں کا حال بیان کر دوں جنہیں میں وہاں چھوڑ آیا تھا۔ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو سب واپس آ چکے تھے۔ میرا حلیہ دیکھ کر انہوں نے حیرت کا اظہار کیا' اور مجھ سے استفسارِ حال کرنے لگے۔ لیکن میں نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ پہلے وہ اپنے بارے میں تفصیلات بتائیں' لیکن میری توقع کے خلاف وہ لوگ نہایت سکون سے نکل آئے تھے۔ کسی کو پتا بھی نہیں چل سکا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ توفیق انہیں اپنے سحر میں مبتلا کیے رہا تھا۔ اور انہیں اپنے درمیان سے اپنے ایک انتہائی اہم کردار کے گم ہونے کا احساس بھی نہ ہوا تھا۔ پھر جب انہیں یہ احساس ہوا تو وہ بدحواس ہو گئے' اور اس کے بعد چاروں طرف دوڑتے رہے۔ توفیق نے اُن کا ساتھ دیا تھا لیکن یہ بات منصوبے میں پہلے ہی طے ہو گئی تھی کہ جب وہ یہاں سے چلیں گے تو توفیق راستے میں ہی گم ہو جائے گا۔ باقی تین ساتھی تو پہلے ہی اپنے کردار انجام دے کر گم ہو گئے تھے۔ اور توفیق نے وہی کیا تھا جو ہمارے پروگرام کا ایک حصہ تھا۔

میں نے اُن لوگوں کو صورتِ حال بتائی تو' توفیق کہنے لگا۔

''عالم پناہ' میرے خیال میں ہم نے یہاں کی کافی سیر و سیاحت کر لی' اب ہمیں یہاں سے رفوچکر ہو جانا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے توفیق ایسا کرو' تم لوگ پہلی فرصت میں یہاں سے نکل جاؤ۔ میں دو چار دن کے بعد آ جاؤں گا دراصل اس مسئلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ صورتِ حال بگڑ جائے اور بات میرے ڈیڈی تک پہنچ جائے۔ میں نے انہیں تفصیلات سمجھائیں تو وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ واپس شہر چلے جائیں۔ میں دو چار دن میں آ جاؤں گا اور میرا یہاں رکنا میرے حق میں بہتر ہی ثابت ہوا۔ میں نے البتہ یہ کام ضرور کیا تھا کہ اپنی وہ قیام گاہ چھوڑ دی تھی۔ اور ایک ہوٹل ہی میں قیام کیا تھا۔ یہاں کچھ پیسے دے کر میں نے وہ کمرہ پرانی تاریخوں میں حاصل کر لیا تھا اور یہ کام صرف ایک ہی شخص جانتا تھا جس کا منہ پیسے دے کر بند کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد میں نے خود ہی پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور اُن لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تو پتا چلا کہ وہ لڑکی کو لے کر فوراً ہی شہر روانہ ہو گئے ہیں' لڑکی نے ہوش میں آنے کے بعد پولیس آفیسر کو بتایا تھا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا اور پولیس آفیسر اس لڑکی کو اُس کے باپ تک لے گیا تھا' بہرطور پولیس آفیسر نے یہ بھی بتایا کہ لڑکی کا باپ بھی ایک باعزت اور باحیثیت آدمی تھا' اس لیے پولیس آفیسر نے اُن لوگوں کو تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اُسے صرف ایک ہوس کی کارروائی قرار دیا۔ میرا اُس نے شکریہ ادا کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اُن لوگوں نے بھی میرا شکریہ ادا کیا ہے اور کہا ہے کہ میں جو کوئی بھی ہوں' بہرطور وہ میرے احسان کو نہیں بھولیں گے۔

میرے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے جو احسان اُن پر کیا تھا وہ میرا دل ہی بخوبی جانتا تھا' اور اُس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں شہر واپس آ گیا۔ چند روز تک یہ واقعہ میرے ذہن پر سوار رہا۔ ان لوگوں کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی کہ دوبارہ بھی ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ اس کے بعد میں آہستہ آہستہ اس واقعہ کو بھول گیا اور زندگی پھر اسی انداز میں رواں دواں ہو گئی۔

میرے دوست یا مصاحب میرے ہمراہ تھے۔ نت نئی دلچسپیاں' نت نئی تفریحات اور حسین حسین لڑکیاں' یہی میری زندگی تھی اور اس زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں بھی نہیں تھا جو غیر دلچسپ ہوتا۔ تھوڑا سا اپنا تعارف بھی کرا دوں کیونکہ تعارف بھی ضروری ہے۔ حالانکہ میں نے ان روایات سے بغاوت بھی کی ہے جو اس سلسلے میں رائج ہیں۔ یعنی جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آغاز

ایسے لمحات سے ہو' جو میرا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوں' میں نے اس سے پہلے اپنی شخصیت آپ کے سامنے نمایاں کی کیونکہ یہی شخصیت اس کہانی کی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ میرے والد تیمور جمال شاہ محکمۂ پولیس کے ایک انتہائی نیک نام اور ذمہ دار آفیسر تھے' ایڈیشنل ڈی آئی جی کے عہدے پر فائز تھے۔ میرا اپنا نام جہانگیر جمال شاہ ہے میرے دو بھائی بھی ہیں' جن کے نام اکبر جمال شاہ اور طاہر جمال شاہ ہیں۔ دراصل جمال شاہ ہمارے کوئی پردادا قسم کی چیز تھے جو ایک مخصوص علاقے میں پوجے جاتے تھے انگریزوں سے دوستی تھی اور انگریزوں نے انہیں خوب نوازا تھا۔ یہ نوازشیں ایک وسیع و عریض زمین کی شکل میں تھیں' جہاں کے وہ جاگیردار تھے اور اس زمین کے رہنے والوں کے پیر بھی اور پیر آپ جانتے ہیں کون ہوتا ہے۔ وہ جو دولت میں کھیلتا ہو اور اپنے سے کمتر حیثیتوں کے لوگوں کے کام آتا ہو' ایسے لوگ عموماً پیر بن جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ جمال شاہ صاحب پیر تھے اور ان کے صاحبزادے پولیس کے ایک ذمہ دار آفیسر' چونکہ دادا جان انگریزوں کے زمانے سے ایک نیک نام پولیس آفیسر چلے آ رہے تھے۔ انگریزوں کا دور تو ختم ہو گیا۔ لیکن جو عزت و حیثیت انگریز کسی کو دے گئے تھے وہ بہت کم متاثر ہوئی تھی کیونکہ صدہا سال کے غلام ذہن آقاؤں کی نوازشوں کو نظرانداز نہیں کر سکے تھے۔ خیر یہ ایک اضافی بات ہے۔ غرض یہ کہ والد صاحب قبلہ بھی محکمۂ پولیس ہی کے حصے میں آئے۔ تربیت یافتہ گھر کے تھے اور جانتے تھے کہ اس محکمے میں زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے۔ فطرت میں شرافت حد سے زیادہ ہی سرایت کر گئی تھی۔ جس کا تعلق پتا نہیں دادا' پردادا سے تھا' یا یہ اُن کی ذاتی حیثیت تھی۔ ویسے انگریزوں کے دوست۔ خیر چھوڑیے ان باتوں میں کیا رکھا ہے' کسی کو بُرا کہتے کہتے بھی زبان تھک جاتی ہے۔ اور میرا خیال ہے اب اس تھکی ہوئی زبان سے اُن لوگوں کا تذکرہ بے سود ہی ہے جو ہم پر سے ٹل گئے۔ ہاں تو والد صاحب قبلہ اپنی شرافت' نیک نامی' بہادری' دلیری اور ذہانت و فراست کی بدولت ترقی کے مدارج طے کرتے چلے گئے۔ یہاں تک ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچ گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہیں کچھ اور محکموں کے معاملات بھی دیکھنا پڑتے تھے اور اس طرح وہ سرکاری طور پر اہم ترین حیثیت کے مالک تھے اور شاید ایسے پولیس آفیسر بہت ہی کم ہوں' جو ایک طویل عرصے سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں اور اس کی وجہ شاید اُن کی نیک نامی ہی تھی' جو الگ سے انہوں نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں۔ اپنے کام کے ماہر تھے اور بہت سے کام سرانجام دے رہے تھے لیکن دھن میں کوئی کھوٹ اس لیے نہیں کی کہ زمینوں کا پیسہ بھی آ جاتا تھا' اس لیے کسی قسم کی کوئی مالی پریشانی نہیں تھی۔ برادرانِ کلاں' یعنی اکبر جمال شاہ اور طاہر جمال شاہ تعلیم حاصل کر رہے تھے اور اُن کے مستقبل کے فیصلے کر لیے گئے تھے۔ میں چھوٹا اور کھوٹا تھا۔ تعلیمی معاملات میں والد صاحب کے سخت نگاہ سے پیچھے نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ مجھ پر آج تک کوئی عتاب نازل نہیں ہوا تھا۔ دراصل لُطف تو کسی طاقتور سے ہی مقابلہ کرنے میں آتا ہے۔ والد صاحب نے جہاں چاروں طرف اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی' وہاں اپنے گھر کے معاملے میں وہ ذرا کچے پڑ گئے تھے۔ یہ بتا دینے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ تعلیم کے حصول سے مجھے کوئی بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی بس کام چلانے والا معاملہ تو ہو ہی چکا تھا۔ باقی رہا جہاں تک تعلیمی ریکارڈ کا مسئلہ' تو اس سلسلے میں' میں جانتا تھا کہ کیا طریقۂ کار استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ چند کرم فرما ایسے تھے جو بغیر کسی لالچ کے میری کاپیوں میں میرے نمبر بڑھا دیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح میرا کام چل رہا تھا۔ جاننے والے جانتے تھے کہ میری دونوں سائڈ مضبوط ہیں۔ یعنی ایک طرف اگر کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو میرے دوستوں کی ٹیم کافی خطرناک تسلیم کی جاتی تھی اور وہ کسی سے اپنی بات منوانے کے گُر جانتے تھے' دوسری طرف اگر قانون کا سہارا لیا جاتا' تو قانون میرا باپ تھا اور ابھی تک ایسی کوئی نوبت نہیں آئی تھی کہ مجھے اپنے باپ کا سہارا لینا پڑے۔ ٹیڑھے لوگوں کو سیدھا کرنے کے لیے میرے دوستوں کی یہ ٹیم کام آ جاتی تھی اور ٹیڑھے لوگ جب یہ معلوم کر لیتے تھے کہ میں کس کا بیٹا ہوں تو خود ہی سیدھے ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دوسری سمت سے بھی کام نہیں بن سکتا۔ حالانکہ یہ صرف اُن کی سوچ تھی اور میری ذہانت' کہ میں نے معاملہ ابھی تک ڈیڈی تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ بات یہیں تک محدود نہیں تھی کہ ڈیڈی کے اصول دراصل محکمۂ پولیس کے اصول تھے اور ان اصولوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے روگردانی ذرا ممکن نہیں ہوتی تھی۔ اکبر میاں اور طاہر میاں ویسے ہی لاڈلے اور شریف تھے۔ میں نے اپنے طور پر اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے یہاں پر بھی اپنی ذہانت سے ہی کام لیا تھا۔ چونکہ ابھی تک باپ کی نگاہوں میں میرا کوئی بڑا مقام نہیں تھا اور میں نے اپنے آپ کو نہایت احتیاط سے چھپائے رکھا تھا۔ اس لیے کبھی کبھی اگر بہت ہی مخلص نادار اور غریب دوستوں کا کوئی ایسا کام پڑ جاتا جو میرے ڈیڈی کے ذریعے ہو سکتا تو میں اُن کی سفارش کر دیتا تھا اور ڈی آئی جی صاحب میری سفارش مان بھی لیا کرتے تھے۔ بس اتنا سا کام کرنا ہوتا تھا کہ جو کام میں اُن سے لیتا اُسے انتہائی جائز قرار دے دیتا تھا اور اس میں میری ذہانت کارفرما ہوتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرے مخلص اور نادار دوست بعض اوقات مجھے پچاس پچاس ہزار اور اس سے بھی کچھ زیادہ کی رشوت پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور جیب خرچ کا معاملہ تو بس اتنا ہی تھا کہ وہ میرے دو دنوں کو بھی پورا نہیں ہوتا تھا۔ اگر ان مخلص اور نادار دوستوں اور شناساؤں کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو میں اپنی زندگی میں یہ عیش و عشرت جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ ڈیڈی کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ جو کام انہوں نے میرے مفلس دوستوں کے لیے کیا ہے وہ مفلس دوستوں کا کام نہیں بلکہ اُن لوگوں کا ہے جو بہت آگے کی چیز ہوتے ہیں اور ابھی تک کوئی ایسا بڑا مسئلہ بھی نہیں بن سکا تھا کہ ڈیڈی اس معاملے کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ بھی بس تقدیر ہی کی بات تھی اور تقدیر نے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج تک مجھے کامران ہی رکھا تھا۔ بڑے سے بڑے مسئلے میں ہاتھ ڈال دیا۔ بڑی غلط سلط حرکتیں کر ڈالیں لیکن کچھ تقدیر، کچھ ذہانت اور کچھ امداد سے کام چل جاتا تھا یہ تھا میرا طریقۂ کار۔ پسندیدہ جگہ مائیکا کلب تھی جہاں میری بڑی عزت و توقیر تھی اور عموماً اس کلب میں، میں تاش کھیلتا تھا۔ بعض اوقات ہزاروں روپے جیت جاتا تھا اور بعض اوقات ہزاروں ہی کا نقصان ہو جاتا تھا۔ جب زندگی میں ہی یہ سب کچھ ہو تو انسان کو بھلا کیا پڑی ہے کہ اس میں کچھ تبدیلیوں کے بارے میں سوچے۔ ہاں حرفِ عام میں اس کردار کو اچھا نہیں سمجھا جاتا، لیکن اچھے کردار کون سے ہوتے ہیں یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ جن لوگوں کو زندگی میں تعیشات کے وسائل حاصل ہوتے ہیں وہ اچھے لوگ کہلاتے ہیں اور اچھے انداز میں زندگی کے سارے معاملات پورے کر لیتے ہیں اور جنہیں کمی و قلت ہوتی ہے وہ ذرا سی انگلیاں ٹیڑھی کر لیتے ہیں تو لوگ انہیں بُرا قرار دے دیتے ہیں۔ اب یہ تو لوگوں کی بات ہے۔ ہماری اپنی سوچ کیا ہے یہ تو ہم ہی جانتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میرا التعارف مکمل ہو چکا ہے۔ یعنی اب یہ کہنا مناسب ہے کہ میں ایک زمیندار، پولیس آفیسر کا بیٹا ہوں اور میں اپنے معاملات اپنی مرضی کے مطابق حل کر لیتا ہوں اور اس میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جو واقعہ میں نے اس پل اسٹیشن کا سنایا وہ بھی میری زندگی میں اکیلا واقعہ نہیں ہے۔ اس قسم کے معاملات کبھی کبھی پیش آ ہی جاتے ہیں۔ ہاں نیلے رنگ کا مسئلہ جو میں نے آپ سے بیان کیا اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ یہ میرا تجربہ، تجزیہ، مشاہدہ جو کچھ بھی آپ سمجھ لیں ہے اور عقیدہ بھی ہے میرا اس پر کہ نیلا رنگ جب بھی میرے سامنے خصوصی طور پر نمودار ہوتا ہے کوئی ایسا واقعہ ضرور پیش آتا ہے جو قابلِ ذکر ہو اور وہ نیلاہٹ بھی مجھے آج تک یاد ہے جس نے میری زندگی کو ایک ایسا جھٹکا دیا جو ہر طور میرے لیے بہت ہی اذیت ناک تھا اور اس کے بعد میری زندگی کے دھارے بدل گئے اور ماحول میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہوئیں کہ ایک طویل کہانی بن گئی۔ مائیکا کلب میں اب نفاست سے میں اپنے معاملات ڈیل کرتا تھا۔ مجھے اس سے غرض نہیں تھی کہ اس کے مالکان کون ہیں، جن لوگوں سے میرا تعلق تھا وہ یہ بات جانتے تھے کہ میں کون ہوں۔

اس شام بھی مائیکا کلب میں تاش کی بازی لگ گئی تھی، میرے سامنے کچھ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے لوگ موجود تھے اور ابتدائی معاملہ میرے حق میں جا رہا تھا میرے سامنے اسٹیکرز کی ڈھیریاں لگ گئی تھیں اور تاش میرا فیور کر رہا تھا۔ لیکن جونہی ساڑھے آٹھ بجے، میری نگاہ ایک سمت اُٹھ گئی۔

ایک خاتون ہی تھیں۔ جو میرے پسندیدہ نیلے لباس میں ملبوس میرے سامنے سے گزری تھیں۔ بس ایک لمحے کے لیے توجہ بٹی تھی، لباس بیشک میرا پسندیدہ تھا لیکن شکل میرے لیے ناقابلِ قبول تھی۔ البتہ اس رنگ کا میری آنکھوں کے سامنے آ جانا اس بات کا یقینی امر بن گیا تھا کہ کوئی اہم واقعہ آج کی اس شام سے منسلک ضرور ہے۔

ان خاتون کو میں نے نظرانداز کر دیا اور اس کے بعد کھیل میں مصروف ہو گیا۔ لیکن وہ رنگ آج میرے لیے منحوس رنگ ثابت ہوا تھا اور میں بعد کے واقعات کو بھی ان سے منسلک کر دیتا ہوں۔ تب بھی یہی قرار دیتا ہوں کہ اس دن کی نیلاہٹ میرے لیے منحوس تھی۔ جونہی نیلے رنگ کا گزر میرے سامنے سے ہوا، میرے معاملات بدل گئے۔ تاش ایسا غائب ہوا کہ کوئی اچھا پتہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، اور وہ جو میرے سامنے اپنے تمام اسٹیکرز خالی کر چکے تھے اب مجھ سے اپنے اسٹیکرز واپس لینے لگے۔ ہمارا کھیل بہت ہی شاندار ہو رہا تھا اور دیکھنے والے اس کھیل کو دیکھ رہے تھے۔ کلب میں، میں تنہا تھا، گو میرے شناساؤں کی تعداد بہت کافی تھی۔ لیکن یہ شناسا صرف وہ تھے جو میری عزت کرتے تھے۔ اس سے زیادہ بات کبھی آگے نہیں بڑھی تھی۔

اسٹیکرز کی ڈھیریاں میرے آگے سے کم ہوتی رہیں اور میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک اور گڈی نکالی۔ اٹینڈنٹ سے اسٹیکرز تبدیل کروائے اور اسٹیکرز میرے سامنے سے پھر ہٹنے لگے۔ سرخ گوٹیں، نیلی گوٹیں، پیلی گوٹیں داغِ مفارقت دینے لگیں اور میں نے اپنی آخری پونجی بھی لگا دی، کھیل دیکھنے والے بڑی دلچسپی سے اور دم بخود ہو کر یہ کھیل دیکھ رہے تھے۔ ایسے لوگ بھی ان کی نگاہوں کے سامنے کم ہی گزرے ہوں گے جو مسلسل ہار رہے ہوں لیکن ہار نہ مان رہے ہوں۔ میں بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ لیکن اپنی جیب کی آخری پونجی بھی نکالنے کے بعد میں ذرا سی تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کے سامنے سے اٹھ کر جانا میری سرشت کے خلاف تھا۔ اُدھار مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا آج تک یہ کام نہیں کیا تھا اور اسٹیکرز تھے کہ سامنے سے ہٹتے ہی جا رہے تھے اصولی طور پر مجھے کھیل بند کر کے یہاں سے اٹھ جانا چاہیے تھا لیکن جو چند اسٹیکرز باقی تھے، میں انہیں بھی داؤ پر لگا دینے کا خواہش مند تھا۔ البتہ اب کھیل میں ذرا بھی دلچسپی نہیں رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ آج یہ پہلا موقع ہوگا کہ میں جیبیں خالی کر کے اٹھ جاؤں گا۔ آخری داؤ چل رہا تھا اور میرا ہاتھ بے اختیارانہ انداز میں اپنی خالی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ میں دیر تک کھیلتا رہا پھر میں نے تاش اٹھا لیے، اب صرف شو کرانے کے لیے رقم باقی رہ گئی تھی۔ میرے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور دل میں ایک سنسنی کا سا احساس تھا کہ دفعتاً ہی مجھے اپنی جیب وزنی محسوس ہوئی اور ایک لمحہ میں ہی احساس ہوا کہ کچھ ہوا ہے۔ بے اختیارانہ انداز میں میرا ہاتھ جیب کی جانب رینگ گیا تھا اور جو کچھ میرے ہاتھ نے محسوس کیا وہ انتہائی حیرت ناک تھا۔ یہ غالباً نوٹوں کی ایک گڈی تھی جو کہیں سے میری جیب میں پہنچ گئی تھی اور قطعی طور پر میری نہیں تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کھیل روک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ میرے بالکل نزدیک ایک معمر شخص کھڑا ہوا تھا، فرنچ کٹ داڑھی آنکھوں پر بہت ہی خوبصورت قسم کے فریم کا چشمہ، چہرے پر ایک عجیب سی متانت اور لباس بہت ہی شاندار۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا اور میں متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ کیا میری جیب میں نوٹ اس نے ڈالے ہیں، لیکن کیوں؟ اور اور وہ بھلا مجھے کیسے جانتا ہے، جبکہ میں نے تو زندگی میں پہلی بار اُس کی صورت دیکھی تھی۔

شو ہوا تو نتیجہ وہی نکلا یعنی میں ہار گیا تھا ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ اُٹھوں اور اُس شخص سے معلومات حاصل کروں۔ لیکن سامنے والوں کی نگاہیں دیکھ کر میں نے جیب سے وہ گڈی نکالی۔ ہزار ہزار کے نوٹوں کی گڈی تھی۔ یعنی پورے ایک لاکھ روپے۔ میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ بہرطور اپنی بے عزتی کرانا میں نے پسند نہیں کیا اور اٹینڈنٹ کو یہ گڈی دے دی کہ اسے اسٹیکرز میں تبدیل کرا لائے۔ اسٹیکرز آئے اور کھیل پھر شروع ہو گیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھوں میں زندگی دوڑ گئی تھی۔ بہرطور ایک لاکھ روپے کی رقم کا حصول اُن کے لیے بھی باعثِ دلکشی تھا۔ لیکن میں ڈبل مائنڈڈ ہو گیا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ تاش میرا فیور نہیں کر رہے۔ اور اگر اس شخص نے واقعی میری جیب میں نوٹوں کی گڈی ڈالی ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نوٹ بھی ختم ہو جائیں اور اس کی رقم بھی ضائع ہو جائے حالانکہ یہ عجیب و غریب بات تھی۔ لیکن اس کے بعد پانسہ پھر پلٹ گیا اور اسٹیکرز میرے سامنے انبار ہونے لگے۔ آخری وقت کے کھیل میں میرے پاس تقریباً ڈھائی لاکھ روپے کے اسٹیکرز تھے۔ اس میں سے اسی ہزار روپے میرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنے تھے، ایک لاکھ روپے اُس شخص کے تھے اور باقی تقریباً ستر ہزار روپے جیت میں شمار ہوتے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ معمر شخص بھی وہاں سے ہٹ گیا تھا اور اب مجھ سے بے تعلق نظر آ رہا تھا۔ کلب کی رونقیں ابھی جاری تھیں۔ اٹینڈنٹ نے اسٹیکرز نوٹوں میں تبدیل کروا کے نوٹ میرے حوالے کر دیے۔ میں نے اُسے ٹپ دیا اور اس کے بعد مسکراتی نگاہوں سے اس معمر شخص کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ آیا۔ معمر شخص نے چونک کر مجھے دیکھا تھا میں پھر اس کے قریب پہنچا اور میں نے ذرا سی گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں جناب؟"

"اوہ تشریف رکھیے مسٹر، مسٹر۔"

"میرا نام جہانگیر جمال ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے پروفیسر شوڈان کہتے ہیں۔" اُس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"براہِ کرم تشریف رکھیے۔" میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور پھر میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"کلب جیسی جگہ ہم فرشتوں کا تصور نہیں کر سکتے کیونکہ یہ جگہ ناپاک ہوتی ہے اور فرشتے ہمیشہ پاک جگہ آتے ہیں۔ لیکن آپ نے جو کردار ادا کیا ہے مسٹر شوڈان وہ ایک فرشتہ صفت ہی کا کردار ہے۔"

"میں نے کیا کیا؟" مسٹر شوڈان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ نوٹوں کی وہ گڈی بھول جاؤں جو آپ نے میری جیب میں ڈالی تھی۔"

پروفیسر شوڈان مسکرایا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "بات دراصل یہ ہے نوجوان کہ تمہارے کھیلنے کے انداز میں ایک دلیری پائی جاتی تھی، ایک ایسا مردانہ پن جو صرف مردوں کا ہی شیوہ ہوتا ہے۔ اور پھر میں نے تمہارے چہرے کی تبدیلیوں سے محسوس کیا کہ شاید تمہارے پاس رقم ختم ہو گئی ہے۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ شاید تم یہ رقم کسی سے اُدھار مانگنا نہیں چاہتے اور اُٹھتے ہوئے اپنی سبکی محسوس کرتے ہو۔ دراصل چہرہ شناسی میرا فن رہا ہے اور اس فن نے مجھے کبھی دھوکا نہیں دیا۔ اب اس کے بعد ایک شاندار شخصیت کو کسی بھی طور غیر مطمئن نہیں دیکھ سکتا تھا جو میری پسندیدہ ہو، شاید تم اس بات پر ہنسو کہ میری جوانی بھی تمہاری جوانی ہی کی مانند تھی۔ اُسے کھو چکا ہوں، عمر کے مختلف مرحلے ہوتے ہیں اور میں جس مرحلے پر ہوں اس میں یہ تمام چیزیں حیثیت نہیں رکھتیں لیکن ایک اپنے جیسے نوجوان کی پریشانی مجھے پسند نہیں آئی اور میرے پاس جو کچھ تھا وہ میں نے تمہاری جیب میں ڈال دیا۔ یہی نہیں بلکہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بڑی خاموشی سے تمہاری جیبیں بھرتا رہوں گا۔ اور اس کے لیے میں نے انتظام بھی کر لیا تھا۔"

"بہت ہی عجیب بات ہے لیکن بہت ہی دلچسپ بہت ہی دلکش اور انتہائی قابلِ احترام۔ میں آپ کا احسان مند ہوں پروفیسر شوڈان۔ اور اب جب میں اس رقم کا تجزیہ کرتا ہوں تو اس میں، میں نے ستر ہزار روپے جیتے ہوئے ہیں، چنانچہ یہ ایک لاکھ روپے آپ کی خدمت میں وہ اصل جو آپ نے مجھے دیئے اور ستر ہزار روپے میں سے پینتیس ہزار روپے آپ کی نذر۔ کیونکہ یہ میں نے جیتے ہوئے ہیں اور جیتے بھی آپ ہی کے سہارے سے ہیں۔"

"دیکھو دوست جب معاملہ پسندیدگی کا آ جائے تو پھر رقم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جیتی ہوئی رقم تمہاری چاہو تو میرے ایک لاکھ روپے مجھے واپس کر دو، ورنہ یہ پیسے یوں سمجھو کہ میں نے خود ہی اپنے داؤ پر لگا دیے تھے۔"

"منافع ہوا ہے اس لیے آپ کو اس میں سے پینتیس ہزار لینا ہوں گے۔"

"نہیں، میری جان یہ پیسے تم رکھو مجھے خوشی ہو گی لاؤ میرے ایک لاکھ روپے مجھے واپس دے دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ایک لاکھ روپے کے نوٹوں کی گڈی پروفیسر شوڈان کے حوالے کر دی تھی۔ شخصیت بہت ہی دلچسپ تھی اور جس انداز میں میرے سامنے آئی تھی، ظاہر ہے فطری طور پر میں اس میں دوستی محسوس کر رہا تھا۔ پروفیسر شوڈان نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں بڑی گھٹن ہے تم اگر چاہو تو آؤ میرے ساتھ میرے کمرے میں ایک کپ کافی پیو۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے؟"

"اس کلب سے بالکل متصل ایک ہوٹل میں۔ غالباً ہوٹل ریٹو کا تمہارے لیے اجنبی نہ ہو گا۔"

"بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔ بہت بہت شکریہ آپ کا۔ کلب سے ویسے بھی اٹھنا چاہتا تھا۔" اور پھر پروفیسر شوڈان ایسی شخصیت نہیں تھی جسے نظر انداز کر دیا جاتا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ کلب کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ اپنی کار میں نے کلب کے پارکنگ لاٹ پر ہی چھوڑ دی تھی کیونکہ ہوٹل ریٹو کا اس عمارت کے بالکل نزدیک تھا اور فائیو اسٹار ہوٹلوں میں شمار ہوتا تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر پروفیسر شوڈان نے ہلکی سی دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔

لیکن دروازہ کھولنے والی شخصیت کو میں نے دیکھا تو میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ سانولے رنگ کی انتہائی خوبصورت لڑکی تھی جو پھولوں کی شہزادی معلوم ہوتی تھی۔ عجیب سے نقش و نگار تھے، گہری سیاہ آنکھیں ہندوستان کی نمائندگی کرتی تھیں، لیکن خدوخال میں ایک ایسی اجنبیت پائی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا تعلق خالصتاً ہندوستان سے نہیں ہے۔ پروفیسر شوڈان کا نام بھی کچھ عجیب سا تھا۔ بہر طور وہ دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجسم حسن ہے، انتہائی متناسب جسم کی مالک اور شب خوابی کے لباس میں ملبوس، مجھے دیکھ کر وہ ذرا سی ٹھٹکی تھی اور پھر پروفیسر شوڈان نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا اور لڑکی کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"میری بیٹی روبیلا۔"

میں ششدر سا اندر داخل ہو گیا تھا۔ بعض اوقات تقدیر اس طرح یاور ہوتی ہے۔ پروفیسر شوڈان بذاتِ خود ہی کیا کم تھا اور اُس کی شخصیت نے مجھے کون سا کم متاثر کیا تھا کہ اس کی تکمیل حسن و جمال کی اس دیوی نے کر دی تھی جو اُس کی بیٹی تھی اور خوب تھی بلکہ بہت خوب تھی۔

اُس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سینے پر رکھے اور تھوڑی سی گردن خم کر دی۔ میں پذیرائی کے اس انداز سے معلوم نہ کر سکا کہ ان لوگوں کا تعلق کون سے ملک سے ہے یا کون سے علاقے سے ہے۔ پروفیسر شوڈان نے انگریزی میں ہی اپنی لڑکی سے کافی منگوانے کے لیے کہا اور وہ ٹیلی فون کی جانب بڑھ گئی تاکہ روم سروس کو کافی کی ہدایت کر دے۔ میں اس کی خوشنما آواز سنتا رہا۔ پروفیسر شوڈان میرے سامنے ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں تو نوجوان بلکہ اب تو میں تمہیں جہانگیر کے نام سے مخاطب کر سکتا ہوں تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم سے مل کر واقعی مجھے خوشی ہوئی ہے اس کی وجہ نہ پوچھنا، ظاہر ہے وجہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تمہاری جوانی میں مجھے اپنی جوانی کی جھلک نظر آئی۔"

"میں بہت شکر گزار ہوں پروفیسر آپ کا کہ آپ مجھ پر مسلسل عنایات کر رہے ہیں۔ اوّل تو آپ نے اتنی خاموشی سے میری مدد کی کہ شاید اس قسم کی امداد کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ اگر میں خود ہی آپ کی طرف متوجہ نہ ہو جاتا تو پتا نہیں آپ مجھ سے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرتے یا نہیں اور دوم یہ کہ اس کے بعد آپ نے میری اتنی پذیرائی کی ہے۔"

"انسانوں کو انسانوں ہی سے محبت ہوتی ہے۔ ہم جانوروں سے بھی پیار کرتے ہیں۔ لیکن جانور ہمارے پیار کا جواب زبان سے نہیں دے سکتے، میں محبت کا پجاری ہوں اور جو بھی مجھے پسند آ جائے اس سے دوستی کر لیتا ہوں۔"

"آپ کی شخصیت انتہائی دلکش اور قابلِ احترام ہے پروفیسر۔"

اتنی دیر میں لڑکی واپس آ گئی تھی اور بے تکلفی سے ہمارے سامنے ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"مس روبیلا آپ سے مل کر بھی بے حد خوشی ہوئی، آپ لوگ مجھے نہ بتائیں گے کہ آپ ہمارے ملک میں کب تشریف لائے اور کیا پروگرام ہے آپ کا۔ مجھے آپ کی خدمت کر کے بے حد مسرت ہو گی۔"

"مائی ڈیر روبیلا۔ یہ مسٹر جہانگیر ہیں۔ میری ان سے نئی نئی شناسائی ہوئی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اب تمہارے سامنے ہی اپنے بارے میں بتائیں گے۔"

"میرے تعارف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے پروفیسر جو باعثِ دلچسپی ہو۔ ایک پولیس افسر کا بیٹا ہوں، تعلیم حاصل کر رہا ہوں اور تھوڑی بہت تفریحات بھی میری زندگی کا حصہ ہیں۔ بس یہ عام سی بات ہے اور اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔"

"ہم کسی سے ملاقات کرتے ہوئے اُس کے عام یا خاص ہونے کا تصور ذہن میں نہیں رکھتے، بس ہمارے ذہن میں ایک ہی تصور ہوتا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے۔ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں فرانس سے آیا ہوں۔ روبیلا میری بیٹی ہے۔ میں نسلاً فرانسیسی ہوں۔ جب کہ میری بیٹی کا تعلق جزیرہ ہوائی سے ہے۔ یعنی اس کی مرحومہ ماں ہوائی کی رہنے والی تھی۔ اور ہم دونوں باپ بیٹی تمہارے وطن کی سیاحت کرنے آئے تھے۔ بہت سی جگہیں گھوم چکے ہیں۔ فرانس میں میرا چھوٹا سا کاروبار ہے۔ جو میرے ملازمین سنبھالتے ہیں۔ ہم دونوں سال میں ایک مہینے کے لیے کہیں نہ کہیں نکل جاتے ہیں۔ اور اس بار تمہارے وطن آئے ہیں۔ یہاں آئے ہوئے ہمیں بائیس دن ہو چکے ہیں۔ آٹھ دن باقی ہیں اور ہم نے جن جگہوں کی سیاحت کی ہے انہیں اپنے ذہن میں اور اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیا ہے۔"

"خوب بہت خوب۔ مجھے خوشی ہوگی پروفیسر شوڈان کہ کچھ وقت میں بھی آپ کے ساتھ گزاروں۔" میں نے کہا۔

"یہ خوشی تمہیں نہیں بلکہ مجھے ہوگی۔ مائی ڈیئر جہانگیر۔" مسٹر شوڈان نے کہا۔ اور روبیلا مجھ سے ہندوستان کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔ وہ بہت ہی سنجیدگی اور متانت سے گفتگو کرنے کی عادی تھی۔ لیکن میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ہوائی کی حسینہ تیری قربت میرے لیے ایک تاریخ ہو گی۔ اور اس کے لیے میں ہر قسم کا کام کر سکتا ہوں۔ اگر یہ آٹھ دن تیری قربت میں منتقل نہ ہوئے تو اس کے بعد بھی تجھے یہاں قیام کرنا ہوگا۔ اور میری صلاحیتیں اس سلسلے میں وقف ہو جائیں گی۔

کافی آگئی۔ مسٹر شوڈان نے مجھ سے دوسرے دن ملاقات کا وعدہ لیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے رخصت ہو گیا میں نے وعدہ کر لیا تھا کہ دوسرے دن دس بجے میں پروفیسر شوڈان کے ہوٹل رینوکا پہنچ جاؤں گا۔

رات کیسے گزری یہ ایک بیکار بات ہے ظاہر ہے ایسے معاملات میں جب انسان کو دلچسپی پیدا ہو جائے تو پھر راتیں ذرا تلخ ہو کر گزرتی ہیں۔ اور روشنی نہ ہوتے پر غصہ آتا ہے۔ روشنی ہو گئی۔ بناؤ سنگھار میں، میں نے کمال دکھا دیا تھا اور ٹھیک دس بجے میں اپنی کار میں بیٹھ کر ہوٹل رینوکا پہنچ گیا جب رینوکا کے اس کمرے کے دروازے پر دستک دی جس میں پروفیسر شوڈان مقیم تھا تو دروازہ روبیلا نے ہی کھولا تھا۔ اور مسکراتے ہوئے خیر مقدم کیا تھا۔

"ڈیڈی آپ کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں مسٹر جہانگیر وہ یہ کہ انہیں بالکل ہی اتفاقیہ طور پر اپنے چند دوستوں سے ملنے جانا پڑ گیا ہے۔ چنانچہ آج کی کمپنی میں آپ کو دوں گی۔"

میں نے مسرت سے مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں پروفیسر شوڈان کا شکریہ ادا کیا۔ بلاشبہ یہ غیر ملکی لوگ بہت ہی فراخدل ہوتے ہیں اور اس کا تجربہ بھی مجھے بارہا ہو چکا تھا۔ میں نے روبیلا کے ساتھ اندر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو میرے مسلط ہو جانے پر خاصی کوفت ہوتی ہو گی۔ مِس روبیلا۔"

"نہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی ملاقات میں دل کی گہرائیوں تک اتر جاتے ہیں۔ میں رات کو دیر تک آپ کے بارے میں سوچتی رہی ہوں مسٹر جہانگیر۔"

"اوہ۔" میں نے مسرت سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "یہی کیفیت تو رات بھر میری بھی رہی ہے مِس روبیلا۔"

"آپ کی؟"

"ہاں۔"

"ڈیڈی آپ کے بارے میں دیر تک باتیں کرتے رہے وہ بھی آپ کو بے حد پسند کرتے ہیں۔"

"تو پھر آئیے آج پھر باہر کی سیر ہو جائے۔ آپ نے یہ شہر یقیناً دیکھا ہوگا۔ لیکن اب اسے میری آنکھوں سے دیکھ لیں۔"

اور روبیلا نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔ تاہم اس نے مجھے کافی پلائے بغیر وہاں سے نہ اٹھنے دیا تھا۔ اس دوران وہ خود بھی تیار ہو گئی۔ ہوائی کی یہ حسینہ جس قدر حسین تھی اسی قدر مہربان فطرت کی مالک بھی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ تقریباً دن بھر ہی آوارہ گردی کرتے رہے۔ اور میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اگر آٹھ دن کے بعد یہ لوگ یہاں سے چلے بھی گئے تو مجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ روبیلا کی ایک ہی دن کی قربت مجھے اس بات کا احساس دلا چکی تھی کہ وہ بہت جلد فاصلے ختم کر دینے کی عادی ہے۔ اور یہ فاصلے مجھے یقین تھا کہ ایک آدھ دن میں خود بخود ختم ہو جائیں گے اور اس کے لیے مجھے کوئی سختی نہ برتنا پڑے گی۔ دن بھر کی سیر و سیاحت میں روبیلا مجھ سے کافی بے تکلف ہو گئی تھی شام کو واپس پہنچے تو پروفیسر شوڈان موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔ اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ اچانک ایک کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیں کمپنی نہ دے سکا۔ بہرطور اس نے کسی قسم کی ناگواری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا میں اس کے پاس سے رات کا کھانا کھانے کے بعد ہی واپس پلٹا تھا اور دوسرے دن روبیلا سے ملاقات طے ہو گئی تھی۔

دوسرا دن، تیسرا دن، اور چوتھا دن روبیلا کو میرے اس قدر قریب لے آیا کہ میں اس کی سانسیں اپنی سانسوں سے ہم آہنگ محسوس کرنے لگا۔ ایسی پرکشش لڑکی تھی کہ ذہن خود بخود اس کے سحر میں گرفتار ہونے لگا۔ میں کوئی کچا آدمی نہیں تھا۔ کہ اپنے مسئلے کے حل کے لیے بہت زیادہ مشکلات کا شکار ہوتا میں نے دبے لفظوں میں اس سے اظہار کر دیا کہ میں اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ اور اس کی زیادہ سے زیادہ قربت کا طلب گار ہوں روبیلا خود بھی کچھ مشرقی، انداز رکھتی تھی۔ میری اس بات پر اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ وقت گزارنے کی خواہشمند ہوں ڈیئر جہانگیر لیکن میرے دل میں ایک آرزو ہے کیا تم اس آرزو کی تکمیل کر سکتے ہو؟"

"تم سے پوچھے بغیر اس کا وعدہ کرتا ہوں جانِ من۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم مجھے وہ عزت وہ مقام نہ دو گے جو اپنوں کو بخشا جاتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ تمہارے بیڈ روم میں ایک رات گزارنے کی خواہشمند ہوں کیا مجھے اس کا موقع مل سکتا ہے؟"

"بات بہت ہی ٹیڑھی تھی اسے اپنی کوٹھی میں لے جانا میرے لیے انتہائی مشکل کام تھا لیکن وعدہ کر چکا تھا اور اس وعدے کو نبھانا بھی فرض تھا اور پھر یہ تصور میرے لیے بہت دلکش تھا کہ وہ میرے ساتھ وقت گزارے گی چنانچہ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"مائی ڈیئر روبیلا شاید تم ہمارے وطن کی روایات کو نہیں جانتیں "المشرق" میں ایک بہت اُلجھا ہوا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو عمر کی آخری حد تک یا کم از کم اس وقت تک جب تک والدین زندہ ہوں، والدین کی مرضی کا تابع رہنا پڑتا ہے اور ہمارے ہاں گرل فرینڈ کا تصور نہیں ہے۔ لیکن اس مسئلے کا ایک حل تمہاری خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے۔"

"وہ کیا۔؟" اس نے سحر طراز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم پوشیدہ طور پر میری کوٹھی میں داخل ہو سکتی ہو اور اس کے لیے میں انتظامات کر لوں گا۔"

"میرے دل کی آرزو صرف یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ تمہاری کوٹھی میں تھوڑا سا وقت گزاروں۔"

"تو پھر آج ہی رات میں اس کام کی تکمیل کیے دیتا ہوں۔"

"مجھے کیسے اطلاع دو گے؟"

"فون پر۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی عجیب سی بات تھی، حالانکہ مجھ جیسے کسی آوارہ منش کے لیے یہ مشکل نہیں تھا کہ میں کسی علیحدہ ہوٹل میں اس کے لیے بندوبست کر لوں لیکن بہرطور اس کی یہ آرزو تھی اور اس کی تکمیل کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی، چنانچہ چوکیدار کو میں نے اپنے ساتھ شامل کیا اور پانچ سو روپے نقد چوکیدار کے ہاتھ پر رکھے تو وہ میری ہر خواہش کی تکمیل کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے اسے ہدایت دے دی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے۔ چوکیدار نے خاموشی سے روبیلا کو میرے کمرے میں پہنچا دیا اور میں اسے دیکھ کر بے انتہا مسرور ہو گیا۔ اس وقت تک میں کوٹھی کے تمام معمولات سے نمٹ چکا تھا۔ میں نے خوشبو میں بسی ہوئی روبیلا کا پُرتکلف خیر مقدم کیا اور اپنے کمرے کی تمام روشنیاں بجھا دیں۔

"اوہ یہ روشنیاں کیوں بجھا دیں ڈیئر جہانگیر۔"

"اس لیے کہ تمہارے آنے کے بعد یہ روشنیاں بیکار ہو گئی ہیں۔" میں نے دفورِ مسرت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا اور وہ بھی شرمسار ہو گئی اور روبیلا کی خوشبو سے میرا سارا کمرہ مہک گیا تھا اور اس کی قربت سے میرے دل کے تمام گوشے مہک اٹھے۔ لیکن یہ رات میرے لیے ایک انوکھی رات رہی، میری خواہش تھی کہ میں رات کا ایک لمحہ بھی سو کر نہ گزاروں، لیکن نجانے کیوں رات کے دوسرے پہر مجھے گہری نیند آ گئی اور روبیلا کا بھی خیال نہ رہا صبح کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے آنکھ کھلی تھی اور چند لمحات تک ذہن کو یہ یاد نہ آیا تھا کہ رات اس کمرے میں کیا دلوالی ہو رہی تھی لیکن جب خیال آیا تو میں بُری طرح اچھل پڑا سامنے دیوار گیر گھڑی نے ساڑھے آٹھ بجے کا اعلان کیا تھا اور اس کی سوئیاں رینگ رہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آنکھ کے بند ہونے پر جھپکی ہوئی تھیں۔ میں نے خوف زدہ نگاہوں سے باتھ روم کی طرف دیکھا روبیلہ میرے قریب نہیں تھی تو یقینی طور پر باتھ روم میں ہی ہوگی لیکن اب ساڑھے آٹھ بج چکے ہیں۔ اس نیند نے میرا بیڑہ غرق کر دیا طے یہ ہوا تھا کہ صبح ساڑھے پانچ بجے روبیلہ کو واپس پہنچا دیا جائے گا اور اس کے لیے بھی میں نے چوکیدار ہی سے گفتگو کر لی تھی اب کیا ہوگا۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد احساس ہوا کہ باتھ روم خالی ہے اور میں اُچھل کر مسہری سے نیچے اتر آیا، باتھ روم کھول کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا کمرے میں روبیلہ کی خوشبو باقی رہ گئی تھی اس کا وجود نہیں تھا، اس کا مقصد ہے کہ اس نے ذہانت سے کام لیا اور خود ہی یہاں سے چلی گئی۔ میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی، تاہم یہ معلوم کرنے کے لیے کہیں کوئی اور غیر متوقع حادثہ تو نہیں پیش آ گیا ہے۔ میں باہر نکل آیا اور صورت حال کا جائزہ لینے لگا سب لوگ معمول کے مطابق تھے۔ تب میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا چوکیدار کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے چوکیدار سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا "وہ کہ کیا روبیلہ باہر چلی گئی؟" تو چوکیدار حیرت سے بولا۔

"نہیں صاحب۔ میں تو سویا بھی نہیں تھا بلکہ انتظار کرتا رہا آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ صبح ساڑھے پانچ بجے۔"

"کک۔ کیا مطلب؟ کیا وہ کوٹھی سے باہر نہیں گئی؟" میں نے ایک بار سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں صاحب' اس دروازے سے وہ باہر نکل کر نہیں گئیں۔" میں شدت حیرت سے گنگ رہ گیا تھا یہ بات کچھ ناقابل یقین سی لگتی تھی کہ روبیلہ یہاں سے چلی بھی گئی اور چوکیدار کو اس کا پتا نہیں ہے۔ ایک اور خیال دل میں آیا کہ کہیں وہ دن ہو جانے کی وجہ سے کوٹھی میں کہیں چھپ نہ گئی ہو۔ اس احساس نے مجھے بہت پریشان کر دیا تھا، گھر کے تقریباً تمام ہی لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن کسی کے انداز سے یہ اظہار نہ ہو سکا کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔ اس کے بعد میں نے کوٹھی کے ایسے پوشیدہ گوشوں کی تلاشی لینا شروع کر دی جہاں روبیلہ اپنے آپ کو چھپا سکتی تھی، لیکن کہیں بھی اس کا وجود نہ ملا۔ اس کام میں کافی وقت لگ گیا تھا۔ میں حیران و پریشان تھا۔ دفعتاً مجھے ٹیلی فون کا خیال آیا اب تک روبیلہ کے ہوٹل کا ٹیلی فون نمبر وغیرہ میں نے نہیں لیا تھا، لیکن بہرطور یہ نمبر ڈائریکٹری سے معلوم ہو سکتا تھا چنانچہ اپنے کمرے میں آ کر میں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس میں ہوٹل رینبو کا نمبر تلاش کرنے لگا جو مجھے باآسانی مل گیا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں نے رینبو کا فون کر کے کمرہ نمبر بتایا اور وہاں کے مکینوں سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مجھے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا لیکن اس کے بعد میں نے جو کچھ سُنا وہ بھی میرے لیے انتہائی تحیر آمیز تھا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر مینیجر نے بتایا کہ ہوٹل کا یہ کمرہ آج صبح ساڑھے سات بجے خالی کر دیا گیا ہے اور کمرے کے مکیں چلے گئے۔ میں میرے دل پر ایک گھونسہ سا پڑا تھا۔ رات کے گزرے ہوئے لمحات روبیلہ کی پرکشش اور سحر انگیز شخصیت، اس کی قربت، اس کا انداز گفتگو، اس کی پرکشش آنکھوں کی چمک اور اس کی ہر وہ جنبش جس میں خود سپردگی چھپی ہوئی تھی مجھے یاد آئی تو دل میں ایک کسک سی پیدا ہو گئی۔ لیکن یہ ہوا کیا اس کا اس طرح چلے جانا اور اس کے بعد ہوٹل چھوڑ دینا کیا کوئی معنویت رکھتا ہے۔ مگر کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ دن بہت ہی پریشان کُن گزرا تھوڑی ہی دیر کے بعد میں تیار ہو کر ہوٹل رینبو کا پہنچ گیا تھا اور وہاں جا کر اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ کاؤنٹر مینیجر نے جو اطلاع مجھے دی تھی وہ بالکل درست تھی لیکن پروفیسر شوڈان کا تو ابھی جانے کا ارادہ نہیں تھا، ابھی تو اس کی واپسی میں تین چار دن باقی تھے۔ پھر یہ وقت سے پہلے اور اس طرح بتائے بغیر اور پھر روبیلہ ...!

ایک ریسٹوران میں کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں گزری ہوئی رات پر غور کرتا رہا۔ آخر ایسی کیا بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے روبیلہ اچانک ہی اس طرح چلی گئی اور انہوں نے کمرہ بھی چھوڑ دیا۔ مجھ سے ملاقات بھی نہ کی، حالانکہ رات کے وہ لمحات، جب میں ہوش و حواس میں تھا اس کے ساتھ بہت ہی دلکش اور دلچسپ گزرے تھے۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ میں نے ابھی سوچا تھا کہ رات کے وہ لمحات جب میں ہوش و حواس میں تھا دلکش و دلچسپ گزرے تھے تو کیا، تو کیا کچھ لمحات ایسے بھی تھے جب میں ہوش و حواس سے عاری ہو گیا تھا، لیکن کیا، کیسے؟ آخر کیسے؟ اور ذہن پر انتہائی زور دینے کے باوجود مجھے یاد نہ آیا کہ وہ نیند مجھ پر

کیوں ٹوٹ پڑی تھی۔ جس نے مجھے روبیلہ جیسی پرسحر شخصیت کی تڑپ کے باوجود گہری نیند سُلا دیا تھا۔

بہرحال کوئی فیصلہ نہیں کر پایا اور نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ آج دوستوں سے ملاقات بھی نہیں کی تھی ویسے بھی یہ دن ان سے ملاقات کے دن نہیں تھے۔ جب کوئی اہم مسئلہ ہوتا تھا تو ان سب کو اطلاع دے دی جاتی تھی۔ سرِراہ کبھی مل گئے تو دوسری بات ہے۔ ان دونوں چونکہ مکمل طور پر روبیلہ میں گم تھا اس لیے دوست بھی مجھ سے دُور ہٹے ہوئے تھے۔

روبیلہ کے بارے میں سوچتے سوچتے ذہن تھک گیا تو میں نے اسے دماغ سے نکال پھینکا۔ میں محدود تو نہیں تھا۔ زندگی میں بے شمار مشاغل تھے۔ جہنم میں جائے روبیلہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی دلکشی برسوں یاد رکھنے والی چیز تھی۔ لیکن بڑے پُراسرار انداز میں وہ مجھ تک پہنچی تھی اور دونوں باپ بیٹی بڑے پُراسرار انداز میں ہی غائب بھی ہو گئے۔

شام کے تقریباً سات بجے گھر واپسی ہوئی تھی۔ گھر میں داخل ہو کر محسوس کیا کہ کوئی خاص بات ہے اور میں اسی خاص بات کے بارے میں سوچتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا باقی وقت اپنے کمرے میں ہی گزارا تھا۔ یہ بات اب میرے لیے قابلِ حل نہیں رہی تھی کہ روبیلہ کے اس طرح غائب ہو جانے کی وجہ معلوم کر سکوں۔ کوئی ذریعہ ہی نہیں تھا، لے دے کے چوکیدار تھا جو روبیلہ کی یہاں آمد کے بارے میں جانتا تھا لیکن جانے کے بارے میں وہ بھی نہیں جانتا تھا۔ رات کو نجانے کب تک بستر پر لیٹا روبیلہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ گزری ہوئی رات کے وہ لمحات جو میرے ذہن کے پردوں پر نقش تھے میرے وجود میں سرایت کرکے پھریریاں دوڑاتے رہے اور اس کے بعد میں نے سب کچھ ذہن سے جھٹک دیا اور گہری نیند سو گیا دوسری صبح جاگا اور معمولات سے فارغ ہو کر ناشتے کے کمرے میں پہنچا تو ناشتے کی میز پر کوئی موجود نہیں تھا بڑی حیرت ہوئی، یہ گھر تو وقت کی پابندی کے لیے بڑی شہرت رکھتا تھا، آج سب کے سب کہاں غائب ہو گئے۔ میں جلدی آ گیا یا ان لوگوں کو دیر ہو گئی، باہر نکلا تو سامنے ہی طاہر بھائی نظر آئے جو اپنے کمرے کی جانب جا رہے تھے، چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی طاری تھی۔

"جناب طاہر جمال شاہ صاحب ناشتے کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا ملازمین ہڑتال پر ہیں؟" میں نے سوال کیا اور طاہر مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چند قدم آگے بڑھ گئے مجھے حیرت ہوئی تھی اس کے بعد میں دوسرے لوگوں سے استفسارِ حال کرنے لگا، لیکن کوئی صحیح صورت نہیں معلوم ہوئی۔ ڈیڈی کے کمرے میں پہنچا تو ڈیڈی بھی غائب تھے بڑا تعجب ہوا۔ بالآخر ممی کے پاس پہنچ گیا اور ان سے تمام صورتِ حال معلوم کی۔

"کیا بات ہے ممی آج گھر کی کیفیت کچھ بدلی ہوئی ہے اور یہ ناشتے کا پروگرام کیوں ملتوی کر دیا گیا، کیا ڈیڈی وقت سے پہلے باہر چلے گئے؟"

"تم ان چیزوں سے دلچسپی کہاں رکھتے ہو جو تمہیں کیا معلوم کہ گھر کیا چیز ہوتی ہے۔" ممی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"مگر کچھ پتا تو چلے مجھے گھر کے بارے میں تو مجھے معلوم ہے کہ کیا چیز ہوتی ہے۔ لیکن گھر کے حالات کے بارے میں عموماً مجھے نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیا تم ان معمولات میں دلچسپی لیتے ہو؟"

"ممی بُرا بھلا کہنا چاہتی ہیں تو دوسری بات ہے کہہ لیجیے میں سُن رہا ہوں لیکن آپ کا فرض ہے کہ آپ مجھے بتائیں آخر یہ سارا گھر پریشانی کا شکار کیوں ہے؟"

"رات کو ہمارے گھر میں چوری ہو گئی ہے میرا مطلب ہے پرسوں رات کو۔"

"جی۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں تمہارے ڈیڈی کی تجوری سے کچھ انتہائی اہم کاغذات غائب ہو گئے ہیں۔"

"کب۔؟" میں نے متعجبانہ انداز میں سوال کیا۔

"کہا ناں پرسوں رات۔"

"مم۔ مگر کک۔ کیسے غائب ہو گئے، چور کہاں سے داخل ہو گیا؟"

"کچھ پتا نہیں چل رہا کچھ بھی معلوم نہیں۔" ممی نے جواب دیا اور پھر بولیں۔

"ان کاغذات کی گمشدگی سے تمہارے ڈیڈی کی پوزیشن انتہائی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ بہت ہی اہم ترین کاغذات تھے۔ وہ کل صبح سے پریشان ہیں آج رات کو تو گھر بھی واپس نہیں آئے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اوہ"، میں نے متحیرانہ انداز میں گردن ہلائی اور ایک بار پھر میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایک کلک سی ہوئی۔ پرسوں رات، پرسوں رات، پرسوں رات کا مطلب یہ تھا کہ وہ رات جس رات روبیلہ میرے کمرے میں تھی۔ اور جس رات میں آدھی رات کے بعد اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ بغیر کسی مقصد کے میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے اور میں گہری سوچوں کا شکار ہو گیا۔ پروفیسر شوڈان جو مجھے ایک کلب میں ملا اور اس نے میری بے لوث مدد کی اور ایک لاکھ روپے مجھ پر قربان کر دیے لیکن اس طرح کہ میں نے اس کے بارے میں جان لیا کہ مجھ پر مہربانی کرنے والا کون شخص ہے اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنے ہوٹل میں مدعو کیا۔ ہوٹل رینبو کا، جس کے ایک کمرے میں اس کی بیٹی روبیلہ سے ملاقات ہوئی۔ روبیلہ جسے دوسرے دن وہ میرے لیے چھوڑ گیا تھا تاکہ میں اس سے کھل کھیلوں۔ کیا یہ ساری چیزیں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں نہیں تھیں؟ اور اب نہ جانے کیوں میرا ذہن اس بات پر پوری طرح یقین کر رہا تھا کہ اس چوری میں روبیلہ کا ہاتھ ضرور ہے۔ اوہ مائی گاڈ، اس کا مطلب ہے کہ یہ ایک گہری سازش تھی، مجھے اس سازش کے تحت پھانسا گیا اور پروفیسر شوڈان نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور مجھ پر ایک احسان کر کے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ وہ جانتا تھا کہ میں کون ہوں اور اس کے بعد اس نے روبیلہ کو میرے پیچھے لگا دیا۔ اور روبیلہ کی وہ آرزو وہ خواہش کہ وہ میری قربت کی پہلی رات میری کوٹھی میں میرے کمرے میں گزارے گی اور اس کو اس طرح چوری چھپے یہاں لانا سب کچھ ایک چین معلوم تھا اور ہر کڑی ملتی جا رہی تھی اور اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ کسی پراسرار طریقے سے آدھی رات کے بعد مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ روبیلہ نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا اور میری شخصیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ اپنے باپ کے لیے اس پریشانی کا باعث میں ہی بنا ہوں۔

نیلا رنگ۔ نیلا رنگ میری آنکھوں میں دھول کی طرح اترنے لگا۔ اور میں اپنی آنکھیں ملتا رہا۔ یہ تمام سوچیں اس جذبات کی حامل تھیں جو میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ بے شک برائیوں کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا اپنے باپ کے لیے بہت سی مشکلات پیدا کی تھیں میں نے لیکن ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جس کا براہ راست اثر میرے ڈیڈی پر پڑا ہو۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ان کی نیک نامی خطرے میں پڑ گئی تھی۔

میرے دل میں وہ جذبات تو نہ جاگے جو اس قسم کے موقعوں پر جاگ اٹھتے ہیں۔ لیکن ایک احساس ضرور جاگ اٹھا کہ میں اگر بیٹے کے لیے کارآمد نہ بن سکا تو کم از کم مجھے ان کی پوزیشن کے لیے خطرناک بھی نہیں بننا چاہیے تھا۔ یہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ لیکن اس کا سدباب؟ اس کا سدباب کیا ہو سکتا ہے۔ کیا کیا جا سکتا ہے؟ وہ دن بھی میرے لیے انتہائی برا دن تھا جب میں سارا دن پروفیسر شوڈان اور روبیلہ کی تلاش میں شہر بھر کے ہوٹلوں کی خاک چھانتا رہا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ ہو سکتا ہے وہ لوگ یہ ہوٹل چھوڑ کر کسی اور ہوٹل منتقل ہو گئے ہوں، فوراً ہی تو ساری کارروائی کرنے کے بعد اس ملک سے نکل جانا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ وہ ذرائع بھی سوچتا رہا جن کے ذریعے یہ معلومات حاصل کی جائیں کہ کسی ایئرلائن سے انہوں نے جانے کی کوشش کی ہے یا نہیں۔ بہرطور انتہائی پریشانی کے عالم میں گھر میں داخل ہوا تھا۔ گھر کی کیفیت جوں کی توں تھی۔ معلوم ہوا کہ ڈیڈی آج دن بھر ہی تشریف نہیں لائے ہیں۔ طاہر بھیا سے ملاقات ہوئی۔ وہ عجیب سنکی قسم کے آدمی تھے، مجھ سے بہت کم گفتگو کرتے تھے، بلکہ بعض اوقات تو ان کی دماغی حالت پر بھی شبہ ہونے لگتا تھا، کیونکہ میں ان سے کوئی سوال کرتا تو وہ جواب دیے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے، پتا نہیں ان کی یہ کیفیت کیوں ہو گئی تھی۔ یہ کیفیت ہمیشہ سے نہیں تھی بلکہ چند سالوں سے یہ معاملہ چل رہا تھا۔ اس کے بعد اکبر بھیا ہاتھ لگ گئے۔ یہ ذرا نرم مزاج اور مجھ سے تھوڑا بہت التفات برتنے والے تھے۔ میں نے ان سے ڈیڈی کے بارے میں سوال کیا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"ڈیڈی کی پوری زندگی کی نیک نامی خطرے میں پڑ گئی ہے جہانگیر، کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہم لوگ ان کے لیے کیا کریں۔ بہرطور یہ بات بھی انتہائی تشویش حیثیت کی حامل ہے کہ وہ کاغذات جو ڈیڈی کے پاس سے گم ہوئے وہ ڈیڈی کی مکمل طور پر ذمہ داری تھے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ ڈیڈی محکمے کے قانون کے خلاف انہیں اپنے ساتھ لے

آئے تھے اور اپنی حفاظت میں رکھا تھا انہوں نے۔ ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کوئی ان کی کوٹھی میں پہنچ کر ان کی تجوری پر ہاتھ صاف کر جائے گا۔ کوٹھی میں داخلہ بہرطور ایک مشکل کام ہے۔

میں اظہارِ افسوس کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ ڈیڈی کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ دوپہر کو یہاں آئے تھے۔ اور ایک آدھ گھنٹہ گزارنے کے بعد پھر چلے گئے، اس سلسلے میں ان سے جواب طلبی کی جا رہی ہے اور ان کے لیے کافی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے تھے۔ میں نے تنہا ہی اپنے کمرے میں کھانا کھایا تھا بھوکا رہنے کی عادت مجھے نہیں تھی۔ حالانکہ بعد میں افسوس ہی ہوا تھا کہ کیوں نہ شام کا کھانا کھا کے ہی گھر میں داخل ہوتا یہاں کھانا مانگنا بھی کچھ عجیب سا لگا تھا۔ پتا چلا کہ دوسرے لوگوں نے بھی ٹھیک سے کھانا وانا نہیں کھایا ہے۔ سب ہی ڈیڈی کی پریشانی میں شریک تھے۔ لیکن یہ احساس میرے لیے انتہائی روح فرسا تھا کہ اس پریشانی کا باعث میں بن گیا ہوں۔ نجانے کیوں میری فطرت میں ایک نمایاں تبدیلی سی پیدا ہو گئی تھی۔

ساڑھے دس بجے میرے کمرے کے دروازے پر ایک ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے ملازم سمجھ کر اندر آ جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن اندر آنے والی شخصیت میرے باپ کی تھی اور میں اچھل کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ ڈیڈی شاید زندگی میں دوسری بار ہی میرے کمرے میں آئے ہوں گے۔ تیمور جمال شاہ ایڈیشنل ڈی آئی جی بڑی پروقار شخصیت کے مالک تھے، سادہ لباس میں ملبوس تھے اور چہرے پر سادگی ہی تھی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا اور وہ میرا چہرہ دیکھتے رہے پھر انہوں نے مجھ سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور میں جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"دروازہ بند کر دو!" انہوں نے سرد لہجے میں کہا تو میرے قدم دروازے کی جانب اٹھ گئے۔ میری شخصیت کا ایک ہلکا سا خاکہ آپ کی نگاہوں کے سامنے آ چکا ہے۔ لیکن اپنی تمام تر سرکشی اور غلط فطرت کے باوجود اس وقت اپنے دل میں خوف کی لہریں محسوس کیں۔ بہرطور دروازہ بند کر کے واپس پلٹا اور ڈیڈی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو۔" وہ نرم لہجے میں بولے اور میں ان کے کیے ہوئے اشارے پر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ چند لمحات، خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔

"تم اس گھر میں کسی لڑکی کو لے کر آئے تھے؟" سوال اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ میرا ذہن کوئی فیصلہ نہ کر پایا، تاہم سچ بولنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

"تم یہاں کسی لڑکی کو لے کر آئے تھے؟" انہوں نے پھر سوال کیا۔

"کیسی لڑکی ڈیڈی۔۔۔؟" میں نے بمشکل تمام خود کو سنبھال کر کہا۔

"چوکیدار کو تم نے پانچ سو روپے دیے تھے؟" ڈیڈی نے کہا۔ اور میرے ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ چوکیدار پر شدید غصہ آیا تھا، کم بخت نے پیسے بھی لیے اور راز راز نہ رکھا۔ تاہم میں نے جواب دیا۔

"نہیں ڈیڈی ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر کسی نے کوئی ایسی بات آپ کے کانوں تک پہنچائی ہے تو وہ جھوٹ ہے۔"

"دو دن پہلے ایک رات، ایک لڑکی یہاں آئی اور شاید رات کو تمہارے کمرے میں رہی، یہ اطلاع مجھے مل چکی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے صحیح جواب دے دو۔"

"عرض کیا نا ڈیڈی، یہ جھوٹ ہے۔"

"ہوں۔ اٹھو لباس تبدیل کر لو۔" انہوں نے کہا اور ایک بار پھر میرے ہوش و حواس رخصت ہونے لگے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ کرخت لہجے میں بولے۔

"لباس تبدیل کر لو۔"

"ج ج جی۔۔۔ جی ڈیڈی۔" میں نے کہا اور پھر اپنا ایک لباس لے کر غسل خانے کی جانب چل پڑا۔ لباس تبدیل کرتے ہوئے میرا بدن پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈی آئی جی صاحب کیا چاہتے ہیں۔ بہرطور میں باہر آ گیا۔

"آؤ۔" وہ دروازے کی جانب چل پڑے۔ میرے باتھ روم سے باہر آنے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ نکل آیا۔ وہ رکے بغیر باہر آ گئے تھے۔ غالباً کار کی چابی ان کی جیب میں تھی، انہوں نے کار کا دروازہ کھولا اور مجھے عقبی نشست پر بیٹھنے کی ہدایت کی۔ میں بیٹھ گیا تھا، ذہن ہوا میں اڑا جا رہا تھا کیا کرنا چاہتے ہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں، بہرطور کوئی فیصلہ نہ کر سکا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور کار کوٹھی سے باہر نکل آئی' وہ تھوڑی دیر تک سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ اور پھر میں نے اُسے پولیس ہیڈ کوارٹر کی جانب رُخ کرتے ہوئے دیکھا۔ چند لمحات کے بعد ڈیڈی پولیس ہیڈ کوارٹر کے احاطے میں اُتر گئے تھے۔ اور اس کے بعد وہ ایک خصوصی راستے پر چل پڑے۔ میں یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ بہت سے سیلوٹ لیتے ہوئے بالآخر وہ ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے' اور پھر انہوں نے ایک سنتری سے کچھ کہا۔ جواب میں سنتری اُن کے آگے آگے چل پڑا۔ اس نے ایک بڑا دروازہ کھولا دروازے کے دوسری طرف ایک سلاخوں دار کٹہرا بنا ہوا تھا اور اس کٹہرے میں جو کوئی مجھے نظر آیا اُسے دیکھ کر سر چکرانے لگا تھا۔ یہ روبیلہ ہی تھی۔

روبیلہ ایک اسٹول پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی' قدموں کی آہٹ پر اُس نے گردن گھمائی اور ہم دونوں کو سونی نگاہوں سے دیکھتی رہی' مجھے دیکھ کر اس نے کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا' البتہ ڈی آئی جی صاحب میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"اور اب تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم اس لڑکی کو جانتے ہو۔"؟ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا' ڈی آئی جی صاحب نے لڑکی کو اشارے سے سلاخوں کے پاس بلایا اور وہ سلاخوں کے نزدیک آ گئی۔

"کیا تم اسے جانتی ہو۔؟" انہوں نے سوال کیا۔

"جی جناب۔" روبیلہ اپنی نغمہ بار آواز میں بولی۔

"کیا نام ہے اس کا؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"اور اسی کے پاس تم کوٹھی میں گئی تھیں۔"

"جی سر۔" روبیلہ نے جواب دیا۔

"اور اس کے بعد۔ اس کے بعد۔۔۔"

"جی سر۔ جی سر۔" روبیلہ آہستہ سے بولی۔ میرے بدن کا خون جیسے خشک ہو چکا تھا' یہ کیفیت مجھ پر شاید کبھی اور شکل میں نہ گزرتی اور میری سرکشی میرے آڑے آ جاتی' لیکن یہ بات میں اپنے کانوں سے سن چکا تھا کہ ہماری کوٹھی میں چوری ہوئی ہے اور چوری بھی مال و دولت کی نہیں بلکہ ایسے کاغذات کی جو ڈیڈی کی زندگی میں پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں اور پھر ساری شہادتیں میرے خلاف تھیں' چوکیدار گواہی دے چکا تھا کہ اس نے پانچ سو روپے رشوت لے کر اندر میری کوٹھی میں روبیلہ کو داخل کیا تھا اور روبیلہ' روبیلہ ڈیڈی کے قبضے میں تھی۔ خود میرے ذہن میں بھی لاتعداد سوالات مچل رہے تھے۔ میں ایک نگاہ روبیلہ کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ ڈیڈی چند لمحات خاموش رہے پھر انہوں نے روبیلہ کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور میرے ساتھ باہر نکل آئے۔ میں ششدر تھا' ایک بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو' ڈیڈی خاموشی سے مجھے لیے ہوئے گھر پہنچ گئے اور اس کے بعد انہوں نے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔

"جاؤ آرام کرو۔" میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑا تھا۔ لیکن قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ جو کچھ ہو چکا تھا اب اس کی تلافی ممکن نہیں تھی۔ بہت دیر تک میں عجیب سے ذہنی دباؤ کا شکار رہا پھر دفعتاً ہی میرے ذہن میں سرکشی نے سر اُبھارا اور میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا' جو کچھ ہو چکا ہے اُسے واپس نہیں لایا جا سکتا اور پھر میری زندگی میری اپنی ہے۔ میرے اعمال پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی' اس سلسلے میں' میں کسی کی پابندیاں قبول نہیں کروں گا' ہاں مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ وہ لڑکی یہاں ایسی کوئی واردات کرنے کے لیے داخل ہوئی ہو گی' میرے سرکش نے اپنی فطرت کے مطابق یہ فیصلہ کیا اور اس کے بعد میں سونے کی کوشش کرنے لگا اور اس میں مجھے کامیابی بھی حاصل ہو گئی' جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا' دوسری صبح بھی معمول کے مطابق نہ تھی۔ ڈیڈی انہیں جا چکے تھے۔ گھر کے لوگوں کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اُن میں سے کسی کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میں کیا کر چکا ہوں' نجانے کس طرح یہ وقت گزرا' ایک بار پھر باہر نکل آیا' اب کسی کو تلاش کرنا بھی بے سود تھا' روبیلہ ڈیڈی کے قبضے میں آ چکی تھی وہ کیسے ڈیڈی تک پہنچی یہ بات میں نہیں جانتا تھا اور شوذان کہاں ہے یہ بھی مجھے نہیں معلوم تھا حالانکہ دل چاہتا تھا کہ یہ تمام باتیں معلوم کروں لیکن اب اس قدر بھی باحیثیت نہیں تھا کہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے کچھ معلومات حاصل کر لیتا' کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی' بہرحال پورا دن آوارہ گردی کرتا رہا' رات کو گھر کا رُخ بھی نہیں کیا تھا اور اپنے ایک دوست کے ہاں چلا گیا تھا۔ دوستوں کے گھروں میں میرے لیے کبھی کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ جب بھی کبھی

پہنچ جاتا' ان کے ہاں جیسے عید ہو جاتی۔ بہرطور یہ رات بھی یہیں گزاری' دوسرا دن بھی دوستوں کے ساتھ ہی گزرا۔ کوئی میرا پُرسانِ حال نہیں تھا' کسی نے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ میں رات کو کہاں غائب رہا۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا اور تیسرے دن پھر کوٹھی کی جانب چل پڑا' اب میرے دل میں شرمندگی کا کوئی احساس باقی نہیں رہا تھا بلکہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری اس شخصیت کی تکمیل میں میرے اہلِ خاندان کا بھی تو ہاتھ ہے۔ میں دو دن سے گھر سے غائب ہوں' لیکن میرے بارے میں کسی نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی' عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے اور مجھ سے زیادہ باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ میری والدہ تک اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرتی تھیں' جہاں دل چاہا چلا گیا جہاں دل چاہا رات بسر کی' کوئی پُرسانِ حال ہی نہیں تھا ایسے اوقات میں ذہن پر بوجھ سوار نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ بہرطور گھر واپس آ گیا تھا گھر کے معمولات میں شرکت کرنے لگا۔ ڈیڈی نارمل تھے۔ باقی لوگوں میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں دیکھی' میں نے اور اس کے بعد معمول کے مطابق اپنا وقت گزارنے لگا۔ مجھے نہیں پتا چل سکا تھا کہ روبیلہ کا کیا حال ہے اور میرے بارے میں ڈیڈی کے کیا تاثرات ہیں پھر تقریباً تین چار دن اسی انداز میں گزر گئے۔ ڈیڈی اپنے دفتر جاتے تھے واپس آ جاتے تھے' کوئی ایسا اظہار انہوں نے اپنے چہرے سے نہ ہونے دیا تھا جس سے میں کوئی نتیجہ اخذ کرتا' میری پریشانیاں عروج پر پہنچ رہی تھیں۔ روبیلہ کے بارے میں نجانے کیوں دل میں ایک کرید سی رہتی تھی کم از کم یہ تو معلوم کر لوں کہ اس کا حشر کیا ہوا۔ وہ کاغذات مل گئے یا نہیں جن کے لیے ڈیڈی پریشان تھے ویسے ڈیڈی کی کیفیت بتاتی تھی کہ اب وہ بہت زیادہ تشویش کا شکار نہیں ہیں' ساتویں دن بالآخر میری زندگی کا وہ اہم ترین دن تھا جب میری ذات کے لیے کچھ فیصلے خود بخود ہی ہو گئے۔ شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے جب ہم چائے سے فارغ ہوئے تو ڈیڈی نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور مجھے صورتحال کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی۔ ڈیڈی مجھے اپنے کمرے میں لے گئے اور ایک سمت بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔ تب ان کی آواز اُبھری۔

"اس واقعہ کے بعد جہانگیر جمال شاہ۔ میں نے تمہارے بارے میں چھان بین کی ہے۔ کاش میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھ کر نظر انداز نہ کرتا قصور میرا ہے صرف میرا' تم جہانگیر میرے دونوں بیٹوں کے برعکس بہت گندی اور گھناؤنی طبیعت کے مالک نکلے۔ دراصل میں نے زندگی بھر نیک نامی کمانے کے لیے اپنے آپ کو وقف رکھا اور میرا ایمان پختہ رہا کہ میری اولاد ۔۔ بھی میری ہی طرح دُنیا کے لیے بے ضرر رہیں گے کیونکہ ان کے خون میں محنت کی کمائی گردش کر رہی ہے اور یقینی طور پر میرا خون بھی' میں نہیں جانتا کہ میرے خون میں یہ گندے اور ناپاک جراثیم کہاں سے داخل ہو گئے کہ تم جیسا شیطان وجود میں آیا۔"

"خیر میں گالیاں دینے یا غلط الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرتا ہوں اور اس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تم یوں سمجھ لو کہ میرا تعلق محکمۂ پولیس سے ہے اور ہمارا کام جرائم پیشہ افراد اور بدکردار لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا ہے۔ جہانگیر جب میں نے تمہاری جانب توجہ دی تو مجھے یہ سب کچھ معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس کی تصدیق گھر سے بھی ہو گئی۔ تمہارے بھائی بھی تمہارے کردار کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات جانتے ہیں میں اسے سو فیصدی اپنی کوتاہی سمجھتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ ہونے کے باوجود اس چھت کے نیچے موجود ہو اور اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ میں نے اپنے گھر پر اندھا اعتماد کیا تھا' تمہارے بارے میں مجھے یہ سب کچھ معلوم ہو چکا ہے کہ تم انتہائی بدکردار اور شاطر شخص ہو میرے نام پر لوگوں سے رشوتیں وصول کرتے رہے ہو اوباشی اور عیاشی میں بے مثال رہے ہو یہاں تک کہ تمہارے ذریعے میرے منہ پر یہ کالک مل گئی اور اب میرے پاس اپنی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میری عمر بھر کی محنت کا کیا صلہ ملے گا مجھے' یہ معاملہ آگے بڑھ چکا ہے۔ خیر تقدیر کے اس فیصلے کو میں جس شکل میں بھی ہوا قبول کروں گا۔ تم نے میرے چہرے پر جو کالک ملی ہے اسے صاف کرنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں ہے لیکن تمہارے اس تحفے کو میں نے بہت خوش ہو کر قبول کیا تھا۔"

"اب یا تو یہ کالک میرے چہرے سے صاف کر دو یا پھر اپنے اس بدنما وجود کو میری پیشانی سے مٹا دو' یہاں سے اتنی دور چلے جاؤ کہ تمہارا تصور بھی یہاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تک نہ پہنچ سکے میں تمہیں عاق بھی کرسکتا ہوں اور اس کے بارے میں اشتہار بھی دے سکتا ہوں لیکن میں ان حماقتوں کا قائل نہیں ہوں۔ میں تم سے ایک پُروقار سمجھوتا چاہتا ہوں' خود کو میرے خاندان سے اتنی دُور لے جاؤ کہ لوگ تمہارا نام بھی بھول جائیں اور اگر تم نے اس کے خلاف کیا جہانگیر تو پھر یوں سمجھو کہ تمہارے ان تمام جرائم کی تفتیش میری ذمہ داری ہوگی اور اس کے بعد میں تمہیں ایک بدترین مجرم کی حیثیت سے خود قانون کے حوالے کردوں گا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ایک باپ کی حیثیت سے میں تمہیں نکل جانے کا موقع دے رہا ہوں بلکہ اگر اب میں تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرتا ہوں تو تم اسے اپنے ذہن میں انتقامی کارروائی تصور کروگے اور بہر طور میں تم سے انتقام لینا نہیں چاہتا لیکن کیا میری یہ درخواست غیر مناسب ہے کہ میں تم سے اپنا گھر چھوڑنے کے لیے کہہ رہا ہوں' جواب چاہتا ہوں۔" میں خاموشی سے تیمور جمال شاہ صاحب کو دیکھتا رہا' ان کی آن بان ان کا وقار بہر طور میری تمام بُرائیوں کے باوجود میرے دل میں رہا تھا وہ میرے باپ تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہوا تھا میری وجہ سے ہوا تھا اب اس میں کسی قسم کا سوال و جواب کرنا میرے لیے مناسب

—— نہیں تھا۔ گھر چھوڑنے کا تصور بہت رُوح فرسا تھا لیکن جس ٹھوس لہجے میں تیمور جمال صاحب نے ایک ایسی بات کہی تھی جو سچائی پر مبنی تھی۔ اس کے بعد میرا یہاں رُکنا بے معنی تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ سے کوئی رعایت نہیں چاہتا ڈیڈی' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی تحقیق بھی بالکل درست ہے' میرے اندر یہ تمام بُرائیاں موجود ہیں آپ کا حکم سر آنکھوں پر' آپ کی ہدایت پر گھر چھوڑ رہا ہوں اور مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے۔"

"جرم کرنے کے بعد احساسِ جرم ہونا بے وقعت ہے یہ احساسِ جرم کرنے سے پہلے ہونا چاہیے۔ اہل خاندان کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں میں سمجھا لوں گا۔ لیکن اب میں تمہاری یہاں موجودگی برداشت نہیں کرسکتا' میں جانتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے اس کے صلے میں تمام عمر کی نیک نامی خاک میں مل گئی مجھے یقینی طور پر معطل کردیا جائے گا اور مجھ سے میرے تمام اعزازات چھین لیے جائیں گے' ان چھنے ہوئے اعزازات کے بعد جب میں صرف ایک زمیندار رہ جاؤں گا اور تم پر میری نگاہ پڑے گی اور میری تلملاہٹ عروج پر پہنچ جائے گی' کیونکہ ان تمام مصیبتوں کا باعث میرے لیے تم بنے ہو' چنانچہ میں تمہیں اپنی نگاہوں سے دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"ایسا ہی ہوگا ڈیڈی۔ آپ اطمینان رکھیے' آج کے بعد آپ مجھے کبھی نہیں دیکھیں گے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا تیمور جمال شاہ خود بھی بہت سخت انسان تھے اور اپنے فیصلوں میں لچک نہیں شامل کرتے تھے' ان کا یہ اٹل فیصلہ ان کے چہرے پر تحریر تھا' چنانچہ چند رسمی الفاظ کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ ایک سچ تھا ایک حقیقت تھی جسے میں نے قبول کرلیا تھا اور اب اس کے بعد اس گھر کے مالک کی ہدایت پر عمل کرنا میرے لیے انتہائی ضروری تھا۔

اہل خاندان سے ملاقات کرکے اپنے بارے میں تفصیل بتانا رعایت حاصل کرنے کے مترادف تھا اور میں کوئی رعایت نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات نہیں ہوئی تھی ڈیڈی سے کہ میں اپنا سامان لے جاسکتا ہوں یا نہیں۔ لیکن ان فضول باتوں میں پڑنا مناسب نہیں تھا۔ ظاہر ہے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے ابھی اس گھر کی امداد ضرور درکار تھی' چنانچہ میں نے اپنے چند لباس سوٹ کیس میں رکھے وہ تمام قیمتی چیزیں لے لیں جو میرے لیے معاون ہوسکتی تھیں اور اس کے بعد انتہائی خاموشی سے کوٹھی سے باہر نکل آیا' تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں چل پڑا تھا۔ یہ فیصلہ بھی فوری طور پر کیا گیا تھا کہ عارضی قیام کے لیے کوئی ہوٹل مناسب ہے حالانکہ میرے دوستوں کے پاس میرے لیے کافی جگہ تھی۔ اس کے علاوہ شہر کے ایسے حصے میں ایک چھوٹی سی عمارت بھی میرے قبضے میں تھی جو درمیانی درجے کے لوگوں کا علاقہ تھا اور اس عمارت میں کبھی کبھی ہم رنگ رلیاں منانے کے لیے چلے جایا کرتے تھے۔ یہ عمارت دراصل ایک دوست کے رشتہ دار کی تھی جو ملک سے باہر رہتا تھا اور اس کی تحویل میں رہتی تھی' لیکن اس کا استعمال ہم لوگ نہایت احتیاط سے کرتے تھے۔ کیونکہ درمیانے درجے کے علاقوں میں ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کا تجسس ضروری ہوتا ہے

اور ہم لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے خواہش مند تھے۔

میں نے اپنے لیے جو ہوٹل منتخب کیا وہ درمیانے درجے کا تھا اور اس کا انتخاب میں نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ کیونکہ اب اس وقت تک جب تک آمدنی کے معقول ذرائع نہ پیدا ہوجائیں مجھے آپ کو مالی طور پر بھی مستحکم رکھنا تھا میں نے گھر سے نکلنے کے بعد غم زدہ انداز میں نہیں سوچا تھا۔ دُنیا کی بے ثباتی میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ میں اپنے آپ کو مفلوج اور ناکارہ نہیں سمجھ رہا تھا نا ہی مغلوبیت کا کوئی تصور میرے دل میں تھا۔

جو کچھ میں نے کیا تھا بہر طور کم از کم اس بات سے اتفاق ضرور رکھتا تھا کہ وہ میرے باپ کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے' حالانکہ اس وقت میرے ذہن میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں تھا ورنہ میں اس حد تک کبھی نہ جاتا لیکن اب جو کچھ ہوچکا تھا اس کے بارے میں دُکھ کا شکار ہوجانا اپنی صلاحیتیں کھودینے کے مترادف تھا مجھے نہایت سوچ سمجھ کر اگلے اقدامات پر عمل کرنا تھا۔

ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھ کر میں نے صورتحال کا جائزہ لیا اور چند فیصلے کیے۔ میں جانتا تھا کہ دوستوں کی تاریخ آج بھی اتنی دلچسپ ہے جتنی زمانۂ قدیم سے چلی آئی ہے۔ یعنی ان جملوں سے مجھے انکار نہیں تھا کہ دُنیا چڑھتے سورج کی پجاری ہے۔ میرے دوستوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ اب میری حیثیت اس قدر مستحکم نہیں رہی ہے مجھے قانون کا سہارا حاصل نہیں ہے' میں دولت کے بل پر انہیں کھیل سکتا تو یقینی طور پر وہ مجھ سے کنارہ کش ہونا شروع کردیں گے کہ یہی زمانۂ قدیم سے آج تک کی روایات ہیں' چنانچہ کیا ضروری ہے کہ اس روایت کو خود پر بھی آزمایا جائے۔ جب ایک بات تسلیم کرلی گئی ہے تو اس میں ترمیم بے معنی ہے اور اس کا بہترین حل یہی ہے کہ دوستوں کو اصل صورتحال سے آگاہ ہی نہ کیا جائے۔ کہ ان کو آزمانے کی ضرورت پیش آجائے وہ میرے کام کرتے رہیں گے اگر انہیں اس بات کا یقین ہے کہ میں اسی حیثیت کا مالک ہوں۔

اس سلسلے میں' میں نے کسی جذباتی تکلف سے کام نہیں تھا' البتہ میں یہ سوچتا رہا تھا کہ اب مجھے کرنا کیا چاہیے۔ بہت سے اُلٹے سیدھے منصوبوں کے بعد ایک تجویز پر میرا ذہن جم گیا کم از کم مجھے یہ علم ہے کہ روبیلہ پولیس کے قبضے میں ہے اور روبیلہ ہی اس ساری واردات کا باعث بنی تھی۔

پولیس اس سے معلومات حاصل کررہی ہوگی پروفیسر شوڈان کہاں گیا اس کے بارے میں روبیلہ کو یقینی طور پر معلوم ہوگا' اگر یہ معلومات مجھے بھی حاصل ہوجائیں تو کم از کم ڈیڈی کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کروں اور پروفیسر شوڈان سے وہ کاغذات حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کردوں اور اس کارروائی کے لیے روبیلہ کا حصول ضروری تھا۔ میں نے ذہن دوڑایا کہ اس سلسلے میں کون کون سے لوگ میرے کام آسکتے ہیں۔ توفیق ایک عجیب سی شخصیت کا مالک تھا آپ توفیق کو نہ بھولے ہوں گے جس سے میں نے اپنی کہانی کا آغاز کیا ہے۔

گومڑی سی ناک والا پستہ قامت نوجوان بظاہر بھولا بھالا اور ایسی شخصیت کا مالک تھا جس پر عام طور سے لوگ یقین کرلیا کرتے تھے لیکن اندر سے یہ شخص شاطر اور دوسروں کو بے وقوف بنانے میں ماہر تھا' دوسرا کام کا آدمی اعجاز تھا جو انتہائی دلیر اور تھوڑا سا عقل سے پیدل تھا عقل سے پیدل میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اسے کسی بھی مسئلے میں مصروف کردیا جائے تو وہ عقل سے نہیں بلکہ ہاتھ پاؤں سے کام لینے کا عادی تھا' طاقتور جسامت کا مالک اور اچھی کارکردگی رکھتا تھا۔

چنانچہ طے یہ کیا کہ زیادہ نہیں صرف انہی دو آدمیوں کو استعمال کروں اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے مصروف ہوجاؤں' باقی لوگوں کو میں اس سلسلے سے دور رکھنا چاہتا تھا بہت زیادہ جھنجٹ بھی مناسب نہیں ہوتا' بہت دیر تک میں اپنے اس منصوبے پر غور کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے سب سے پہلے توفیق ہی کو ٹیلی فون کیا تھا توفیق اس ٹیلی فون نمبر پر مل گیا جس پر وہ اکثر مل جاتا تھا اور میری آواز سن کر بڑی مسرت سے بولا۔

"کہاں ہو یار کتنے دن ہوگئے ملاقات کیے ہوئے۔ تمہاری شخصیت بھی بڑی عجیب بات ہے کہ ملتے ہو تو روزانہ ملتے ہو اور غائب ہوتے ہو تو بالکل ہی غائب ہوجاتے ہو۔ اب ہماری تو اتنی جرأت نہیں ہوتی بھائی کہ ہم تمہاری کوٹھی میں آگھسیں۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ اعجاز کو تلاش کرکے تم دونوں میرے پاس آجاؤ۔ میں اس وقت ہوٹل مزار کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کمرہ نمبر بیس میں مقیم ہوں۔"

"کہاں؟" توفیق نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"کھوپڑی میں ایک بار بات نہیں سماتی۔ ہوٹل فرازو کو منزر روڈ کمرہ نمبر بیس۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہاں مجھے اس کے بارے میں معلوم ہے مگر تم وہاں کیا کر رہے ہو؟"

"ٹیلی فون پر ہی سب کچھ معلوم کر لو گے؟"

"آ رہا ہوں۔ اعجاز ابھی تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس آنے والا ہے۔ ہم دونوں ایک گھنٹے کے اندر اندر تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں۔" توفیق نے کہا اور میں نے ٹیلی فون کا ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

اس کے بعد میں اس وقت تک اپنے اس منصوبے پر غور کرتا رہا۔ جب تک کہ توفیق اور اعجاز نہ آ گئے دونوں جنگلی بیل کی طرح کمرے میں گھس آئے تھے۔ اجازت لینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیئے۔

"تو یہاں عیش ہو رہے ہیں آج کل۔" اعجاز نے چاروں طرف گردن گھماتے ہوئے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل اس ہوٹل میں منتقل ہوا ہوں فضول باتوں سے گریز کرو اور بیٹھ جاؤ۔ دونوں میرے سامنے بیٹھ گئے تو میں نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک مسئلہ تیار ہے لیکن اس بار تمہیں جو کچھ کرنا ہے وہ انتہائی خطرناک ہے سوچ لو کر سکتے ہو تو ہاں کر دو ورنہ انکار کر دو مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔"

"یہ آج اپنے ہیرو کو کیا ہو گیا۔" توفیق نے متحیرانہ انداز میں اعجاز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں۔" اعجاز نے گردن ہلاتے ہوئے کہا

"کچھ نہیں ہو گیا۔ کام کی خطرناک نوعیت کے پیش نگاہ یہ بات میرے ذہن میں آ گئی تھی کہ کہیں تم فرار نہ ہو جاؤ۔"

"یار واقعی کچھ ہو گیا ہے کیا کبھی ہم فرار ہوئے ہیں۔" توفیق نے پھر اعجاز کی طرف دیکھا۔

"کبھی نہیں ہوئے۔" اعجاز نے احمقانہ انداز میں گردن ہلائی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ابے او مسخروں۔ اس بار تمہارا مقابلہ براہ راست پولیس سے ہے پولیس سے۔"

"آہم۔ آہم۔" توفیق نے لمبی لمبی ڈکاریں لیتے ہوئے کہا۔

اور اعجاز توفیق کی صورت دیکھنے لگا۔

"پولیس سے مقابلہ ہے۔" توفیق نے کہا۔

"ہاں سو فیصدی۔"

"کریں گے۔ بالکل کریں گے۔ ظاہر ہے اپنا چیف جو کچھ کہہ رہا ہے سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہے۔"

"تو پھر تم میری منصوبہ بندی سن لو۔" میں نے کہا۔

اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ان لوگوں کو اپنے منصوبے کی تفصیلات بتانے لگا۔ اس سلسلے میں تقریباً ایک گھنٹے تک زوردار بحث جاری رہی اور میں نے ان لوگوں کو اس ایک گھنٹے میں تین بار کافی پلائی تھی کافی پی پی کر ان لوگوں کا خون رگوں میں تیزی سے گردش کرنے لگا اور بالآخر یہ منصوبہ ذہنی طور پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ توفیق نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور اعجاز نے اپنی اور اس کے بعد اس تمام منصوبے کی کارروائی مکمل ہو گئی۔

"لیکن باس۔ یہ سب کچھ کب کرنا ہے؟" توفیق نے سوال کیا۔

"تم دونوں کو الرٹ رہنا ہو گا۔ میں کسی بھی لمحے مختصر وقت کے نوٹس پر تمہیں اس کام کی ہدایت دے سکتا ہوں اور میں خود بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس کے بارے میں تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے نا۔"

"بالکل۔ بالکل۔"

"اور جو اشیا مہیا کرنی ہیں ان کی ذمہ داری بھی قبول کرتے ہو۔"

"باس اس سلسلے میں جن لوگوں کو متعین کر دیا گیا ہے میرا خیال ہے وہ اشیا ہمیں آسانی سے فراہم ہو سکیں گی، بس رقم کا معاملہ ہے۔"

"اس سلسلے میں، میں بات کر لوں گا تم بالکل فکر مت کرو۔"

"ٹھیک ہے باس۔ آپ کا ڈیپارٹمنٹ اپنے کام کے لیے تیار ہے۔" توفیق نے جواب دیا۔

"ہاں مائی ڈیئر۔ ہم اس مقصد کی تکمیل کے لیے بالکل تیار ہیں اور پھر میاں کوتوال سے ڈر کا ہے کا۔" اعجاز نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب ان بے وقوفوں کو کیسے بتاتا کہ اب میاں کوتوال نہیں رہے ہیں۔

بہرحال انہیں اسی غلط فہمی کا شکار رہنا چاہیے تھا۔

کیونکہ اس سے ان کی کارکردگی نکھرتی۔ بعد کے معاملات میں نے بڑی خوش اسلوبی سے طے کیے تھے۔ ڈیڈی نے کم از کم ایک کرم ضرور کیا تھا میرے اوپر اس بات کی تشہیر نہ ہونے دی تھی کہ اب میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ویسے جو لوگ ان سے متعلق تھے اور جن کی مجھے ضرورت تھی ان تک رسائی میرے لیے مشکل نہ رہی۔ اب یہ میری ذہانت تھی کہ میں کام کی بات ان سے کیسے معلوم کرتا۔ غرض یہ کہ ساری ہی کارروائی جاری رہی۔ ہوٹل میں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے اس تبدیلی سے لطف حاصل ہو رہا تھا۔ دوستوں سے بھی ملاقات نہیں کی تھی البتہ اس گھر کو ذرا اپنے مطلب کے لیے درست کر لیا تھا جو اس سے پہلے ہماری رنگ رلیوں میں کام آتا تھا لیکن اب اسے میں نے ایک اہم کام کے لیے منتخب کیا تھا۔ بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کرنا تھی۔ روبیلہ کو دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے عدالت میں ریمانڈ کے لیے پیش کیا جانا تھا اور مجھے مکمل تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں کہ کس نمبر کی وین روبیلہ کو لے کر عدالت جائے گی اور اسے کون کون سے راستے سے گزرنا ہو گا۔

اعجاز اور توفیق کو باقاعدہ ریہرسل کرا دی گئی تھی جگہ بھی منتخب کر لی گئی تھی اور شاید اسے میں اپنی خوش بختی ہی سمجھتا ہوں کہ راستہ ایک ایسی جگہ سے گزرتا تھا جو اکثر سنسان اور ویران ہوتی تھی اور وہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔

دوسرے دن وقت مقررہ پر توفیق اور اعجاز اپنی جگہ پہنچ گئے۔ ان کے پاس ایک شاندار بند گاڑی تھی جس میں انہیں اپنا یہ کام انجام دینا تھا۔ میں خود بھی اس مخصوص جگہ موجود رہا۔ جہاں مجھے یہ کارروائی سرانجام دینا تھی۔

نو بج کر پینتیس منٹ پر ہمیں وہ وین نظر آئی جو بند تھی اور جس میں روبیلہ کو عدالت لے جایا جا رہا تھا چنانچہ وین جیسے ہی ہماری متعین کردہ جگہ پہنچی ہاتھ میں دبی سات ایم ایم کی رائفل سے گولی نکلی۔ اور وین کا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ ڈرائیور نے فل بریک لگائے اور وین ترچھی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی عقبی دروازہ کھول کر تین کانسٹیبل نیچے اتر آئے۔ خود ڈرائیور بھی نیچے اتر آیا تھا کیونکہ فائرنگ کی آواز کسی نے نہیں سنی تھی اور اس کی بنیادی

وجہ یہ تھی کہ اس شاندار رائفل پر سائیلنسر لگا ہوا تھا جونہی وہ نیچے اترے توفیق اور اعجاز نے چھوٹے چھوٹے خواب آور گیس کے بم ان کے اردگرد پھینکے اور پولیس کے افراد چونکنے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ لیکن سفید دھوئیں کے غبار نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ خواب آور گیس ہم نے بمشکل تمام بڑی قیمت دے کر حاصل کی تھی۔

ایک لمحے تک ہم انتظار کرتے رہے پھر ہم تینوں ہی وین کی جانب دوڑ پڑے تھے۔ توفیق اور اعجاز کے ہاتھ میں بھی پستول دبے ہوئے تھے۔ میرے پاس رائفل موجود تھی۔ آن کی آن میں ہم لوگ وین کے قریب پہنچ گئے۔

نتیجہ خاطر خواہ نکلا تھا۔ وین سے نیچے اترنے والے تمام ہی افراد بے ہوشی کی کیفیت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھتے چلے جا رہے تھے۔ کھلے ہوئے دروازے سے ہم روبیلہ کو صاف دیکھ سکتے تھے جو خود بھی گردن گھٹنوں میں اوندھائے پڑی تھی۔

اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں ایک لمحے میں میں نے وین میں داخل ہو کر اسے نکال لیا۔ میرے چہرے پر بھی گیس ماسک چڑھی ہوئی تھی، توفیق اور اعجاز نے تو پہلے ہی اس کا بندوبست کر لیا تھا۔

گیس کے اثرات اب بھی فضا میں پھیلے ہوئے تھے لیکن وہ ہم پر اثر انداز نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ روبیلہ کو فوراً ہی اس وین میں منتقل کر دیا گیا جو ہم نے اپنے مقصد کے لیے حاصل کی تھی۔ خوش بختی ہمارا ساتھ دے رہی تھی ابھی تک یہاں سے کوئی اور گاڑی نہیں گزری تھی۔

چنانچہ وین اسٹارٹ کر کے ہم برق رفتاری سے چل پڑے بہت دور سے کوئی ٹرک آتا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن ہم نے رفتار اتنی تیز رکھی کہ آن کی آن میں ہم اس جگہ سے اتنی دور نکل آئے کہ اگر اب ہمارا تعاقب بھی کیا جاتا تو بھی بے مقصد ہوتا کیونکہ ہمیں پانا اب ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

ہم لوگ سفر کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہمیں روبیلہ کو لے جانا تھا یعنی ہمارا وہی گھر جو اس متوسط آبادی میں تھا۔

ایک لمحے کے اندر اندر روبیلہ کو اندر منتقل کر دیا گیا توفیق اور اعجاز نے اس کی صورت دیکھتے ہوئے گردن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بلا کر کہا۔

"کمال ہے جہانگیر بھائی۔ تم جب بھی تاڑتے ہو کوئی اعلیٰ پائے کی چیز ہی تاڑتے ہو لیکن یہ پولیس کی تحویل میں کیوں تھی؟"

"میں گھونسہ مار کر تمہارے چہرے سے تمہاری اس ناک کو ہمیشہ کے لیے غائب کر دوں گا۔ کیا یہ سوالات کا وقت ہے۔ دین یہاں سے لے جاؤ اور نہایت احتیاط سے اسی جگہ پہنچا دو اور اس کے بعد تم دونوں اس جگہ کے آس پاس رہو جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور صورت حال معلوم کرو۔ خبردار براہ راست یہاں تک آنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ آتے ہوئے کم از کم چار پانچ راستے اختیار کرنا تاکہ تمہارا تعاقب نہ کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ ٹھیک ہے عیش تو تمہاری تقدیر میں ہی ہیں عیش کرو۔" توفیق نے کہا اور اس کے بعد وہ اعجاز کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور پھر چاروں طرف کا احتیاط سے جائزہ لے کر میں اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں روبیلہ کو ایک مسہری پر ڈال دیا گیا تھا۔

حسن و جمال کی دیوی میری نگاہوں کے سامنے تھی لیکن اس وقت میرے ذہن میں انتقام کے شعلے سلگ رہے تھے اس کی وجہ سے میں گھر سے بے گھر ہوا اور اس کی وجہ سے میرے باپ کی زندگی میں ایک ایسا بدنما داغ لگ گیا جو بہر طور نہیں لگنا چاہیے تھا۔ میری جلتی ہوئی نگاہیں روبیلہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس وقت میں اس کے حسن و جمال سے بالکل متاثر نہ تھا بلکہ اس کے ہوش میں آنے کا منتظر تھا تاکہ اس سے اس کی کارروائی کے متعلق معلومات حاصل کر سکوں اور اس وقت میری زندگی کا سب سے اہم مقصد یہی تھا۔

روبیلہ کو ہوش میں آنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ وہ کچھ دیر ماحول کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر اس کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔ جیسے وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کے بعد وہ چونک پڑی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن جکڑبندیوں کی وجہ سے اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکی۔ میں تلخ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ پھر اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"پانی۔ پانی مل سکے گا؟" میں نے ایک گہری سانس لی اور اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر پانی لے کر اس کے پاس آ گیا۔ پانی بھی مجھے اپنے ہاتھ سے پلانا پڑا تھا۔

"کیا محکمۂ پولیس نے مجھے تمہاری تحویل میں دے دیا ہے۔؟" اس نے پانی پینے کے بعد کہا۔

"محکمۂ پولیس تم سے وہ سب نہ معلوم کر سکتا تھا، جانِ من۔ جو مجھے معلوم کرنا ہے۔" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔ اور وہ مجھے خاموش نظروں سے دیکھتی رہی۔ چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"اس وقت کی کہانی جب تم ایک آرزو کی تکمیل کے لیے میرے کمرے میں گئی تھیں۔"

"وہ آرزو میری نہ تھی۔ شوڈان کی تھی۔"

"جس کی تکمیل تم نے کی؟"

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ وقت گزارا پھر اس خواب آور گیس سے تمہیں بے ہوش کیا جو میرے پاس محفوظ تھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے پاس موجود نقشے کی مدد سے تمہارے والد کی تجوری تلاش کی پھر فائر آلے سے وہ تجوری کھولی اور وہ کاغذات نکال لیے جن کی شناخت مجھے بتائی گئی تھی اور اس کے بعد میں وہاں سے نکل آئی۔"

میں ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا تھا لیکن پھر فوراً سنبھل گیا اور پھر میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔ "اور اب تم سارا الزام شوڈان پر ڈال کر خود کو ان واقعات سے بری الذمہ قرار دو گی۔ روبیلہ مائی ڈیئر، تم بہت حسین ہو لیکن۔ اس وقت تمہاری یہ دلکشی تمہارے کام نہ آئے گی۔" میرا لہجہ حد درجہ سفاک تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

روبیلہ کے آنسو رخساروں پر ڈھلکنے لگے۔ پھر اس نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تمہیں اختیار حاصل ہے جہانگیر، میرے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ مگر میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں، اسے سن تو لو۔"

"سناؤ۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"شوڈان ایک خطرناک مجرم ہے اور میں اس کے چنگل میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ میں تمہیں اپنی کہانی

نہیں سناؤں گی کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ہاں تمہیں اتنا بتا سکتی ہوں کہ وہ یہاں سے سیدھا وینس گیا ہے۔ ہم لوگ آئے بھی وہیں سے تھے۔ شوڈان وہاں ان کاغذات کا سودا کرے گا جو وہ یہاں سے لے گیا ہے۔ اس کے پاس تین گاہک موجود ہیں۔ جن کے درمیان سودے بازی ہوگی۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ابھی تمہارے پاس وقت ہے۔ تم اگر چاہو تو شوڈان کا مقابلہ کر سکتے ہو۔" میرے حلق سے پھر ایک قہقہہ آزاد ہو گیا اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"شاطر لڑکی، تیرے خیال میں کیا میں بالکل ہی بے وقوف ہوں اور کیا میں تیری ان باتوں میں آ جاؤں گا۔"

روبیلہ مجھے بدستور ڈبڈباتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"تو پھر بتاؤ میں تمہاری تسلی کے لیے اور کیا کر سکتی ہوں۔ مجھ پر تشدد کرنے کے خواہش مند ہو تو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر مجھے قتل کر دینا چاہو تو تمہیں اس کا اختیار حاصل ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ میں جانتی ہوں پولیس کے سامنے بھی میں نے صحیح بیان دے دیا تھا۔ میں تو خود مصیبت میں گرفتار کر دی گئی ہوں اور اب میں اس قدر تھک چکی ہوں کہ مجھ میں مزید مصیبتیں برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ شوڈان مجھے بلیک میل کرتا رہا ہے۔ اس نے میری دو بہنوں اور ایک بھائی کو اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔ اور مجھے اس کے لیے کام کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ بہن بھائی پیرس میں ہیں اور میں انہیں تلاش کرنے کی ہر کوشش میں ناکام ہو چکی ہوں۔ مجھے بتاؤ، میں کیا کر سکتی ہوں۔ اس کے اشاروں پر ناچنا ہی میری زندگی ہے اور اس امید پر اس کے ساتھ وقت گزار رہی تھی کہ شاید کبھی میرے بہن بھائیوں کو آزادی مل جائے گی۔" میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ واقعی جو کہانی اس نے بیان کی تھی اس کے بعد میرے لیے کیا گنجائش رہ جاتی تھی۔ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ مار پیٹ کر اسے کچھ قبول کروانا ایک بے مقصد فعل تھا۔ میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔

"دیکھو روبیلہ، پہلے میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں۔ صورتحال یہ ہو گئی ہے کہ میری ایک ذرا سی لغزش نے مجھے دربدر کر دیا ہے۔ تمہیں اپنے گھر لے جا کر میں نے جو حماقت کی ہے، اس کی سزا مجھے اس شکل میں ملی ہے کہ اب میرا گھر بھی مجھ سے چھن گیا ہے۔ میرے ساتھ جن صاحب نے تم سے معلومات حاصل کی تھیں اور تم نے نہایت صاف گوئی اور ڈھٹائی سے انہیں بتا دیا تھا کہ تم میرے ساتھ میرے گھر گئی تھیں وہ میرے باپ تھے۔ محکمۂ پولیس کے ایک افسر اعلیٰ۔ تمہیں یقیناً ساری باتیں معلوم ہوں گی۔ شوڈان اور تم بلاوجہ ہی مجھ سے نہیں ملے تھے۔"

"ہاں، یہ حقیقت ہے کہ شوڈان نے معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہارے ہی ذریعے یہ کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کی تمام پلاننگ مجھے دے دی تھی۔"

"لیکن اس کے بعد تم گرفتار ہو گئی تھیں اور شوڈان فرار ہو گیا۔ یہ کیسے ممکن ہوا ہے؟"

"شوڈان عین وقت پر پولیس کی گرفت سے نکل بھاگا اور مجھے اپنے ساتھ نہ لے جا سکا۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ واپس وینس پہنچ گیا ہوگا؟"

"ہاں، وہ مکمل تیاریاں کر چکا تھا اور اسے ہر قیمت پر وینس جانا تھا۔ اس نے مجھے تمہاری پولیس کے قبضے میں چھوڑنے کا رسک لے لیا ہے۔ ویسے بھی وینس پہنچنے کے بعد وہ کافی محفوظ ہے۔ اپنا کام کرے گا اور اس کے بعد دنیا کے کسی بھی خطے میں نکل جائے گا۔"

"گویا تمہیں اس سے، میرا مطلب ہے اسے تم سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"اسے شاید دنیا بھر میں دولت کے علاوہ اور کسی شے سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے اس طرح چھوڑنے کے بعد وہ میرے بہن بھائیوں کو بھی آزاد کر دے لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔" روبیلہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ دل میں ہزاروں خیالات آ رہے تھے۔ ہو سکتا ہے یہ لڑکی خود وینس جانے کی خواہش مند ہو اور مجھے دھوکا دے کر یہ سفر کرنا چاہتی ہو لیکن کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے جس کی بنیاد پر میں وہ کاغذات حاصل کر سکوں۔ بہر طور مجھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے مجھے نکال دیا گیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن میری فطرت میری انا اور پھر ایک احساس بھی کہ کہیں میری فطرت سے میرے والد کی زندگی بھر کی نیک نامی داغدار نہ ہو جائے۔ حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا تھا، اور ایسی ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا جن کی تفصیل اگر پہلے کسی اور کے علم میں آجاتی تو شاید والد صاحب کو منہ چھپانا بھی مشکل ہو جاتا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ میرے بارے میں سب کچھ جان چکے تھے اور انہوں نے پروقار طریقے سے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور کوئی ایسا انتقام نہیں لیا جو میرے خلاف ہوتا تو کم از کم انہیں ان کی اس شرافت کا صلہ دینا بھی ضروری تھا۔ اب تک جو کچھ میں کرتا رہا تھا وہ ایک مختلف کام تھا لیکن اس بار صورتحال کچھ بگڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اور مجھے بہرطور اس بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنا تھا۔ میں نے روبیلہ سے کہا۔

"کیا تم وینس میں ان جگہوں کی نشاندہی کر سکتی ہو۔ جہاں میری ملاقات شوڈان سے ہو سکتی ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں ان جگہوں کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتا سکتی ہوں۔ جن سے شوڈان کا تعلق ہوگا۔"

"کیا تم میرے ساتھ وینس جانا پسند کرو گی؟" میں نے روبیلہ کے چہرے کو گھورتے ہوئے کہا اور چند لمحات وہ سوچ میں ڈوبی رہی پھر اس نے کہا۔

"ضروری نہیں ہے اور پھر میں چاہتی ہوں کہ پہلے تم اپنا کام کر لو۔ اگر تمہارا کام ہو جائے اور تمہارا ضمیر اس بات کی گواہی دے کہ تم میرے ساتھ کوئی رحم کر سکو تو مجھے چھوڑ دینا ورنہ جس طرح تم پسند کرو۔"

روبیلہ کی اس پیشکش نے مجھے متاثر کیا تھا۔ ویسے بھی میں اسے اپنے ساتھ باندھے نہیں پھرنا چاہتا تھا۔ اور اگر اس نے غلط بیانی کی اور مجھے شوڈان کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہو سکیں تو پھر اس کم بخت لڑکی کو اچھی طرح دیکھ لوں گا۔ ذہن میں یہ گرہ بیٹھ گئی تھی کہ مجھے بہرطور اس سلسلے میں کام کرنا ہے۔ چنانچہ دل ہی دل میں، میں نے فیصلہ کیا کہ یہ سب کچھ ہو جانا بے حد ضروری ہے اور اب مجھے اس سلسلے میں مزید کچھ کارروائیاں کرنی تھیں۔ میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ روبیلہ کو صرف اس گھر میں قید نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے دھوکا دے کر شوڈان کے ساتھ نکل جانے کی کوشش کرے۔ پھر ایسا کون سا ذریعہ ہو جس سے وہ محفوظ بھی رہ سکے۔ اور میرا مقصد بھی حل ہو سکے محکمہ پولیس کے اعلیٰ افسران سے کبھی میرے روابط تھے اور یہ سب کچھ ڈی آئی جی صاحب کی وجہ سے تھا۔ میرے ذہن میں ایک نام آیا، آفتاب شاہ۔ آفتاب شاہ محکمہ پولیس کا ڈی ایس پی تھا اور اس وقت اسپیشل برانچ سے تعلق رکھتا تھا۔ میرا گہرا دوست تھا اور بعض معاملات میں میرا رازداں بھی۔ میں نے آفتاب شاہ سے مدد لینے کا فیصلہ کر لیا۔ روبیلہ کو پولیس ہی کی قید میں رہنا ضروری تھا۔ اور اسی طرح اس کا تحفظ بھی ہو سکتا تھا، چنانچہ یہ مکمل فیصلہ کرنے کے بعد میں نے روبیلہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈیئر روبیلہ تم مجھے وینس میں شوڈان کے تمام ٹھکانوں اور ان کی تفصیلات سے آگاہ کرو لیکن تمہیں یرغمال کے طور پر رہنا ہوگا۔ اگر شوڈان مجھے نہ ملا اور تمہارے حوالے درست ثابت نہ ہوئے تو تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ میں تمہیں کتنی اذیت ناک موت ماروں گا۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے جہانگیر۔" روبیلہ نے جواب دیا اور پھر تقریباً دو گھنٹے تک روبیلہ مجھے تمام تفصیلات سمجھاتی رہی۔ وینس میرے لیے ایک اجنبی جگہ تھی اور میں نے صرف اس کی کہانیاں ہی سنی تھیں۔ دل میں یہ شوق بھی جاگا کہ کیوں نہ اسی بہانے اس خوبصورت جگہ کا جائزہ بھی لے لیا جائے جس کی کہانیاں داستانوں میں بڑی رومانوی حیثیت رکھتی ہے۔ گو اس کے لیے مجھے بے حد مشکلات سے گزرنا پڑے گا لیکن میں اپنے آپ کو اس عزم سے باز نہیں رکھ سکا تھا۔ روبیلہ کے تمام حوالے اور تفصیلات ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے توفیق اور اعجاز کو طلب کیا اور ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے چونک کر روبیلہ سے پوچھا۔

"ڈیئر روبیلہ، تم نے پولیس کو بھی اپنا بیان دیا ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا یہ بیان یہی ہے جو تم نے مجھے بتایا؟"

"تو اس کے علاوہ میں اور کیا کر سکتی تھی؟"

"اوہ مائی گاڈ، اس کا مطلب ہے ہماری حکومت کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شوڈان وینس میں ہے۔"

"یقیناً۔"

"اور یہ تمام حوالے بھی تم نے انہیں دیئے ہوں گے؟"

"نہیں ان حوالوں کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ مجھ سے پوچھا ہی نہیں گیا اس بارے میں۔"

"ہوں، گویا اتنی بات ہوئی ہے کہ شوڈان کا وینس جانے کا پروگرام تھا۔"

"ہاں۔"

"تب تو بڑی مشکل پیش آ گئی۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا اور پھر تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ پہلے اس سلسلے میں عمل ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد میں فیصلہ کروں گا کہ کیا ہو چنانچہ جب توفیق اور اعجاز آ گئے تو میں انہیں ہدایت دینے کے بعد چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد آفتاب شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ آفتاب شاہ سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مجھ سے میری خیریت دریافت کرنے لگا۔ رسمی گفتگو کے بعد میں مطلب پر آ گیا اور میں نے اس سے کہا کہ ایک لڑکی جو ایک بڑے معاملے میں ملوث ہے، پولیس کی تحویل سے نکل گئی ہے لیکن میں چونکہ اس سلسلے میں براہ راست ملوث ہوں چنانچہ میں اس کی تاک میں لگ گیا۔ اور میں نے اسے ایک جگہ تلاش کیا۔ جہاں وہ موجود تھی۔ آفتاب شاہ کو بھی شاید معلومات حاصل تھیں وہ اچھل پڑا اور اس نے سراہتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ مائی گاڈ، وہ کیس تو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ شہر کے چپے چپے پر اس لڑکی کی تلاش کی جا رہی ہے۔ میری ڈیوٹی بھی اسی سلسلے میں ہے۔"

"تو مسٹر آفتاب شاہ، میں آپ کو وہ لڑکی پیش کر سکتا ہوں۔ آپ اسے واپس پولیس کی تحویل میں پہنچا دیجئے لیکن میرا نام اس سلسلے میں نہ آنے پائے۔"

"یار، تم تو میرا عہدہ بڑھوانے کی کوشش کر رہے ہو جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔ مگر وہ تمہیں ملی کہاں سے؟"

جواب میں میں نے آفتاب شاہ کو ایک گھڑی ہوئی کہانی سنا دی جس پر آفتاب شاہ نے پوری طرح یقین کر لیا۔ آفتاب شاہ نے میری بات مان لی۔ اسے پوری طرح پکا کر کے میں وہاں سے ایک بار پھر واپس پلٹا اور محتاط انداز سے سفر کرتا ہوا اپنے اس ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ روبیلہ کو یہاں سے لے جانے کے لیے میں نے ایک طریقہ کار اختیار کیا تھا اور اسے ایک برقعہ پہنا دیا تھا۔ میں نے راستے میں روبیلہ کو ساری تفصیل بتا دی اور یہ تفصیل میری اس کہانی کے مطابق تھی روبیلہ نے مجھ سے تعاون کا وعدہ کیا تھا۔ یہ میرا کچا پن ہی تھا جس کی بنا پر میں نے اتنی ساری منصوبہ بندیاں کر ڈالی تھیں۔ بلاشبہ اپنی زندگی میں، میں نے بہت سے کامیاب داؤ اختیار کیے تھے لیکن ایسی لائنوں میں پڑنے کا مجھے بہت زیادہ تجربہ نہیں تھا۔ بس اپنی ذات پہ پختگی اور ایک اعتماد کا احساس تھا جس کی بنا پر میں بڑے سے بڑے کام کر جاتا تھا۔ اور اس وقت بھی میں نے تمام خدشات کو نظرانداز کر کے یہ ساری کارروائیاں اپنی سمجھ کے مطابق کی تھیں۔ آفتاب شاہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے روبیلہ کو اس کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اسے بہرطور کوئی جسمانی اذیت نہ دی جائے اور اس کے بیان کے مطابق عمل کیا جائے۔ آفتاب شاہ تو روبیلہ کو دیکھ کر ہی خوش ہو گیا تھا۔ اس نے روبیلہ سے کچھ سوالات کیے۔ اور روبیلہ نے اسے وہی تمام باتیں بتائیں جو میں نے روبیلہ کو بتائی تھیں۔ بہرطور اس طرح سے روبیلہ سے گلوخلاصی ہو گئی۔ اور اب مجھے دوسرے معاملات پر عمل کرنا تھا اپنے ذرائع کو ٹٹولنا ابھی میرے لیے ضروری نہیں تھا کیونکہ میں نے اپنی بڑی ساکھ بنا رکھی تھی اور بہت کچھ میں ڈینڈی کی لاعلمی میں کرتا رہا تھا۔ وینس میرے سر پر سوار ہو گیا تھا۔ اور میں ان تمام حوالوں کو جو مجھے روبیلہ نے دیئے تھے، ذہن نشین کرنے کے بعد وینس جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ توفیق اور اعجاز نے مجھ سے درخواست کی کہ میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے چلوں لیکن میں نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ابھی یہ ممکن نہیں ہے زندگی میں ایک نیا کام کرنے جا رہا ہوں۔ بس تم لوگ دعا کرو کہ مجھے اس میں کامیابی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حاصل ہو جائے۔ میرے لیے یہ سفر بڑا سنسنی خیز تھا۔ اور دورانِ سفر میں نجانے کیا کیا سوچتا رہا۔ مجھے جس انداز میں کام کرنا تھا وہ میرے جیسے کسی غیر تربیت یافتہ آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن بس تقدیر پر انحصار کر کے چل پڑا تھا اور پھر وینس میں داخلہ میرے لیے بہت مشکل نہ ہوا۔

آبی شاہراہوں کی سرزمین میرے لیے سحر انگیز تھی۔ میں اس کے حسن میں کھو کر برائے چندے اپنی یہاں آمد کا مقصد بھول گیا۔ ایک انوکھی دنیا میرے سامنے تھی، خوبصورت وینس یونانی حسینہ کی مانند تھا۔ یہاں کی زندگی کے انوکھے پن نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ زندگی اب تک جس انداز میں گزری تھی۔ وہ بالکل مختلف تھا۔ ایک طوفان کی مانند۔ ایک سرکش گھوڑے کی مانند لیکن اب اونٹ پہاڑ تلے آیا تھا۔

جی تو چاہتا تھا کہ تمام فضول باتوں کو بھول کر وینس کی فضاؤں میں کھو جاؤں۔ لیکن ذہن نے ٹہوکا دیا۔ ڈی آئی جی تیمور جمال زندگی بھر کی نیکنامی کھوتے رہے تھے اور وہ میرے باپ تھے اور مجھے ان سے کوئی اختلاف بھی نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میری تمام رنگ رلیاں ان سے پوشیدہ ہوتی تھیں لیکن اب تو یہ بھی پوشیدہ نہیں رہی تھیں۔ ایڈیشنل ڈی آئی جی صاحب نے بلاشبہ مجھ سے رعایت برتی تھی۔ میری تمام برائیاں معلوم ہونے کے باوجود انہوں نے مجھے معاف کر دیا تھا اور صرف اپنی زندگی اور اپنے خاندان سے خارج کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ نجانے کیوں دیارِ غیر میں آکر ان کی باتیں بُری لگیں۔ حق بجانب تھے وہ اپنے اقدامات میں۔ جو مصیبت ان پر میری وجہ سے نازل ہوئی تھی اس نے ان کا ذہنی توازن خراب کر دیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔

بہت سے احساسات، بہت سے خیالات ذہن میں جاگزیں ہو گئے۔ سب سے پہلے اپنا ٹھکانہ کرنا ضروری تھا۔ اور بہر طور دنیا اچھی طرح دیکھی نہیں تھی لیکن اب ایسا بھی نہیں تھا کہ بالکل ہی جاہل ہوتا۔ ہوٹلوں کی مائش دنیا کے ہر شہر میں موجود تھی چنانچہ پہلے مجھے اپنے لیے کوئی بہتر جگہ تلاش کرنی تھی اور اس بہتر جگہ کی تلاش کے لیے میں نے سب سے پہلے ——— وینس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ اور یہ مشکل وینس کے ایک نقشے سے حل ہو گئی جو مجھے ایک بک اسٹال سے دستیاب ہو گیا تھا۔ نقشہ خریدنے کے بعد میں اس کا جائزہ لینے لگا اور اس دوران میری نظر دو افراد پر پڑی جو عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ دونوں ہی پستہ قامت تھے۔ پتا نہیں کون سے ملک کے باشندے تھے۔ بس اسے میری چھٹی حس ہی کہا جا سکتا ہے کہ مجھے ان کے گھورنے کا احساس ہو گیا۔ جب میں نے ان کی جانب دیکھا تو وہ دوسری جانب رُخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ذہن کے کسی گوشے میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔ اور میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ لوگ میری ہی جانب متوجہ ہوں۔ اس بات کو آزمانے کے لیے میں نے نقشہ تہہ کر کے اپنے لباس میں رکھا اور اپنا مختصر سا اور ہلکا بریف کیس اٹھائے آگے بڑھنے لگا۔ اس بریف کیس میں صرف تین جوڑے کپڑے تھے اور مختصر سا ہلکا سا سامان۔

میں نے سامان کا جھگڑا ہی نہیں پالا تھا البتہ کرنسی وغیرہ کا بندوبست میں نے کر لیا تھا اور میرے پاس کچھ خفیہ ڈالر بھی پوشیدہ تھے۔ بہر طور میں آگے بڑھتا رہا۔ وینس کے حسین مناظر میری نگاہوں میں محفوظ ہوتے رہے۔ بڑی عجیب عجیب سی جگہیں تھیں۔ ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کی بھرمار تھی۔ تارکول کی سڑک کے بجائے، وینس کی سب سے بڑی نہر گرینڈ کنال کے کنارے زندگی رواں دواں تھی اور اس میں اسٹیمر اور دوسرے ڈیزائن کی کشتیاں وغیرہ سفر کر رہی تھیں۔ غرض میں کافی فاصلہ طے کر چکا تھا۔ اور میں نے ان لوگوں کو اپنے پاس ہی پایا۔ اب میں ان لوگوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور مجھے پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ لوگ میرا ہی تعاقب کر رہے تھے۔ خیر تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک بس نظر آئی تو میں اس کی جانب بڑھ گیا۔ بس میں سفر کرتے ہوئے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی البتہ وہ دونوں افراد بس میں نہیں چڑھے تھے۔ پتا نہیں انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا یا تعاقب کا کوئی اور ذریعہ اختیار کیا تھا۔ ابھی نقشے کو پوری طرح دیکھ بھی نہیں پایا تھا اس لیے مجھے وینس کی سڑکوں اور عمارتوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ بالآخر ایک جگہ منتخب کر کے میں نیچے اترا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

میں اِدھر اُدھر دیکھتا جا رہا تھا۔ ذہن ابھی تک ان دونوں میں الجھا ہوا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ دونوں میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔ میں تو وینس میں اجنبی ہوں۔ البتہ ایک تصور ذہن میں فوراً ہی ابھرا۔ وہ یہ کہ کچھ بھی ہے شوڈان میرا صورت آشنا ہے اور بقول روبیلہ کے وہ یہاں موجود ہے۔ لیکن اتنی جلدی اور اچانک میرا دیکھ لیے جانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ابھی تو یہاں آئے ہوئے کچھ دیر بھی نہیں گزری تھی۔ کیا شوڈان کو واقعی میری موجودگی کا علم ہو گیا۔ بڑی عجیب سی بات تھی۔ الغرض تھوڑے فاصلے سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روکا اور اس میں جا بیٹھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے انگریزی زبان میں کسی درمیانہ درجے کے ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ یہ غالباً افریقی نژاد نوجوان تھا اور کافی چست و چالاک نظر آتا تھا۔ میں نے گھوم کر پیچھے دیکھا تو سرخ رنگ کی ایک لمبی سی کار نظر آئی۔ اور یہ بھی اتفاق تھا کہ مجھے ان دونوں میں سے ایک کی شکل نظر آ گئی۔ یہ انہی دونوں میں سے ایک تھا جو سرخ رنگ کی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسرا غالباً پچھلی سیٹ پر ہو گا۔ مجھے ایک عجیب سی الجھن ہونے لگی۔ اس کا مقصد تھا کہ ان لوگوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ایک دو موڑ کاٹے لیکن سرخ رنگ کی کار، ٹیکسی کے پیچھے لگی رہی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی تھی کہ میں کسی کی نگاہوں میں آ گیا ہوں اور کوئی میرے سلسلے میں کچھ کرنا چاہتا ہے۔ نجانے کیوں آنکھوں میں ہلکی ہلکی نیلاہٹ کا احساس ہونے لگا اور میرے ذہن پر گرمی سوار ہونے لگی۔ اگر دشمنوں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے تو ٹھیک ہے، مقابلہ ہو جائے میں نہ جانے کیوں اس نیلے رنگ میں رنگ کر بے خوف ہو گیا۔ اور پھر میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"سنو ڈرائیور، میرا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ تم نے اس سرخ رنگ کی کار کو دیکھا؟"

"جی سر" ڈرائیور چونک پڑا۔

"کچھ دشمن میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں تمہیں بل کی رقم کے علاوہ کچھ اور رقم بھی دوں گا۔ اب تم گاڑی اس طرح چلاؤ کہ اس کار کا تعاقب ختم ہو جائے۔"

ڈرائیور سمجھ گیا اور پھر ایک دم اس نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ پھر اچانک ہی اس نے ٹرن لیا لیکن اس کی اس حرکت سے ٹیکسی الٹتے الٹتے بچی۔ پیچھے آنے والی کار کے ٹائروں کی چرچراہٹ سنائی دی تھی۔ پھر وہ بھی اسی سمت گھومی اور اس کے بعد تو ٹیکسی اور کار میں ریس ہونے لگی۔

میں نے پیچھے نگاہ رکھی تھی۔ وہ لوگ مسلسل میرا تعاقب کر رہے تھے۔ کئی تنگ اور کشادہ سڑکوں پر مڑنے کے بعد بھی سرخ کار نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور بڑی مستعدی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ایک موڑ پر تیز رفتاری سے گھومتے ہوئے کار فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔ لیکن ڈرائیور نے اسے سنبھال لیا۔ اور پھر سیدھا کر کے آگے بڑھا دیا۔ میں نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ اگلے موڑ پر جونہی کار نگاہوں سے اوجھل ہو وہ مجھے اتار دے۔ لیکن سرخ کار نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئی تھی اور اب اس کا فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ پھر ایک تنگ سی سڑک آ گئی جس کے دونوں طرف مکانات اور دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ سرخ کار کا فاصلہ کچھ اور کم ہو گیا تھا کیونکہ آگے ذرا مشکل راستے نظر آ رہے تھے۔ دفعتاً ڈرائیور نے گاڑی ایک چھوٹی سی نہر کے پل کی طرف گھما دی۔ جو شاید صرف پیدل آمد و رفت کے لیے تھی۔ اور یہ ڈرائیور کی غلطی تھی۔ کار پل کے درمیان پہنچی ہی تھی کہ سرخ کار بھی سر پہ پہنچ گئی۔ اور پہلو میں آکر اس نے زور سے ٹیکسی کو ٹکر ماری۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور دوسرے لمحے ٹیکسی نہر میں جا گری۔

چھپاک کی آواز ہوئی۔ لیکن خوش قسمتی سے کھڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ ٹیکسی نہر میں دھنستی چلی گئی۔ اور اس میں پانی بھرنے لگا۔ میں نے برق رفتاری سے اپنا سوٹ کیس سنبھالا اور پھر پوری قوت سے دروازہ کھول دیا۔ پانی کا ریلا اندر گھس آیا۔ اور اس نے مجھے واپس سیٹ پر دھکیل دیا۔ دوسری طرف شاید ڈرائیور بھی دروازہ کھول چکا تھا۔ میں ہمت کر کے آگے بڑھا اور ٹیکسی کی اندرونی سیٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر میں نے اوپر کی جانب تیرنا شروع کر دیا۔ نہر بہت گہری نہیں تھی کیونکہ چند ہی لمحات کے بعد میرا سر پانی سے اونچا ہو گیا۔ سامان کا حشر جو بھی ہوا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن بہرطور میں اسے بچا کر کنارے تک پہنچ گیا۔

چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے تھے اور پل کے کنارے پر کھڑے چیخ رہے تھے۔ لیکن کسی نے ہماری مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کنارے کی اینٹوں کا سہارا لے کر میں نے اوپر چڑھتے ہوئے ہجوم پر نگاہ دوڑائی اور اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کے سائرن کی آواز آنے لگی۔ میں برق رفتاری سے ایک تنگ گلی کی جانب دوڑنے لگا۔ یہاں رکنے کا مقصد یہی ہوتا کہ میں میں داخل ہونے کے بعد فوراً ہی پولیس کے چکر میں پھنس جاؤں۔ خوش قسمتی یہ تھی کہ لوگ میری طرف طرف توجہ دینے کے بجائے پولیس والوں کو نہر میں گری ہوئی ٹیکسی کے بارے میں بتا رہے تھے۔ یوں مجھے وہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ میرے کپڑوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس تنگ اور سنسان گلی سے نکلتے ہوئے میری نگاہیں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جہاں میں کچھ دیر کے لیے پناہ لے سکوں۔

مکانات کے دروازے موجود تھے لیکن یہ انتہائی خطرناک بات ہوتی۔ پولیس تھوڑی دیر کے بعد میری طرف متوجہ ہو جائے گی۔ اور میں جس مکان میں پناہ کے لیے داخل ہوں گا، وہاں سے باآسانی گرفتار ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں دوڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر گلی کے اس سرے سے نکلا ہی تھا کہ دفعتاً میری نگاہ ان دونوں کی جانب اٹھ گئی۔ وہ کم بخت میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔ کیونکہ دونوں ہی میرے سامنے موجود تھے اور ان کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ میں نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن فوراً ہی فائر کی آواز سنائی دی اور گولی میرے سر سے صرف چند انچ کے فاصلے پر سے گزر گئی۔ میں ٹھوکر کھا کر نیچے گر پڑا تھا۔ اور یہ ٹھوکر میرے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی۔ ورنہ دوسری گولی صحیح نشانے پر چلائی گئی تھی۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ دونوں میرے سر پر پہنچ گئے اور ریوالور کی نال میری کنپٹی پر آ لگی۔ ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خاموشی سے اٹھو اور کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے ان کی ہدایات پر عمل کیا۔ لیکن نیلاہٹ میرے ذہن سے دور نہیں ہوئی تھی۔ انہیں اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ ریوالور کی نال میری کنپٹی پر لگانے کی وجہ سے ایک شخص میرے سامنے آ گیا تھا اور تقریباً سیدھا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جیسے خوفزدہ ہو گیا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا بریف کیس پوری قوت سے سامنے والے کی ناک سے ٹکرایا اور اس کے حلق سے آواز نکل گئی۔ دوسرے لمحے میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا اور وہ دوہرا ہو گیا۔ لیکن میں نے پیچھے ہٹ کر بریف کیس کو پوری قوت سے اس کی گردن پر دے مارا اور وہ زمین پر آ گرا۔ نیچے گرتے ہی میری ٹھوکر اس کی تھوڑی پر لگی۔ اس کا سر پیچھے ہوا۔ پھر وہ دونوں پاؤں اچھلے اور اس کے بعد فضا میں بلند ہو کر گردن کے بل نیچے جا گرا اور جس انداز میں وہ نیچے گرا تھا، اس سے وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ میں نے پوری قوت سے اس پر حملہ کیا تھا اور اسے بالکل ہی ناکارہ کر دیا تھا لیکن گردن کے بل گرتے ہوئے اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ کسی ذبح کیے ہوئے بکرے کی مانند بلبلایا اور اس کے کانوں اور ناک سے خون بہہ نکلا لیکن دوسرے آدمی نے فوراً ہی پوری طاقت سے مجھ پر حملہ کر دیا۔

میں نے زمین پر بیٹھتے ہوئے اسے اپنے اوپر آنے سے روکا لیکن دونوں کی شامت ہی آ گئی تھی کیونکہ وہ مجھ پر سے گزر کر اپنے مرتے ہوئے ساتھی پر جا پڑا تھا۔ پھر بھلا اسے موقع دینے کی کہاں گنجائش تھی۔ میں نے اسے بھی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ اور میرے پاؤں مسلسل اس کی پسلیوں پر چلنے لگے۔ پھڑپھڑاہٹ کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ اور اس کے حلق سے ہر ٹھوکر پر دلخراش چیخ ابھرتی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد وہ بھی اپنے ساتھی کے قریب ہی دراز ہو گیا۔ میں اطراف کے ماحول سے بے خبر ہو گیا تھا۔ کیا کہا جا سکتا تھا کہ آس پاس کون میری ان حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن اب ایسے لمحات میں خوش قسمتی کا بھی دخل ہوتا ہے۔ نیلاہٹ اب اس بات کی متقاضی تھی کہ میں جو کچھ بھی کر بیٹھوں، کم ہے۔ میں نے دفعتاً اس ریوالور کی جانب توجہ دی جو تھوڑی دیر پہلے میری پیشانی سے لگا ہوا تھا۔ ریوالور میرے لیے بڑا کارآمد ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے فوراً اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور اس کے بعد برق رفتاری سے

وہاں سے دوڑنے لگا۔

اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ لیکن میرا جو حلیہ ہو رہا تھا، وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ لباس بُری طرح بھیگا ہوا تھا۔ بال سر سے بُری طرح چپک گئے تھے۔ مکانوں کے اس سرے سے نکل کر میں نے ایک وسیع و عریض پارک دیکھا جس میں درخت جھول رہے تھے۔ اور وہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ میں وقت ضائع کیے بغیر پارک میں داخل ہو گیا۔ اور پھر درختوں کا ایک ایسا جھنڈ تلاش کرنا میرے لیے مشکل نہ ہوا جو مجھے لباس تبدیل کرنے کی مہلت دے دے۔ چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا تھا۔ بریف کیس البتہ واٹر پروف تھا۔ بہت عرصہ پہلے میں نے یہ بریف کیس خریدا تھا۔ اور اس کی کچھ خوبیاں میرے علم میں آئی تھیں۔ لیکن آج جس طرح اس نے میری مدد کی تھی، وہ قابل یقین نہیں تھی۔ اس میں موجود تمام چیزیں محفوظ تھیں۔

میں اپنے بال وغیرہ درست کرتا رہا اور اس کے بعد پارک سے باہر نکل آیا۔ مجھے اب بھی اس بات کا خوف تھا کہ ہنگامہ آرائی کم نہ ہوئی ہوگی اور میری تاک میں بہت سے لوگ لگے ہوں گے لیکن یہ خطرات تو مول لینا ہی تھے۔ یہ بھی سمجھ میں نہ آیا تھا ابھی تک کہ وہ لوگ کون تھے؟ اور میرے چکر میں کیوں پڑ گئے تھے؟ لیکن ذہن کو تکلیف دینے کے بجائے بہتر یہ تھا کہ پہلے کوئی مناسب جگہ تلاش کروں۔

بالآخر وینس کے ایک خوبصورت سے علاقے میں ایک ہوٹل کے ایک کمرے میں مجھے جگہ مل گئی۔ یہ علاقہ بہت خوبصورت تھا۔ اور یہاں بہت سے ہوٹل اور قہوہ خانے نظر آ رہے تھے۔ کھڑکی سے باہر جھانکنے سے رونق اور ہنگامہ اتنا زیادہ نظر آتا تھا کہ دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔ حالانکہ میں نے اس ہوٹل کا انتخاب کسی خاص بنیاد پر نہیں کیا تھا۔ بس اس طرف نکل آیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گھاٹ نظر آ رہا تھا۔ یہاں بے شمار کشتیاں چل رہی تھیں اور ان کشتیوں میں بھی خوب رونق تھی۔ وینس کا یہ شہر یہاں سے بہت حسین معلوم ہوتا تھا۔ بہرطور ان تمام باتوں کے لیے میرے پاس بہت زیادہ وقت نہیں تھا۔ میری سمجھ میں تو یہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہوا ہے۔ کون ایسا ہو سکتا ہے کہ جو میری اس طرح یہاں آمد سے فوراً ہی واقف ہو جائے۔ اگر وہ شوڈان ہے تو میں واقعی اسے ایک بڑا مجرم قرار دے سکتا ہوں جس نے اپنے دشمنوں پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے اور یہی ایک ذہین آدمی کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ اگر شوڈان واقعی اتنا ہی ذہین ہے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں اس پر ہاتھ کیسے ڈالوں گا۔ روجلیہ نے جن جگہوں کی نشاندہی کی تھی، ابھی تو میں نے اس طرف کا رخ بھی نہیں کیا تھا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ شوڈان کی تلاش میں مجھے نہ جانے کن کن الجھنوں سے گزرنا ہوگا۔

شوڈان اپنا پہلا وار کر چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اس کے وار کو ناکام بنا دیا تھا اور اس کے دو آدمی میرے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ گو یہ مسئلہ بھی خاصا گمبھیر تھا۔ مگر میں اس کے سوا کیا کرتا۔ اور اس کے دوسرے نتائج کیا ہوں گے، یہ بات بھی میرے ذہن میں تھی۔ اور میں خوفزدہ تھا کہ میں کہیں یہاں کی پولیس کے چکر میں نہ پڑ جاؤں۔ بہرطور ابھی تو یہاں بہت کچھ کرنا تھا۔ ہمت ہار دی تو کوئی بات ہی نہ بن سکے گی۔ چنانچہ سب سے پہلے میں اپنی آمد کے سلسلے میں قانونی کارروائیاں پوری کرنا چاہتا تھا۔ میں کچھ وقت انتظار کرنے کے بعد ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ بڑے سلیقے سے پہن لیا تھا میں نے اور پھر معلومات حاصل کرتے ہوئے میں متعلقہ جگہوں پر پہنچ گیا اور اپنی یہاں آمد کے قانونی مراحل پورے کر لیے۔ مجھے ان میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ذرا اطمینان ہو گیا تھا۔

شام جھکتی آ رہی تھی۔ اور ہوٹل میں تفریحات شروع ہو چکی تھیں۔ لیکن میں ہوٹل سے باہر نکل آیا اور سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ٹہلتا ہوا میں گھاٹ کی جانب چل پڑا۔ گھاٹ کی رونق بہت ہی شاندار نظر آ رہی تھی۔ اوپن ائیر قہوہ خانے، آرکسٹرا کی موسیقی نشر کر رہے تھے۔ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور خوبصورت اطالوی جوان لڑکے اور لڑکیاں سیر و سیاحت میں مصروف تھے۔ سیاحوں کی ٹولیاں ان کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ درمیانی عمر کے لوگ بھی جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ اور کبوتروں کی بھرمار تھی۔ دیدہ زیب دوکانیں اور اسٹور نظر آ رہے تھے جن کے شوکیسوں میں نرم چمڑے کی مصنوعات، چینی اور شیشے کے بنے ہوئے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

برتن، سلکی ٹائیاں اور دوسری بہترین اشیاء نظر آ رہی تھیں۔ کافی دیر تک میں گھومتا رہا اور اس کے بعد جب رات گہری ہونے لگی تو میں واپس اپنے ہوٹل چل پڑا۔

ہوٹل کے بہت بڑے ہال میں آرکسٹرا زور شور سے ایک اطالوی دھن بجا رہا تھا۔ اور ایک خوبصورت لباس والی لڑکی چوبی فرش پر رقص کر رہی تھی۔ دوسرے لوگ اس کے رقص کے ساتھ تال ملا رہے تھے۔ میں ان تمام مناظر سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن دل کچھ اچاٹ سا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید میں اس اعتماد سے کام نہ کر سکوں جس اعتماد سے کام لیتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہوں لیکن ہمت ہارنے کا مطلب یہ تھا کہ میری پہلی ہی کوشش ناکام ہو جائے۔

رات کو دیر تک ہوٹل میں بیٹھا رہا اور پھر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ مجھے یہ پروگرام بنانا تھا کہ اب ہونا کیا چاہیے۔ کوئی ایسی کارروائی جو مؤثر ثابت ہو۔ شوڈان اگر میری آمد سے واقف ہو گیا ہے تو پھر اس سے باقاعدہ ہی مقابلہ ہوگا۔ لیکن یہاں تن تنہا۔ کیا میں ایک ایسے مجرم کا مقابلہ کر سکتا ہوں جو اپنے دشمن کی آمد سے اتنے بڑے شہر میں چند ہی لمحات میں واقف ہو جائے۔ ذرا سوچنے کی بات تھی۔ اپنے شہر میں میں جو چھوٹے موٹے کام کرتا رہا تھا، اس میں میرے دوست بھی میرے معاون ہوتے تھے۔ لیکن یہاں ایک بہت بڑے کام کے لیے میں کسی بیل کی طرح منہ اٹھائے آ گیا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ بہرطور رات کو دیر تک جاگتا رہا اور پھر نجانے کب آنکھ لگ گئی تھی۔

دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی اور دل میں کافی خود اعتمادی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنا دن کا پروگرام ترتیب دیا۔ آج کا کام صرف اتنا تھا کہ ان تمام جگہوں کا جائزہ لے لوں جن کی نشاندہی روبیلہ نے کی ہے۔ پہلے ان جگہوں کی پوری تفصیل معلوم کر لوں اور اس کے بعد شوڈان کو تلاش کروں۔ اس فیصلے سے ذہن بہت مطمئن ہو گیا تھا۔ ویسے بھی وینس کی سیاحت بہت زیادہ طمانیت کا باعث بنی تھی اور دل کو ایک خوشی کا سا احساس ہوتا تھا۔ میں تیاریاں کرنے کے بعد خوبصورت وینس میں نکل آیا۔ وہی زندگی، وہی ہنگامہ۔ میں نے گھاٹ کے قریب پہنچ کر سان مارکو چوک کا رخ کیا جس کا فاصلہ تقریباً ایک میل ہوگا۔ ویٹنگ ہال کے سامنے ٹکٹ کی مشین لگی ہوئی تھی۔ آدھے لیرے کا سکہ سوراخ میں ڈالا تو مشین کے نچلے حصے سے نکل آیا۔ اس کے بعد میں اس موٹر اسکافو پر جا بیٹھا جو سفر کے لیے تیار تھا۔ گھنٹہ گھر کے سامنے والے گھاٹ پر پہنچ کر یہ موٹر بوٹ رک گئی۔ اور میں نیچے اتر آیا۔ سامنے ہی دوج محل نظر آ رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک کلیسا بنا ہوا تھا۔ بہرطور بہت ہی خوبصورت علاقہ تھا۔ میں اس علاقے میں گھومتا رہا۔ یہیں پر ایک جگہ کا نام مجھے بتایا گیا تھا۔ اور مجھے اس جگہ کا جائزہ لینا تھا۔ اس کی تلاش میں مجھے زیادہ وقت پیش نہ آئی۔ اور میں اچھی طرح اس کا اندازہ لگانے لگا۔ دل میں یہ خیال بھی تھا کہ کسی بھی لمحے خطرناک صورتحال پیش آ سکتی ہے کیونکہ شوڈان میری آمد سے واقف ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے آدمی اب بھی میری نگرانی کر رہے ہوں۔ حالانکہ میں اسے ایک عبرتناک سزا دے چکا ہوں۔ بظاہر یہ نظر نہیں آتا تھا کہ پولیس میرے سلسلے میں کسی مسئلے سے آگاہ ہو چکی ہے۔ اور میری راہ میں کوئی دقت نہیں تھی۔ اس جگہ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ کس طرح معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں، اور پھر میں وہاں سے بھی واپس چل پڑا۔ آج کسی کارروائی کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ بس یونہی ان تمام جگہوں کا جائزہ لینا تھا۔ چنانچہ میرا یہ سفر جاری رہا۔ دوپہر کو ایک ہوٹل میں یہاں کا ایک روایتی کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد شام تک اسی آوارہ گردی میں مصروف رہا۔ موسم اتنا خوشگوار تھا کہ جیسے میں ذرا بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ شام کو میں وینس کے ایک خوبصورت علاقے میں نکل آیا اور پھر ایک ہوٹل کا رخ کیا۔ رات کا کھانا اسی ہوٹل میں کھانے کا پروگرام تھا۔ ہوٹل بھی بہت خوبصورت تھا۔ اس کے بہت بڑے ہال میں آرکسٹرا بج رہا تھا۔ میں نے ایک اچٹتی سی نگاہ میزوں پر بیٹھے لوگوں پر ڈالی۔ بھانت بھانت کے لوگ مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے اور پھر میں نے ایک جگہ منتخب کر لی اور کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی کرسی پر بیٹھے ہوئے چند لمحات بھی نہ

گزرے تھے کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔ گہرے گھنے اور سخت سیاہ بال اور گہری سیاہ آنکھیں لیکن خدوخال کسی مشرقی ملک کے نہیں تھے۔ اس کا لباس بھی بہت نفیس تھا اور بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو۔"

"آپ کے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے خوبصورت بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"وینس کے اجنبی! یقینی طور پر تم ایک سیاح ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور وینس میں تنہا بھی محسوس ہوتے ہو۔"

"یہ بھی درست ہے۔"

"تو کیوں نہ میں تمہاری تنہائی کی ساتھی بن جاؤں؟" اس نے گردن خم کر کے کہا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مرتع ہے؟"

"بے حد شکریہ، لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں غلط لڑکیوں میں سے ہوں۔ نہ تو میں کوئی کال گرل ہوں اور نہ ہی میرا مقصد کوئی اور ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں اس شام تمہاری جیب پر بار بننا چاہتی ہوں۔"

"مجھے بھی یہ محسوس نہیں ہوتا۔"

"میں میزبانی کر رہی ہوں تمہاری تو اخراجات بھی میرے ہی ذمے ہوں گے۔"

"اوہ۔ تو ڈیئر، کیا نام ہے تمہارا؟"

"جینی میسن۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جینی میسن، لیکن تم جس انداز میں میرے پاس آئی ہو، اس میں میں ہی تمہیں اپنا مہمان سمجھتا ہوں۔"

"تو پھر میں جا رہی ہوں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم میرے بارے میں کسی بھی برے انداز میں سوچو۔" میں نے گردن ہلا دی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" جینی میسن بہت باتونی لڑکی تھی۔ آرکسٹرا کی مدھم دھنوں کے درمیان وہ مجھ سے وینس کے بارے میں گفتگو کرتی رہی۔ اور ہم لوگوں نے طویل وقت ساتھ گزارا۔ تقریباً ساڑھے دس بجے جینی میسن نے ویٹر کو بلا کر کھانے کے لیے آرڈر دے دیا اور میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے کہا۔

"بلاشبہ تم سے میری ملاقات بے حد خوشگوار رہی ہے ڈیئر لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں آسانی سے تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی۔"

"کوئی بات نہیں، تم جیسی لڑکی سے مل کر مجھے بھی خوشی ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کل تم سے ملاقات ہو رہی ہے لیکن کہاں؟" میرے دل میں ایک لمحے کے لیے آیا کہ میں اسے اپنے ہوٹل کا پتا بتا دوں لیکن پھر میں نے یہ فیصلہ ملتوی کر دیا اور آہستہ سے بولا۔

"میرا خیال ہے یہ جگہ بہتر ہے۔ تم کس وقت آؤ گی؟"

"میں کل تین بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا۔ لڑکی نے بل وغیرہ ادا کر دیا اور اس کے بعد وہ اٹھ گئی۔

وہ چلی گئی اور میں بیٹھا رہا لیکن وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ ممکن ہے وہ بھی میری طرح کوئی سیاح ہو یا پھر وقت سے اکتائی ہوئی ہو اور اس نے میرا ساتھ غنیمت سمجھا ہو۔ لیکن ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ وہ شوڈان کی کارکن ہو۔ شوڈان اپنی پہلی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد مجھے کسی اور ذریعے سے اپنے چکر میں پھنسانا چاہتا ہو۔

بہرحال میں وہاں سے اٹھ گیا اور پھر اپنے ہوٹل تک پرسکون طریقے سے پہنچ گیا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے پریشان کن ہوتی۔ لڑکی نے دوسرے دن تین بجے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور میرے لیے یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے تو یہ بھی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ باقی جگہوں کے بارے میں مجھے کیا کرنا ہے۔ شوڈان کی تلاش میرا اول کام تھا۔ اگر یہ لڑکی وہاں تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائے تو اچھی ہی بات ہے۔ شوڈان سے کم از کم ایک بار میرا سامنا تو ہو جائے۔

دوسرے دن زیادہ تر وقت ہوٹل ہی میں گزارا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور اس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لڑکی کو اسی جگہ ریسیو کرنا تھا۔ ہوٹل کے دروازے سے نکل کر میں سفر کرتا رہا۔ سڑکیں پر رونق ہوتی جا رہی تھیں۔ نفیس شوکیسوں میں حسین اشیا سجی ہوئی تھیں۔ میں گھومتا ہوا پھر اس جگہ پہنچ گیا جہاں پچھلے دن لڑکی سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

"ہیلو، مائی ڈیئر، تم صحیح وقت پر پہنچ گئے۔ میں ہی ذرا جلدی آگئی تھی۔"

"ہیلو، مس جینی میسن!" میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"ہیلو۔" وہ دوبارہ بولی اور پھر کہنے لگی۔

"آؤ۔ یہ وقت ہوٹل میں بیٹھنے کا نہیں ہے۔ شام ڈھلنے والی ہے۔ اور وینس بے حد حسین ہے۔"

"تو پھر آج کی شام تمہارے نام۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور جینی میسن ہنس پڑی۔

ہم لوگوں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑے جینی میسن کے بدن سے ہلکی ہلکی خوشبو اٹھ رہی تھی اور وہ بہت ہی خوبصورت نظر آرہی تھی۔ وینس کی حسین سڑکیں، آبی شاہراہیں اور ایک حسین لڑکی کا ساتھ۔ ایک بار پھر میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ میں نے سوچا کہ کیوں بلاوجہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ وینس بہت حسین ہے۔ کم از کم یہاں سے جاؤں، تو اس کی کچھ یادیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ پھر ایک خوبصورت علاقے میں لڑکی نے ٹیکسی چھوڑی اور اس کے بعد ہم آگے بڑھنے لگے۔ نجانے کیا نام تھا اس علاقے کا لیکن بہت خوبصورت تھا۔ ندی کے پلیٹ فارم پر کئی سیڑھیاں اوپر کی جانب گئی ہوئی تھیں۔ پلیٹ فارم کے کنارے درخت لگائے گئے تھے جو پانی میں جھکے ہوئے تھے اور یہاں مختلف لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ایک عمارت کے قریب پہنچ کر لڑکی نے مجھ سے کہا۔

"یہاں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ اگر تم چند لمحات انتظار کرو تو میں اس سے ملاقات کر لوں۔ بس دو تین منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"کیا حرج ہے۔" میں نے کہا۔ اور لڑکی عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں اس خوبصورت منظر کو دیکھتے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن دفعتاً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ دوست۔ یہ دوست کہیں شوڈان تو نہیں ہے۔ میرے دماغ میں بجلی سی کوند گئی۔ اور اسی وقت مجھے چند افراد اپنی جانب بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ ان کی تعداد غالباً تین یا چار تھی۔ مجھے صاف محسوس ہو گیا وہ میری ہی طرف بڑھ رہے ہیں۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہیلو!" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور دوسرے لمحے میرا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ اس شخص نے پستول نکال لیا تھا۔

"تمہاری یہاں آمد پر ہم تمہارے شکر گزار ہیں مسٹر!" میرے سامنے والے شخص نے کہا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا لیکن نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں نیلی دھند سی پھیلنے لگی۔ اور دوسرے لمحے میں نے اس دھند کے زیر اثر عمل بھی کر ڈالا۔ میرا الٹا ہاتھ ایک شخص کے منہ پر پڑا تھا۔ اور وہ بری طرح پیچھے الٹ گیا تھا۔ لیکن اس شخص کے نزدیک کھڑے ہوئے شخص نے اپنی آہنی انگلیاں شکنجوں کی طرح میری گردن میں پیوست کر دیں اور میں اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کرنے لگا۔ میں نے پلٹ کر کہنی اس کے پیٹ میں ماری اور میرا یہ حربہ کسی قدر کارگر رہا۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی میں نے اپنی گردن چھڑا کر اس کی پیشانی پر ایک زوردار گھونسا رسید کر دیا اور پھر جونہی وہ نیچے گرا، میں نے ایک بھرپور ٹھوکر اس کے پیٹ پر ماری، اس کے حلق سے بری طرح آواز نکلی تھی لیکن عقب سے میرے سر پر ایک زوردار ضرب پڑی۔ اور میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل کر رہ گئے میں نے اپنی کھوپڑی کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ضرب اتنی زوردار تھی کہ آنکھوں کی بینائی بحال نہ رہ سکی۔ کچھ دیر تک تارے نظر آتے رہے۔ اور اس کے بعد میں شاید اوندھا ہی زمین پر جا پڑا تھا۔ ہوش و حواس نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن نجانے کتنی دیر کے بعد رفتہ رفتہ آنکھوں سے دھند چھٹنے لگی۔ کافی بلندی پر روشنی نظر آرہی تھی جبکہ میرے اطراف میں اندھیرا تھا۔ میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ زیادہ اندازہ تو نہیں ہو رہا تھا لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی اچھا خاصا بڑا کمرا ہے۔

اور اس وقت میں کسی بستر پر پڑا ہوا ہوں۔ چونک کر جیبیں تلاش کیں تو وہ پستول غائب پایا جو میرے پاس محفوظ تھا۔ اور میرے ایک دوست کا عطیہ تھا یعنی وہ دوست جس نے یہاں داخل ہوتے ہی مجھ پر حملہ کیا تھا اور میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ لیکن اب سب کچھ غائب تھا۔ جیبوں میں کچھ بھی نہیں تھا۔ میں حیران سا بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت چٹ کی آواز کے ساتھ کمرے میں تیز روشنی ہو گئی۔ اور سب سے پہلے میں نے جس شخصیت کو دیکھا یہ جینی میسن ہی تھی جو مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس کے عقب میں نگاہیں دوڑائیں تو وہاں چاروں آدمیوں کو موجود پایا۔ جینی میسن آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آگئی تھی۔ اس وقت اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔ اور وہ اور وہ پہلے جیسی الھڑ نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"یہ سب کیا ہے؟"

"اسی موضوع پر بات کرنے کے لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں مائی ڈیئر مسٹر۔۔۔ کس نام سے پکاروں تمہیں؟" تب دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ جینی میسن نے اپنا نام تو مجھے بتا دیا تھا لیکن خود مجھ سے اس نے میرا نام نہیں پوچھا تھا۔ نہ جانے کیوں؟ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جینی میسن نے ایک کرسی گھسیٹی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"دراصل تم سے کچھ گفتگو کرنا بے حد ضروری ہے۔ ویسے اس کا اندازہ ہم لگا چکے ہیں کہ تم انتہائی طاقتور ذہین اور پھرتیلے آدمی ہو۔ اور بڑی برق رفتاری سے عمل کرتے ہو۔"

"اس کا اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنے چند آدمیوں کو کھو کر۔" جینی میسن نے جواب دیا۔ اور میں اسے چونک کر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم۔۔۔ تم۔۔۔"

"ہاں۔ ڈیئر، میرا نام جینی میسن ہی ہے اور میں انہیں لوگوں سے تعلق رکھتی ہوں جنہیں تم نے ہلاک کر دیا تھا۔"

"مگر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے جینی میسن، میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں صرف ایک سیاح ہوں اور بغرض سیاحت یہاں آیا ہوں۔"

"ہر آدمی جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ذہین آدمی کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ اس کے لیے کوئی اتنی بڑی جدوجہد بے کار نہیں ہو سکتی۔ اس کے پس پردہ کچھ ہے۔ تم اگر اپنے آپ کو سیاح ظاہر کرتے ہو تو ظاہر ہے ہم اس پر یقین نہیں کریں گے۔ میں بہت زیادہ گھما پھرا کر بات نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے بتاؤ کہ شوڈان کہاں ہے!"

"کیا!۔" میں چونک پڑا۔

"ہاں۔ ہمیں شوڈان کی تلاش ہے اور تم اس کے دست راست ہو۔" جینی میسن کے ان الفاظ پر میں بے اختیار اپنے قہقہے کو نہ روک سکا اور دیر تک ہنستا رہا۔ جینی میسن سرد نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ بولی۔

"بیوقوف بنانے کی ہر کوشش میں تم ناکام رہو گے مسٹر!"

"تم نے مجھے ایک لطیفہ سنا دیا ہے جینی میسن، میں اور شوڈان کا دست راست۔"

"تم ابھی تھوڑی دیر کے بعد اپنی زبان سے چیخ چیخ کر یہ الفاظ ادا کرو گے کہ تم شوڈان کے ساتھی ہو۔"

"گویا تم مجھ پر تشدد کرو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"تشدد ایسا نہیں ہوگا جو روایتی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے پاس ایسے بہت سے ذرائع ہیں جو بڑے بڑے لوگوں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔"

"تب مائی ڈیئر جینی میسن، تم میرے ساتھ ظلم کرو گی۔ اگر تم مجھے شوڈان کا ساتھی سمجھتی ہو تو یوں سمجھو کہ سب سے بڑی حماقت کر رہی ہو۔ میں شوڈان کا ساتھی کسی قیمت پر نہیں۔ ہاں تم مجھے اس کے بدترین دشمنوں میں شمار کر سکتی ہو۔"

"کیا مطلب؟" جینی میسن کسی قدر چونکی ہوئی نظر آنے لگی۔

"ہاں میں درست کہہ رہا ہوں۔ اس وقت روئے زمین پر شوڈان کا مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہیں ہے اور اگر تم شوڈان کے ساتھی کے دھوکے میں مجھے پکڑ کر یہاں لائی ہو تو میں تم سے احتجاج کرتا ہوں۔ مجھے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی زندگی کا گاہک سمجھو تم میں اسے قتل کر دینا چاہتا ہوں اور میرا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

"تم مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔"

"نہیں ڈیئر جینی میسن، جس طرح بھی چاہو، اس بات کا یقین کر سکتی ہو کہ میں شوڈان کا بدترین دشمن ہوں۔ میری طرف سے تمہیں آزادی ہے۔ میں تمہاری قید میں زندگی بھر رہنے کے لیے تیار ہوں۔ پہلے اس کا تعین کر لو کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے یا نہیں۔ البتہ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھے شوڈان کا ساتھی کیسے سمجھ لیا؟"

"اس کا مطلب ہے کہ... کہ...؟" جینی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر بولی۔

"شوڈان کے سامان سے تمہاری تصویر نکلی تھی اسی بناء پر تم ہماری نگاہوں میں آ گئے۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ بدبخت مجھ سے واقف ہے۔" میں نے جلدی سے کہا حالانکہ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ میری تصویر شوڈان کے پاس کہاں سے پہنچ گئی۔ پھر میں نے چونک کر کہا۔

"اگر تم مناسب سمجھو جینی میسن تو مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرو۔ شوڈان سے تمہاری کیا پرخاش ہے اور تم اس سلسلے میں کیا چاہتی ہو؟" جینی میسن نے پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور سب چلے گئے۔ جینی میسن نے مجھ سے کہا۔

"سنو مائی ڈیئر، تمہارا نام کیا ہے؟"

"تم مجھے جہانگیر کہہ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اس کا تلفظ میرے لیے مشکل ہوگا۔ بہرطور۔"

"ٹھیک ہے تم مجھے جمال بھی کہہ سکتی ہو۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔" جینی میسن نے کہا اور پھر بولی۔

"مسٹر جمال، یہ بتاؤ کہ تم شوڈان سے کیسے واقف ہو؟"

"اس کے پس پردہ ایک کہانی ہے۔ اگر تم شوڈان کے بارے میں زیادہ جانتی ہو تو کیا تمہیں روبیلہ نامی کسی لڑکی کے بارے میں بھی علم ہے۔"

"ہاں وہ شوڈان کی ساتھی ہے۔"

"ساتھی نہیں بلکہ یوں سمجھ لو کہ شوڈان کے ظلم و ستم کا شکار۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور جینی میسن مجھے بغور دیکھنے لگی پھر بولی۔

"روبیلہ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"وہ میری محبوبہ ہے اور روئے زمین پر مجھ سے بڑا اس کا ہمدرد اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تمہیں شوڈان کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہیں تو تم یہ بھی جانتی ہوگی کہ روبیلہ شوڈان کا شکار ہے۔ شوڈان نے اس کے بہن بھائیوں کو قید کر رکھا ہے۔ اور اس کے بل پر وہ روبیلہ سے اپنے کام کراتا ہے۔"

"ہاں یہ کہانی میرے علم میں آئی تھی۔"

جینی میسن اب کافی نرم نظر آنے لگی تھی اور میرے ذہن میں خوشی کی ایک لہر بیدار ہوتی جا رہی تھی کہ کم از کم کام کچھ تو آگے بڑھا۔ اس خوفناک صورتحال سے اگر نکل سکا تو میرے لیے بڑا قیمتی ہوگا۔ جینی میسن مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"تو پھر تم، میرا مطلب ہے تم۔"

"میں شوڈان پر کئی حملے کر چکا ہوں لیکن وہ کم بخت میری گرفت میں نہیں آیا۔ پچھلے دنوں وہ ایک اور ملک گیا ہوا تھا۔ اور وہاں سے اس نے کوئی کارروائی کی ہے۔ میں اسی وقت سے اس کے پیچھے ہوں، روبیلہ میرے قبضے میں ہے اور میں اس سے یہ وعدہ کر چکا ہوں کہ اس کے بہن بھائیوں کو شوڈان سے آزاد کراؤں گا۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ شوڈان نے اس ملک میں کیا کیا ہے؟"

"نہیں، میں اس بارے میں نہیں جانتا لیکن میرا اپنا جو مقصد ہے وہ اسی شکل میں پورا ہو سکتا ہے کہ میں شوڈان کو ہلاک کر دوں۔"

"شوڈان کے بارے میں یہ علم ہے تمہیں کہ وہ آج کل کہاں ہے؟"

"یہاں وینس میں، میں نے اس کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں اور ایسی بہت سی جگہوں کا پتا لگایا ہے جہاں وہ دستیاب ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر سنو مائی ڈیئر مسٹر جمال، اگر تم شوڈان کا پتا لگا سکے تو ہم سے بڑا ساتھی اور نہیں پاؤ گے۔"

"تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

"شوڈان کے پاس کچھ ایسے کاغذات ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہاں وہ ان کاغذات کو فروخت کرنا چاہتا ہے۔ اور بہت سے ملکوں کے نمائندے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ اس سے پہلے ہی ہم شوڈان پر ہاتھ ڈال کر وہ کاغذات اس کی گرفت سے نکال لینا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر سنو مائی ڈیئر جینی میسن، تم چاہو تو مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو۔ اور اس کے لیے میں نے تمہیں کھلی آزادی دے رکھی ہے کہ تم اپنے طور پر یہ تحقیقات کر لو۔ میں کسی قسم کے کاغذات وغیرہ سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ مجھے صرف شوڈان کی موت درکار ہے تاکہ روبیلہ کے بہن بھائیوں کو آزاد کرا سکوں اور اس کے لیے میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ممکن ہے وہ تمہارے لیے قیمتی ہوں۔"

"ہاں، اب میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہوں اور اس بات کے لیے افسوس کرتی ہوں کہ تمہارے ساتھ غلط سلوک کیا گیا۔"

"کوئی بات نہیں ہے اگر مجھے تمہارا ساتھ مل جائے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"کیا تمہیں کچھ ایسی جگہوں کا علم ہے جو شوڈان کی نشاندہی کر سکیں؟"

"ایسی کئی جگہیں میرے علم میں ہیں اور میں تمہیں ان کے بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔"

جینی میسن واقعی میرے ساتھ پوری طرح تعاون کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کھانے پینے کی کچھ اشیاء منگوائیں اور مجھے اس کمرے سے نکال کر دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ یہاں جینی میسن نے مجھے احترام سے بیٹھنے کی پیشکش کی اور اس کے بعد میں اور وہ شوڈان کے مسئلے پر گفتگو کرنے لگے۔ جینی میسن نے شاید مجھ پر پوری طرح اعتماد کر لیا تھا اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس سے بہتر موقع مجھے اور کوئی نہیں مل سکے گا۔ جینی میسن کا پورا پورا اعتماد حاصل کر لیا جائے۔ مقصد تو میرا جو کچھ بھی تھا وہ میرے دل میں تھا لیکن یہ بہت اچھی بات تھی کہ جینی میسن روبیلہ کا کیس جانتی تھی۔ یہاں مجھے اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی کہ روبیلہ نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ وہ لڑکی واقعی قابل رحم تھی اور مجھے اس کے سلسلے میں بہت ہی ضروری معلومات درکار تھیں، تاکہ میں اس کی بہن بھائیوں کے لیے کام کر سکوں۔

جینی میسن کو جو میں نے پتے بتائے ان میں سے کچھ کے بارے میں اسے بھی علم تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ چند جگہوں کی نشاندہی واقعی بہت عمدگی سے کی گئی ہے۔ غرضیکہ جینی میسن سے میری کافی دوستی ہو گئی اور اس نے مجھے پیشکش کی کہ میں وہ ہوٹل چھوڑ کر اگر اس کے پاس رہ جاؤں تو اس طرح کام میں آسانی ہوگی۔ میں نے خوشی سے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔

"مائی ڈیئر جینی میسن، میرا مشن جو کچھ بھی ہے اب تمہارے علم میں آ چکا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے مقاصد الگ الگ ہیں اور ہم کسی طرح ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔ اس صورتحال میں میں اپنا مقصد پورا کروں گا اور تم اپنا۔ مجھے جس طرح چاہو استعمال کر سکتی ہو۔"

جینی میسن نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں جینی میسن کے ساتھ وقت گزرتا رہا۔ میں نے اس سے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ وہ خود کس حیثیت کی مالک ہے اور ان کاغذات کے حصول کے لیے کیوں سرگرداں ہے۔ ایسا کوئی سوال میرے لیے بہت مشکل ہو سکتا تھا۔ پھر جینی میسن نے مجھے کئی بار آزمایا اور ایسی جگہوں پر لے گئی جہاں کی نشاندہی میں نے خود کی تھی۔ ہم شوڈان کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ میں بھی خلوص دل سے یہ کام کر رہا تھا۔ اور جینی میسن سے کسی بھی طرح سے انحراف نہیں کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف آٹھ دن کے اندر اندر ہم دونوں کے درمیان بہت گہری یگانگت پیدا ہو گئی۔ جینی میسن کو مختلف ذرائع سے شوڈان کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن شوڈان ایک بار بھی ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ جینی میسن اس سلسلے میں مضطرب ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"اگر غیر ملکی ایجنٹ یہاں پہنچ گئے اور شوڈان کا ان سے رابطہ ہو گیا تو بڑا مشکل مرحلہ درپیش ہو جائے گا۔"

پھر ایک شام جینی میسن نے مجھے بتایا کہ اتفاقیہ طور پر ہمیں وہ مشن انجام دینے ہیں۔ اس نے ایک کے سلسلے میں مجھ سے درخواست کی اور میں نے فوراً ہی اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ میں اس علاقے کی جانب چل پڑا جہاں مجھے شوڈان کی تلاش میں جانا تھا۔ جینی میسن دوسرے مرحلے پہ کام کرنے نکل گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ جینی میسن کو کاغذات کے حصول میں ضرور کامیاب ہونا چاہیے ورنہ میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گی اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ کاغذات اگر پہلے جیسی ہی کے پاس پہنچ جائیں تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے۔ جس علاقے میں مجھے بھیجا گیا تھا وہ وینس کے مشرقی علاقے کا ایک خوبصورت حصہ تھا۔ یہاں دور دور تک قد آدم جھاڑیاں اور درخت پھیلے ہوئے تھے۔ دوسری جانب پتھریلا میدان تھا جو بتدریج بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔ اسی وقت میری نگاہیں ایک چھوٹی سی سڑک کے کنارے کچی جگہ پر بنے ہوئے ٹائروں کے نشانات پر جم گئیں اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پھر میں کناروں سے ٹائروں کے نشانات تلاش کرتا ہوا ان کے سہارے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ ٹائروں کے نشانات بلندی کی جانب جا رہے تھے اور میں محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اس جگہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ابھی میں زیادہ فاصلہ نہیں طے کر پایا تھا کہ دفعتاً ہی ایک سنسناہٹ سنائی دی اور کوئی چیز میرے سر سے صرف چند انچ اوپر سے گزر گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جھاڑیوں میں چھلانگ لگا دی تھی پہاڑوں میں گونجنے والی آواز اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ مجھ پر رائفل سے وار کیا گیا ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ مجھے یہاں پر دیکھ لیا گیا ہے۔ پھر باقاعدہ فائرنگ ہونے لگی۔ گولیاں بارش کی طرح میرے آس پاس سے گزر رہی تھیں اور میں بے حس و حرکت جھاڑیوں میں لیٹا مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس فائرنگ سے نجات ملے تو میں کچھ کروں۔

فائرنگ ایک لمحے کے لیے رکی اور میں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ میں اچھل کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ اسی لمحے فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ کون ہیں اور کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں ان کی تعداد کتنی ہے۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کوئی بھی ہیں، ایک بار میرے ہاتھ لگ جائیں تو میں دوبارہ اپنی قوتوں کو آزمالوں۔

اگرچہ درخت کی دوسری جانب جانے میں خطرہ تھا لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک طرف دیکھا اور پھر بہت ہی احتیاط سے اس طرف رینگنے لگا۔ اطراف میں کانٹے دار جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جو میرے ہاتھوں اور پیروں پر خراشیں لگا رہی تھیں۔ مگر میں رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ چند لمحات کے بعد فائرنگ بند ہو گئی۔ میں نے سر ابھار کر دیکھا کافی فاصلے پر ایک شخص رائفل سنبھالے متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان بڑا فاصلہ تھا اور یہ فاصلہ طے کرنے میں مجھے کافی وقت پیش آ سکتی تھی۔ تاہم میں آگے بڑھنے لگا۔ ابھی میں بہت زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً ہی اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور دوسرے لمحے وہ رائفل سنبھالے وہ میری جانب لپکا۔ رائفل کے آگے سنگین لگی ہوئی تھی اور وہ بڑے وحشیانہ انداز میں میری جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ جیسے ہی میرے قریب پہنچا۔ میں نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو فضا میں بلند کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ اور اس نے سنگین سے مجھ پر وار کرنے کی کوشش کی لیکن میں صاف بچ گیا۔ اور دوسرے ہی لمحے میں نے عقب سے اس کی گردن پکڑ لی۔ رائفل اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی لیکن میں نے اس کی گردن دبائی ہوئی تھی اور پوری قوت سے اسے سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ پلٹ نہیں سکتا تھا لیکن اس کا ہاتھ ٹرائیگر تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے انتہائی کوشش کر کے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور اب ہم دونوں میں رائفل کے لیے کشمکش ہونے لگی۔ میری کوشش تھی کہ رائفل کی نال کا رخ آسمان کی جانب رہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے گھٹنے پر ایک زوردار ضرب لگائی اور وہ بلبلا اٹھا مگر رائفل پر پھر بھی اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی تھی۔ ہم دونوں لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گر گئے۔ نیچے گرتے ہوئے مجھے دونوں ہاتھ رائفل پر جمانے کا موقع مل گیا۔ سنگین اس کے نرخرے کو چھو رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر غرا کر اس سے رائفل چھیننے کی کوشش کی۔ اس نے رائفل چھوڑ دی اور دفعتاً ہی چاقو نکال لیا۔ میں ایک لمحے میں ہوشیار ہو گیا تھا۔ اسے حملہ کرنے کا موقع دینے سے پہلے ہی میں نے رائفل پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا اور سنگین اس کے نرخرے کو کاٹتی ہوئی اندر گھس گئی۔ خون کا فوارہ بہہ نکلا تھا۔ میں پھرتی سے اسے چھوڑ کر ہٹ نہ جاتا تو یقینی طور پر یہ خون میرے لباس کو تر کر دیتا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ چند ہی لمحات میں اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ چاقو اب بھی اس کی مٹھی میں دبا ہوا تھا۔ میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلائی اور اس کے ہاتھ سے چاقو نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ

اب کیا کرنا چاہیے۔ بہرطور اس کے بعد میں آگے بڑھا۔ لیکن صورتحال کچھ بہتر نہیں تھی۔ دفعتاً ہی میں نے عقب میں آہٹیں سنیں اور مڑ کر دیکھا تو دو آدمی میرے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کی خونخوار نگاہیں بتا رہی تھیں کہ اب وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے اپنے ساتھی کی لاش کو بھی دیکھ لیا تھا۔ اور ان کے چہرے خون آلود نظر آ رہے تھے۔ نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا کہ اب صورتحال میرے حق میں خراب سے خراب تر ہو گئی ہے۔ میرے پاس ان سے کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس وقت میں مسلح تھا۔ یہ رائفل جو میرے ہاتھ میں تھی، اس کے بارے میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس میں گولیاں ہیں بھی یا نہیں۔ ان دونوں نے ہلکی سب مشین گنیں نکال کر ان کا رخ میری جانب کر دیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور دوسرے لمحے میرے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔ میں نے انگلش میں کہا۔

"آخر تم لوگ میری جان کے دشمن کیوں ہو گئے ہو، میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟"

"تم نے، تم نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا اور کہہ رہے ہو کیا بگاڑا ہے؟" ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کیا کرتا، یہ شخص مسلسل مجھ پر گولیاں برسا رہا تھا اور پھر سنگین سے مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اگر میں اپنی جان بچانے کی کوشش نہ کرتا تو یقیناً یہ مجھے ہلاک کر دیتا۔"

"کون ہو تم؟" ان میں سے ایک نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"سیاح۔ صرف ایک سیاح، تم جس طرح چاہو میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ میں گھومتا پھرتا اس علاقے میں نکل آیا تھا کہ اچانک ہی مجھ پر گولیاں برسنے لگیں۔ اور یقین کرو کہ میں نے اس شخص کو جان بوجھ کر قتل نہیں کیا۔ یہ سنگین صرف اس کے حملے کی وجہ سے اس کے جسم میں پیوست ہو گئی ہے ورنہ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

میں نے ایک ملک کا نام لے دیا جو غلط تھا۔

"یہاں کیوں آئے تھے؟"

"کہا تو ہے نا کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا بس گھومتا پھرتا ادھر آ نکلا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ علاقہ ممنوعہ ہے۔"

"اس کے باوجود تم یہاں سے واپس نہیں جا سکتے تم نے ہمارے ایک آدمی کا خون کیا ہے۔ اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو۔ یہ رائفل پھینک دو اور خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر ہمارے ساتھ چلو۔ صورتحال ایسی تھی کہ اس کے علاوہ میرے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے لیے ہوئے چل پڑے۔ بلندیاں طے کرنے کے بعد دوسری طرف ڈھلان میں مجھے ایک عمارت نظر آئی جو کچھ عجیب سی حیثیت کی حامل تھی۔ بہرطور اس عمارت کے بارے میں بھی مجھے نشاندہی کی گئی تھی اور یقینی طور پر یہی شوڈان کی رہائش گاہ تھی۔ مجھے اس علاقے میں لے جایا گیا اور اس کے بعد عمارت کے ایک کمرے میں مجھے قید کر دیا گیا۔ کمرہ نیم تاریک تھا اور باہر سے اندر داخل ہونے کے بعد یہاں کا ماحول نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے دفعتاً ہی احساس ہوا کہ یہاں میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے اور چند لمحات کے بعد جب میری آنکھیں دیکھنے کی عادی ہو گئیں تو میں نے دو افراد کو دیکھا جو وہاں موجود تھے اور کرسیوں سے بندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے ساتھ البتہ ایسا کوئی سلوک نہیں کیا گیا تھا۔ میں انہیں تعجب سے دیکھتا رہا اور میرے ذہن کو ایک بار پھر شدید جھٹکا لگا کیونکہ ان دونوں کے خدوخال بتاتے تھے کہ ان کا تعلق کسی ایشیائی ملک ہی سے ہے۔ میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ وہ بھی مجھے گھور رہے تھے۔ دونوں ہی تندرست و توانا تھے اور اچھی جسامت کے مالک۔ میں نے ان میں سے ایک سے سوال کیا۔

"کون ہو تم؟ اور تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم بھی ایشیائی باشندے ہو۔" اس شخص نے کہا جس سے میں نے سوال کیا تھا۔

"ہاں۔"

"تعلق کہاں سے ہے؟" اس شخص نے پوچھا اور جب میں نے اپنے ملک کا نام بتایا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے اردو میں کہا۔

"ہمارا تعلق بھی وہیں سے ہے۔"

"اوہ۔ لیکن تم لوگ۔ تم لوگ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں اپنے دشمنوں کے جال میں آ پھنسے ہیں لیکن تم کون ہو جس طرح وہ لوگ تمہیں لائے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم یہاں قیدی ہو۔"

"ہاں۔"

ابھی ہم اتنی ہی گفتگو کر پائے تھے کہ دفعتاً چند افراد اندر داخل ہوئے۔ وہ ایک کرسی ساتھ لائے تھے اور پھر میری کیفیت بھی ان لوگوں سے مختلف نہ رہی۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا تھا وہ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔ جب وہ لوگ میرے ہاتھ پشت پر کس کر باندھ رہے تھے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی رسیاں اتنی ڈھیلی رکھی تھیں کہ انہیں یہ احساس ہو کہ وہ مجھے کس کر باندھ رہے ہیں۔ لیکن یہ میری کلائیوں کی قوت تھی جس کی وجہ سے میں نے اپنی دونوں کلائیاں ایک دوسرے سے دور رکھی تھیں اور انہیں اس کا اندازہ نہ ہونے دیا تھا۔ میں جب بھی چاہتا آسانی سے اپنے ہاتھوں کی بندشیں کھول سکتا تھا۔ وہ لوگ مجھے باندھ کر چلے گئے۔ اور اس کے بعد میرا ان دونوں افراد سے پھر سلسلۂ گفتگو شروع ہو گیا۔ میں نے ان سے سوال کیا۔

"تم لوگوں کو یہ اندازہ ہے کہ یہاں تم کس کے قیدی ہو؟" وہ دونوں مجھے گھورتے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"مگر تم پہلے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں شوڈان نامی ایک شخص کی تلاش میں تھا۔ اور اس علاقے میں نکل آیا تھا لیکن ان کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ ان کا ایک آدمی میرے ہاتھوں مارا گیا۔ میں نے ان سے یہی کہا ہے کہ میں ایک سیاح ہوں لیکن درحقیقت مجھے شوڈان کی تلاش ہے۔"

"اس کی تلاش تو ہمیں بھی ہے۔ وہ اسی عمارت میں رہتا ہے اور آج رات کو ان کے درمیان ایک اہم میٹنگ ہونے والی ہے۔ سنو، کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ... کہ مگر اب تو تم کچھ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تم خود بھی قید ہو گئے ہو۔"

"ہاں، آگے بڑھو، آگے کہو کیا چاہتے ہو؟"

"شوڈان ایک اہم کارروائی میں مصروف ہے۔ مگر تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"ایک لڑکی ہے روبیلہ، جو اس کی ساتھی ہے۔ شوڈان نے اس کے بہت سے بھائیوں کو قید کر دیا ہے۔ میں شوڈان کو ہلاک کر کے ان لوگوں کی رہائی چاہتا ہوں۔"

"اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہو جاؤ تو ہم شوڈان کی ہلاکت میں تمہاری مدد کریں گے۔"

"لیکن اس سے پہلے مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"بس یہ سمجھ لو کہ ہم اپنے ملک کے انتہائی اہم مشن پر آئے ہیں اور ہمارا کام شوڈان سے کچھ چیزوں کا حصول ہے۔"

"کیا کچھ کاغذات؟" میں نے سوال کیا اور وہ دونوں اچھل پڑے۔ وہ دونوں مجھے تیکھی نگاہوں سے دیکھنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہیں ان کاغذات کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں؟"

"بدقسمتی سے میرا تعلق ان کاغذات سے بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

اور جواب میں میں نے انہیں پوری کہانی سنا دی۔ اپنے وطن کے لوگ تھے۔ میرے لیے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی کہ میں ان کے ساتھ تعاون کروں حالانکہ جینی ہیسن کو بھی میری یہاں آمد کا علم تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرتی ہے۔ وہ دونوں بری طرح چونک پڑے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ، تمہارا نام جہانگیر جمال ہے۔ تم مسٹر تیمور جمال کے بیٹے ہو؟"

"ہاں۔"

"تعجب ہے، واقعی تعجب ہے۔ سنو ڈیئر جہانگیر جمال، ہم لوگ اپنے ملک کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہیں اور شوڈان سے ان کاغذات کے حصول کے لیے ہی یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن ہم یہاں آ کر ان کے ہاتھ لگ گئے اور اب ان کے قیدی ہیں۔ ہمارے سفارت خانے کو یہ بات نہیں معلوم کہ ہم یہاں قید ہیں۔"

میں حیرانی سے ان کی صورت دیکھنے لگا۔ ان لوگوں سے میرا تعارف ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ اطمینان رکھیں میرا مقصد بھی کاغذات کا حصول ہے۔ یہ کہانی تو میں نے کچھ اور لوگوں کو سنانے کے لیے تیار

کی تھی۔ بہر طور ان لوگوں سے میری کافی دوستی ہو گئی۔ میں نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میں آزادی حاصل کر سکتا ہوں۔ البتہ میں نے ان سے اس سلسلے میں پوری پوری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ دل ہی دل میں اسے ایک دلچسپ اتفاق قرار دے رہا تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے مجھے ایک میٹنگ کے بارے میں بتایا جو آج رات ہونے والی تھی۔ کیا اس میٹنگ میں کاغذات کے سودے کی بات ہو گی۔ شوڈان کو ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ میں اس کے قبضے میں آ چکا ہوں اور اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے تو؟

ویسے اگر شوڈان کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ میں اس کی تلاش میں یہاں تک آ چکا ہوں تو پھر وہ میرے ساتھ رعایت نہیں برتے گا۔ اس کے لیے یہ تصور ہی خوفناک ہو گا کہ میں کامیابی سے اس کا تعاقب کرتا یہاں تک پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ شوڈان میری حیثیت سے واقف ہو جائے، مجھے کچھ کر ڈالنا چاہیے۔ ورنہ بے دست و پا ہو جاؤں گا۔ اور بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے اپنے کام کے لیے آج کی رات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جہاں تک میرے ان دونوں ہم وطنوں کا سوال تھا، میں صرف اتنا ہی کر سکتا تھا کہ انہیں بھی آزادی دلا دوں۔

کافی دیر تک میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ دروازے کے علاوہ کوئی اور ایسی جگہ جہاں سے نکلا جا سکے۔ اور میری قسمت نے یاوری کی۔ چھت کے پاس ایک قدیم طرز کا روشندان نظر آ رہا تھا جو کھلا ہوا تھا اور جس میں سلاخیں وغیرہ موجود نہیں تھیں۔ روشندان کی بلندی کافی تھی لیکن اس کا حل بھی دریافت کیا جا سکتا تھا۔

میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"معاف کرنا دوستو، حالانکہ تمہارا تعلق ایک ایسے محکمے سے ہے جو انتہائی خفیہ نوعیت کا حامل ہے لیکن تم لوگ یہ جان چکے ہو کہ میرا تعلق بھی کسی ایسی ویسی شخصیت سے نہیں ہے۔ چنانچہ اگر میں تم سے یہ سوال کروں کہ کیا تم دونوں یہاں تنہا ہو اور تمہاری رہائی کا یہاں کوئی معقول بندوبست ہے تو یہ سوال اتنا برا نہ ہو گا۔"

"اوہ نہیں مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر، ہمیں آپ پر مکمل اعتبار نہ ہوتا تو بھلا ہم اپنے بارے میں اتنی تفصیل سے آپ کو بتا دیتے۔ یہاں ہمارے گروپ کے چند افراد اور بھی ہیں لیکن وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ ہم یہاں آ پھنسے ہیں۔"

"گویا تمہاری رہائی کے لیے کوئی بیرونی کارروائی نہیں ہو سکتی؟"

"ابھی تو مشکل ہی نظر آتا ہے۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"جیسا کہ تم نے کہا کہ آج رات یہاں ایک میٹنگ ہونے والی ہے اور اس میں شاید کاغذات کے سلسلے میں غیر ملکی ایجنٹوں سے گفتگو ہو۔ تو کیا ہم لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کر سکتے؟"

جواب میں دوسرا آدمی ہنس پڑا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہو گا مسٹر جہانگیر۔ شوڈان ایک خطرناک آدمی ہے۔ اور اس نے معقول بندوبست کر رکھے ہوں گے۔"

میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔ "اگر تم لوگ مجھ سے تعاون کرو، تو میں اس سلسلے میں کوشش کر سکتا ہوں۔"

"ان حالات میں جبکہ ہم لوگ اس طرح کرسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے جسموں میں خون کی روانی تک رک گئی ہے۔ کیا کسی قسم کی کوششوں کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں کیا جا سکتا ہے۔ تھوڑا سا وقت کا انتظار کر لو۔ اگر اس کے بعد تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں اور کوئی بڑی بات تو نہیں کہہ سکتا لیکن تمہاری رہائی کی امید دلا سکتا ہوں تمہیں۔"

دونوں عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے اور اس کے بعد میں نے خاموشی ہی اختیار کر لی تھی۔

رات ہو گئی تھی۔ اور ہمیں یہاں قید کرنے والے اس طرف نہیں آئے تھے۔ باہر بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ تاہم یہ طے شدہ امر تھا کہ یہ دروازہ باہر سے بند تھا۔

میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ اپنے ذہن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں پروگرام ترتیب دیتا رہا اور جب کافی وقت گزر گیا۔ تو پھر میں نے اپنے ہاتھوں کی کسی بندشیں ڈھیلی کیں اور اس کے بعد پیروں کو بھی آزاد کر لیا۔ اور اطمینان سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں حیرت سے مجھے دیکھنے لگے تھے لیکن میں نے آہٹیں لینے کی کوشش کی اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن یہ کوشش حماقت کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔ البتہ میں نے بڑی احتیاط سے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد میں نے ان دونوں کو بھی کھول دیا۔

وہ دونوں حیرت و مسرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"مسٹر جہانگیر آپ نے واقعی اپنی بندشیں کھولنے میں کمال کر دیا۔ لیکن۔ لیکن اب کیا ارادہ ہے؟"

"تم لوگوں کو جمناسٹک کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ مجھے یہاں سے باہر نکال دو۔"

"کیسے؟"

"وہ روشندان دیکھ رہے ہو۔ اگر تم میں سے ایک نیچے کھڑا ہو جائے اور دوسرا اس کے اوپر تو میں تم دونوں پر سے گزر کر اس روشندان تک پہنچ سکتا ہوں۔ روشندان سے باہر نکلنے کے بعد میں یہ دروازہ باہر سے کھول دوں گا اور تم لوگ بھی آزادی حاصل کر لو گے۔ اس کے بعد تمہاری اپنی ذمہ داری ہے کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں بہت زیادہ خوش نظر آنے لگے۔ انہوں نے اپنے جسموں میں خون کی روانی برقرار رکھی۔ ہلکی پھلکی ورزش کرتے رہے۔ اچھلتے اور دوڑتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے میری ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ دیوار کے سہارے اس طرح کھڑے ہو جانا کوئی بہت مشکل کام نہیں ثابت ہوا اور میں نے بھی دیوار کا سہارا لے کر ہی اوپر چڑھنے کی کوشش کی تھی جس میں مجھے کبھی ناکامی نہ ہوئی۔

روشندان کے قریب پہنچ کر میں نے اپنے سدھے ہوئے جسم کو روشندان میں داخل کر دیا اور بآسانی اس میں سے گزر گیا۔ روشندان کے اوپر چھت کوئی ڈیڑھ فٹ اونچی تھی۔ چھت تک پہنچنے میں مجھے کوئی مشکل درپیش نہ ہوئی۔ چاروں طرف ہُو کا عالم اور سناٹا تھا۔ کھلی چھت پر کھلی فضا میں لیٹ کر میں نے سوچا کہ اگر میں ابھی ان دونوں کو آزاد کر دیتا ہوں تو یہ دونوں میرے راستے میں مزاحم ہوں گے اور ممکن ہے مجھے اپنے کام کی سہولت نہ مل پائے۔ دوسری جانب یہ فکر بھی تھی کہ اگر شوڈان کی طرف سے کوئی کارروائی ہو گئی تو کہیں یہ بے چارے موت کے منہ میں نہ چلے جائیں۔ اس سلسلے میں بہت غور و خوض کر کے فیصلہ کرنا تھا۔ چنانچہ میں چھت پر لیٹا سوچتا رہا اور اس کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تو نیچے اتر آیا۔ عمارت میں کہیں کہیں قدموں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ میں ان آہٹوں کو ذہن میں محفوظ کیے ان کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ تب میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک سب مشین گن لیے ہوئے آہستہ آہستہ چہل قدمی کر رہا تھا۔ میں نے عمارت کے احاطے میں چند گاڑیاں بھی دیکھیں۔ جو خصوصی نوعیت کی حامل تھیں اور میرے ذہن میں ایک ہی تصور ابھرا کہ شاید میٹنگ کا آغاز ہو گیا ہے۔

یہ تصور میرے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا کہ اگر کاغذات کا سودا ہو گیا۔ تو پھر میرا نئے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ جنہیں میں قطعی نہیں جانتا۔ جبکہ شوڈان کے سلسلے میں یہ بات میرے علم میں ہے کہ کاغذات اس کے قبضے میں ہیں۔ اس سودے سے پہلے ہی کوئی کارروائی ممکن ہو سکے تو کر لینی چاہیے اور اس کے لیے میرے ذہن میں ایک منصوبہ آیا تھا۔ جو کچھ ہو اس پر قابو پانے کے لیے تشدد کا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

میں ایک چوکنے چیتے کی مانند آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے بڑھا اور اس شخص کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جو سب مشین گن لیے ٹہل رہا تھا۔ اور پھر ایک مناسب موقع ملتے ہی میں نے چیتے کی طرح جست لگائی اور اس شخص کو دبوچ لیا۔ پہلا اور اہم کام یہی تھا کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلنے پائے اگر اس کے حلق سے آواز نکل گئی تو پھر میری تمام کارروائی بے مقصد ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کوشش میں بھی کامیابی حاصل کر لی اور اس شخص کی گردن اس طاقت سے دبائی کہ اس کی زبان اور آنکھیں باہر نکل پڑیں۔ اس کے بعد سب مشین گن اپنے قبضے میں کر لینا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ البتہ دوسری چالاکی میں

نے یہ کی کہ اس شخص کا لباس اتار کر میں نے خود پہن لیا اور حلیہ ایسا ہی اختیار کر لیا کہ اگر کوئی دوسرا شخص بھی مجھے دیکھے تو پہچان نہ سکے کہ میں کون ہوں۔ پھر میں سب مشین گن لیے ہوئے اس عمارت کے کونوں کھدروں کی تلاشی لیتا رہا۔ اس کمرے کے سامنے بھی پہنچا جہاں وہ دونوں آدمی قید تھے اور میں بھی وہیں قید تھا۔ ایک تصور کے تحت میں نے کمرے کا دروازہ باہر سے کھول دیا۔ لیکن فوراً ہی وہاں سے ہٹ گیا تھا تاکہ اگر وہ لوگ باہر نکل آئیں تو مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش نہ کریں۔ یہ خطرہ میں نے صرف اس جذبے کے تحت مول لیا تھا کہ بہرطور وہ دونوں میرے ہم وطن تھے۔ وہاں سے ہٹ کر میں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اور پھر مجھے وہ جگہ نظر آ گئی جہاں ان لوگوں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ ایک بڑا سا ہال نما کمرا تھا جس کے دروازے پر کوئی موجود نہیں تھا بلکہ صرف ایک سرخ بلب جل رہا تھا۔ ویسے دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس کا اندازہ میں نے دروازے کو ہلکے سے دبا کر دیکھ لیا تھا۔ سرخ بلب کا مطلب یہ تھا کہ یہاں کوئی آنے نہ پائے۔ میں چند لمحات سوچتا رہا اور اس کے بعد ایک آخری فیصلہ کر کے میں سب مشین گن چیک کرتا ہوا دروازے کو تیزی سے دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر کل پانچ افراد تھے جن میں ایک شوڈان تھا۔

اس وقت ان لوگوں میں نہایت دوستانہ انداز میں گفتگو ہو رہی تھی اور شوڈان کے پاس ایک فائل موجود تھی جو وہ بڑے احترام کے ساتھ وہ ایک شخص کو پیش کر رہا تھا۔

"مجھے دیکھتے ہی ان کے جسم ساکت ہو گئے اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میرے ہاتھوں میں دبی ہوئی مشین گن دیکھنے لگے۔ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"شوڈان، کیا تم مجھے پہچان گئے ہو۔"

اب شوڈان نے مجھے غور سے دیکھا اور اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔

میں نے اس کی جنبش محسوس کرتے ہی سب مشین گن کا رُخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا پورا جسم گولیوں سے چھلنی نہ ہو جائے تو یہ فائل خاموشی سے میری جانب بڑھا دو۔"

"لیکن... لیکن... اب یہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میں اس کا سودا کر چکا ہوں۔"

"ان لوگوں سے؟" میں نے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جو کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"ہاں ہاں۔"

"کون ہے یہ؟" ان میں سے ایک دراز قد آدمی نے جو چہرے مہرے سے کافی سفاک معلوم ہوتا تھا، غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور شوڈان خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کیا تم نے میری آواز نہیں سنی شوڈان، ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔ فائل تو میں لے ہی جاؤں گا لیکن تمہاری زندگی۔"

"ٹھہرو ٹھہرو۔" شوڈان نے کہا اور پھر تیزی سے فائل میرے سامنے پھینک دی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے فائل پر نگاہ جمائی تھی کہ اس دراز قد آدمی نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور سیدھا میری جانب آیا لیکن میں بھی اس سے غافل نہیں تھا۔ میں نے فوراً ہی اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دوسرے ہی لمحے میرے ہاتھوں میں دبی ہوئی مشین گن سے گولیاں نکلیں اور وہ شخص فضا ہی میں چھلنی ہو گیا۔ میں نے اسے فائل پر نہیں گرنے دیا تھا البتہ جھپٹا مار کر فائل اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی۔ یہی وہ فائل تھی جس سے میرے ڈیڈی کی عزت خطرے میں پڑ گئی تھی اور جسے میرے ڈیڈی کی تجوری سے چرایا گیا تھا۔

اپنے ایک ساتھی کو مرتے دیکھ کر ان لوگوں میں تحریک پیدا ہوئی اور پھر ان تینوں نے بھی مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی جو یہاں موجود تھے۔ میں نے ایک لمحے تاخیر نہ کی اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ باہر سے بھی لوگ یہاں آ جائیں گے چنانچہ اپنی زندگی بچانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں فوراً ہی عمل کروں چنانچہ سب مشین گن کی گولیوں نے انہیں بھی چاٹ لیا۔ شوڈان نے ایک عقبی دروازے سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کی زندگی بھی میرے لیے خطرناک ہے چنانچہ میں نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ البتہ بیرونی دروازے سے نکلنے کے بجائے میں نے بھی اس دروازے کی جانب رُخ کیا جدھر شوڈان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے وہ دروازہ کھولا تو مجھے عمارت کا بغلی دروازہ نظر آیا اور یہ بات میرے لیے انتہائی خوش بختی کا باعث تھی۔ میں بغلی برآمدے میں آ گیا۔ عمارت کے بیرونی حصے میں شور ہونے لگا تھا۔ اور شاید جتنے بھی افراد وہاں موجود تھے۔ وہ اسی ہال نما کمرے کی جانب بھاگے تھے جدھر سے انہوں نے گولیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ یہ صورتحال بھی میرے حق میں بہتر رہی اور میں بغلی برآمدے سے سامنے والے حصے میں آ گیا جہاں ایک مضبوط اور طاقتور لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی۔ لینڈ روور کا ڈرائیور موجود نہیں تھا۔ میں نے امید و بیم بھری نگاہوں سے لینڈ روور کے اگنیشن کو دیکھا اور یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی کہ اس میں چابی لگی ہوئی تھی۔ انتظار کرنا حماقت کی بات تھی۔ فائل میرے پاس تھی۔ سب مشین گن میرے ہاتھ میں تھی۔ اور میرے لیے باہر جانے کے راستے کھلے تھے۔ لینڈ روور کے آس پاس جو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ہمت کر کے ان کے ٹائروں پر فائر کیے اور ان سب کے ٹائر ناکارہ کر دیئے۔ اندر کی آوازیں تیز ہو گئی تھیں۔ اور شاید کچھ لوگ باہر کی جانب بھاگے تھے۔ لیکن اس دوران میں لینڈ روور کی سیٹ پر بیٹھ کر لینڈ روور اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اب یہ ممکن نہیں تھا کہ لینے ساتھ میں اپنے ان دونوں ہم وطنوں کو بھی بھگانے کی کوشش کروں اور نہ ہی یہ میرے حق میں بہتر تھا۔ میں نے جو کارنامہ انتہائی برق رفتاری سے انجام دے لیا تھا۔ اس کا مجھے خود بھی یقین نہیں تھا۔ بہرطور لینڈ روور تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کرنے لگی۔ راستوں کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا کہ کون سی سڑک کہاں جاتی ہے۔ بس سڑک ہونی چاہیے۔ میں نے لینڈ روور کا فیول دیکھا تو ٹینک فل نظر آیا اور میرے اطمینان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لینڈ روور تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کر رہی تھی لیکن میرا تعاقب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ جینی میسن پر البتہ مجھے حیرت تھی کہ اس نے میرے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ پتا نہیں اس میں اس کا کیا مقصد پوشیدہ تھا۔ یا تو اسے اس بات کا یقین نہیں ہو گا کہ میں اتنی جلدی اس مسئلے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی کسی مسئلے میں گرفتار ہو گئی ہو۔ بہرطور اب مجھے کسی کی پروا نہیں تھی۔ مجھے وہ چیز حاصل ہو چکی تھی۔ جس کے لیے میں یہاں آیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر تقدیر میری مدد نہ کرتی تو یہ کام اتنا آسان نہ ہوتا اور اب سب سے زیادہ یہاں سے نکل جانے کا مسئلہ تھا۔

کاغذات اور وہ بھی اتنے اہم کاغذات لے کر وینس سے اپنے وطن تک کا سفر ایک مشکل ترین مسئلہ تھا۔ ایک ایسی جگہ جس کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں اور جہاں میں بہت سے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اپنے تحفظ کے لیے میں کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم تن بہ تقدیر ہو گیا اور اس کے بعد میں اپنے ہوٹل بھی نہیں گیا۔ بلکہ ایک اور نیا ہوٹل حاصل کیا تھا۔ میرے پاس بہت زیادہ دولت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ایک لمحہ محتاط رہ کر گزارنا پڑ رہا تھا۔ غرض یہ کہ میں نے کوششیں کیں اور اس کے بعد مختلف ذرائع اختیار کرتا ہوا بالآخر ان کی دسترس سے نکل آیا۔ وینس سے نکل آنا میرا اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ میں خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

میں نے اپنے تمام دشمنوں کو شکست دی تھی۔

وینس سے نکلنے کے بعد جب میں نے ایک علاقے میں قیام کیا تو دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ کیا میں ان راستوں کا راہی ہوں۔؟

زندگی میں اب تک میں نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ دوسری نوعیت رکھتا تھا۔ لیکن جو کچھ میں اب کر کے آیا تھا، وہ کیا ہے۔ کیا میری تقدیر کی یاوری یا فطرت کی سرکشی یا پھر میری تمام کوششیں اور جذبے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ کام جو کچھ بھی ہے، انتہائی دلکش ہے۔ ایسے معاملات میں جب زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اور لمحہ لمحہ دشمنوں کی آنچ کا خطرہ رہے، بہت لطف آتا ہے۔ شاید یہ میری شخصی فطرت کا ایک پہلو تھا۔ اور یہ فطرت مجھے کچھ اور راستے دکھا رہی تھی۔

اپنے وطن تک پہنچنے کے سلسلے میں مجھے جن مشکلات سے گزرنا پڑا، وہ ناقابل بیان ہیں۔ اس کے لیے میں نے تھوڑے بہت جرائم بھی کیے کیونکہ مجھے

دولت کی ضرورت تھی۔ اپنے وطن تک کا سفر میرے لیے انتہائی پریشان کن تھا۔ غرض یہ کہ جب میں نے اپنے ملک کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرا رواں رواں مسرت سے سرشار تھا۔ یہ کامیابی میری زندگی میں سنگ میل بنی اور میں خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ ویسے یہاں آنے کے بعد ایک دم پھر احساس ہوا کہ میں بے گھر بے در ہوں لیکن یہ بھی احساس غلط تھا کیونکہ ابھی تو میرے وسائل اتنے تھے کہ میں اپنے اس شہر میں ایک بہترین زندگی گزار سکتا تھا۔

میں نے اسی گھر کا رخ کیا جو ابھی تک میری تحویل میں تھا۔ یہ گھر خاموش اور سنسان پڑا ہوا تھا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے فائل کو بغور دیکھا۔ ان کاغذات کو چیک کیا جو میری سمجھ میں نہیں آ سکتے تھے۔ بہرطور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا۔ یہ وہی کاغذات تھے جو ڈیڈی کی خوابگاہ سے چوری ہوئے تھے۔ اور اس بات کا مجھے پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے ان کاغذات کا کیا کرنا چاہیے۔ اور اس کے لیے میں نے ایک ہی فیصلہ کیا۔ توفیق وغیرہ سے ابھی ملاقات مناسب نہیں تھی۔ بہتر یہ ہے کہ یہ کاغذات جس کے ہیں، اسی کو پہنچا دیئے جائیں۔ لیکن طریقہ کار ذرا مختلف رکھا جائے۔

چنانچہ میں رات ہونے کا انتظار کرتا رہا اور اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے جب میں مکمل طور پر اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد گھر سے باہر نکلا۔ میرے لباس میں وہ قیمتی اور اہم فائل چھپی ہوئی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب کی کوٹھی کے چپے چپے سے میری واقفیت فطری امر کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ میں کوٹھی کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ اس حصے سے میں اکثر اندر داخل ہوتا رہا تھا۔ اس وقت جب رات زیادہ ہو جاتی تھی اور مجھے گھر والوں کی باز پرس کا خطرہ رہتا تھا۔

مجھے ایک ایک لمحے کا تعین تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت کوٹھی میں کیا ہو رہا ہو گا۔ کون کیا کر رہا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ اپنے گھر کے بارے میں انسان سب سے زیادہ جان سکتا ہے۔ چنانچہ کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس جگہ کا انتخاب کیا جہاں ڈیڈی کا وہ مضبوط سیف رہتا تھا۔ جس میں اس قسم کے کاغذات موجود ہوتے تھے۔ روبیلہ نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے یہ کاغذات حاصل کیے تھے۔ یہ ایک مشکل کام تھا لیکن بہرطور اس لڑکی نے کر ڈالا تھا۔ میں اس سیف کے پاس پہنچ گیا اور اس کے بعد کم از کم مجھ جیسے شخص کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا کہ میں سیف کھول لوں۔ ویسے بھی شاید اب اس پر توجہ کم کر دی گئی تھی کیونکہ ایک بار وہ بے مقصد ثابت ہو چکا تھا۔ کاغذات کی فائل سیف میں محفوظ کرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ پھر کوٹھی سے واپس آنا بھی کوئی مشکل نہیں تھا۔ ان تمام کاموں سے فراغت کے بعد میں واپس اسی گھر میں آ گیا جو اس وقت میری پناہ گاہ بن سکتا تھا۔

رات وہیں گزاری، دوسرے دن صبح سب سے پہلے توفیق اور اعجاز کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ دونوں خوش خوش میرے پاس آ گئے تھے۔ میں نے ان سے دوسرے دوستوں کے حالات معلوم کیے۔ معلوم ہوا کہ باقی لوگ بھی خیریت سے ہیں اور اس کے بعد میں نے توفیق اور اعجاز کو تمام تفصیلات بتا دیں۔ وہ دونوں بہت خوش ہوئے تھے اور تھوڑے سے متفکر بھی۔ پھر توفیق نے کہا۔

"تو چیف اب کیا ارادہ ہے؟ میرا مطلب ہے کہ جو کچھ ہم لوگ کرتے رہے ہیں، اب تو اس میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔"

"ہاں یقیناً۔ سب سے پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ زندگی کو اپنی پسند کے مطابق گزارنے کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کرنا ہو گا۔"

"چیف! ہم جن راستوں کے راہی بن چکے ہیں۔ ان سے واپس پلٹنا تو اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ البتہ کچھ مشکلات ضرور پیش آ جائیں گی۔ کام تو وہی کرنے ہیں جو کرتے رہے ہیں۔ طریقۂ کار میں ذرا سی تبدیلی کرنی ہو گی اس میں پریشانی کی کیا بات ہے باس!"

"سب سے پہلے تو یہ بات ہے توفیق کہ ہمیں اپنے لیے کوئی مناسب رہائش گاہ تلاش کرنی ہو گی؟"

"یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہو گا چیف، یہ کام بآسانی ہو جائے گا۔"

"کیسے؟"

"ارے ہمارے پاس اتنے مہرے ہیں، کسی کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیٹ کر مکان کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر جیف اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے گلی بندھی روایتوں سے متعلق رہنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہم اپنے لیے راستے تلاش کر لیں گے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بندھن ٹوٹ گیا، اچھا ہی ہوا۔" میں توفیق اور اعجاز سے بہت دیر تک گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے ڈی آئی جی صاحب سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پتا نہیں کب تک انہیں صورتحال کا علم نہ ہو۔ انہیں کم از کم اطلاع دینا ضروری ہے۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت ڈی آئی جی صاحب کہاں ہوں گے۔ چنانچہ گھر سے باہر نکل آیا اور ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے میں نے ڈی آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے۔ ان کے پرسنل سیکریٹری سے ملاقات ہوئی تو میں نے اسے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "کہ میں ڈیڈی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میرا تیمور جمال صاحب سے رابطہ ہو گیا۔ میں نے انہیں سلام کیا تو وہ سرد لہجے میں بولے۔

"کہو، کیا بات ہے؟۔"

"ڈیڈی، آپ خیریت سے تو ہیں؟۔"

"میری خیریت کی فکر تمہیں کیوں لاحق ہو گئی جب میرا تم سے کوئی رابطہ نہیں رہا تو پھر خیریت کے چکر میں کیوں پڑ گئے ہو۔"

"خیر ڈیڈی، میں یہ بات تو نہیں بھول سکتا کہ میرا نام جہانگیر جمال ہے۔ ظاہر ہے اس نام کے ساتھ آپ کا نام وابستہ ہے تو میں اپنے آپ کو اس سے الگ تو نہیں کر سکتا۔ ویسے آپ یہ بتائیے کہ ان کاغذات کی غیر موجودگی سے آپ کو جو مشکلات اٹھانی پڑی ہوں گی، اس میں کوئی بہتر راہ نکل سکی۔"

"فون کرنے کا مقصد بتاؤ۔ یہ تمام باتیں سرکاری نوعیت کی ہیں۔ اور تم جیسے گھٹیا اور بے مقصد نوجوان کو یہ سب کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"ظاہر ہے ڈیڈی، میرے بارے میں آپ صحیح فیصلے کر سکتے ہیں۔ کہ میری حیثیت کیا ہے۔ میں آپ کی خیریت کے لیے بہرطور ہمیشہ ہی فکرمند رہوں گا۔ لیکن ایک اطلاع دینے کے لیے آپ کو فون کیا تھا۔"

"کیا اطلاع ہے؟۔" تیمور جمال نے سرد لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی، جو کاغذات آپ کی سیف سے گم ہو گئے تھے اور جن کے لیے آپ بے حد پریشان تھے میں نے انہیں حاصل کر لیا ہے اور رات کو میں نے انہیں آپ کے سیف میں منتقل کر دیا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔" ڈی آئی جی صاحب کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔

"جی ڈیڈی، یہ میری ذمے داری تھی۔ غلطی ہوئی تھی چنانچہ میں نے اسے ختم کرنے کے لیے یہ کارروائی کی ہے۔ آپ براہ کرم فوری طور پر وہ کاغذات اپنی تحویل میں لے لیجیے گا۔"

"وہ۔۔ وہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ سب کیا فراڈ ہے؟۔" ڈی آئی جی صاحب سخت متحیر تھے۔

"آپ ایک بار انہیں دیکھ لیجیے ڈیڈی اور اس کے بعد فیصلہ کر لیجیے۔ میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد فون بند کر دیا۔ میرا یہ کام تو پورا ہو گیا تھا۔ پھر میں نے یہاں سے نکلنے کے بعد آفتاب شاہ سے رابطہ قائم کیا اور روبیلہ کے بارے میں معلوم کیا تو آفتاب شاہ نے بتایا کہ روبیلہ کو فوری طور پر محکمہ پولیس کے افسران نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اس کے بعد سے آفتاب شاہ کو اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"کیا یہ علم ہو گیا ان لوگوں کو کہ روبیلہ میرے ذریعے تم تک پہنچی ہے۔"

"نہیں بھائی، یہ خطرہ کون مول لیتا؟۔ میں نے خود ہی اس سلسلے میں ایک کہانی گھڑ کر سنا دی اور اس کارنامے کو سو فیصدی اپنے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ صرف اس خیال کے تحت جہانگیر بھیا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔"

"خیر تم نے بہت اچھا کیا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے کہا۔

اور اس کے بعد زندگی معمول پر آ گئی۔ مجھے ڈی آئی جی صاحب سے دوبارہ گفتگو کرنی تھی لیکن اس کے لیے میں کچھ وقفہ دینا چاہتا تھا۔ دو تین دن اسی انداز میں گزر گئے۔ میرے سامنے کوئی راستہ کوئی منزل نہیں تھی لیکن ضرورت بھی کیا تھی۔ عیش سے گزر رہی تھی۔ اچھا تھا کوٹھی کی پابندیاں بھی ختم

ہو گئیں۔ چوروں کی طرح چوری چھپے تمام کارروائیاں زیادہ مزہ نہیں دیتی تھیں۔ اب زندگی میں آزادی ہی آزادی تھی لیکن زندگی کے لیے کسی راستے کا تعین کرنا ضروری تھا۔ ڈیڈی کے مسئلے میں جو پریشانی لاحق ہوئی تھی، وہ دور ہو گئی تھی اور میں توفیق، جون اور اعجاز وغیرہ یہ سوچتے رہتے تھے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ زندگی کی تفریحات بدستور جاری تھیں۔ ابھی اتنی رقم موجود تھی، جیب میں۔ کہ ہم اپنا کام چلا سکتے تھے اور پھر میرے دوست بھی بیکار ثابت نہ ہوئے تھے۔ کشوری وغیرہ اپنے طور پر کافی رقم لے آئے تھے۔ جس کا حصول ظاہر ہے، جائز نہیں ہوگا لیکن مجھے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ رقم کہاں سے آ رہی ہے اس سے پہلے بھی پروا نہیں رہی تھی کہ رقم کہاں سے آ رہی ہے۔ بہرطور اس کے بعد ایک دن دوبارہ ڈی آئی جی صاحب کے گھر پر فون کیا۔ میں ان کے اوقات کار جانتا تھا اور مجھے علم تھا کہ وہ کب اور کس وقت اپنی خواب گاہ میں تنہا ملیں گے۔ فون تیمور جمال صاحب ہی نے ریسیو کیا تھا۔ اور ان کی آواز سننے کے بعد میں نے انہیں مؤدبانہ سلام کیا۔

"کون۔۔ جہانگیر؟" دوسری طرف سے آواز چونکی ہوئی تھی۔

"جی ڈیڈی خادم ہی بول رہا ہے۔"

"کہاں سے بول رہے ہو؟۔"

"ڈیڈی، ایک پبلک کال بوتھ سے۔"

"کہاں رہ رہے ہو آج کل؟۔"

"فٹ پاتھ پر۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور چند لمحات کے لیے دوسری جانب خاموشی چھا گئی پھر تیمور جمال صاحب کی آواز ابھری۔

"گویا تم اپنی صحیح جگہ پہنچ گئے۔"

"جی ڈیڈی۔"

"گستاخ۔ بدتمیز، فٹ پاتھ پر کیوں رہ رہا ہے؟"

"حالات اسی کا تقاضا کرتے ہیں ڈیڈی۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"کاغذات کی وہ فائل تم نے کہاں سے حاصل کی ہے؟۔"

"ڈیڈی کاغذات بالکل درست ہیں نا؟۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ درست ہیں۔ لیکن میں پوچھ رہا ہوں تم نے کاغذات کی وہ فائل کہاں سے حاصل کی؟۔"

"بس ڈیڈی میرے ذہن میں یہ سب کچھ نہیں تھا۔ ظاہر ہے میں اگر آپ کو زندگی میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا تو نقصان پہنچانا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ ان کاغذات کی گمشدگی سے آپ کی نیک نامی خطرے میں پڑ گئی ہے تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ جو غلطی میری وجہ سے ہوئی ہے اور جو نقصان آپ کو پہنچا ہے، اس کا ازالہ کروں۔"

"بہت زیادہ بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ کیا تم وینس گئے تھے؟۔"

"جی ڈیڈی گیا تھا۔"

"اور وہاں سے تم نے یہ کاغذات حاصل کیے۔"

"جی ڈیڈی، ان کاغذات کا سودا کیا جا رہا تھا بلکہ سودا ہو چکا تھا۔"

"اور وہاں تم نے خونریزی کی۔ چار آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔"

"چار کو نہیں ڈیڈی، سات آدمی میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے وینس میں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم بہت آگے بڑھ چکے ہو۔"

"جی ڈیڈی، بس آپ کی دعائیں درکار ہیں۔" میں نے خوشگوار انداز میں کہا۔

"وہاں تمہاری ملاقات سیکرٹ سروس کے دو افراد سے بھی ہوئی تھی۔"

"جی ڈیڈی۔ غالباً وہ فارن سروس کے لوگ تھے۔"

"ہوں۔ جہانگیر یہ سب کچھ جس انداز میں تم نے کیا۔ اس انداز میں مناسب نہیں ہے۔ تمہاری زندگی کو خطرہ درپیش ہو سکتا تھا۔"

"جی ڈیڈی بے شک، لیکن میں خطرات سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"تم حد سے زیادہ گستاخ اور بدتمیز ہو۔ اگر تمہارا رجحان اس طرف تھا تو تم مجھ سے بھی اس کا تذکرہ کر سکتے تھے۔"

"نہیں ڈیڈی میرا رجحان اس طرف نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا نا کہ بات آپ کی عزت پر آ بنی تھی اور بہرطور آپ کی عزت ہر قیمت پر میری عزت ہے۔"

"کاغذات کے حصول کے لیے تم نے جو کارروائی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی وہ بہت خطرناک تھی۔"

"جن لوگوں نے کاغذات کے حصول کے لیے مجھے بیوقوف بنایا۔ انہوں نے بھی ایک خطرناک قدم اٹھایا تھا۔ اور اس کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا۔"

"جانتے ہو شوڈان کس معیار کا مجرم تھا؟"

"مجھے کسی مجرم کے معیار کو پرکھنے کی فرصت کہاں ہے ڈیڈی، میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اس نے میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کی تھی اور میرے ذریعے آپ کو نقصان پہنچایا تھا۔ یہ بات میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔"

"ٹھیک ہے، اب تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی، بس آپ سے یہ معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا کہ آپ کا نقصان پورا ہو گیا۔"

"ہوں۔ میں تم سے اس خونریزی کا حساب بھی لے سکتا ہوں اور اس کے علاوہ تم جو جرائم کر چکے ہو، ان کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قانون کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے ہو؟"

"ڈیڈی میں نے ایک غلطی کی تھی، اس کا ازالہ کر دیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی ایسی بات نہ کہلوائیں جو آپ کو ناپسند ہو۔"

"مطلب؟"

"قانون اگر میری گردن ناپ سکتا ہے تو ڈیڈی قانون کو یہی کرنا چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں قانون کے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ میری گردن اتنی پتلی نہیں ہے کہ آسانی سے قانون کی گرفت میں آ جائے۔ میں آپ کو چیلنج کر سکتا ہوں ڈیڈی، لیکن آپ جیسے بھی میرے سلسلے میں تحقیقات کرنے پر مقرر کریں گے، اسے بُری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"گویا تم باقاعدہ جرائم پیشہ بن گئے ہو۔"

"جی ڈیڈی، آپ کا فرمان بالکل درست ہے۔"

"میں تمہیں بالکل ٹھیک کر دوں گا۔"

"نہیں ڈیڈی، اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی آپ کو۔ آپ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ قانون مجھے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے تو آپ صرف اتنا کیجیے کہ میری پشت پناہی نہ کیجیے گا۔ میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بڑی مشکلات پیش آئیں گی اس سلسلے میں قانون کو۔"

"تم چیلنج کر رہے ہو؟"

"آپ کو نہیں ڈیڈی، ان لوگوں کو جو خود اپنی سربراہی میں جرائم کراتے ہیں اور اگر کوئی معاملہ ان کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو کسی کو مجرم قرار دے کر قانون کی گرفت میں لے آتے ہیں۔ یہ ساری کارروائی میرے ساتھ ممکن نہیں ہے ڈیڈی، میں جو جرائم کر چکا ہوں بقول آپ کے ان کا اعادہ نہیں کروں گا۔ اس کا وعدہ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر جو کام میں کر چکا ہوں ان کے سلسلے میں میری کوئی گرفت کی گئی تو قانون ہی کا نقصان ہو گا۔ یہ بات آپ ذہن نشین کر لیجیے!"

"ٹھیک ہے، میں دیکھوں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"جی ڈیڈی، آپ ہی کی اولاد ہوں۔ آپ مجھے ہمیشہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ شاید آپ نے مجھ پر کبھی توجہ نہیں دی۔ ایک عرض اور کرنا چاہتا ہوں ڈیڈی، اگر مناسب سمجھیں تو قبول کر لیں۔"

"کیا؟" ڈی آئی جی صاحب نے سرد لہجے میں کہا۔

"شوڈان کے ساتھ ایک لڑکی روبلیہ تھی جو قانون کی گرفت میں آ چکی تھی۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ روبلیہ ہی کے ذریعے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ شوڈان اس وقت کہاں ہو گا اور کیا کر رہا ہو گا؟۔ وہ لڑکی قانون شکن نہیں ہے۔ نہ ہی وہ شوڈان کی ساتھی تھی بلکہ اسے بلیک میل کر کے شوڈان نے اپنے قابو میں کیا تھا اور اس کے ذریعے بہت سے جرائم بھی کروائے تھے وہ لڑکی ڈیڈی مظلوم ہے۔ اس کے بہن بھائی فرانس میں شوڈان کے قیدی تھے اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں ان کی قید سے رہا کراؤں گا۔ شوڈان مر چکا ہے اور اب کوئی ایسی صورتحال نہیں ہے کہ وہ کسی طرح آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو، آپ بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ میری درخواست ہے کہ روبلیہ کی مدد کریں۔ اور اسے باعزت طریقے سے رہائی دلا دیں۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ اگر کاغذات کے حصول کے لیے وہ میری رہنمائی نہ کرتی تو یہ کام اتنا آسان نہ ہوتا۔"

"ایک بات بتاؤ، کیا روبلیہ کو تم نے ہی پولیس کی تحویل سے نکالا تھا؟"

"جی ڈیڈی، وہ میرے لیے بہت ضروری تھا۔"

"اور اس کے لیے جو تم نے طریقۂ کار اختیار کیا، اس کی سزا جانتے ہو؟"

"اوہ ڈیڈی، میں ہر جرم کی سزا جانتا ہوں، آپ ہمیشہ راستہ بدل دیتے ہیں۔ اگر آپ روبلیہ کی مدد کر سکتے ہیں تو کیجیے ورنہ یہ کام بھی مجھے ہی سرانجام دینا ہو گا۔"

"گستاخ۔ بدتمیز۔ تو مجھ سے بدزبانی کر رہا ہے۔"

"اب کیا کروں ڈیڈی، آپ سے کوئی درخواست کرتا ہوں تو آپ اسے فوراً ہی دوسرا رُخ دے دیتے ہیں۔ آپ اس چیز کو اپنے ذہن میں رکھیے، روبلیہ کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ اس کا نتیجہ بہتر نہیں ہو گا۔ اور یہ بہت مناسب ہو گا کہ آپ اس کی مدد کریں۔ اس کے بعد میں آپ سے مزید کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم میرے پاس آؤ، مجھ سے ملو۔"

"اس کے لیے مجھے مناسب وقت کا انتظار ہو گا ڈیڈی، معافی چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، جہنم میں جاؤ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا۔

میں مسکراتا ہوا ٹیلی فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کون سے جہنم کا رُخ اختیار کیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے چاروں جہنمی دوست میرے گرد جمع تھے اور میں ان کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا۔

"دوستو، تمام صورتحال سب لوگوں کے علم میں آ گئی ہے۔ ہم پانچ افراد ہیں اور ہم نے زندگی کی ایک ڈگر بنائی ہے۔ اس ڈگر پر اپنی پسند کے مطابق چلنے کے لیے ہمیں دولت کی ضرورت بھی ہو گی اور دولت کے حصول کے لیے جو کچھ کرنا پڑے گا، اس کا یقین کرنا ضروری ہے۔"

"کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے، میرا خیال ہے اپنے انداز کو تبدیل کر کے اگر کسی بینک میں ایک ڈاکا ڈالیں تو ہمیں اتنی آمدنی ہو سکتی ہے کہ ہم اس سے اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"بینک ڈاکا۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔

ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے۔ وہ یہ کہ ڈی آئی جی صاحب نے مجھے چیلنج کیا ہوا ہے کہ وہ مجھے قانون کی گرفت میں لائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی ایسا طریقۂ کار اختیار کیا جائے جس سے ڈی آئی جی صاحب کو یہ مدد حاصل ہو جائے۔ بینک ڈاکے میں اگر کسی طرح ہم لوگ سامنے آ گئے تو کم از کم میں اپنے ڈیڈی سے مقابلہ کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کروں گا اس لیے ہمیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔"

"ہوں بلیک میلنگ۔" کشوری نے تجویز پیش کی۔

"ہاں یہ ایک بہتر طریقۂ کار ہے اس سے کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور قانون براہِ راست اس سلسلے میں ہمارے آڑے نہیں آئے گا۔ اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر انہی لائنوں پر آگے بڑھنا چاہیے، یوں کرتے ہیں کہ شہر کے دولت مند لوگوں کی ایک فہرست تیار کی جائے اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ ان میں سے کون کون جرائم پیشہ ہے اور کس سے ہمیں ایسا مواد مل سکتا ہے جس کے ذریعے اسے بلیک میل کیا جا سکے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اس کام کا آغاز کر دو۔" میں نے کہا اور کشوری نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گردن خم کر کے کہا۔

"اس کے لیے مجھ سے بہتر آدمی دوسرا نہ ہو گا۔"

"او کے کشوری، مجھے تین دن کے اندر اندر رپورٹ چاہیے۔ ابھی ہماری کمین گاہ وہی گھر رہے گا۔ اس کے بعد کوئی مناسب جگہ منتخب کر لیں گے۔ یقینی طور پر وہ ہمارے لیے بہتر رہے گا۔"

"او کے چیف۔" کشوری نے کہا اور میرے دوست مجھ سے رخصت ہو گئے۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ زندگی کے لیے کوئی لائحہ عمل ہی نہیں تھا لیکن اچانک ہی حالات نے ایک نیا رُخ اختیار کر لیا۔ ایک ایسا رُخ جس کی مجھے توقع نہیں تھی لیکن یہ نیا رُخ؟۔

ہم لوگ اپنے بہتر مستقبل کے لیے پلاننگ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا کہ جو کچھ کرتے رہے ہیں وہی جاری رکھا جائے۔ البتہ اب صورت حال مختلف ہوگئی تھی۔ اب جو کچھ کرنا تھا اپنے بل پر کرنا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب بہت خطرناک ہوگئے تھے۔ اور سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ ابھی کوئی بہتر فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ ایک شام عین، اس وقت جب میں ایک مقامی ہوٹل میں داخل ہوا ایک دراز قامت شخص مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے سامنے کچھ اس طرح آیا تھا کہ مجھے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔ تب ہی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو؟" میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی آج کی شام برباد کرنے کے لیے آپ تک پہنچ گیا ہوں۔" میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ کو پہچانا نہیں۔"

"یقیناً آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ لیکن آپ میرے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو ساتھ لے کر ایک مخصوص جگہ پہنچ جاؤں۔"

"اغوا کر کے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"اس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نہ ہی جرأت۔"

"تو پھر تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ میں تمہاری خواہش پر تمہارے ساتھ چل پڑوں گا۔"

"یہ بات میں نہیں سمجھتا بلکہ اس کے انتظامات کیے گئے ہیں۔"

"کیسے انتظامات؟"

"وہ گاڑی جو آپ دیکھ رہے ہیں آپ کے لیے ہے اور جس شخص نے آپ کو بلایا ہے۔ وہ آپ کے لیے بہت اچھے خیالات رکھتا ہے۔"

"آخر وہ کون ہے؟"

"اس کا پیغام ہے کہ نہایت دوستانہ اور پُر محبت انداز میں آپ سے درخواست کی جائے کہ آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت اسے دیجیے گا۔"

"احمق ہو تم۔ ظاہر ہے میں تمہاری اس خواہش پر عمل نہیں کر سکتا۔"

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ آپ کا ہر قیمت پر وہاں پہنچنا ازحد ضروری ہے اور اگر آپ وہاں نہ پہنچے تو آپ کو کچھ نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کس قسم کے نقصانات؟" میری فطرت میں خطرناک کیفیت اُبھر آئی۔

"افسوس اس کے بارے میں بتایا نہیں گیا۔"

میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ کوئی نیا چکر چل رہا ہے شاید۔ لیکن کیا چکر ہے کون ہو سکتا ہے یہ؟ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں شوڈان کا خیال بھی آیا تھا۔ لیکن یہ سوچ احمقانہ تھی۔ شوڈان میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکا تھا۔ اب اس کی زندگی کا کیا سوال تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس شخص کو نظر انداز کر کے اپنی تفریحات جاری رکھوں تو خواہ مخواہ ذہن اُلجھا رہے گا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تفریحات کرکری ہو جائیں گی کیوں نہ دیکھ لیا جائے کہ یہ حضرت کیا فرماتے ہیں یا میرے طلب کنندگان کون ہیں؟ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگا۔ وہ شخص عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے مسکراتے دیکھ کر اس نے ہنس کر کہا۔

"آپ کی مسکراہٹ بتاتی ہے کہ میری مشکل حل ہوگئی۔"

"چلو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ کسی قدر چونک سا پڑا۔

"اگر آپ یہ تصور کر رہے ہیں کہ آپ کی اس طرح روانگی کسی طور آپ کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے تو براہ کرم یہ خیال دل سے نکال دیں۔"

"جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو نفع و نقصان میرے ذہن سے نکل جاتا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کی کار میں جا بیٹھا۔ اس شخص نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار کو اسٹارٹ کر دیا تھا۔ میں نے ونڈ اسکرین کے باہر نگاہیں جما دیں۔ البتہ میرا ذہن سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ تاہم میرے دل کے کسی گوشے میں خوف کا شائبہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے میں کس سے خوفزدہ ہو سکتا تھا؟ کار راستے طے کرتی رہی اور پھر ایک ایسی عمارت کے سامنے رک گئی۔ جہاں مسلح افراد کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ دو وردی میں ملبوس آدمی گیٹ پر کھڑے ہوئے تھے جنہوں نے اس کار کو دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یہ تو کسی بہت بڑی سرکاری شخصیت کی رہائش گاہ ہے۔

وسیع و عریض پورچ میں کار رک گئی۔ اور اس شخص نے بڑے احترام سے میری سمت کا دروازہ کھولا۔ اور پھر میری رہنمائی کرتا ہوا مجھے اندر لے گیا۔ ایک سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد اس نے کہا۔

"بس چند لمحات کا انتظار۔" اور پھر وہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص خوبصورت گاؤن میں ملبوس اندر داخل ہوا۔ اس کے دانتوں میں پائپ دبا ہوا تھا۔ سر کے سفید بال نہایت خوبصورتی سے جمے ہوئے تھے۔ معمر شخص تھا لیکن اس کے چہرے کی بناوٹ اس کی چستی و پھرتی کا ثبوت دیتی تھی میں بری طرح چونک پڑا۔ میں نے اس شخصیت کی بے شمار تصاویر اخبارات میں دیکھی تھیں۔ یہ وزارت خارجہ کے فرسٹ سیکریٹری تھے اور بہت سی اعلیٰ خصوصیات کے حامل تصور کیے جاتے تھے میں کھڑا ہوگیا تو معمر شخص نے مسکراتے ہوئے دانتوں سے پائپ نکالا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔

"ایک سرکش اور خونخوار لڑکے سے ملاقات میرے لیے ایک دلچسپ تجربہ ہے۔ لیکن میری عمر بھر کا تجربہ یہی بتاتا ہے کہ تم جیسے نوجوان جب کسی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ تو وہ بے مثال ہوتی ہے۔ بیٹھو پلیز بیٹھو۔" اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ محکمہ خارجہ کے فرسٹ سیکریٹری میرے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"میرا نام شہباز احمد ہے۔"

"میں جانتا ہوں جناب۔ میں نے آپ کی تصاویر اخبارات میں دیکھی ہیں۔ ظاہر ہے ملاقات کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"شکریہ۔ تمہیں حیرت ہوگی جہانگیر جمال کہ میں نے تمہیں اس طرح کیوں طلب کیا ہے؟"

"جی مجھے حیرت ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ جس کا آبائی پیشہ ہیروں کی پرکھ تھی۔ ہم لوگ ہیروں کے تاجر تھے۔ اور میری کئی پشتیں یہی کام کرتی رہی ہیں۔ اور اس طرح مجھ میں ہیروں کو پرکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں اس سمت آگیا اور اس عہدے تک پہنچ گیا۔" میں خاموشی سے سیکریٹری صاحب کی صورت دیکھتا رہا پھر انہوں نے کہا۔ "اور ہیرے جب بھی میری نگاہوں کے سامنے آتے ہیں۔ میں انہیں فوراً پہچان لیتا ہوں۔ اور خوش قسمتی یہ ہے کہ ایسے قیمتی ہیرے جو ہر ایک کے لیے قابل قدر ہوتے ہیں میں سب سے پہلے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔ اور اس وقت میں نے جس ہیرے کو پرکھا ہے اس کا نام جہانگیر جمال ہے۔" میں سنجیدہ نگاہوں سے شہباز احمد صاحب کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا؟"

"بیٹے میں جانتا ہوں تم ڈی آئی جی تیمور جمال کے بیٹے ہو۔ میں تمہاری ہسٹری کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ تم ایک سرکش فطرت کے مالک ہو۔ اور اپنے اوپر کسی کا تسلط قبول نہیں کرتے۔ لیکن تم نے شوڈان جیسے خطرناک آدمی کو جس طرح نیست و نابود کیا ہے وہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کے لیے پچاس سال تک کے تربیت یافتہ آدمی سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ میرے علم میں فارن سروس کے دو افراد کے ذریعے یہ تمام تفصیلات آئیں تو میں تمہارے حصول کی خواہش سے باز نہ رہ سکا۔ تم میرے محکمے کے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتے ہو اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنے محکمے میں، تمہیں ایک اعلیٰ عہدے کی پیشکش کروں۔ دیکھو جہانگیر جمال زندگی میں انسان کو مواقع ایک دو بار ہی میسّر ہوتے ہیں۔ اگر ان سے فائدہ اٹھا لیا جائے تو یوں سمجھو کہ پوری زندگی ایک مقصد بن جاتی ہے۔ اور اگر انہیں گنوا دیا جائے تو پھر ان کی تلاش میں سرگرداں رہنا ہی انسانی فطرت بن جاتی ہے تمہیں میں اپنے محکمے کی طرف سے یہ آفر کرتا ہوں کہ تم اس اعلیٰ عہدے کو قبول کر لو۔ اور اس کے ذریعے تم اپنے معاملات اور خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔ میں تمہیں اس کی تمام تفصیلات بتا دوں گا کہ تمہیں کیا کیا اختیارات حاصل ہوں گے۔ اور تمہاری ذمہ داریاں کیا ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب تمہاری فطرت سے ہم آہنگ ہے۔" میں تعجب بھری نگاہوں سے شہباز احمد کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ نے مجھ جیسے لاابالی شخص کو اس قابل کیسے سمجھ لیا شہباز احمد صاحب۔"

"بیٹے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہیروں کی پرکھ کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ اور ہیرے پرکھنے میں ماہر ہوں۔"

"گویا آپ کے خیال میں، میں اس عہدے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے موزوں ثابت ہو سکتا ہوں۔ جو آپ نے میرے لیے منتخب کیا ہے۔"

"نہ صرف موزوں بلکہ موزوں ترین۔"

"تعجب ہے میں نے تو خود اپنے بارے میں کبھی اس انداز میں نہیں سوچا۔"

"اپنے بارے میں اگر سوچ لیتے تو کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوتے۔ سوچنے کا کام بزرگوں پر چھوڑ دینا چاہیے ویسے مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں۔ ڈی آئی جی تیمور جمال ایک ٹھوس کردار کے انسان ہیں۔ اور وہ اپنے اطراف میں کسی بھی غلط کردار کے انسان کو پسند نہیں کرتے یہاں تک کہ خود تم سے ان کی ٹھن گئی ہے۔ اور کیا ہی لطف آئے جب تم ایک ایسے عہدے پر فائز ہو جاؤ کہ ڈی آئی جی تیمور جمال خود تمہیں سیلوٹ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ معاف کرنا میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم ان کی توہین کرو۔ قانونی طور پر جو ان کی ذمہ داریاں ہوں وہ انہیں پورا کریں۔ اور تم اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو۔"

"ایک سرکاری ملازم بننے کے بعد مجھے اپنی فطرت کے خلاف بھی عمل کرنا پڑے گا۔"

"جو عہدہ میں تمہیں پیش کر رہا ہوں اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمہیں اپنی فطرت کے خلاف کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔"

"تب براہ کرم آپ مجھے میری ذمہ داریوں کی تفصیلات بتا دیں۔ انہیں جاننے کے بعد ہی میں اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ کر سکوں گا۔"

"محکمۂ خارجہ میں تمہیں ایک اہم ترین عہدہ دیا جائے گا۔ تم اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے چیف ہو گے۔ اور یہ اسپیشل ڈیپارٹمنٹ ملکی اور غیر ملکی معاملات میں ہمیشہ تمہاری خدمات حاصل کرے گا۔ تم دس آدمیوں کو اپنے اسٹاف کے طور پر رکھ سکتے ہو اور انہیں ملازمت دینے کا اختیار صرف تمہیں حاصل ہو گا۔ ان کے نام صرف محکمے تک پہنچا دیے جائیں گے۔ وہ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ اس سے محکمے کو کوئی غرض نہیں ہو گی۔ ان لوگوں سے تم براہ راست ڈیلنگ کرو گے۔ ملکی معاملات میں اگر کوئی ضروری کارروائی ہوئی تو اس کی تمام تر رپورٹیں تمہیں دی جائیں گی۔ اور غیر ملکی معاملات جو کچھ بھی ہوتے اس کے لیے تمام سہولتیں تمہیں مہیا کی جائیں گی۔ یوں سمجھ لو کہ تم ملک کے اہم اور ذمہ دار آدمی ہو گے۔ اور تمہیں ایسے معاملات کی تکمیل کے لیے بے پناہ اختیارات دیے جائیں گے۔" فارن سیکریٹری صاحب مجھے اس سلسلے میں تفصیلات سمجھاتے رہے۔ اور بتاتے رہے کہ مجھے کیا کیا مراعات حاصل ہوں گی۔ اور میں گہری سوچوں میں غرق ہو گیا۔ ڈی آئی جی تیمور جمال نے مجھے چیلنج کر دیا تھا۔ کہ اب میں اپنے طور پر کوئی کارروائی جاری نہ رکھ سکوں گا۔ لیکن مجھے ایک اور بہتر سہارا مل رہا تھا۔ تو اس سہارے کو نظر انداز کرنا میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ میں غور و خوض کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب والا اگر آپ اس سلسلے میں واقعی سنجیدگی سے یہ گفتگو فرما رہے ہیں تو میرے خیال میں مجھے یہ سب کچھ قبول کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہے۔"

"میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں جہانگیر جمال اگر تم چاہو تو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکتے ہو۔"

"ظاہر ہے یہ فیصلہ کرتے ہوئے مجھے کسی سے مشورہ نہیں کرنا۔ جو فیصلہ کرنا ہے مجھے خود کرنا ہے چنانچہ مجھے کیا دقت ہو سکتی ہے۔"

"گویا تم اس کے لیے تیار ہو؟"

"سو فیصدی۔" میں نے جواب دیا اور شہباز احمد صاحب مسکرانے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"میں تمہیں اس اعلیٰ ترین عہدے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یوں سمجھو تمہارے سلسلے کی تمام کارروائیاں جلد از جلد مکمل ہو جائیں گی۔ اور ہاں اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں تھوڑی بہت تربیت حاصل کر سکتے ہو۔"

"یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ آپ مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع دیں۔"

"تمہاری صلاحیتوں کو مدنظر رکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا گیا ہے اور ایک بات تمہیں اور بتا دوں یہ فیصلہ تنہا میرا ہی نہیں ہے بلکہ بڑی بڑی شخصیات اس میں شامل ہیں۔"

"تعجب ہے میرے بارے میں اس قدر سوچا جاتا رہا ہے۔"

"اس سے پہلے نہیں بلکہ شوڈان کی موت کے بعد تمہیں تلاش کیا گیا۔ اور پھر تمہارے بارے میں مکمل تحقیقات کی گئی اور بعد میں یہ فیصلہ کیا گیا۔"

"بہر طور میں اس فیصلے سے متفق ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

محکمہ خارجہ کے فرسٹ سیکریٹری شہباز احمد صاحب

نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر بولے۔

"کیا پینا پسند کرو گے؟"

"اس قدر گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"نہیں بھئی اب تم کوئی معمولی عہدے دار نہیں ہو میرا اور تمہارا چولی دامن کا ساتھ رہے گا۔"

"تو پھر آپ خود ہی انتخاب فرما لیجیے۔" میں نے جواب دیا۔ اور شہباز احمد صاحب نے میرے لیے پُرتکلف، جانے کا بندوبست کیا۔ جب میں ان کی کوٹھی سے واپس پلٹا تو بہت سے اہم معاملات طے ہو چکے تھے۔ اور میرے ذہن میں بڑی طرح سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ایک پُرسکون ہوٹل کا رُخ کیا اور وہاں پہنچنے کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر اپنے لیے کافی طلب کی اور کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے آہستہ آہستہ یہ سوچتا رہا کہ جو فیصلہ میں نے کیا ہے میرے لیے مناسب ہو گا یا نہیں۔ ہر پہلو پر غور کرنے سے یہی اندازہ ہوا تھا کہ یہ تو میری زندگی میں سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ مجھے ایک ایسی حیثیت مل گئی تھی جس کے تحت میں اپنے تمام مقصد کی تکمیل بھی کر سکتا تھا اور ان کی نوعیت قانونی ہی ہوتی جہاں تک کارکردگی کا تعلق تھا تو اس پر بھی مجھے مکمل اعتماد تھا۔ دس افراد کی ذمہ داریاں میرے سپرد کی گئی تھیں۔ کہ میں انہیں جس طرح چاہوں رکھ سکتا ہوں۔ یقینی طور پر ان میں کچھ لوگ ایسے شامل ہوں گے جو ایسے معاملات سے متعلق ہوں۔ اس کے لیے میں دوسرے افراد سے مدد بھی لے سکتا ہوں۔ بہر طور مجھے اس سلسلے میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی میں اپنے ان دوستوں سے کوئی مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ معاملے کی نوعیت جس قدر سنجیدہ تھی مجھے اتنی ہی سنجیدگی سے یہ تمام کارروائیاں سرانجام دینا تھیں۔ کشوری جون اور دوسرے تمام ساتھی مسلسل مجھ سے ملتے رہے اور میں نے ان سے ان معاملات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ہاں اس دوران چند افراد میرے ارد گرد ضرور پہنچ گئے تھے۔ ان سب کا تعلق وزارت خارجہ ہی سے تھا۔ اور یہ میرے تمام معاملات کی تکمیل کر رہے تھے۔ چنانچہ اب میرے پاس ایک انتہائی شاندار عمارت موجود تھی جو مختلف قسم کی چیزوں سے آراستہ کر دی گئی تھی۔ اور تین آدمی مجھے غیر محسوس انداز میں تربیت دے رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ ملکی اور غیر ملکی معاملات کیا ہوتے ہیں۔ اور ہمیں کس انداز میں کس چیز کے متعلق کام کرنا چاہیے میں نے مسکراتے ہوئے فارن سیکریٹری صاحب کی یہ ہلکی پھلکی تربیت قبول کر لی تھی۔ کیونکہ ان میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو میرے مزاج کے خلاف ہوتا بلکہ وہ سارے کے سارے ہنس مکھ قسم کے لوگ تھے۔ اور اس سلسلے، میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہے تھے۔ اس میں آفتاب کمال نامی ایک شخص بڑی اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ میں نے اس سے ایک دن کہا۔

"آفتاب صاحب آپ یہ تمام چیزیں مجھے بتا رہے ہیں لیکن میری کارکردگی کے سلسلے میں مجھے چند افراد کی ضرورت در پیش ہو گی ان کا انتخاب کون کرے گا؟"

"آپ اگر چاہیں تو یہ ذمہ داری بھی مجھ پر سونپ سکتے ہیں۔ میں آپ سے یہ عرض کر دوں کہ ایک طرح سے مجھے آپ کا پرسنل اسسٹنٹ قرار دیا گیا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں اسے شہباز احمد صاحب کی سب سے بڑی ذہانت کی بات کہوں گا۔ کیونکہ آپ جیسی شخصیت کا میرے نزدیک ہونا بے انتہا ضروری ہے۔"

"یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ ظاہر ہے آپ جن برتر و اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں انہی کی بنیاد پر آپ کو یہ عہدہ سونپا گیا ہے۔"

"شکریہ آفتاب کمال صاحب تو پھر آپ یوں سمجھ لیجیے کہ بہت سی ذمہ داریاں میں نے آپ کے سپرد کر دی ہیں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میں شہباز احمد صاحب سے خصوصی طور پر یہ درخواست کروں کہ آپ کو مجھ سے منسلک کر دیا جائے۔" آفتاب کمال مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ گویا یہ نیم رضامندی کا اظہار تھا۔ میں نے شہباز احمد سے ملاقات کر کے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ شانے جھٹک کر بولے۔

"میں خود بھی چاہتا ہوں کہ چند پہلے سے تجربہ کار اور تربیت یافتہ افراد تمہارے ساتھ رہیں تاکہ تمہیں ابتدائی معاملات میں کوئی الجھن نہ ہو۔ آفتاب کمال بے شک ایک شاندار شخصیت ہے اور یوں سمجھ لو وہ بہت سی مشکلات کا حل تمہارے سامنے پیش کر دے گا۔"

"تو بس یوں سمجھیے کہ آفتاب کمال کو میں اپنے آپ سے منسلک سمجھتا ہوں۔ اس کی باقاعدہ تقرری میرے ساتھ کر دی جائے۔"

"ٹھیک ہے اطمینان رکھو۔" آفتاب کمال کو باقاعدگی سے میری ماتحتی میں دے دیا گیا۔ اور میں نے بے شمار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دیں۔ اس دوران اپنے دوستوں سے بہت کم ملاقاتیں ہو رہی تھیں۔ ایک شام جب میں اپنے معمولات سے فارغ ہو کر اس گھر میں پہنچا۔ جو ابھی میں نے اپنے پاس رہنے دیا تھا تو چاروں دوست وہاں موجود تھے۔ اور ان کے انداز میں شکایت پائی جاتی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا تو کشوری نے منہ بنا کر کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم کچھ بدلتے جا رہے ہو جہانگیر۔"

"کیوں کیا میرے سینگ نکلتے آ رہے ہیں؟"

"ہم مذاق نہیں کر رہے۔" جون بولا۔

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم مذاق کر رہے ہو لیکن کیا یہ تم سب کا متفقہ فیصلہ ہے؟"

"ہاں۔"

"توفیق تمہارا بھی؟" میں نے توفیق سے سوال کیا۔ اور توفیق چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یار تم جانتے ہو میں قوت فیصلہ سے محروم ہوں۔ جو دوسرے کہنے لگتے ہیں وہی میں بھی کہنے لگتا ہوں۔"

"میرے دوستوں کا خیال غلط ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ہے تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا خیال تمہارے دل میں کیوں پیدا ہوا۔"

"ہماری ملاقاتیں کم ہو رہی ہیں۔"

"اور کم ہوں گی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اب میں نے تم لوگوں کی ساری ذمہ داری سنبھال لی ہے ہم جرم نہیں کر سکتے کیونکہ محکمۂ پولیس ڈی آئی جی صاحب کی رہنمائی میں ہمارے پیچھے ہے۔ کیا تم لوگ جیل کی روٹیاں کھانا پسند کرو گے؟"

"نہیں پیارے بھائی۔ وہاں صبح شام دال ملتی ہے۔" توفیق نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی نہیں چاہتا اس لیے اب تم لوگوں کو پالنے کے لیے میں نے دوسرا بندوبست کیا ہے۔"

"ہم بہت قلاش چل رہے ہیں۔" اعجاز بولا۔

"یہ لو۔" میں نے پانچ پانچ ہزار کے نوٹوں کی گڈیاں ان چاروں کو دیتے ہوئے کہا اور سب کی باچھیں کھل گئیں۔

"مگر یار تم کیا کر رہے ہو؟" کشوری بولا۔

"جو کچھ کر رہا ہوں سب تمہارے لیے ہے۔" میں نے کہا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ وہ سب کچھ ہوتا جا رہا تھا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ شہباز احمد نے بڑی چابکدستی سے میرا برین واش کیا تھا وہ بیشک ماہر نفسیات تھے۔ اور انہوں نے میری تربیت کے لیے بڑے نفسیاتی طریق کار استعمال کیے تھے۔ مجھے ایک شاندار رہائش گاہ دی گئی جس میں نوکر چاکر تھے۔ اعلیٰ درجے کی دو کاریں سرکاری طور پر فراہم کی گئیں۔ ساحل سمندر پر مجھے ایک ہٹ دی گئی ایک طرح سے مجھے شہزادوں جیسی مراعات حاصل ہو گئی تھیں۔ ان دوستوں پر مجھے اعتماد تھا لیکن یہ بات میرے ذہن میں بٹھائی گئی تھی کہ وطن کے راز زندگی سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ اور ان پر تمام رشتے قربان کیے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ حقیقت حال میرے دوستوں کو بھی معلوم نہ ہوئی۔

اس دوران گھر کے کسی فرد سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ایک دن اکبر بھائی سر راہ مل گئے۔ میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا انہوں نے خود ہی مجھے آواز دی۔

"جہانگیر۔"

"اوہ بھائی صاحب۔ خیریت۔"

"تمہارا کیا خیال تھا ہم مر چکے ہوں گے؟"

"جی۔" میں حیرت سے بولا۔

"کیا آوارہ گردی کر رہے ہو آج کل؟"

"فی الحال تو نہیں ہوں۔"

"لگتا ہے تمہارا کاروبار شاندار چل رہا ہے۔"

"کاروبار؟"

"ہاں جس سے تم خاندان کا نام اچھال رہے ہو۔"

"اوہ ہمارے خاندان کا نام اچھل رہا ہے آجکل۔ اتفاق ہے مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔"

"کیا تم انسان نہیں بن سکتے؟"

"آپ لوگ بنائیں تو شاید بن جاؤں۔"

"ہم لوگ۔ تم لوگوں نے ہم لوگوں کو کوئی حیثیت ہی کہاں دی ہے۔"

"کیا عرض کر سکتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک وارننگ دینا چاہتا ہوں تمہیں۔ تم جانتے ہو ڈیڈی ضدی انسان ہیں۔ وہ تمہاری تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ جس دن تم ان کے ہاتھ لگ گئے وہ تمہاری زندگی کا بدترین دن ہوگا۔"

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے بھائی جان۔"

"یہ تم خود بہتر سمجھتے ہو۔"

"بہتر ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا بہتر ہے؟"

"میں کوشش کروں گا کہ ان کے ہاتھ نہ لگوں۔"

"خود کو سنبھال نہیں سکتے؟"

"آپ نے اس کی گنجائش کہاں چھوڑی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"آپ بہتر جانتے ہیں۔"

"تم بہت نیک کام کر رہے تھے نا جو میں ان سے چھپاتا۔"

"آپ نیک کام جاری رکھیں۔ میں نے جو راستہ اپنایا ہے اسی پر چلنے دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ محترم اکبر جمال مجھے گھورتے رہ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اب جناب ڈی آئی جی صاحب کو نجانے کون کون سی کہانیاں سنائی جائیں گی۔ پہلے مجھے ان باتوں کا افسوس ہوتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ یہ کیسے بھائی ہیں جو میری کاٹ میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اب میرے ذہن میں کشادگی پیدا ہو گئی تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ لوگ کتنی بھی کوششیں کر لیں مجھے نقصان پہنچانے میں ناکام رہیں گے۔ بہر طور یہ سب تفریحی معاملات تھے میں اب پوری طرح اپنی ذمہ داریوں کی جانب متوجہ تھا۔ اس دوران محکمانی طور پر مجھے بہت سے مسائل پیش کیے گئے تھے اور ابھی تک مسلسل میری تربیت جاری تھی۔ مجھے ملکی معاملات کے ایک ایک پہلو سے آگاہ کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ کس طرح مجھے کھلی آنکھوں سے ملک دشمنوں کی نگرانی کرنی ہے خواہ وہ میرے ملک سے تعلق رکھتے ہوں یا غیر ملکی ہوں کوئی بھی شخص ملکی مفادات کے خلاف اپنے مفاد کی ترجیح کے لیے کام کر سکتا ہے اور جو ملکی معاملات کے لیے نقصان دہ ہو وہ کسی بھی طور قابل رحم نہیں ہوتا اسے کیفر کردار تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ اپنے طور پر میں ان تمام معاملات پر کام بھی شروع کر چکا تھا اور اکثر تفریحات کے دوران میری نگاہیں ایسے لوگوں کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں جو کسی بھی طور غلط قسم کے ثابت ہوں پھر ایک شام شہباز احمد صاحب کی طرف سے مجھے بلاوا موصول ہوا انہوں نے مجھے اپنی کوٹھی پر بلایا تھا رات کو ساڑھے نو بجے میں ان کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہوئے تھے یہی وقت مجھے انہوں نے ملاقات کے لیے دیا تھا میرا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ شہباز احمد صاحب نہ جانے کیوں مجھ سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے ہمیشہ ہی بہت اچھے انداز میں ملتے تھے اور ان کے انداز میں مجھے وہ بزرگی اور شفقت نظر آتی تھی جو درحقیقت میرے باپ کے دل میں میرے لیے ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اب میں نے یہ تصور اپنے ذہن سے ختم کر دیا تھا۔ شہباز احمد صاحب مجھے لے کر اپنے مخصوص کمرۂ نشست میں آ گئے اور انہوں نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"تمہارے بارے میں، میں ایک لمحہ غافل نہیں ہوں۔ ایک ایک رپورٹ مجھے موصول ہو رہی ہے۔"

"اوہ! اس میں میرے کسی قصور کا تذکرہ تو شامل نہیں ہے؟"

"نہیں بلکہ مجھے اپنے آپ پر خوشی ہے کہ میں نے ایک صحیح آدمی کا انتخاب کیا اور اس کے لیے صحیح راستے منتخب کیے۔"

"اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں شہباز احمد صاحب۔"

"نہیں بھئی بات بس پرکھ کی ہے۔ میں نے دو مرتبہ سے پہلے تمہیں جانا اور دل چک لیا۔ اس میں بس میری ذہانت کارفرما ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ جو کچھ کر رہے ہو اس سے اپنے آپ کو مطمئن تصور کر رہے ہو؟"

"میں نے ابھی کیا ہی کیا ہے؟" میں نے انکساری سے کہا۔

"تمہارے بارے میں مجھے جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں وہ انتہائی حوصلہ افزا ہیں اور میں ان سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ بہر حال یہ تو ہوئی تمہید اب میں اس کام کی جانب آتا ہوں جس کے لیے میں نے تمہیں اس وقت زحمت دی ہے۔"

"جی فرمایئے۔" میں نے کہا اور شہباز احمد اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ پھر ایک آہنی سیف سے انہوں نے ایک فائل نکالا اور اسے لیے ہوئے میرے سامنے آ گئے۔ فائل کو سینٹر ٹیبل پر رکھا اور وہ میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

"چند روز پہلے ایک صاحب ثروت شخص کے گھر چوری ہوئی اور چور ان کے سیف سے کچھ اشیاء چرا کر نکل گیا۔ لیکن اتفاق کی بات ہے کہ وہ گشتی پولیس کے ہاتھ لگ گیا اور پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ چور کے پاس حاصل شدہ اشیا موجود تھیں۔ ان میں کچھ رقومات اور ایک بیگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا جو چور بادلِ نخواستہ ہی ساتھ لے آیا تھا حالانکہ بریف کیس میں اس کے مطلب کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لیکن یہ مقفل بیگ چونکہ ایک شاندار آہنی سیف میں محفوظ تھا اس لیے چور یہ سوچ کر کہ اس میں بھی کچھ قیمتی اشیاء ہوں گی اسے لے آیا تھا۔ چوری کے سلسلے میں اس نے تمام اعترافات کر لیے یہ چوری ایک متمول شخص ناصر پاشا کی کوٹھی میں کی گئی تھی شاید حکومت ناصر پاشا کو اس کا چوری شدہ مال واپس کر دیتی لیکن بیگ سے جو کچھ برآمد ہوا اس کی نوعیت دیکھتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی گئی اور چور کی گرفتاری کو چھپا لیا گیا۔ حالانکہ ناصر پاشا کی طرف سے متعلقہ تھانے میں اس چوری کی رپورٹ درج کرا دی گئی تھی، چور کو مصلحتاً منظرِ عام پر نہیں لایا گیا اور خفیہ ہی خفیہ کارروائی کر کے اسے لاک اپ سے جیل میں منتقل کر دیا گیا تاکہ وہ اپنی اس چوری کا کہیں اور اعتراف نہ کرے۔ بیگ سے جو چیزیں برآمد ہوئی تھیں جہانگیر جمال وہ انتہائی اہم نوعیت کی حامل تھیں اور اب میں تمہیں ان کے بارے میں تفصیلات بتا رہا ہوں، ملکی ترقی کے سلسلے میں بے شمار افراد دن رات کوششوں میں مصروف رہتے ہیں، ہمارے سرحدی معاملات بھی تشویشناک ہیں اور ہمیں دشمن سے پوری طرح چوکس رہنا پڑتا ہے اس سلسلے میں ہماری اپنی کارروائیاں جس حد تک بھی ممکن ہو سکتی ہیں جاری رہتی ہیں۔ بہت سی اشیاء کی ہمیں ضرورت ہے اسلحے کے حصول کے لیے ہمیں آج تک دوسروں کا دستِ نگر رہنا پڑا ہے۔ لیکن پچھلے طویل عرصے سے اس سلسلے میں بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں اور ہماری اسلحہ فیکٹریاں دن رات کام میں مصروف ہیں۔ یہ سب کچھ انتہائی ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ نذیر پور نامی جگہ کا نام تم نے سنا ہوگا، سنا ہے؟" شہباز احمد صاحب نے سوالیہ انداز سے مجھے دیکھا۔

"جی ہاں کیوں نہیں۔"

"نذیر پور میں ایک نئی اسلحہ فیکٹری لگائی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی ہیں یہ اسلحہ فیکٹری تکمیل کے بعد ملک کی اسلحہ کی بیشتر ضروریات کو پورا کر دے گی اس سلسلے میں ملکی اور غیر ملکی ماہرین کا تعاون حاصل کر لیا گیا ہے جگہ منتخب کر لی گئی ہے اور وہاں برق رفتاری سے کام شروع ہو گیا ہے۔ اس بیگ سے جو ناصر پاشا کی کوٹھی سے برآمد ہوا ہے کچھ ایسے کاغذات ملے ہیں یہ کاغذات میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔" شہباز احمد صاحب نے سامنے رکھا ہوا فائل کھول لیا اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولے۔

"دیکھو یہ کچھ نقشے ہیں جو فضا سے لیے گئے ہیں کسی جہاز کے ذریعے یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے لیکن ان نقشوں کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں کسی نے پرائیویٹ طور پر حاصل کیا ہے اور یہ نقشے ہمیں اس چور کے پاس سے موصول ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"کسی غیر متعلق آدمی کے پاس ان نقشوں کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے تم اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"جی ہاں جناب۔"

"کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟"

"میرے خیال میں اس اسلحہ فیکٹری کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ بھی نہایت اعلیٰ پیمانے پر۔"

"سو فی صدی کسی فضائی ذریعے سے نقشوں کا حصول اسی بات کی دلالت کرتا ہے۔"

"اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس میں کسی دشمن ملک کا ہاتھ ہو۔ اور کوئی ہماری اس ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننا چاہتا ہو۔ بہرحال جہانگیر میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ کیس تمہارے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا ہے تم اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں سر۔ ویسے ہماری اسلحہ فیکٹریاں اور کہاں کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہترین سوال ہے۔ میں نے اس کی تفصیل تیار کی ہے یہ دیکھو" شہباز احمد نے ایک دوسرا کاغذ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ اور میں اس پر جھک گیا۔ دیر تک میں ان تفصیلات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پھر میں نے گردن ہلا دی۔

"ذہن نشین کر لیا؟"

"جی سر۔"

"یہ تفصیل تمہیں معلوم ہونا ضروری ہے۔ ویسے تمہاری کچھ اپنی الجھنیں تو نہیں ہیں اس سلسلے میں؟"

"قطعی نہیں جناب!" میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اپنے طور پر مصروف ہو۔ لیکن یہ کیس تمہارے اس کیریئر کا باقاعدہ کیس ہے۔"

"یقیناً جناب!" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"تم خود کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"تھوڑا جذباتی ہو رہا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں اس سلسلے میں کام کر کے سرخروئی حاصل کروں۔"

"کیوں نہیں۔ ایسا ہی ہوگا۔ اب اس شخص ناصر پاشا کے بارے میں تفصیل بتاتا ہوں تمہیں۔ وہ ایک بااثر شخص ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اسے کسی باقاعدہ ملک کی پشت پناہی حاصل ہے۔ کافی عرصہ قبل اس کا بڑا بھائی مرکزی وزیر کے عہدے پر فائز رہا ہے بعد میں اس حکومت کے خاتمے پر وہ معزول ہو گیا اور اس نے کسی اور ملک میں سکونت اختیار کر لی۔ اس شخص کی دولت کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہے۔ تاہم اس وقت وہ کئی ملوں اور فیکٹریوں کا مالک ہے سرکاری حکام اور بہت سے اعلیٰ عہدے داروں سے اس کا تعلق ہے۔ نہایت غصہ ور اور خطرناک آدمی ہے۔ بہت سے جرائم پیشہ افراد اس کے لیے کام کرتے ہیں مگر آج تک کسی جرم میں ملوث نہیں پایا گیا۔"

"گڈ۔" میں آہستہ سے بولا۔

"تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تمہیں کیسی مشکلات سے گزرنا ہے؟"

"جی۔ اندازہ ہو گیا ہے۔"

"یہ اس کا تفصیلی پتا ہے۔" شہباز احمد صاحب نے آخری کاغذ دیتے ہوئے کہا اور میں اس پر نظریں دوڑانے لگا۔ میں نے وہ پتا ذہن نشین کر کے کاغذ شہباز احمد کو ہی واپس کر دیا تھا۔

"اور کوئی سوال؟" انہوں نے کہا۔

"جی ہاں۔" میں مسکرا کر بولا۔

"پوچھو۔"

"میں جا سکتا ہوں؟" میں نے کہا اور شہباز احمد چونک پڑے۔ پھر مسکرا کر بولے۔ "ضرور۔ ویسے مجھے شرارت پسند ہے اور یہ تمہارے جری ہونے کا ثبوت ہے۔ گویا اس کیس کی تفصیل سن کر تم پریشان نہیں ہوئے۔"

"قطعی نہیں۔" میں نے کھڑے ہو کر کہا۔ شہباز صاحب نے پُرجوش مصافحے کے بعد مجھے رخصت کیا تھا۔ میری کار اپنی کوٹھی کی جانب چل پڑی۔ اصل ذمہ داریوں کا اب آغاز ہوا تھا۔ کوٹھی پہنچ کر میں نے غسل کیا اور پھر اس سلسلے میں سوچنے بیٹھ گیا۔ دیر تک میرا ذہن خیالات میں ڈوبا رہا تھا۔ پھر میں نے ٹیلی فون اپنی جانب سرکا کر آفتاب کمال کو رنگ کیا اور چند منٹ کے بعد دوسری طرف سے فون موصول کر لیا گیا۔

"مسٹر آفتاب کمال!"

"بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جہانگیر۔"

"یس چیف!"

"کیا کر رہے ہو؟"

"ٹی وی پر ایک انگریزی فلم دیکھ رہا ہوں۔"

"مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"حاضر ہو جاتا ہوں۔" آفتاب نے کہا اور اس نے فون بند کر دیا۔ وہ ایک مستعد شخص تھا۔ اس کا اندازہ مجھے بہت پہلے ہو چکا تھا چنانچہ صرف سترہ منٹ میں وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم آنے میں دیر نہیں لگاؤ گے۔"

"خیریت چیف۔"

"ہاں خیریت ہے۔ ہمارے محکمے کو پہلا کیس ملا ہے۔"

"مبارک ہو چیف۔"

"ابھی نہیں کمال صاحب۔ مبارکباد اس وقت وصول کرنا بہتر ہوگا جب ہم اس کی تکمیل کر لیں۔ ناصر پاشا نامی کسی شخص کو جانتے ہو۔؟"

"کسی دور میں ایک وزیر کا بھائی ہوتا تھا بہت مغرور، خود سر اور بددماغ آدمی ہے۔ پچھلی حکومت کے خاتمے کے بعد گوشہ نشین ہو گیا۔ اپنے بھائی کی وزارت کے دوران خوب دولت کمائی۔ اسے پوشیدہ کر دیا بعد میں اس نے بہت کاروبار پھیلا لیا۔ تعلقات والا آدمی ہے بہت سے غنڈے بھی پال رکھے ہیں۔ کبھی کسی کیس میں نہیں پھنسا، اکلوتی بیٹی کا باپ ہے اور صرف اس کی بیٹی اس کی کمزوری ہے ورنہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا بیٹی کا نام فردوس پاشا ہے۔ باپ کی طرح مغرور ہے اور سوئمنگ کی دیوانی ہے اور زیادہ تر کارنر پول میں پائی جاتی ہے۔"

"کارنر پول؟"

"ڈیسنٹ کلب کا سوئمنگ پول بہت مشہور ہے۔"

"اوہ یہ کلب تو نیا کھلا ہے۔"

"یس چیف۔"

"فردوس کی عمر کیا ہے؟"

"جوانی کی راتیں امنگوں کے دن ہیں چوبیس سال سے زیادہ کی نہ ہوگی۔" آفتاب کمال بولا اور میں ہنس پڑا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم پہلے سے تیاری کر کے آئے تھے کیا؟"

"کس سلسلے میں چیف؟"

"ناصر پاشا کا نام لیتے ہی تم نے اس کا شجرۂ نسب مجھے بتا دیا۔"

"چیف میرے منشن ساز مجھے انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں لیکن میں ضروری لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہوں، اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔"

"اس کا اعتراف تو میں بھی کرتا ہوں۔"

"تھینکیو چیف۔" اس نے کہا۔ "اس کیس کا تعلق ناصر پاشا سے ہے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا اور پھر آفتاب کمال کو اس سلسلے میں تفصیلات بتانے لگا۔ آفتاب گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"دلچسپ کیس ہے سر۔ آپ کہاں سے آغاز کریں گے؟"

"فردوس پاشا سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آفتاب کمال اُچھل پڑا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چیف آپ یقین کریں اگر آپ مجھ سے مشورہ لیتے تو میں بھی یہی عرض کرتا۔ وہ ناصر پاشا کی کمزوری ہے اور سوئمنگ اس کی کمزوری۔ آپ یقیناً اس کے ذریعے ناصر پاشا تک پہنچ سکتے ہیں۔ مگر چیف سوئمنگ کے بارے میں؟"

"تم اطمینان رکھو۔" میں نے کہا اور پھر بولا۔ "البتہ ڈیلسنٹ کلب تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تمہیں کام کرنا ہوگا۔"

"ڈیلسنٹ کلب آپ کو خوش آمدید کہتا ہے چیف!" آفتاب نے گردن خم کر کے کہا اور پھر اجازت لے کر چلا گیا۔

آفتاب کمال کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ہر مرض کی دوا ہے تو غلط نہیں۔ جس طرح اس نے ناصر پاشا کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر دی تھیں اس پر میں اس سے بہت متاثر ہوا تھا۔ ناصر پاشا کی بیٹی فردوس پاشا یقیناً میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی تھی جیسا کہ آفتاب کمال نے مجھے بتایا کہ ناصر پاشا کی کمزوری اس کی بیٹی ہے۔ اس کے تحت کم از کم ناصر پاشا تک رسائی مشکل نہیں تھی۔ مجھے ان معاملات میں کام کرنے کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا جس طرح شہباز احمد صاحب نے یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دی تھی۔ میرے اپنے نزدیک وہ عقلمندی کی کوئی بات ہرگز نہیں۔ شوڈان کا معاملہ بالکل مختلف تھا وہ اُل اس کی حرکت میرے دل کو لگ گئی تھی اور اس کے سلسلے میں میں نے جس طرح کام کیا تھا اس میں ایک جنون کی سی کیفیت تھی اور جنون بہرطور انسان کو بہت سی مشکلات سے گزارے جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ جس طرح میں نے شوڈان کو خاک و خون میں نہلا دیا تھا اسی طرح ناصر پاشا کے اس کیس کو بھی میں اتنی ہی آسانی سے حل کر لوں گا لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے تو شہباز احمد صاحب کی تعین کی ہوئی ذمہ داری بھی میرے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ میرے والد تیمور جمال صاحب مجھے گھر کا سب سے ناکارہ انسان قرار دے چکے تھے اور ان کے خیال میں میں دنیا کے لیے بالکل غیر موزوں تھا۔ یہاں مجھے ان کے اس خیال کو جھٹلانا تھا۔ بیشک میں نے اپنے راستوں سے ہٹنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور اگر اتفاقیہ طور پر شہباز صاحب کے ذہن میں یہ بات نہ آتی اور یہ لوگ مجھے اس قدر اہل قرار نہ دیتے تو سو فیصدی ایک مجرم تخلیق ہوتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں جرائم کی دنیا میں کس قدر آگے بڑھ جاتا لیکن قسمت کی خوبی ہی کہا جا سکتا ہے کہ کام میرا من پسند تھا لیکن قانون کے دائرے میں۔ اور اس طرح ڈی آئی جی بھی مشکلات سے بچ گئے تھے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی تھی میں اسے خوش اسلوبی سے پورا کروں۔ شہباز احمد صاحب نے میرے لیے تربیت کی بات بھی کی تھی لیکن بھلا مجھ جیسا آدمی کسی تربیتی ادارے سے کیسے منسلک ہو سکتا تھا؟ میرے اندر تو کسی کو قبول کرنے کے جراثیم ہی نہیں تھے۔ میں اپنی مرضی کا شہنشاہ تھا اور میری مرضی میں میری کوئی ناپسندیدہ بات کیسے ہو سکتی تھی۔ ہاں تو آفتاب کمال کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ یہ شخص واقعی میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہوا تھا اس کی شخصیت پر مجھے اعتماد ہوتا جا رہا تھا۔ حالانکہ جو عہدہ مجھے دیا گیا تھا اصولی طور پر آفتاب کمال اس کا مستحق تھا لیکن تقدیر کے کھیل بھی نرالے ہوتے ہیں، جو اہل ہی نہیں ہوتا اسے نجانے کیا کیا مل جاتا ہے اور جو اہل ہوتا ہے وہ بیچارہ ماتحت بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے ان جذبات کے اظہار کے سلسلے میں میری گفتگو کافی طویل ہو گئی۔ بات پھر آفتاب کمال کی طرف آتی ہے۔ میں نے

اس کے سپرد یہ ذمہ داری کی تھی کہ وہ ڈیلسنٹ کلب میں میری کارروائیوں کے لیے بندوبست کرے اور جراغ کا جن دوسرے ہی دن میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے ڈیلسنٹ کلب کی رکنیت کا کارڈ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"چیف یہ کارڈ موجود ہے، مستقل کارڈ ہے اور اس کارڈ کے حصول کا مطلب ہے کہ آپ ڈیلسنٹ کلب کے ایک معزز رکن قرار دیے گئے ہیں۔" میں نے اس خوبصورت کارڈ پر نظر ڈالی جس پر میری مختصر سی تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ لیکن اس میں ڈی آئی جی صاحب کا حوالہ وغیرہ نہیں تھا اور اس کے بعد میں نے آفتاب کمال سے پوچھا۔

"آفتاب کمال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم باکمال ہو لیکن اتنی آسانی سے؟"

"چیف بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہر مشکل کا حل میری مٹھی میں ہے۔"

"یار تم نے اپنی مشکلات کے حل کیوں نہیں تلاش کیے۔"

"میری مشکلات؟"

"ہاں۔ مجھ جیسے ناکارہ آدمی کی ماتحتی کیا تمہارے لیے بہت مشکل نہیں ہے؟"

"نہیں چیف میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کسی بھی ناکارہ شخص کو اس کے چہرے سے پڑھا جا سکتا ہے، آپ ناکارہ نہیں ہیں۔"

"تم ماتحتی کا حق ادا کر رہے ہو۔"

"نہیں چیف۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آفتاب کمال میں بہت سی خوبیاں ہیں مثلاً وہ اپنے ذہن کے خلاف کوئی بات کبھی قبول نہیں کرتا اور نہ ہی ایسے الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے جن کا تعلق اس کے دل و دماغ سے نہ ہو، آپ اگر اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل نہیں سمجھتے تو اس کی کچھ وجوہات ہیں۔"

"بھلا کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"چیف آپ نے ابھی زندگی کا آغاز کیا ہے۔ اہلِ نظر نے آپ کو جس حیثیت سے پرکھا آپ کو وہ حیثیت دے دی، پرکھنے والے وہ تھے آپ نہیں جن لوگوں کا تجربہ زندگی بھر کا ہوتا ہے۔ ان کی پرکھ غلط نہیں ہوتی چیف شہباز احمد صاحب سے میری گفتگو بھی ہوئی ہے سوالات بھی کیے ہیں۔ میں نے ان سے اور ان کے تجربے کو تسلیم بھی کرتا ہوں، آپ بھول جائیے ان باتوں کو کام کی بات کیجیے۔ ڈیلسنٹ کلب کی رکنیت آپ کو حاصل ہو گئی ہے اور وہاں میڈم فردوس پاشا آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"اچھا آفتاب یہ بتاؤ کیا تم میرے اس رُخ سے مطمئن ہو؟"

"آپ کی مراد فردوس پاشا سے ہے؟"

"ہاں۔"

"بالکل مطمئن ہوں چیف، میں نے آپ کو ناصر پاشا کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے زور دے کر یہ الفاظ کہے تھے کہ ناصر پاشا کی کمزوری اس کی بیٹی فردوس ہے۔ فردوس پاشا کی ماں نہیں ہے اور ناصر پاشا شاید اسی کمزوری کا شکار ہے۔ اس نے بیٹی کو مکمل اختیارات سونپ دیے ہیں اور وہ ایک آزاد فطرت لڑکی ہے۔"

"کچھ اور بھی جانتے ہو اس کے بارے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً چیف؟"

"میرا مطلب ہے اس کا ٹائپ کیا ہے؟"

"ایک آزاد خیال اور دولت مند گھرانے کی لڑکی کا تو صرف ایک ہی ٹائپ ہوتا ہے چیف، مغرور، خودسر، بدمزاج، خوشامد پسند، خوبصورت اور اپنے سامنے کسی ایسے شخص کو دیکھنے کی خواہاں جو اس کے معیار پر پورا اتر سکے۔"

"اس کا معیار کیا ہے؟"

"میرا مطلب ہے چیف اس کا اندازہ آپ کو اس سے ملاقات کے بعد ہو جائے گا۔ میری اس سے کوئی گہری ملاقات نہیں رہی ہے۔"

"اس کا کردار کیسا ہے؟"

"ہاں۔ یہ سوال بہت عمدہ ہے، میرا خیال ہے چیف اسے اپنے معیار کا کوئی شخص کبھی ملا ہی نہیں سکا جس سے اس کا کردار ملوث ہو جاتا۔ آج تک یہی پتا چلا ہے کہ اس نے کسی کو بھی ایک حد سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔"

"میرے لیے امکانات ہیں؟" میں نے سوال کیا اور آفتاب کمال مسکرا دیا پھر بولا۔

"چیف یہاں پھر مجھ کو خوشامدانہ الفاظ استعمال کرنے پڑ رہے ہیں، میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ کے اندر ایک ایسی خوبی پوشیدہ ہے جو سامنے والے کو مسحور کرنا جانتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس پر اپنی تمام صلاحیتوں کو بھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آزمائیں گے۔ خیال ہے کہ وہ آپ کی مٹھی سے نکل جائے۔"

"گڈ ویری گڈ۔ تم بہت اچھے انسان ہو آفتاب کمال کم از کم ان باتوں سے روشناس کرا دیتے ہو جن کا علم خود اس شخص کو نہیں ہوتا جس کے بارے میں تم کہہ رہے ہوتے ہو۔" آفتاب کمال مسکراتا رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"البتہ ایک بات ضرور عرض کر دوں چیف۔"

"ہوں۔"

"کہیں کھیل ہی کھیل میں بات آگے نہ بڑھ جائے۔"

"تمہارا مطلب ہے میں خود اس لڑکی سے متاثر ہو جاؤں۔"

"بدقسمتی سے چیف! حضرت آدم نے خداوند عالم سے اپنے لیے جو شئے طلب کی تھی وہ عورت کی شکل میں حضرت آدم کو عطا کی گئی اس کا مقصد ہے کہ رب جلیل یہ جانتا تھا کہ انسان کو ازل سے ابد تک مصروف رکھنے کے لیے کون سی شئے تخلیق کی جا سکتی ہے۔ اس طرح عورت کی اہمیت مسلم ہو جاتی ہے چیف۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر شہباز نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن میرا معیار بھی ایک الگ چیز ہے بےشک عورت زندگی بھر کی ساتھی بن جاتی ہے لیکن اس شکل میں جب وہ اپنے معیار پر پوری اترتی ہو یہاں والدین کا مسئلہ نہیں ہے۔" پھر آفتاب کمال اور ہنس بولتے رہے میں نے کارڈ احتیاط سے اپنے پاس رکھ لیا اور یہ رات میرے لیے سوچنے کی رات تھی دوسرے دن مجھے اپنے اس نئے اور پہلے کام کا آغاز کرنا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں کس طرح آگے بڑھ کر کام کروں گا لیکن میں نے جو لطف قائم کیا تھا وہ یہی تھا کہ ناصر پاشا تک رسائی کے لیے فردوس پہلی سیڑھی کی حیثیت رکھتی ہے اور اگر پہلی سیڑھی پر قدم مضبوطی سے جما کر رکھا جائے تو بقیہ سیڑھیاں طے کرنا مشکل نہیں ہوتا اور دوسرے دن مجھے اس پہلی سیڑھی پر قدم رکھنا تھا کسی بھی مسئلے میں ضرورت سے زیادہ احتیاط نقصان دہ ہوتی ہے میں بھی اسی قول کا قائل تھا۔ تیاریاں بھی میں نے خصوصی طور پر نہیں کی تھیں۔ تاہم ایک بہت خوبصورت لباس میں جب میں ڈیسینٹ کلب میں داخل ہوا تو بہت سی نگاہوں کا مرکز تھا اور مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا۔ ڈیسینٹ کلب جیسی جگہ ایسے لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو دنیاوی اقدار کو اپنے لیے نہیں تراشتے بلکہ دوسروں پر مسلط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی کی ہوئی ہر بات باعث توجہ ہوتی ہے۔ اور وہ صرف دوسروں کے لیے یہ سب کچھ چاہتے ہیں ان کی ذات کی تمام ضروریات اندر بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسی جگہ معزز خواتین مرکز نگاہ تلاش کرنے میں کوئی الجھن نہیں محسوس کرتیں اور اسی طرح محترم حضرات بھی اپنے مقصد کی تکمیل ہر طرح سے کر لیتے ہیں کوئی صورت جاذب نگاہ ہو تو اس سے تعارف بھی مشکل کام نہیں ہوتا البتہ یہ حقیقت ہے کہ عام لوگ ایسی جگہ قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ پارکنگ لاٹ پر جو گاڑیاں نظر آ رہی تھیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہ تھی جو دوسرے سے کمتر ہوتی اور تمام کی تمام گاڑیاں امیر لوگوں کی تھیں بے حد قیمتی۔ بے حد شاندار۔ میں نے ان ہی سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہاں آنے والے کیسے لوگ ہو سکتے ہیں بہرطور میں نے خود بھی اس جگہ قدم ایسے ہی نہیں رکھ دیا تھا مجھے البتہ سرکاری مراعات حاصل تھیں اور شہباز احمد صاحب نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا تھا میں اس بہت خوبصورت روش سے گزر کر ہال کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتا ہوا بالآخر کارنر پول تک پہنچ گیا۔ کارنر پول جیسا سوئمنگ پول شاید ہی پورے ملک میں کوئی دوسرا ہو ساتھی خوبصورتی سے اسے آراستہ کیا گیا تھا کہ اس کے بارے میں صحیح الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے سوئمنگ کرنے والوں کے لیے ہر وہ سہولت مہیا کی گئی تھی جو سوئمنگ کے لیے کی جا سکتی ہے۔

بے شمار ڈائیو اسٹینڈ بنے ہوئے تھے اور بہت سے نوجوان، عمر رسیدہ مرد و عورتیں سب ہی اپنے شوق کی تکمیل کر رہے تھے میں نے اپنے لباس کے نیچے البتہ سوئمنگ کا سٹیوم پہن رکھا تھا اور یہ ایک بہت ہی قیمتی لباس تھا جو میرے ایک فرانسیسی دوست نے مجھے بطور تحفہ براہ راست فرانس سے بھجوایا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک جائزہ لیتا رہا آفتاب کمال نے مجھے فردوس پاشا کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ اس کی شکل و صورت حلیہ، چہرہ وغیرہ سب ہی میرے علم میں تھا اور مجھے فردوس پاشا کو تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

لیکن اس پر ایک نگاہ ڈالتے ہی میں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ بلاشبہ وہ لاکھوں میں ایک ہے انتہائی متناسب بدن اور قد و قامت کی مالک بلاشبہ انتہائی خوبصورت

لباس میں ملبوس یہ پتا چل رہا تھا کہ وہ کسی دولت مند آدمی کی اکلوتی بیٹی ہے پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسی شخصیت جسے اس کے ساتھی کے طور پر کہا جائے ایک ڈائیو اسٹینڈ کے پاس پاؤں پھیلائے ہاتھوں کو زمین پر ٹکائے بیٹھی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے آپ کو اس کائنات میں تنہا سمجھ رہی ہو حالانکہ اطراف میں بے شمار نگاہیں اس کی جانب نگراں تھیں اور بہت سے لوگ غالباً اس کے بارے میں تبصرے بھی کر رہے تھے۔ سوئمنگ بذات خود ایک بہترین ورزش ہے اور جسم کو دوسری تمام ورزشوں کی نسبت زیادہ سڈول اور پختہ بناتی ہے یوں لگتا تھا جیسے فردوس پاشا سوئمنگ کی دیوانی ہے اور اس نے اپنے جسم کو سوئمنگ سے بہت ہی خوبصورت بنا لیا تھا۔

میں چند لمحات سوچتا رہا اور اس کے بعد ایک فیصلہ کر کے آگے بڑھ گیا۔

فردوس پاشا کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے جان بوجھ کر اپنا پاؤں اس کے پاؤں میں الجھایا تھا اور اس کے بعد اچھل کر آگے بڑھ گیا تھا۔ فردوس پاشا ناگن کی طرح پلٹی اس کی آنکھوں میں بلا کی تیزی تھی اتنی چمکدار اور خوبصورت آنکھیں بہت کم نظر آتی ہیں میں نے پلٹ کر ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی اور دو قدم آگے بڑھ گیا۔

میری اس بے اعتنائی نے فردوس پاشا کو اور چراغ پا کر دیا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں نے اسے اٹھتے ہوئے محسوس کیا تھا لیکن میں نے رکنے کی کوشش نہیں کی۔

"سنو!" اس کی آواز ابھری۔ لیکن میں نے اس آواز کو سنی ان سنی کر دیا تھا۔ "سنو!" اس بار وہ زور سے دہاڑی اور میں پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"جی۔"

"بہرے ہو۔؟"

"جی نہیں۔"

"تب شاید اندھے ہو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ۔؟"

"معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم اندھے اور بہرے ہو یا نہیں۔؟"

"مسٹر تم۔ میں اجنبی لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا۔" میں نے متانت سے کہا۔

"مگر میں اجنبی مردوں سے بہت جلد بے تکلف ہو جاتی ہوں سمجھے۔؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ آج کل آپ جیسی لڑکیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔" میں نے بدستور اسی انداز میں کہا۔

"کیا واقعی۔؟" اس کا انداز خطرناک تھا۔

"جی سو فیصدی۔"

"اب تم سے تعارف ضروری ہے۔"

"ہوں۔" میں بے اعتنائی سے واپس پلٹ پڑا۔

"مسٹر۔" اس نے میرا شانہ تھپتھپایا اور میں چونک کر اس کی طرف پلٹا۔ لیکن جو حرکت اس نے کی وہ میرے گمان میں نہ تھی۔ اس نے دونوں انگلیاں سیدھی کر کے میری آنکھوں کی طرف بڑھائیں اور اگر میں بے اختیار پیچھے سر نہ کر لیتا تو شاید اس کے لمبے ناخنوں والی انگلیاں تو میری آنکھوں میں گھس جاتیں۔ پیچھے ہٹ کر میں نے حیرت سے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی مگر ایک جنونی مسکراہٹ۔

"ارے ارے خیریت۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں بالکل خیریت ہے۔ بس تم سے تعارف مکمل کرنا ہے۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ اپنے اکھیڑن داؤ کی داد چاہتی ہو۔" میں نے کہا۔

"جو جیتسو میں ایک داؤ ہوتا ہے۔ ریگ ٹریٹ۔ کچھ واقف ہو اس سے۔؟"

"سوری۔" میں نے گردن ہلائی۔

"میں بتاتی ہوں۔" اس نے کہا اور دفعتاً وہ گھوم گئی۔ ریسلنگ کا ایک ماہر ہیڈ ہنٹر براؤن اس داؤ کا ماہر ہے وہ اپنے مقابل پر آخری داؤ یہی لگاتا ہے اور گھوم کر مقابل کی گردن کی پشت پر لات مارتا ہے جس کے بعد مقابل کو ہوش نہیں رہتا۔ یہی داؤ فردوس پاشا نے مجھ پر بھی استعمال کیا تھا لیکن اس کے خالی جانے کے نتائج بھی ہوتے ہیں جو اسے بھگتنے پڑے۔ میں نے نیچے جھک کر وار خالی جانے دیا اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح پٹ سے نیچے گر پڑی۔ البتہ میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"عجیب داؤ ہے یہ۔" اسی وقت دو بھروتا ٹائپ کے نوجوان ہمارے قریب آ گئے۔ شاید وہ پہلے سے فردوس پاشا کو تاڑے ہوئے تھے اور کسی طرح اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے بگڑتے ہوئے لہجے میں مجھ سے کہا۔

"کیا بات ہے یہ کیا ہو رہا ہے۔" میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔ فردوس پاشا اس دوران اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم ان خاتون سے بدتمیزی کر رہے ہو۔ کیا ہو اہم ہمیں بتانا ہے۔؟"

"ہو۔ ہو لفنگا" اس نے جان بوجھ کر میرے پیروں میں اپنے پاؤں الجھائے۔ اور پھر ا اور پھر۔۔"

"ہم نے خود دیکھا تھا" دونوں بیک وقت بولے۔

"یار و اسے ہڈیاں توڑ دو۔ تمام ذمہ داری میں قبول کروں گی" بات کچھ بگڑ گئی تھی۔ دوستی کے بجائے دشمنی کا آغاز ہو گیا تھا۔ دونوں اس کی ہمدردی حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ سنیے تو۔ پوری بات تو سن لیجیے"

"سناؤ" ان میں سے ایک سفاک لہجے میں بولا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ میری بوکھلاہٹ پر شیر ہو گئے ہیں۔

"ممکن ہے میرا پاؤں ان کے پاؤں میں الجھ گیا ہو" "آپ کو علم نہیں۔؟"

"یقین کریں بالکل نہیں"

"پھر کیا ہوا۔؟"

"انہوں نے عقب سے آ کر مجھے مخاطب کیا اور جونہی میں پلٹا انہوں نے میری آنکھیں پھوڑنے کی کوشش کی"

"اس کے بعد۔؟"

"اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں لیگ ٹریٹ کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ اور پھر انہوں نے مجھ پر لیگ ٹریٹ آزما ڈالا"

"وہ کیا ہوتا ہے۔؟"

"یہ" میں نے بدن کو جنبش دے کر اچانک پے تلے انداز میں ان دونوں کو لیگ ٹریٹ لگایا۔ اور دونوں چونکہ میرے ایڈجل ہو رہے تھے اس لیے بری طرح اچھل کر دور جا گرے فردوس کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

ان دونوں کا تو کام ہو گیا تھا۔ رہ گئی فردوس پاشا تو وہ اب حیرت سے منہ کھولے کھڑی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "آپ یقین کریں خوبصورت خاتون کہ میرا پاؤں آپ کے پاؤں میں الجھ جانا ایک اتفاق تھا جس کے لیے معذرت خواہ ہوں" میں آگے بڑھ گیا لیکن فردوس مجھے دور تک دیکھتی رہی تھی۔

دونوں باعزت حضرات حواس درست ہونے کے بعد کھسک گئے تھے اور میں نے ایک ڈائیو اسٹینڈ کا رخ کیا تھا گو فردوس پاشا سے تعارف کا یہ انداز ذرا غیر متوقع تھا لیکن میرا تجربہ بھی کم نہیں ہے۔ وہ ایک خطرناک باپ کی خود سر بیٹی تھی اس لیے اس بات کے امکانات تھے کہ خود سری اسے پسند آئے۔ بہرحال آفتاب کمال نے اس کے شوق کے بارے میں بھی مجھے بتایا تھا اس لیے میں غیر مطمئن نہیں تھا۔ البتہ ڈائیو اسٹینڈ پر میں نے اپنے کمالات بھی دکھائے تھے اور ساری مہارت صرف کر دی تھی چنانچہ مجمع جمع ہو گیا۔ پسندیدگی کا اظہار کرنے والوں میں لڑکیاں ہی زیادہ تھیں۔

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ آپ حیرت انگیز ہیں" کھلے نتھنوں والی ایک لڑکی نے میرے بازو پر رخسار رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"

"کیا آپ مجھے سوئمنگ سکھا دیں گے۔؟" دوسری لڑکی بولی۔

"ضرور سکھا دوں گا۔ کیا دیں گی آپ مجھے۔؟" میں نے کنکھیوں سے فردوس پاشا کو دیکھتے ہوئے کہا جو زیادہ دور نہیں تھی۔

"دل" لڑکی بولی۔

"معاف کیجیے میں ویجی ٹیرین ہوں"

"کیا مطلب۔؟"

"دل۔ کلیجی گردے وغیرہ مجھے بالکل پسند نہیں" میں نے کہا اور بہت سی لڑکیاں ہنس پڑیں۔

"اور آپ مجھے کیا دے سکتا ہوں مس۔ آپ کا تو وزن ہی بیس کلوگرام ہو گا"

"نان سنس" وہ روٹھ گئی۔

"میں دعویٰ کرتی ہوں کہ آپ سوئمنگ ٹرینر ہیں" تب تیسری لڑکی نے کہا۔

"اگر ہوں بھی تو اس تالاب میں نہیں نہاؤں گا جس میں آپ غسل کرتی ہوں گی"

"کیوں۔؟"

"ہو سکتا ہے آپ کا رنگ کچا ہو" میں نے کہا لڑکی سانولی تھی اس پر یہ پھبتی جم گئی۔

"آپ خود کو بہت حسین سمجھتے ہیں۔؟"

"نہیں آپ کے سامنے چراغ جلنا مشکل ہے" سب ہی مانوس ہو گئیں لیکن ایک لڑکی ذرا چالاک نکلی جب میں سوئمنگ کر کے تھک گیا اور ایک جگہ بیٹھ کر کولڈ ڈرنک پینے لگا تو وہ میرے پاس آئی۔

"میرا نام کوثر ہے۔"

"فرمایئے۔؟"

"آپ کے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں"

"بیٹھیے"

"شکریہ۔ آپ بہت اچھے تیراک ہیں"

"آپ کا بھی شکریہ"

"میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں"

"میری آپ سے دشمنی تو نہیں ہے"

"دوستی بھی نہیں ہے۔ ڈیسینٹ میں میرے ساتھ ڈنر کیجیے۔ میرے ڈیڈی اس شہر کے دولت مند ترین آدمی ہیں۔"

"وہری گڈ۔ اور آپ ان کی دولت اجنبیوں کو ڈنر دے دے کر لٹا رہی ہیں"

"اوہ۔ دو چار لاکھ میرے لیے خرچ کر دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا" اس نے رعونت سے کہا۔

"تو آپ مجھے دو چار لاکھ کا ڈنر دیں گی۔؟"

"جو باقی بچیں گے وہ نقد آپ کو دے دوں گی"

"میں آپ کی کیا خدمت کروں گا۔؟" میں نے کہا۔

"دوستی" وہ ہنس پڑی۔

"غور کرنا پڑے گا"

"اب بھی اس کی گنجائش ہے۔؟"

"ہاں ہے"

"کیا غور کر رہے ہیں آپ۔؟"

"یہی کہ کتنی رقم کے عوض آپ کو برداشت کیا جا سکتا ہے" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"میں تم پر لعنت بھیجتی ہوں" وہ کرسی کھسکا کر اٹھ گئی۔ اور میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ فردوس میری پشت پر بیٹھی کولڈ ڈرنک پی رہی تھی اور اس دوران میں نے اسے اپنے آس پاس بھٹکتے دیکھا تھا۔ گویا کام کچھ کچھ بن گیا تھا۔ پھر اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ اٹھ کر میرے قریب آ گئی۔ میں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"میں تم سے بیٹھنے کی اجازت نہیں لوں گی" وہ بیٹھ گئی۔ بس اتنا کافی تھا۔ بڑی مشکل سے نوبت یہاں تک آئی تھی ورنہ کام بگڑنے ہی رہے تھے۔ "کیا خیال ہے۔" اس نے پوچھا۔

"کس بارے میں۔؟"

"میرے یہاں بیٹھنے کے سلسلے میں۔؟"

"یہ میرا گھر تو نہیں ہے"

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہیں یہاں بیٹھنے سے کیسے روک سکتا ہوں۔ ہاں میں اٹھ جاتا ہوں"

"نہیں تم بھی یہاں بیٹھو گے"

"ورنہ اس بار تم مجھ پر کو ہرا لاک لگا دو گی کیوں؟" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"نہیں یہ تو بہت مشکل ہے۔ اس میں عجیب پوزیشن اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ تم اس داؤ کو بھی الٹ دو"

"کیسے۔؟"

"کیا مشکل ہے۔ تم نے لیگ ٹریٹ کو ناکام کر دیا تھا اور پھر ان دونوں پر ڈبل لیگ ٹریٹ لگایا تھا"

"اس وقت تمہارا موڈ بہت خوشگوار ہے"

"ہاں تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک حیرت انگیز آدمی ہو"

"کمال ہے" میں نے گردن جھٹک کر کہا۔

"میرے لیے دو چار لاکھ خرچ کرنا مشکل ہے۔ اس لیے تم مجھے خود اپنی جیب سے ڈنر دو گے۔ سمجھے"

"زبردستی۔؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو"

"آخر میں ایسا کیوں کروں گا۔؟"

"بس کرو گے اس لیے کہ میں کہہ رہی ہوں۔ تسلیم کرو کہ تم نے جان بوجھ کر میرے پیروں میں اپنے پاؤں الجھائے تھے۔"

"ہرگز نہیں تسلیم کروں گا"

"کیا یہ حقیقت نہیں تھی۔؟"

"قطعی نہیں"

"پھر شاید تم کسی اور طرف متوجہ ہو گے مگر تم نے رک کر معذرت بھی تو نہیں کی تھی"

"اس وقت تمہیں یقین ہو جاتا کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے" میں نے کہا۔

"چلو چھوڑو دوستی کر لیں"

"دل سے کہہ رہی ہو۔؟"

"ہاں میں ہمیشہ سچ بولتی ہوں۔ جب دل چاہے آزما لینا مگر میں اس دوستی کا معاوضہ نہ دے سکوں گی"

"معاوضہ۔؟"

"ہاں۔ دو چار لاکھ" وہ ہنس پڑی۔

"اس بے وقوف لڑکی کی بات کر رہی ہو۔؟" میں نے کہا۔

"اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ کروڑپتی باپ کی بیٹی ہے"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اپنے حلقۂ احباب میں مرد خود کہلاتی ہے۔"

"لاحول ولا۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ کا نام؟"

"فردوس پاشا۔"

"مس پاشا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اور مجھ سے۔؟"

"آپ سے ہے۔" میں نے اسے دیکھا پھر مسکرا دیا۔ "آپ سے ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ آپ سے تعارف کا آغاز دشمنی سے ہوا ہے۔"

"تمہیں دشمنی پسند ہے۔؟"

"ہاں وہ دوستی سے بہتر ہوتی ہے۔"

"تم واقعی عجیب ہو۔ نام کیا ہے تمہارا۔؟"

"جہانگیر۔"

"وہری گڈ۔ کمال کے تیراک ہو۔ میرا خیال ہے تمہیں اولمپک میں حصّہ لینا چاہیے۔"

"بکواس۔"

"کیوں۔؟"

"یہ میرا شوق ہے۔ اور شوق صرف شوق ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"ایک بات کہوں بھروسہ کرو گے۔؟"

"کر لوں گا۔"

"تم نے مجھے متاثر کیا ہے ورنہ میں آج تک کسی سے متاثر نہیں ہوتی۔"

"مجھے بھی تمہارا تاثر ابھی معلوم ہوتا ہے۔"

"میں ایسی ہی ہوں۔ مرد تو مرد لڑکیاں بھی میری دوست نہیں ہیں۔ ویسے تم نے کوبہلا کو جس انداز میں دھتکارا ہے اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔؟"

"ہاں۔"

"بھلا کیا۔؟"

"وہ اپنی دولت پر بہت نازاں ہے۔ مجمع عام میں کہتی ہے کہ وہ اس دولت سے اپنی پسند کا ہر نوجوان خرید سکتی ہے۔"

"تمہاری شناسا ہے۔؟"

"بس ایک حد تک۔ اس سے زیادہ میں نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔" فردوس نے رعونت سے کہا۔

"خوب۔ بہر حال وہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھائی۔"

"سوئمنگ کیا تمہارا پسندیدہ مشغلہ ہے۔؟"

"کسی حد تک۔"

"اور کون سے کھیل سے دلچسپی رکھتے ہو۔؟"

"بہت سے کھیلوں سے۔"

"مارشل آرٹس سے۔؟"

"کسی حد تک۔"

"ریسلنگ سے۔؟"

"یہ سوال تم نے کیوں کیا۔؟"

"اس لیے کہ تم نے لیگ ژہٹ کو جہارت سے ناکام بنا دیا اور پھر اس داؤ سے ان دونوں ہیروز کو لمبا کر دیا۔ ویسے مجھے ریسلنگ کا بہت شوق ہے اور میں نے اس کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔"

"بہاڈ ہیوز سے بہت متاثر ہو۔؟"

"قطعی نہیں۔ گھٹیا آدمی ہے رابرٹ رسینگ نے اسے ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔"

"رابرٹ رسنیک کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"اچھا ریسلر ہے وقار سے لڑتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زیادہ جاندار نہیں ہے۔"

"صحیح تجزیہ ہے۔"

"تم ریسلنگ دیکھتے ہو۔؟"

"ہاں۔ کافی حد تک۔" میں نے کہا۔ اس دوران میں نے اس کے لیے بھی کولڈ ڈرنک منگوا لیا تھا۔

اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"الٹی میٹ وارئیر کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"کس سلسلے میں۔؟"

"کیا ہاک ہاگن نے جان بوجھ کر اسے اپنی جلیٹ نہیں دی۔" فردوس پاشا نے کہا۔ اور میں پُرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں۔ کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں جن کی وجہ سے شاید ہاگن نے یہ فیصلہ کیا ہو۔ الٹی میٹ بہت طاقتور ہے اور بلاشبہ اس کے پائے کا دوسرا پہلوان اس وقت کسی رنگ میں موجود نہیں ہے۔ مگر جذباتی ہے غلط فیصلے کرتا ہے اور ان غلط فیصلوں کی بنیاد پر نقصان بھی اٹھا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہاگن نے اپنے کچھ دوسرے مدمقابل لوگوں کو الٹی میٹ وارئیر کی طرف منتقل کر کے کچھ وقت حاصل کیا ہو۔"

اس سلسلے میں ارتھ کو نیک زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا

ہے۔ وہ چالاک بھی ہے اور طاقتور بھی۔"

"ہاں۔ ابھی اس پائے کا تو نظر نہیں آتا لیکن خطرات موجود ہیں۔"

ہم دونوں کافی دیر تک اس موضوع پر بات کرتے رہے اور پھر اس نے یک بیک مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمارے تعلقات کا آغاز عجیب نہیں ہے۔؟"

"بہت عجیب ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے دل میں میرے لیے کوئی برائی تو نہیں رہی۔؟"

"نہیں۔ لیکن یہ سوچ رہا ہوں کہ تم سے تعلقات برقرار رکھنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"کچھ نہیں چھوڑو۔ جو بیتی سو بیت گئی تم ایک اچھے انسان ہو۔"

"شکریہ۔"

"کرتے کیا ہو۔؟"

"بتایا نہ کہ آوارہ گردی کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتا۔"

"ماں باپ کی دولت اڑا رہے ہو گے۔؟"

"ایسا بھی نہیں ہے۔ ماں باپ کا ٹھکرایا ہوا ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ساری باتیں آج ہی پوچھ لو گی۔

"آئندہ ملاقاتوں کے لیے خواہش کا یہ انوکھا طریقہ ہے۔"

"اگر یہ ملاقات صرف یہیں تک محدود رہتی تھی تو پھر بے کار تھا۔ حالانکہ تم نے مجھے اندھا کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"آئی۔ ایم سوری۔" اس نے خجالت سے کہا۔

"چلو بھول گئے۔ کل کہاں ملو گی۔؟"

"یہ جگہ میری پسندیدہ جگہ ہے۔ آنے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوئی ڈیڈی سے اجازت لے چکی ہوں چنانچہ یہیں ملاقات بہتر رہے گی ویسے کارنیول میری پسندیدہ جگہ ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تم پہلی بار یہاں آئے ہو۔؟"

"بالکل پہلی بار۔"

"اچھا اب ایک بات بتا دو۔ لیکن سچ سچ۔"

"پوچھو۔"

"تم نے جان بوجھ کر میرے پیروں میں اپنے پاؤں نہیں پھنسائے تھے۔؟"

"نہیں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ میں ادھر اُدھر دیکھتا ہوا گزر رہا تھا نظر نہیں پڑی تھی تم پر۔"

"اور اس کے بعد اتنی بے نیازی سے آگے بڑھ گئے مجھے غصّہ آ گیا تھا۔"

"اب تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر ہم لوگوں نے ڈنر ساتھ ہی کیا اور کافی دیر وہاں رکنے کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر لیا گیا تھا۔

میں اپنی اس کامیابی پر انتہائی نازاں تھا جاسوسی کے خاص طریقے تو مجھے آتے نہیں تھے لیکن اپنے طور پر جو کچھ سوچتا تھا۔ اس پر مجھے اعتماد بھی تھا۔ ناصر پاشا کی گردن فوراً ہی نہیں پکڑی جا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ صاحب اختیار آدمی تھا۔ اور پھر معاملہ بھی چند لمحات میں نمٹنے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے رفتہ رفتہ ہی قدم آگے بڑھائے جا سکتے تھے۔

رات کو ٹیلیفون پر آفتاب کمال سے گفتگو ہوئی تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چیف بالکل فٹ جا رہے ہیں۔ آپ بلاشبہ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ورنہ وہ تنک مزاج لڑکی کبھی کسی کو اپنی قربت میں جگہ نہیں دیتی۔ میں نے دیکھا کہ وہ خود دوبارہ آپ تک پہنچی تھی۔"

"تم نے دیکھا تھا۔؟"

"ہاں چیف۔ آپ سے غافل تو نہیں رہ سکتا۔"

"گڈ۔ وہری گڈ۔ ویسے آفتاب ایک بات ضرور ہے اس کام میں وقت لگے گا لیکن میرے خیال میں صحیح طریقہ کار یہی ہے۔"

"بالکل صحیح طریقہ کار ہے چیف آپ نے اس کا انتخاب کر کے ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔"

آفتاب کمال سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اپنی کارکردگی پر کچھ اور اعتماد محسوس ہوا تھا۔

دوسری صبح معمول کے مطابق تھی بے شک ایک اہم نکتہ میرے ہاتھ آیا تھا لیکن میں اپنے معمولات بھی ترک نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ میری فطرت کے خلاف تھا۔ دوپہر تک گھر میں رہا اور اس کے بعد دوستوں کی تلاش میں چل پڑا۔

میرے چاروں دوست بہر طور میرے لیے اہمیت کے حامل تھے۔ وہ اس وقت کی یادگار تھے۔ جب ہم سب ایک ایک لمحہ ساتھ گزارتے تھے۔ ان لوگوں کے وسائل کچھ نہیں تھے۔ اور انہیں میری اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ان چاروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ وقت گزارنا بھی ازحد ضروری تھا۔

ویسے ان دنوں میں اس بات کو شدت سے سوچ رہا تھا کہ جب شہباز احمد صاحب نے مجھے یہ سہولت دی ہے کہ میں اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرکے انہیں اپنے محکمے میں شامل کرلوں تو پھر کیوں نہ اس کا فائدہ میرے دوستوں کو پہنچے لیکن آہستہ آہستہ اپنے اس کام سے مخلص ہوتا جارہا تھا۔ اور اپنے آپ کو اس معیار پر پورا پیش کرنے کا خواہش مند تھا جس کا تعین شہباز احمد صاحب نے کیا تھا۔

خصوصاً اس سلسلے میں میری انا بھی ملوث تھی جناب تیمور جمال صاحب کا خیال تھا کہ میں ایک نکما اور ناکارہ آدمی ہوں اور زندگی میں کبھی کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں انہوں نے مجھے اپنی شفقت کے سائے سے محروم کردیا تھا اور باہر نکال دیا تھا۔

ان حالات میں تیمور جمال صاحب کے اس خیال کو شکست دینا بھی میری اہم ذمہ داریوں میں سے تھا اور چنانچہ مخلصانہ طور پر ہی کام کرکے میں ان راستوں کو اپنا سکتا تھا۔

چنانچہ یہ فیصلہ بالآخر ترک کردیا کہ ان چاروں دوستوں کو اس سلسلے میں ملوث کروں ان کی فطرت میں ذہانت نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری سرکردگی میں وہ بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے سکتے تھے لیکن ملکی معاملات میں اور ایسے اہم ترین معاملات میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کسی بھی مشکل میں پڑ کر وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو سکتے تھے۔ ویسے ہی ان کا ساتھ مناسب تھا اور ایک لحاظ سے یہ بہتر بھی تھا میں چاہتا تھا کہ مجھے اتنا ہی نکما اور آوارہ قسم کا آدمی سمجھا جائے جتنا لوگ سمجھتے چلے آئے تھے اور ایسے نکمے اور آوارہ قسم کے آدمی پر کارآمد ہونے کا شبہ بھی نہیں کیا جاتا۔

ان سے تقریباً چار گھنٹے تک نشست رہی مختلف موضوعات پر بحث ہوتی رہی انہیں ان کی تمام ضروریات کی اشیا فراہم کی گئیں اور اس کے بعد میں وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔

میری دوسری شخصیت کا آغاز ہوتا تھا اور وقت مقررہ پر ڈیلیسنٹ کلب پہنچ کر میں نے فردوس پاشا کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہ مجھے نظر آگئی۔

سوئمنگ کاسٹیوم میں تھی اور معمول کے مطابق بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ غالباً میرا انتظار بھی کررہی تھی۔

مجھے دیکھ کر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی اس کے ہونٹوں پر۔ میں نے فوراً ڈریسنگ روم میں جاکر ڈریس تبدیل کیا اور سوئمنگ کاسٹیوم پہن کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔ میں تمہارا انتظار کررہی تھی۔"

"شکریہ۔"

"نہیں شکریہ کی کیا بات ہے انتظار تو کرنا تھا۔"

"کتنی دیر پہلے پہنچیں۔؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ ابھی پانی میں قدم نہیں رکھا تھا۔"

"آؤ پھر پانی میں چلیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم سوئمنگ پول میں اتر گئے۔

میں فنِ تیراکی کا مظاہرہ کرتا رہا وہ بھی میرے ساتھ تھی اور میرا بغور جائزہ لے رہی تھی۔ میں نے اس کے انداز میں کچھ خاص باتیں پائی تھیں۔ وہ مجھ سے نرم اور مخلصانہ انداز میں گفتگو کررہی تھی۔

کافی دیر تک سوئمنگ کرنے کے بعد ہم نے وہیں بیٹھ کر کافی پی اور اس کے بعد دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔

رات کو البتہ ہم ڈنر سے پہلے ہی اٹھ گئے تھے لیکن دوسرے دن کی ملاقات کے وعدے کے بعد اور پھر یہ ملاقاتیں چھ دن کے عرصہ تک طویل ہوگئیں۔

وہ میرے لیے بے قرار رہتی تھی اور جہاں تک میرا تعلق تھا میں اس میدان کا پرانا کھلاڑی تھا اور میرا مقابلہ کرنا آسان بات نہیں تھی میرے ذہن میں اس کا اتنا ہی مقام تھا کہ میں اپنا مقصد حاصل کرلوں اور اس کے لیے میں کافی دن ضائع کرچکا تھا۔

"پھر اس کے بعد جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے حیرت ناک لہجے میں کہا۔

"جانتے ہو۔ ڈیڈی کو ہماری ملاقاتوں کے بارے میں مکمل معلومات ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دراصل ڈیڈی بہت باخبر انسان ہیں میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں مجھ پر انہوں نے خصوصاً نگاہیں رکھی ہیں حالانکہ بعض اوقات مجھے ان کی یہ نگرانی پسند نہیں آئی۔"

"تو کیا کوئی ہماری نگرانی کرتا ہے۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"ڈیڈی کے بہت سے مخبر گرگے ہیں کسی نے بھی انہیں کہہ دیا ہوگا۔ اب یہ اندازہ نہیں ہوسکا کہ وہ کون ہے جو ہماری مخبری کرتا ہے۔"

"بات کیا ہوئی۔؟"

"ڈیڈی مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کہنے لگے کہ وہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ڈیلیسنٹ کلب میں ملتا ہے کون ہے۔ پہلے تو میں حیران رہ گئی تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہیے چنانچہ میں نے تمہارے بارے میں سب کچھ انہیں بتادیا۔"

"بہت خوب پھر کیا بولے۔؟"

"کہنے لگے کہ کل اسے مجھ سے ملاؤ۔"

"اوہ۔" میں نے اپنے جسم میں سنسنی محسوس کی تھی۔

"کیوں۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"وہ مجھ سے باز پرس کریں گے اور۔ اور۔"

"نہیں بھئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔" "مجھے تمہارا خیال ہے میں نہیں چاہتا کہ ہماری دوستی میں کوئی رخنہ اندازی ہو۔"

"ڈیڈی میرے سلسلے میں بہت نرم مزاج ہیں۔"

"اور میرے سلسلے میں۔" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"تم مجھ سے متعلق ہو تو انہیں تمہارے بارے میں بھی نرم انداز میں سوچنا ہوگا۔"

"تو پھر کیا خیال ہے۔ کل سولی پر چڑھنا ہے۔؟"

"کیسی باتیں کررہے ہو، میرے ڈیڈی سے ملنا سولی پر چڑھنا ہے۔؟"

"ڈیڈی سے ملنا نہیں، جن حالات میں ان سے ملاقات کی جارہی ہے وہ خطرناک ہیں۔"

"بالکل نہیں ہوں گے تم فکر مت کرو میں تمہارے ساتھ ہوں گی نا۔"

"ہوں۔ مجھ سے مل کر کیا کرنا چاہتے ہیں۔؟"

"شاید تمہارے بارے میں معلومات۔ اور اس کے بعد اس کے بعد۔" وہ ہنس پڑی اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

لڑکی کتنی ہی چالاک کیوں نہ ہو بعض اوقات بالکل ہی معصوم ہوجاتی ہے۔ ہر لڑکی کے بارے میں میرا یہی تجزیہ تھا اور یہ بے وقوف لڑکی بھی میرے بارے میں نجانے کیا کیا منصوبے بنا بیٹھی تھی۔ غرض یہ کہ میری تو خواہش ہی یہ تھی کہ ناصر پاشا تک رسائی حاصل ہو اور اس کے بعد میرا قدم آگے بڑھے۔

سات آٹھ دن ضائع کرچکا اس سلسلے میں اور اب اس کا کوئی نتیجہ چاہتا تھا۔ میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال یہ میرے لیے بہت بڑا امتحان ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوگی فردوس پاشا ہنس پڑی پھر بولی۔

"امتحان کے نتائج اگر مرضی کے مطابق نکل آئیں تو پھر زندگی بھر فائدے ہی فائدے رہتے ہیں۔ چنانچہ تم کل پورے اعتماد کے ساتھ میرے گھر آؤ گے۔ میں تمہارا استقبال کروں گی۔"

"ذرا اپنے گھر کے بارے میں مکمل تفصیلات تو بتا دو۔" میں نے کہا اور وہ مجھے اپنے گھر کا پتا سمجھانے لگی۔ اس کے بعد زیادہ تر گفتگو ناصر پاشا ہی کے بارے میں ہوتی رہی تھی فردوس پاشا نے کہا۔

"ڈیڈی بہت سخت مزاج انسان ہیں۔ بہت ہی محدود رہنے کے عادی ہیں بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں لیکن میرے سلسلے میں وہ بالکل ہی تبدیل ہیں۔"

"ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے۔؟"

"کمال کرتے ہو۔ اتنا بھی نہیں معلوم ہے تمہیں میرے بارے میں۔؟"

"تمہارے بارے میں تو مجھے سب کچھ معلوم ہے میں تمہارے ڈیڈی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"میرے بارے کیا معلوم ہے۔؟"

"تمہارے بال انتہائی خوبصورت اور مشرقی لڑکیوں جیسے ہیں، آنکھوں میں اتنی چمک ہے کہ انسان ان سے نگاہیں نہیں ملا سکتا، ہونٹوں کی تراش، چہرے کے تمام خطوط مغربیت لیے ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر مشرقی علامت بھی ہے اور اس کے علاوہ تم نے اپنے آپ کو جس انداز میں قائم رکھا ہے وہ بے مثال ہے۔" وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

"ٹھیک۔ ٹھیک۔ سمجھ رہی ہوں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ ڈیڈی کے بارے میں بس اتنا ہی جان لو کہ خدا نے انہیں سب کچھ دیا ہے۔ ہمارے ایک تایا مقامی حکومت میں وزیر بھی رہ چکے ہیں اور ہمارا عروج انہی دنوں میں ہوا تھا۔ ڈیڈی بہت سخت گیر آدمی ہیں تایا سے کچھ اختلافات ہوگئے تھے اور وہ ملک سے باہر چلے گئے تھے اس کے بعد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈیڈی نے ان کی جانب کبھی توجہ نہیں دی۔"

بہت دیر تک اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں، پھر یہ طے ہو گیا کہ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے مجھے اس کے ہاں پہنچنا ہے اور دو بجے لنچ کر کے واپس آنا ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا اور پھر معمول کے مطابق ہم رخصت ہو گئے۔

اس رات میں نے اپنی اس خصوصی عمارت میں آرام کرتے ہوئے زیادہ تر اسی بارے میں سوچتے ہوئے وقت گزارا تھا اور دوسرے دن کا انتظار کر رہا تھا۔

پھر دوسرے دن بھی میں نے کوئی خاص کام نہ کیا اور وقتِ مقررہ پر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ آفتاب کمال سے اس سلسلے میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی نہ ہی اس کی ضرورت پیش آئی تھی مجھے۔ میں اپنے طور پر ٹیپ ٹاپ کر کے اور ایک بہترین لباس میں ملبوس ہو کر ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ناصر پاشا کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔

کوٹھی بلاشبہ بے مثال تھی۔ سرسبز و شاداب درختوں میں گھری ہوئی اور حسین ترین نظر آنے والی۔ میں اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا تو سامنے بڑے برآمدے میں مجھے فردوس پاشا نظر آئی جو مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور غالباً میرے استقبال کے لیے تیار تھی۔ اس کے ساتھ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔ آج اس کے انداز میں ایک عجیب سی منفرد جھلک رہی تھی۔ آج شاید پہلی بار میں نے اس کے بارے میں ذرا مختلف انداز میں سوچا تھا۔

"یہ لڑکی کاروباری حیثیت ہی کے قابل نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی اس سے تعلقات بڑھائے جا سکتے ہیں لیکن افسوس مسئلہ بالکل مختلف تھا اور مجھے ہر طور اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرنی تھی۔"

عام حالات ہوتے اور میں اس حیثیت کا مالک نہ ہوتا جو مجھے اچانک ہی دے دی گئی تھی تو شاید میں جھگڑوں کو نظر انداز کر کے صرف اس کے بارے میں سوچتا اور اس کے حصول کے لیے ہر مفاد کو نظر انداز کر دیتا لیکن یہ تبدیلی شاید شہباز احمد کی پیدا کردہ تھی کہ میں اب مصلحتوں سے سوچنے کا عادی ہو گیا تھا۔

فردوس پاشا کے نرم و نازک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے میں نے خاص نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ شرما سی گئی۔ میں نے ہنس کر کہا۔

"تم شرمانا بھی جانتی ہو۔"

"کیوں، عورت نہیں ہوں۔"

"سوئمنگ پول پر جب تم نے میری آنکھوں کو پھوڑنے کی کوشش کی تھی تو تمہارے اندر مجھے ایک خونخوار سی لڑکی نظر آئی تھی جس کے بارے میں، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے دل کے کچھ گوشے اتنے نرم ہوں گے۔ ہم کتنے خودغرض ہوتے ہیں فردوس پاشا کہ کسی اجنبی کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے پر تل جاتے ہیں اور ذرا بھی اپنائیت ہو تو پھر ہمارے انداز میں انسانیت کے وہ تمام رنگ پیدا ہو جاتے ہیں جو انسان کی ذات سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا خشک باتیں لے کر بیٹھ گئے۔ جو گزری سو گزر گئی جو گزرنے والی ہے اس پر غور کریں آپ۔ ڈیڈی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک حسین ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی ڈرائنگ روم میں ناصر پاشا پہلے ہی سے موجود تھا۔

وہ ایک خوبصورت گاؤن میں ملبوس ایک آرام دہ بڑے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور آفتاب کمال کی کہی ہوئی تمام باتیں ایک ہی نگاہ میں درست محسوس ہوئیں۔ اس کا چہرہ خوبصورت چھپا تھا گو چہرے پر داڑھی بھی تھی آنکھوں پر انتہائی خوبصورت عینک لگی ہوئی تھی سر کے بال کھچڑی اور ضرورت سے زیادہ لمبے تھے لیکن اس کی شخصیت میں ایک انوکھی بات نمایاں تھی۔ بدن بے پناہ مضبوط نظر آتا تھا اور شانے کافی چوڑے تھے۔ عمر کے لحاظ سے وہ بے شک ایک طاقتور آدمی معلوم ہوتا تھا دانتوں میں بہت ہی نفیس قسم کا پائپ دبا ہوا تھا جس سے اٹھنے والے دھوئیں کی خوشبو پورے ڈرائنگ روم میں چکرا رہی تھی۔

اس نے اپنی جگہ سے ہلے جلے بغیر مجھے دیکھا۔ اور دیر تک میرا جائزہ لیتا رہا میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا فردوس پاشا نے کہا۔

"ڈیڈی مسٹر جہانگیر جمال۔" اس کے جسم میں کوئی بھی جنبش نہ ہوئی تھی سوائے ہونٹوں کے جو دب کر پائپ کے کش لے رہے تھے اور اس کی آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور آہستہ سے بولا۔

"آپ کے اس انداز سے میری جرأت نہیں ہو رہی ہے کہ میں مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤں۔" وہ

چونک پڑا اور اس نے جلدی سے اُلٹے ہاتھ سے پائپ کو منہ سے نکالا اور پھر سیدھا ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"خوش آمدید۔" میں نے اس کے چوڑے ہاتھ کی گرفت کو بھی اچھی طرح محسوس کیا تھا اس نے بہت زور سے میرا ہاتھ دبایا تھا۔ غالباً اس کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ اس کا واسطہ کسی کمزور آدمی سے نہیں ہے میں نے البتہ کسی طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا ورنہ اس طرح ہاتھ دبانے کے جواب میں میں بھی اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا سکتا تھا لیکن اس وقت مجھے اپنے آپ کو ایک مہذب انسان ظاہر کرنا تھا۔

مصافحے کے بعد اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ فردوس پاشا اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھی۔

اس نے پائپ ایش ٹرے میں ٹکا دیا اور اس کے بعد آہستہ سے بولا۔

"کیسے ہو۔"

"آپ کی دعائیں ہیں ٹھیک ہوں۔"

"میری دعائیں۔ میری دعائیں تمہیں کہاں سے حاصل ہو گئیں۔" اس نے سخت اور کھردرے لہجے میں کہا۔

"بزرگوں سے، ہم دعاؤں کی ہی توقع رکھتے ہیں۔"

"احمقانہ بات ہے۔ یہ میری تم سے پہلی ملاقات ہے میں بھلا تمہیں کیوں دعائیں دینے لگا۔"

"اگر آپ نے اب تک یہ نہیں کیا ہے تو میں خواہش مند ہوں کہ آئندہ آپ کی دعائیں حاصل کروں۔"

"ہوں۔ بولنا جانتے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولا اور میں مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا وہ غالباً چاہتا تھا کہ میں اس کے سامنے مرعوب نظر آؤں جبکہ یہ میری فطرت ہی میں نہیں تھا ایک سرکش انسان سے اس کی توقع حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ وہ بہت کم بول رہا تھا اور فردوس پاشا کے چہرے پر کسی قدر پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"ڈیڈی میں آپ کو تمام تفصیلات بتا چکی ہوں۔"

"ہوں۔" اس نے بے خیالی کے انداز میں پائپ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر یہ یاد کر کے وہ بھونچکا سا ہو گیا اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا کرتے ہو۔"

"کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا نئی نسل کی صحیح نمائندگی کرتے ہو۔"

"جی ہاں۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے نئی نسل اپنے لیے ایک بہتر مقام کی خواہشمند ہے اور اس کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے ہم بنے بنائے اصولوں کے تحت وہ نہیں کرتے جو ہمارے والدین کر رہے ہوتے ہیں اور اس سے نالاں ہوتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور پہلی بار میں نے ناصر پاشا کے چہرے پر چونکنے کے آثار پائے اب اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی پھر اس نے کہا۔

"تمہارے والد کیا کرتے ہیں۔"

"محکمۂ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ناصر پاشا کے ساتھ فردوس پاشا بھی بری طرح چونک پڑی۔

دراصل اس سے پہلے کبھی فردوس پاشا نے یہ بات پوچھی ہی نہیں تھی کہ میرا تعلق کون سے خاندان سے ہے کس کا بیٹا ہوں بس اس نے اتنا ہی پوچھا تھا کہ میں کیا کرتا ہوں اور میں نے اسے جواب دیا تھا "آوارہ گردی" یہ الفاظ جو اس وقت میرے منہ سے ادا ہوئے تھے اس کے لیے بھی حیران کن تھے اور ناصر پاشا کے لیے بھی ناصر پاشا غالباً اب کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا لیکن میں نے اس سے غلط بیانی مناسب نہیں سمجھی تھی اس کی شخصیت کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے میں یہ بات جانتا تھا کہ وہ میرے بارے میں چھان بین کرانے لگا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے غلط بیانی کا مرتکب قرار دے۔ ناصر پاشا چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔

"تمہارے والد کا نام تیمور جمال ہے۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے بہت مشہور شخصیت ہیں۔" پھر میں نے ناصر پاشا کے انداز میں کافی تبدیلیاں محسوس کیں وہ مجھ سے دنیا جہان کی باتیں کرتا رہا تھا۔ اور پھر لنچ کا وقت ہو گیا اور ہم لوگ ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ ایک پُرتکلف لنچ لینے کے بعد تقریباً ڈھائی یا پونے تین بجے میں نے ناصر پاشا سے جانے کی اجازت مانگی تو وہ کہنے لگا۔

"تمہارا کبھی کبھی آنا مجھے ناپسند نہیں ہو گا۔"

"میں ضرور حاضر ہو جایا کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ فردوس پاشا مجھے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یقیناً تمہارے اندر کوئی ایسی خوبی ہے جہانگیر، جس سے تم دوسروں کے دل مسخر کر لیتے ہو۔ میں نے شاید آج تک ڈیڈی کو کسی سے اتنے نرم انداز میں گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ تم سے متاثر ہو گئے ہیں۔" میں نے مسکرانے پر اکتفا کیا اور پھر بولا۔

"ہمارے راستے آسان ہوتے جا رہے ہیں فردوس۔"

"ہاں۔ اب تو مجھے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے لیکن تم عجیب انسان ہو آج تک مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم ایک اتنے اہم آدمی کے بیٹے ہو۔"

"یہ بتانا کیا ضروری تھا کہ میں بذات خود ایک اہم آدمی ہوں۔" میں نے کہا اور فردوس پاشا ہنس پڑی پھر بولی۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اچھا تو پھر کل کہاں ملاقات ہو گی۔؟"

"معمول کے مطابق ڈیبینٹ کلب میں۔"

"او کے۔ کل تک کے لیے خدا حافظ۔"

"آج شام کو نہیں۔؟"

"نہیں آج شام کو نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ ناصر پاشا سے یہ ملاقات سنسنی خیز تھی، میں بہر طور ابھی اس پر اکتفا کرنا چاہتا تھا تاکہ نتائج اخذ کرنے میں مدد مل سکے۔

دوسرے دن اور پھر تیسرے دن بھی فردوس پاشا سے ملاقات رہی، ہم معمول کے مطابق مل رہے تھے، میں نے فردوس پاشا سے اور کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے وہ کسی سوچ کا شکار ہو جاتی۔ البتہ اس نے خود ہی بتایا تھا کہ خود ناصر پاشا میری کافی تعریف کر رہا تھا۔ یہ چوتھے دن کی بات ہے، میں فردوس پاشا سے ملاقات کے لیے تیاریاں کر کے نکلا تھا اور معمول کے مطابق اس کے ساتھ ڈیبینٹ کلب کی تفریحات میں مشغول ہو گیا تھا معمول ہی کے مطابق ہم نے ڈنر کیا اور اس کے بعد فردوس پاشا اور میں جدا ہو گئے۔ میں پارکنگ لاٹ کی جانب چل پڑا۔ جہاں میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا۔ فردوس پاشا اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی تھی اور میں نے اسے خدا حافظ کہا تھا۔ میں پرسکون انداز میں کار ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر ایک سنسان سی سڑک پر پہنچا تھا کہ دفعتاً میری گردن کی پشت پر کوئی ٹھنڈی سی چیز ٹکرائی اور میں چونک پڑا میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تو مجھے ایک سرد آواز سنائی دی۔

"یہ پستول کی نال ہے عزیزم اور اس میں سے گولی نکلتی ہے، جو تمہاری گردن کے پار بھی ہو سکتی ہے۔" میں خاموشی سے سامنے دیکھتا رہ گیا تھا البتہ میں نے کار کی رفتار سست نہیں کی تھی۔

"اب تم کار کو سڑک کے کنارے کر کے روک دو اور اس کے بعد خاموشی سے نیچے اتر آؤ۔" فوراً ہی ایک انسانی وجود آگے بڑھا اور اس نے میری جیبوں کی تلاشی لے ڈالی لیکن پستول وغیرہ میرے پاس موجود نہیں تھا میں نے اس کی ہدایت کے مطابق کار کو سڑک کے کنارے روکا اور پھر پستول کے نشانے پر کار سے نیچے اتر آیا لطف کی بات یہ تھی کہ میری کار میں صرف ایک ہی آدمی نہیں تھا بلکہ ان کی تعداد تین تھی اور میں بے خیالی میں ان کو نہیں دیکھ سکا تھا میں نیچے اترا تو انہوں نے میرے ہاتھ پشت پر کس کر باندھ دیے اور پھر میری آنکھوں پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی بھی باندھ دی تھی اور اس کے بعد مجھے کار کی عقبی نشست پر دھکیل دیا گیا دو آدمی میرے دائیں اور بائیں بیٹھ گئے تھے۔ اور تیسرا غالباً ڈرائیونگ سیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی میرے ہوش و حواس چند لمحات کے لیے گم ہو گئے تھے اور میں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کار تقریباً دس منٹ تک دوڑتی رہی اور اس کے بعد رک گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ زیادہ فاصلہ نہیں طے نہیں کیا گیا۔ مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اتارا گیا اور میں اندھوں کی طرح ٹٹولتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر مجھے کچھ سیڑھیاں اترنی پڑیں اور اس کے بعد بالآخر ایک جگہ میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی تھی میں نے چند ھیائی ہوئی نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، یہ ایک وسیع و عریض کمرہ تھا جس میں ایک طرف مسہری پڑی ہوئی تھی ایک طرف صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ بس یہی کل کائنات تھی اس کمرے کی، باقی پورے کمرے میں اور کچھ نہیں تھا۔ جس شخص نے میری آنکھوں کی پٹی کھولی تھی وہ ایک قوی ہیکل آدمی تھا اور اس کا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ سیاہ رنگ کا یہ آدمی نجانے کیوں مجھے جانا پہچانا محسوس ہوا اس کی ٹھوڑی میں ایک گڑھا تھا جو قدرتی نہیں تھا بلکہ غالباً یہ کسی زخم کا نشان تھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں بجلی سی چمکی، اور اس شخص کو میں نے پہچان لیا تھا یہ بہرام شاہ تھا میری ابتی کارروائیوں کے درمیان ایک دفعہ میری اس سے

دور ہی سے شناسائی ہوئی تھی کسی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا اور میں نے اسے نگاہوں میں رکھا ہوا تھا لیکن چونکہ کوئی باقاعدہ ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے فوراً ہی وہ یاد نہیں آسکا تھا البتہ میری یادداشت نے بالآخر اسے پہچان لیا تھا تاہم میں نے اس سے شناسائی کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آرام سے مسہری پر بیٹھ جاؤ اور حالات کا انتظار کرو اور سنو اگر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو یہاں تمہاری لاش کو ٹھکانے لگانے میں کوئی دقت نہیں ہو گی سمجھے۔" میں نے خوفزدہ ہو جانے کی اداکاری کی اور مسہری کی جانب بڑھ گیا پھر میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جناب کیا آپ میرے ہاتھ نہیں کھولیں گے۔؟"

"نہیں۔" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور وہ واپس پلٹ پڑا، بہرام شاہ کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے جو میرے صورت شناسا نہیں تھے، لیکن جب وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا تو میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ بہرام شاہ! بہرام شاہ! اس شخص کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے اور میرے اغوا کرنے کی کیا وجہ ہے؟ بہر حال میں نے خود بھی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کروں گا، نتیجہ تو بالآخر سامنے آ ہی جائے گا مجھے یہاں تک لانے والے بلاوجہ ہی یہاں نہیں لائے ہوں گے اور نتیجہ سامنے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی مجھے یہاں آئے ہوئے بیس پچیس منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے تھے ایک بار پھر دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہو گیا اس کے عقب میں کوئی دوسرا بھی تھا اور سیڑھیاں اترنے کے بعد انہوں نے دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر طبع آزمائی کی اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں میں آنے والے کو دیکھ سکتا تھا اور جیسے میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں یہ ناصر پاشا ہی تھا اور اس کے پیچھے بہرام شاہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

ناصر پاشا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میرے سامنے پہنچ گیا اس وقت اس کی شخصیت بہت خوفناک نظر آ رہی تھی میں یہ طے کر چکا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے میں نے اپنے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پیدا کر لیے تھے اور متعجبانہ انداز میں منہ پھاڑے ناصر پاشا کو دیکھ رہا تھا جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے تعجب بھرے انداز میں کہا۔

"انکل آپ۔ آپ۔" جواب میں ناصر پاشا مجھے گھورنے لگا پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں۔ پہچانتے ہو نا مجھے۔"

"لل۔ لیکن انکل یہ جگہ۔ اور۔ اور اس طرح۔ اس طرح۔" ناصر پاشا نے میری کیفیت کا جائزہ لینے کے بعد بہرام شاہ کی طرف دیکھا اور اسے گردن سے جانے کا اشارہ کیا۔ گویا ناصر پاشا اب اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کا مدِ مقابل اس سے کسی قسم کی کوئی غلط حرکت نہیں کر سکتا اور بری طرح نروس ہے۔ میں خاموشی سے ناصر پاشا کو دیکھتا رہا میرے چہرے پر بدستور حیرت کے آثار منجمد تھے، ناصر پاشا میرے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم جہانگیر جمال۔ ڈی آئی جی تیمور جمال کے بیٹے ہو۔"

"جج۔ جی انکل۔ مم۔ مگر یہ سب کچھ، یہ سب کچھ۔"

"ڈی آئی جی تیمور جمال نے تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا ہے۔؟"

"او۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ میرے ڈیڈی سے مل چکے ہیں۔" میں نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں نے کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں محسوس کی لیکن تمہارے جیسے لفنگے آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا میرے لیے بے حد ضروری تھا کیونکہ تم نے ایک ایسی جگہ ہاتھ ڈالا ہے جو تم جیسے احمقوں کے قابل نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں ناصر پاشا صاحب۔؟"

"سمجھو اور ضرور سمجھو کیونکہ اسی میں تمہاری زندگی پوشیدہ ہے۔ اب میرے چہرے پر بھی ہلکی سی تلخی نمودار ہو چکی تھی میں نے آہستہ سے کہا۔

"اس کا مقصد ہے انکل کہ آپ نے۔ آپ نے مجھے اس طرح اغوا کر لیا ہے۔؟"

"ہاں۔ میں نے تمہیں اس طرح اغوا کرایا ہے۔"

"کیا یہ جائز قدم ہے انکل۔؟"

"پولیس والے کے بیٹے کے انداز میں گفتگو کرو گے، لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، تیمور جمال جیسے کتنے ڈی آئی جی میری جیبوں میں پڑے رہتے ہیں اور میں انہیں دو کوڑی کا آدمی سمجھتا ہوں سمجھے۔ اگر میں تیمور جمال کی مخالفت پر اتر آؤں تو اس کی نوکری جا سکتی ہے۔"

"مجھے تیمور جمال کی نوکری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ آپ نے میرے ساتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جو زیادتی کیوں کی ہے۔؟"

"اس لیے کہ تم نے اپنی پرواز سے زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش کی تھی۔ کیا تمہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ فردوس پاشا میری بیٹی ہے۔"

"جس وقت میری ان سے ملاقات ہوئی تھی مجھے یہ علم نہیں تھا ناصر پاشا صاحب۔"

"اور علم ہو جانے کے بعد بھی تم اس سے ملتے رہے ہو۔ کیوں؟"

"میرا خیال ہے اس میں آپ کی اجازت شامل تھی۔"

"میری اجازت۔؟" ناصر پاشا تلخ انداز میں ہنسا پھر بولا۔

"اب تم اس سلسلے میں زبان کھول دو اور یہ بتاؤ کہ اس کے پیچھے کیوں لگے ہو۔؟"

"میں آپ ہی کی زبانی یہ سب کچھ سننا چاہتا ہوں ناصر پاشا صاحب۔"

"دولت۔؟"

"کیا مطلب ہے۔؟"

"سنو لڑکے یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ تم ایک جرائم پیشہ انسان ہو۔ ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال نے تمہیں صرف اسی لیے اپنے گھر سے نکال دیا ہے کہ تم نکمے اور آوارہ قسم کے لڑکے ہو اور ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اپنی ضروریات پوری کرتے رہتے ہو۔ جس کی وجہ سے تیمور جمال تمہیں برداشت نہیں کر سکا اور تمہیں گھر سے نکال دیا گیا۔ تمہارے پاس کوئی بہتر ٹھکانہ بھی نہیں ہے اور تم یوں ہی آوارہ گردیاں کرتے رہتے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم فردوس کے پیچھے صرف اس لیے لگے ہو کہ اسے بیوقوف بنا کر میری دولت کی جانب قدم بڑھاؤ۔"

"تھوکتا ہوں ناصر پاشا صاحب۔ ہر قسم کی دولت پر۔"

"کیا تم فردوس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔؟" ناصر پاشا نے سوال کیا۔

"لعنت بھیجتا ہوں اس تصور پر۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ناصر پاشا چونک پڑا۔

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میرے اور فردوس کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم صرف دوست ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو۔ اس دوستی کی آڑ میں تم جو کھیل کھیل رہے ہو مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔"

"آپ کی اس سے پہلے کی معلومات کو میں نے چیلنج نہیں کیا لیکن جس کھیل کی آپ نشاندہی کر رہے ہیں ناصر پاشا صاحب براہ کرم مجھے اس کے بارے میں ضرور بتا دیجیے۔"

"دولت صرف دولت۔"

"آخر کس طرح۔ آپ فردوس سے پوچھ سکتے ہیں میں نے کبھی اسے ڈیسینٹ کلب میں بل بھی نہیں ادا کرنے دیا اپنی جیب سے تمام اخراجات کرتا ہوں۔"

"تم یقینی طور پر اسے بے وقوف بنا کر اس سے شادی کرنا چاہتے ہو تاکہ تمہارے پاؤں میری دولت تک پہنچ سکیں۔"

"اگر آپ کے ذہن میں یہ بات ہے تو سب سے پہلے آپ اس بات کی تصحیح کر لیجیے کہ میرے ذہن میں کم از کم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر فردوس پاشا ایسا کوئی تصور اپنے ذہن میں رکھتی ہیں تو معاف کیجیے گا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ انہیں سمجھا دیجیے کہ میں ایک نکما لفنگا اور آوارہ قسم کا آدمی ہوں اور قطعی اس قابل نہیں ہوں کہ میرے بارے میں ایسی کوئی بات سوچی جائے۔"

ناصر پاشا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے وہ چند لمحات مجھے گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تو اس کا مقصد ہے کہ تم صرف اس کے حسن سے متاثر ہوتے ہو۔؟"

"جی نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ہاں ان کی شخصیت میں کچھ ایسی خوبیاں ضرور ہیں جن کی بنا پر میں انہیں دوست سمجھنے کے لیے مجبور ہو گیا ہوں لیکن ایسی دوستی جس میں انسان کے کردار پر داغ آجائے۔ مجھے ناپسند ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی حرکت کی ہے تو میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ فردوس پاشا سے کہہ دیجیے کہ وہ آئندہ مجھ سے ملاقات نہ کریں میں یہ دروازہ بند بھی کر سکتا ہوں آپ ان سے یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ ابھی تک میں نے ان سے آپ کی دولت کے بارے میں تو کوئی گفتگو نہیں کی یا اسے حاصل کرنے کے لیے کوئی قدم تو نہیں اٹھایا اگر یہ ثابت ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو کوئی مشکل نہیں ہوگی کہ آپ کسی بھی بھری پری سڑک پر مجھے قتل کرا دیں ظاہر ہے آپ مجھے اغوا کرا سکتے ہیں تو مجھے قتل کرانا بھی آپ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا ناصر پاشا صاحب۔"

"تو گویا تم فردوس پاشا کی دوستی سے دستبردار ہوتے ہو۔؟"

"صرف اس لیے کہ آپ کے ذہن میں غلط فہمیاں بیدار ہو چکی ہیں اور میں کسی کی غلط فہمی کو فروغ دینا نہیں چاہتا جہاں تک شادی کا سوال ہے تو میں نے زندگی کے اس مسئلے کے بارے میں کبھی تصور بھی نہیں کیا بس اتفاق کی بات ہے کہ فردوس پاشا سے ڈیسینٹ کلب میں ملاقات ہو گئی انہوں نے مجھے دوستی کی پیشکش کی اور میں نے اسے قبول کر لیا۔ یہ بات آپ ان سے معلوم کر سکتے ہیں۔" ناصر پاشا کا چہرہ اب نرم پڑ گیا تھا اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"سنو دوست۔ میں فردوس پاشا کے قریب ایسے کسی آدمی کو نہیں دیکھنا چاہتا جس کے لیے فردوس پاشا کے دل میں گنجائش نکل آئے میرا ایک منصوبہ ہے ایک راہ ہے میرے سامنے، اس پر عمل کر کے میں فردوس پاشا کے مستقبل کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں۔ تم اگر اپنے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں رکھتے تو پھر میں تم سے انتہائی دوستانہ انداز میں کہتا ہوں کہ تم فردوس پاشا سے آئندہ ملاقات نہ کرنا وہ لڑکی ہے بھٹک سکتی ہے جبکہ میرے اپنے منصوبے فیل ہو جانے کا خطرہ ہے کیا میں تم سے یہ امید کر سکتا ہوں کہ تم اب اس سے نہیں ملو گے۔"

"یہ بات اگر آپ مجھے روز اول ہی مجھ سے کہہ دیتے تو شاید آپ کو یہاں تک آنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور اس کے لیے میں تم سے معذرت بھی چاہتا ہوں۔" میں نے گردن ہلائی اور زمین کو دیکھنے لگا۔ ناصر پاشا پر میرا وار کارگر ہوا تھا۔ اس نے خود ہی آگے بڑھ کر میرے ہاتھ کھول دیے اور پھر دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ کے شکنجے میں لیتا ہوا بولا۔

"میں غلط فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اب تم اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو گے۔ ایک باپ کی حیثیت سے اور ایک دولت مند آدمی کی حیثیت سے میرے منصوبے کچھ اور ہیں۔ لڑکیاں احمق ہوتی ہیں بہت جلد متاثر ہو جاتی ہیں تاہم تمہاری صاف گوئی کی مجھے داد دینا پڑتی ہے اور سنو اگر واقعی تمہارے راستے وہ نہیں ہیں جو تم پر مسلط کر دیے گئے ہیں تو میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا اور تمہیں ایک بہتر مستقبل کی پیشکش کروں گا کیونکہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔"

"ان الفاظ کے لیے بے حد شکریہ میں اپنے مستقبل کے لیے خود کچھ منصوبے رکھتا ہوں اور ان میں کسی کی ضرورت نہیں محسوس کرتا بہر طور آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔؟"

"ٹھیک ہے تمہارا بے حد شکریہ آؤ میں تمہیں باہر جانے والے راستے تک پہنچا دوں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے اسے غلط فہمی سمجھ کر ذہن سے نکال دینا ویسے بھی میری پہنچ دور تک ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے دوستی نہ کرنا چاہو تو نہ کرنا لیکن دشمنی کا آغاز مت کرنا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ناصر پاشا مجھے باہر تک چھوڑنے آیا تھا اور اس کے بعد اس نے میری کار کی چابی میرے حوالے کر دی تھی۔

میں نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھ گیا۔ ناصر پاشا کو میں ایسے نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن مجھے کامیابی حاصل ہوئی تھی اور میرا مشن آگے بڑھا تھا ورنہ ان ناصر پاشا صاحب کو دوسرے حالات کا سامنا کرنا پڑتا بہر حال میری کار آگے بڑھتی رہی اور میرا ذہن بہت سی سوچوں کا شکار رہا۔ ناصر پاشا اس دوران میرے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ اپنے بارے میں سچ بتا کر میں نے نہایت ہی دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں کار مختلف سڑکوں پر دوڑاتا رہا پھر جب یقین ہو گیا کہ تعاقب وغیرہ نہیں کیا جا رہا تو میں نے کار کا رخ اپنی سرکاری رہائش گاہ کی طرف کر لیا۔ اپنے کمرۂ خاص میں بیٹھ کر آئندہ کے لیے فیصلے کرنے لگا اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ ناصر پاشا کے سامنے یہ انداز اختیار کر کے میں نے کسی طور غلطی نہیں کی تھی اور اب میرا فردوس سے ملنا بھی ضروری نہیں تھا۔ اس کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اگر ابھی اس کی ضرورت باقی رہتی تو بعد میں بھی اس سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال ایک ہی کردار میرے ذہن میں تھا اور وہ تھا بہرام شاہ۔ بہرام شاہ جو ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور اب ناصر پاشا کا دست راست تھا اگر کسی طور بہرام شاہ کے سلسلے میں ناکامی ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا۔ اب اس کے بعد دوسرا قدم۔

اور دوسرے قدم کے طور پر میں نے ٹیلیفون پر پھر آفتاب کمال کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے آفتاب نے ہی فون موصول کیا تھا اور اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔"

"یقیناً بستر پر پہنچ چکے ہو گے۔"

"بستر سے اترنا کیا مشکل ہوگا چیف۔"

"تو پھر اتر جاؤ۔"

"اتر گیا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"لباس تبدیل کرو اور میرے پاس آجاؤ۔"

"فون بند کر دوں چیف۔؟"

"بالکل!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آفتاب نے فون بند کر دیا۔ میں بھی ریسیور رکھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا میرے اندازے کے مطابق وقت مقررہ پر آفتاب کمال میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں نے اس کا استقبال کیا۔

"ہیلو چیف!"

"ہیلو آفتاب!"

"کہیے کیسے مزاج ہیں۔؟"

"بالکل ٹھیک ہوں آفتاب۔ اس وقت تکلیف دینے کے لیے معافی چاہتا ہوں۔"

"نہیں چیف ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو آج کل اپنے وزن کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

"وزن کی وجہ سے۔؟"

"جب سے آپ کی ماتحتی میں آیا ہوں ڈھائی پونڈ وزن بڑھ گیا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"صدیوں کے بعد عیش نصیب ہوتے ہیں۔"

"اوہ کہاں۔ تم تو کافی مصروف رہتے ہو۔"

"وہ کوئی مصروفیت نہیں ہے چیف۔"

"کیا کر رہے ہو آج کل۔؟"

"پچھلے بیس سال کے ریکارڈ کی چھان بین۔"

"کیسا ریکارڈ۔؟"

"بین الاقوامی مجرموں کا۔ شہر کے ضروری لوگوں کا۔ کس نے کیا جرم کیا ہے اور کس کا شجرہ نسب کیا ہے میں یہ ریکارڈ بنا رہا ہوں۔"

"زبردست کام ہے یہ۔" میں نے متاثر ہو کر کہا۔

"ضروری بھی ہے چیف۔ میں اس محکمے کو ایک روایت بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"تمہاری وجہ سے میری بھی کچھ عزت بن جائے گی آفتاب۔"

"شرمندہ کر رہے ہیں چیف۔ ویسے کچھ تجاویز ہیں میرے ذہن میں۔ اوہ معاف کیجیے گا چیف آپ نے مجھے اپنے کام سے بلایا تھا اور میں یہ فضول بکواس لے کر بیٹھ گیا۔"

"نہیں میں تمہاری تجاویز سننا چاہتا ہوں۔"

"کچھ لوگ ہیں میرے ذہن میں، ویسے بھی آپ اس محکمے کے لیے کچھ لوگوں کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو رکھ لیں لیکن پرائیویٹ حیثیت سے۔ انہیں سرکاری ملازمت نہ دیں لیکن ان سے سارے کام اپنی مرضی کے مطابق لیں۔ ان پر ظاہر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے بس ان سے رابطہ رکھے رہیں، جہاں کہیں انہیں قانونی تحفظ درکار ہو وہاں انہیں یہ تحفظ دیں۔"

"اس سے فائدہ۔؟"

"بڑے کام کے لوگ حاصل ہو جائیں گے ایسے لوگ جنہیں کسی بھی طور سرکاری نوکری نہیں دی جا سکتی۔"

"اوہ گڈ۔ یہ پہلو شاندار ہے۔"

"میرے خیال میں بہت عمدہ ہے چیف۔"

"ویسے کچھ لوگ تمہارے علم میں ہیں۔؟"

"سو فیصدی۔"

"تو پھر میری طرف سے اجازت ہے۔ ہم انہیں تنخواہیں کہاں سے دیں گے۔؟"

"اس فنڈ سے جو ہمیں اس سلسلے میں ملے گا۔"

"ذمہ داری تمہاری ہوگی۔"

"بالکل چیف۔ میں خوشی سے یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔"

"او کے آفتاب مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"بات طے ہوگئی چیف اب آپ بتائیے۔ اس وقت طلبی ہوئی ہے۔؟"

"بہرام شاہ۔"

"وہ قاتل جس نے ایک غیر ملکی وفد پر گولیاں چلائی تھیں مگر اسے موت کی سزا دی جا چکی ہے۔"

"وہ زندہ ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"پیشہ۔؟" آفتاب کمال نے پوچھا۔

"جرائم۔"

"بندرگاہ میں بلو برڈ ہوٹل کا مالک۔ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں سزا یافتہ۔؟"

"شاید وہی۔"

"ٹھیک ہے چیف۔"

"آج کل کیا کر رہا ہے۔؟"

"کل گیارہ بجے تک معلوم ہو جائے گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر چیف۔؟"

"وہ آج کل ناصر پاشا کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"اوہ یقیناً اس کا مطلب ہے چیف کہ۔ کہ ایک صنعت کار کے قتل میں ناصر پاشا کا بھی ہاتھ ہے لڑیاں مل رہی ہیں۔"

"مجھے بہرام شاہ چاہیے۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال کلائی پر بندھی گھڑی دیکھنے لگا۔

"دو بجے تک مل جائے گا چیف۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس وقت ساڑھے بارہ بجے ہیں۔"

"آج ہی لا سکتے ہو۔؟"

"بالکل چیف۔"

"تمہیں معلوم ہے اس وقت کہاں ہوگا۔؟"

"ڈیڑھ گھنٹہ اس کی تلاش کے لیے ہی تو مانگ رہا ہوں چیف۔"

"کمال کے آدمی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سر کمال کا بیٹا ہوں۔ میرے والد کا نام کمال احمد تھا۔" آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آفتاب پھر تم اس کے لیے کام شروع کر دو۔ اسے ڈارک روم میں پہنچا دینا ہے ویسے میں تمہاری مدد کے لیے موجود ہوں۔"

"ضرورت نہیں ہے چیف معمولی سا کام ہے۔ آپ اسے دو بجے ڈارک روم میں پائیں گے۔ اجازت۔" وہ بولا۔ اور میں نے ہنستے ہوئے اسے اجازت دے دی۔ حالانکہ خود میرے ذہن میں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ بہرام شاہ کو اتنی جلدی حاصل کر لوں گا۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے تب بھی اچھا ہے۔ بہرام شاہ کو گمان بھی نہیں ہوگا کہ اس کے ساتھ یہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آفتاب کو کامیابی حاصل ہو جائے۔ ویسے اس سے یہ سب کچھ بعید بھی نہیں تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ کیا رات کے دو بجے تک جاگ کر اس کا انتظار کیا جائے۔ یہ ضروری تھا۔ میں جاگتا رہا پھر ٹھیک دو بجے آفتاب کمال کی جادوگری کا قائل ہونا پڑا۔ ایک سیاہ ویگن کوٹھی کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ اور میں گون پہن کر باہر نکل آیا تھا۔

آفتاب ہی تھا۔ نیچے اتر کر وہ مسکرایا۔ "ہیلو چیف" گے پاؤں سیدھے کر کے ایک بٹن دبایا اور بہرام شاہ کے دونوں پیروں میں آہنی کڑے پھنس گئے۔ بہرام شاہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا۔؟" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ ایک جدید طریقۂ علاج ہے۔" آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔؟"

"تمہاری تندرستی اور زندگی۔"

"تم کون ہو۔؟"

"ارے رے رے۔ مجھے بھول گئے تم بہرام شاہ میرے لیے تو تم نے کافی محنت کی تھی۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"پہچانتے بھی نہیں۔؟"

"نہیں۔"

"اوہ! شاید شاہ صاحب کی یادداشت متاثر ہوئی ہے پہلے ان کی یادداشت کا علاج کر دو۔" میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"بہتر۔" آفتاب نے گردن ہلائی اور جیب سے ماچس کی ڈبیہ نکال لی۔ پھر اس نے ماچس کی تیلیاں نکال کر انہیں درمیان سے توڑا اور اس کے ٹکڑے کر کے مسالے والے ٹکڑے بہرام شاہ کے انگوٹھوں اور انگلیوں کے درمیان پھنسا دیے۔ کئی ٹکڑے اس کے پاؤں کی انگلیوں میں پھنسانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ "چیف آپ مریض کے ہاتھ بھی سیدھے کر دیجیے۔"

"کیا کر رہے ہو یہ۔؟" بہرام شاہ چیخا اور اس نے پھر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے گھونسے نے اسے پھر لٹا دیا۔ پھر میں نے اس کے دونوں ہاتھ بھی کڑوں میں پھنسا دیے۔

"علاج شروع کروں چیف۔؟"

"بالکل۔" میں نے اسے اجازت دے دی اور آفتاب نے ایک ماچس کی تیلی جلا کر بہرام شاہ کے انگوٹھے کے درمیان پھنسی تیلی کے مسالے سے لگا دی۔ مسالہ گرم ہو کر بھڑک اُٹھا اس سے شعلہ اٹھا اور بہرام شاہ کے حلق سے دہاڑیں نکلنے لگیں۔ وہ بے تحاشہ گالیاں بک رہا تھا۔ آفتاب نے دوبارہ تیلی جلائی تھی۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔"

"مجھے پہچان لو تو بتا دینا شاہ صاحب۔ یادداشت واپس آنا ضروری ہے۔" میں نے کہا اور آفتاب نے دوسرے پاؤں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ بہرام شاہ کے آنسو نکل پڑے تھے۔ آفتاب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تو ابتدا ہے بہرام شاہ۔ اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوگا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"لعنت ہے تم پر۔ دیکھنا تم۔ اس کا نتیجہ دیکھنا۔" بہرام شاہ غصے اور تکلیف سے بولا اور آفتاب نے ایک تیلی اور جلا دی۔ بہرام شاہ ایک بار پھر چیخ پڑا تھا۔

"کچھ یاد آیا بہرام شاہ۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔" بہرام شاہ نے کہا۔

"واہ ڈاکٹر صاحب۔ اس سے سستا طریقہ علاج اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا نہ سنا۔" میں نے آفتاب کمال کو داد دی۔

"ہنالولو کے ڈاکٹر بل جو جاؤ نے یادداشت کی واپسی کے لیے یہ طریقہ علاج دریافت کیا تھا جناب۔ اس کا کہنا ہے کہ ماچس کا مسالہ جلاتا کم ہے آگ زیادہ بھڑکاتا ہے۔ آنجہانی بل جو جاؤ کا کہنا ہے کہ اگر مریض کو اس سے افاقہ نہ ہو تو دوسرے مرحلے کے طور پر پسی ہوئی سرخ مرچوں کا سفوف جلے ہوئے حصے پر لیپ کر دیا جائے یادداشت فوراً واپس آجاتی ہے۔" آفتاب نے مسخرے پن سے کہا۔

"ہاں۔ بہرام شاہ صاحب۔ تو آپ مجھے جانتے ہیں آپ یقیناً ناصر پاشا کو بھی جانتے ہوں گے۔"

"بکواس مت کرو۔" بہرام شاہ غرایا۔

"ارے کیوں۔ اس سے کوئی خطرناک رشتہ ہے کیا۔"

"میں کہتا ہوں۔ تم۔ آخر تم۔"

"آپ نے مجھے اس کے لیے اغوا کیا تھا۔"

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"اس کا کہنا تھا کہ تم اس کی لڑکی پر ڈورے ڈال رہے ہو۔"

"اور تم اس لڑکی کے بھائی بن کر آگئے۔ ناصر پاشا نے اس کے لیے تم سے ہی کیوں کہا۔"

"میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"جیتے رہو۔ اصل بات یہی معلوم کرنی تھی ہاں تو اب ذرا ان سیاموں کی تفصیل اگل دو۔"

سامان لے آیا ہوں۔"

"کیا واقعی۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"بے ہوش ہے۔" اس نے ویگن کا دروازہ کھول دیا۔ اندر واقعی بہرام شاہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ میں آفتاب کمال کے ساتھ مل کر اسے اندر لایا اور پھر اس کوٹھی کے ایک تہہ خانے میں لے گیا۔ اسی تہہ خانے کے بارے میں میں نے اس سے کہا تھا۔

"یہی ہے نا چیف۔" آفتاب نے پوچھا۔

"ہاں یہی ہے۔ مگر تم نے واقعی کمال کیا ہے۔ کہاں سے ملا یہ تمہیں۔" میں نے پوچھا۔

"مائی فقاں کے ڈیرے سے۔"

"کہاں سے۔"

"فقاں کا ڈیرہ مشہور جگہ ہے۔"

"افسوس میں نے اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔"

"سن لیں گے چیف۔ ابھی جلدی کیا ہے۔ ویسے فقاں کا ڈیرہ بڑی کراماتی جگہ ہے۔ اکثر کھوئے ہوئے جرائم پیشہ لوگ وہاں مل جاتے ہیں۔ مائی فقاں ان لوگوں کی پیر ہے اور یہ کسی نہ کسی شکل میں وہاں ضرور پہنچتے ہیں۔ بس ایک اندازہ تھا اور مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ویسے چیف اب اس بارے میں کچھ مزید تفصیل ہو جائے۔" آفتاب نے کہا۔

"ہاں یقیناً۔ کیا خیال ہے اسے یہاں چھوڑ کر ہم لوگ جائے وغیرہ کا بندوبست کریں۔ کتنی دیر میں ہوش آجائے گا اسے۔"

"میرا خیال ہے ابھی ایک گھنٹہ لگ جائے گا چیف۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور آفتاب میرے ساتھ تہہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اس تہہ خانے کو اندر سے کھولنا ناممکن تھا۔ اس لیے ہمیں بہرام شاہ کے ہوش میں آنے کے بعد کوئی خطرہ نہیں تھا۔ باہر آکر جائے کا انتظام کیا گیا اور پھر میں آفتاب کو ناصر پاشا سے ملاقات کے بارے میں بتانے لگا۔

"بہرام شاہ اس کے ساتھ تھا اور اس نے مجھے اغوا کر لیا تھا۔" میں نے پوری تفصیل بتا کر کہا۔

"کچھ عرصہ قبل ایک صنعت کار کا قتل ہوا تھا اور اس میں بہرام شاہ کی جھلکیاں نظر آئی تھیں لیکن ہم اس کا پس منظر نہیں تلاش کر سکے تھے اب مجھے یقین ہے کہ ناصر پاشا بھی اس کھیل کے پس پشت ہو سکتا ہے۔ ویسے اب کیا پروگرام ہے چیف۔"

"بہرام شاہ کی زبان کھلوانی ہے۔"

"پکا آدمی ہے کافی محنت کرنی پڑے گی۔"

"کیا حرج ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور آفتاب بھی مسکرانے لگا پھر بولا۔

"او کے چیف۔ اس میں بھی کچھ کمالات دکھائیں گے آپ کو۔"

"ضرور۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم لوگ جائے پینے چل دیے۔ پھر اس سے فراغت حاصل کر کے اٹھ گئے

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم تہہ خانے میں داخل ہو گئے لیکن جو کچھ ہوا اس کی امید نہ تھی۔ تہہ خانے میں پہلا قدم میں نے ہی رکھا تھا اور ایک زبردست گھونسہ میری تھوڑی پر پڑا تھا۔ ایک لمحے کے لیے چکر آگیا لیکن دوسرے لمحے سنبھل گیا تھا اور بہرام شاہ کا دوسرا گھونسہ کلائی پر روک کر میں نے جوابی کارروائی کی جس کے نتیجے میں بہرام تہہ خانے کے وسط میں جا گرا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہ لگائی تھی۔ اس اثنا میں آفتاب کمال نے پستول نکال کر اس کا رخ بہرام شاہ کی طرف کر دیا تھا۔

"نہیں پستول رکھ لو۔ شاہ صاحب سے کچھ ذاتی حساب بھی چکانے ہیں۔" میں نے آستین چڑھالیں اور بہرام شاہ کے مقابل آگیا۔ بہرام شاہ نے لات چلائی مگر میں نے اس کا پاؤں پکڑ کر اوپر اٹھا دیا اور وہ اچھل کر نیچے گر پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے پلٹ کر اس کے پیٹ پر پاؤں رسید کر دیا تھا۔ بہرام شاہ خود لڑائی بھڑائی کا ماہر تھا اس لیے مجھے لطف آنے لگا۔ اس نے مجھ پر کئی کامیاب وار کیے تھے لیکن میرے جوابی حملے زیادہ سخت تھے اس کے ہونٹ پھٹ گئے اور ناک سے خون بہنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

"تھک گئے شاہ صاحب۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ اور پھر آفتاب کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہاں ڈاکٹر صاحب۔ اب آپ شاہ صاحب کا علاج کریں۔"

"بہتر۔" آفتاب نے گردن ہلائی اور پھر وہ بہرام شاہ کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے بڑی دلسوزی سے اس کے زخم دیکھے اور پھر بازو کا سہارا دے کر تہہ خانے میں پڑے بستر پر لٹا دیا۔ یہ بستر خاص قسم کا تھا جناب۔ آفتاب نے بہرام

"تم۔ مطلب ہو کر ایسے ہی کام۔"

"نہیں جانِ من ایسے کام روز نہیں ہوتے۔ ذرا گہرائیوں میں اتر جاؤ۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"کوئی گہرائی نہیں ہے۔"

"چیف!" آفتاب کمال نے مداخلت کی۔ اور میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے درد کا اثر کم ہو گیا ہے۔"

"ایک اور ڈوز دو۔"

"ابھی ہلکے ڈوز سے کام چلاتے ہیں چیف۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ شروع کریں گے۔" آفتاب نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بہرام شاہ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ بہرام شاہ کی قمیض اس نے نیچے تک پھاڑ دی تھی۔ اور پھر اس نے ماچس کی ڈبیا سے تیلیاں نکال نکال کر اس کے بدن پر سجانا شروع کر دیں۔

"تم۔ کیا کر رہے ہو تم۔" بہرام شاہ لرز کر بولا۔

"خاموش رہو۔ ڈاکٹر کے کام میں مداخلت نہیں کرتے۔" آفتاب نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ اور پھر اطمینان سے اس کے سینے پر رکھی تیلیوں میں آگ لگا دی بہرام شاہ کے سینے پر بالوں کے گچھے تھے۔ جنہوں نے آگ پکڑ لی اور چڑ چڑ ہو گئے۔ بہرام شاہ کٹتے ہوئے بکرے کی طرح چیخنے لگا تھا۔

"میں دوسرے مرحلے کی تیاریاں کر کے آتا ہوں چیف بس ایک منٹ۔"

"سنو۔ سنو۔ مجھ پر تشدد نہ کرو۔ میرا کیا۔ سوری۔ آخر۔" بہرام شاہ زچ ہو کر بولا۔

"تشدد۔" آفتاب نے حیرت سے کہا پھر مجھ سے بولا۔ "کیوں چیف کیا اسے تشدد کہہ سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ تو علاج ہے۔"

"تشدد تو اب شروع ہوگا۔ زبان کھول دو بہرام شاہ اب مذاق ختم ہوتا ہے۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔"

"سیٹھ فیاض بھائی کو بھی والا۔" آفتاب کمال نے کہا اور بہرام شاہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے آفتاب کو دیکھنے لگا پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"پولیس۔ کیا خفیہ پولیس سے تعلق ہے تم لوگوں کا۔"

"سوال نہیں میری جان صرف جواب۔"

"یقین کرو میں نے اسے قتل نہیں کیا۔"

"پھر کس نے کیا۔"

"خود ناصر پاشا نے۔"

"لیکن ثبوت تمہارے خلاف ہیں۔" آفتاب کمال نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔

"یہ اس کی سازش ہے۔"

"کس کے خلاف۔"

"میرے خلاف۔ اس نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے مجھے اس جال میں پھنسایا ہے۔"

"مگر تم اس جال میں پھنس چکے ہو۔ تحقیقات مکمل ہو چکی ہیں اور بہت جلد تم پر ہاتھ ڈالا جانے والا ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی ثبوت نہیں جبکہ تم گردن گردن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دلدل میں دھنسے ہوئے ہو۔ سزائے موت تمہارا مقدر بن چکی ہے اور میری جان۔ تم پر اسی لیے ہاتھ ڈالا گیا ہے۔" آفتاب کمال نے کہا۔ اس گفتگو کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا تھا۔ بہرام شاہ بُری طرح نروس ہو گیا۔ آفتاب کمال نے پھر کہا۔

"محکمہ خفیہ پولیس کے چیف آفیسر اسی لیے ناصر پاشا کی بیٹی کے پیچھے لگے تھے کہ حقیقت معلوم ہو سکے مگر منظرِ عام پر آئے تم۔"

"یہ بیکار ہے یقین کرو یہ بکواس ہے۔"

"تو پھر سچ تم بتاؤ۔"

"ایک وعدہ کیا جائے۔"

"کیا۔؟"

"اس سلسلے میں غیر جانبدارانہ تحقیقات ہوں اور اگر میری بےگناہی ثابت ہو جائے تو میری مدد کی جائے۔"

"تم سچ بولو گے۔؟"

"ثبوتوں کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے وعدہ۔"

"سیٹھ گوکھی والا کو ناصر پاشا نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ہاں میں اس کے ساتھ تھا۔"

"مسئلہ کیا تھا۔؟"

"ایک کاروباری گھپلا جس کے کاغذات سونا کو بینک کے لاکر نمبر اٹھارہ میں محفوظ ہیں۔ یہ کاغذات اس قتل کا مکمل ثبوت ہیں۔ وہ ایک باقاعدہ جرائم پیشہ شخص ہے اور آج کل ایک غیر ملکی کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"غیر ملکی کے لیے۔؟"

"ہاں ملک کے خلاف۔"

"کیا کام کر رہا ہے۔؟"

"یہ میں نہیں جانتا لیکن اس کا معاوضہ اس نے دو کروڑ روپے لیا ہے۔ اس کی تفصیل بھی اسی لاکر میں موجود ہے۔"

"وہ غیر ملکی کون ہے۔؟"

"فادر فیسا۔ تبلیغی مشن پر یہاں آیا ہے اور سرکاری مہمان ہے۔ اس کا قیام ڈیکن لاج میں ہے۔"

"فادر فیسا۔ یاد آیا چیف۔ اخبارات میں اس کے بارے میں بہت کچھ چھپا ہے غالباً اسے کوئی تمغہ بھی ملا ہے۔" آفتاب کمال نے کہا۔

یہاں ابھی میں بمشکل تمام سانس لے رہا تھا۔ اس عظیم الشان کامیابی کی قطعی امید نہیں تھی جو حاصل ہو چکی تھی۔

"فادر فیسا کے ساتھ اور کون ہے۔؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"اگر یہ اطلاعات غلط نکلیں تو۔؟"

"مجھے زندہ جلا دینا مگر۔ یہ کرنا خطرناک ہوگا۔ کام تو تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔"

"کام کیا ہے اس کا تمہیں علم نہیں۔؟"

"قطعی نہیں۔ مجھے اس کام میں شریک نہیں کیا گیا ہے۔"

"اگر تمہاری اطلاعات درست ہیں بہرام شاہ تو وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔ ہم تمہیں مکھن سے بال کی طرح نکال لیں گے۔" میں نے کہا۔

"آزما لو۔ میں تمہارے وعدے پر اعتماد کرتا ہوں۔" بہرام شاہ نے کہا۔

"تمہیں اس دوران یہاں آرام کرنا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں۔"

"کوئی حرکت نہ ہوگی۔"

"بالکل نہیں۔ میری زندگی بچ رہی ہے اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔ اور۔ یہ زخم۔؟"

"ان کا علاج ہو جائے گا۔" میں نے بہرام شاہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد ہم نے واقعی اسے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں۔

پوری رات گزر گئی۔ صبح کو ناشتا کرتے ہوئے میں نے آفتاب کمال سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے آفتاب۔؟"

"چیف کی ہدایات کا منتظر ہوں۔"

"لاکر نمبر اٹھارہ۔"

"ہاں چیف میں بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ کیا خیال ہے اس کے لیے شہباز احمد صاحب سے رجوع کیا جائے۔؟"

"رسک ہوگا۔"

"کیوں۔؟"

"بات آگے نکل جائے گی۔ ثبوت ہاتھ آئے بغیر ہم ناصر پاشا جیسی شخصیت پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے اور ثبوت کے حصول کی کوشش سے وہ ہوشیار بھی ہو سکتا ہے کون جانے کہاں کہاں اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں اور کہاں سے اس کی مدد ہو جائے۔"

"پھر چیف۔؟" آفتاب نے پریشانی سے کہا۔

"میرے پاس حل ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا چیف۔؟"

"سونا کو بینک۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"جملہ پورا ہو جانے دو۔"

"جلدی کریں چیف۔" آفتاب بےچینی سے بولا۔

"سونا کو بینک میں ڈاکا۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟"

"ڈاکو چھ ہوں گے۔ اور سونا کو بینک پر ایک شاندار ڈاکا پڑے گا۔"

"چھ ڈاکو۔؟"

"دو ہم دونوں۔ چار کا انتظام میں کر لوں گا تم فکر مت کرو۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں ایسے چار ساتھی تھے جو اور کچھ کر سکتے ہوں یا نہ کر سکتے ہوں لیکن یہ کام بڑی ہوشیاری سے کر سکتے تھے کیونکہ انہیں اس کی مشق تھی۔

آفتاب نے گھٹے گھٹے سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یہ کام کب ہوگا چیف۔؟"

"کل دن کو بارہ بجے بہترین وقت ہوتا ہے۔"

"اوکے چیف۔ مجھے میری ذمہ داریاں بتا دیجیے۔" آفتاب نے کہا۔ اور میں اسے اپنا پروگرام بتانے لگا۔ آخر میں آفتاب بولا۔ "مگر چیف بقیہ چار آدمی کون ہوں گے۔؟"

"چار تربیت یافتہ ڈاکو۔" میں نے جواب دیا۔

آفتاب گیارہ بجے کے قریب چلا گیا اور میں تیاریاں کرنے لگا۔ پوری رات جاگ کر گزری تھی لیکن نیند یا تھکن کا شائبہ بھی نہ تھا۔ جو کام ہوا تھا وہ اتنا ہی سنسنی خیز تھا کہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

بینک آف سونا کو کا جائزہ میں ایک بجے تک لیتا رہا تھا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ میں انہیں جمع کرنے کا طریقہ جانتا تھا چنانچہ تین بجے ہم سب اپنے پرانے ٹھکانے پر جمع ہو گئے۔

"آج لگتا ہے پرانا دور واپس آ گیا۔" جون نے کہا۔

"ہاں جیبیں خالی ہو چکی ہیں۔"

"پھر کیسے بھری جائیں۔؟"

"جیسے بھری جاتی رہی ہیں۔"

"کوئی پروگرام ہے ڈیئر۔؟" اعجاز نے کہا۔

"سو فیصدی۔"

"پھر جلدی بتاؤ میرے ہاتھوں میں کھجلی ہونے لگی ہے۔"

"ڈاکا۔"

"کہاں۔؟"

"بینک آف سونا کو۔"

"ہائے کیا بات ہے۔ کیسی جگہ ہے۔؟"

"بہت عمدہ۔ بہت شاندار۔ میں سروے کر چکا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں کاغذ پنسل لے کر نقشہ اور مکمل پلان بنانے بیٹھ گیا۔ ان لوگوں کو ایک ایک تفصیل بتا کر میں نے کہا۔ "کوئی سوال۔؟"

"میرے خیال میں پلان مکمل ہے۔"

"لیکن ایک خیال رکھنا ہے۔"

"کیا۔؟"

"گولی نہیں چلے گی۔ کوئی زخمی نہیں ہوگا مرنا تو بڑی بات ہے۔"

"میرے خیال میں جو پلان ہے اس کے مطابق تو ضرورت نہیں پیش آئے گی۔" توفیق نے کہا۔

"تو پھر تمہارے کام سے میں مطمئن رہوں۔؟"

"سو فیصدی کبھی گڑبڑ ہوئی ہے۔" کشوری بولا۔

"وہ بھی نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رات تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا تھا ایک پرتکلف ڈنر کے بعد ہم سب جدا ہو گئے تھے۔

آفتاب کمال بہت اسمارٹ تھا اور جس پائے کا وہ انسان تھا اس کے تحت یقیناً اس نے بہت سی مہمات سرانجام دی ہوں گی۔ لیکن اس مہم نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ میرے ساتھ جاتے ہوئے وہ نروس تھا اور میں اسے سمجھا رہا تھا۔ بینک آف سونا کو کے اندر کا ماحول تو ہمارے اندازے کے مطابق تھا۔ ہم دونوں گاڑی میں بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ نمبر پلیٹ بدل دی گئی تھی اور دوسری طرف ان لوگوں کو چوری کی گاڑی استعمال کرنی تھی۔ پھر میں نے توفیق وغیرہ کو گاڑی سے اترتے ہوئے دیکھا سب نے چہرے بدل رکھے تھے کسی کے چہرے پر گھنی مونچھیں کسی کے چہرے پر مصنوعی ناک۔

ابتدا اعجاز نے کی۔ بینک میں داخل ہوتے ہوئے اس نے گن مین کو دبوچ لیا اور اسے ایک ہی ہاتھ میں بےہوش کر دیا۔ توفیق کشوری اور جون اندر گھس گئے تھے اور انہوں نے پستولوں سے عملے کو کور کر لیا۔ اس کے بعد میں اور آفتاب نقابیں لگائے اندر پہنچ گئے اور ہم نے مینیجر کو قابو میں کر کے اس سے لاکرز روم کی چابیاں طلب کیں باقی عملے کو ایک الگ جگہ بند کر دیا گیا تھا۔ مینیجر سے چابیاں لے کر میں لاکرز روم میں داخل ہو گیا جبکہ آفتاب مینیجر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پر تعینات رہا۔ سب سے پہلے میں نے لاکر نمبر اٹھارہ پر ہاتھ صاف کیا تھا۔ اس میں کاغذات کے کئی فائل تھے۔ اور کچھ نہ تھا۔ میں نے ایک نگاہ ان فائلوں پر ڈالی تھی اور پھر آس پاس کے کئی لاکرز کھول کر کچھ قیمتی سامان بھی نکال لیا تھا۔

واپسی میں صورتحال پوری طرح ہمارے کنٹرول میں تھی۔ توفیق وغیرہ نے کیش سنبھال لیا تھا۔ بینک کا دروازہ بھی اپنے کنٹرول میں تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ ایک بھی فائر نہیں کرنا پڑا تھا۔ اعجاز نے وہ گاڑی سنبھال رکھی تھی جسے وہ چرا کر لائے تھے اور میں اپنی گاڑی کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ آفتاب البتہ مسلسل کانپ رہا تھا۔ اس لیے میں نے ڈرائیونگ اسے نہیں دی تھی۔ کچھ دور آ کر ہم نے نقابیں اتار دیں۔

"آفتاب!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے پکارا۔

"یس چیف۔"

"دیکھا حالت ہو رہی ہے تمہاری۔"

"چیف سچ مچ برا حال ہے۔ ڈاکوؤں کو بکڑا ہوا دیکھا میں نے مگر آج معلوم ہوا کہ بے چاروں کا کام کتنا مشکل ہے میں ہنس پڑا تھا۔ یہیں واقعی حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ میں کوٹھی واپس آ گیا۔ اور پھر بہترین کافی بنا کر ہم نے دو دو پیالیاں پی تھیں تب کہیں جا کر آفتاب کی حالت کچھ بہتر ہوئی۔

وقت گزر چکا تھا میں نے مطلوبہ جگہ فون کیا جس کے بارے میں پہلے سے طے تھا اور فون توفیق نے ریسیو کیا۔

"ہیلو توفیق میں بول رہا ہوں۔"

"ہوہا۔ یاہو ہا۔" توفیق کا نعرہ سنائی دیا۔ یہ سگنل تھا کہ وہ لوگ کامیابی سے اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے ہیں۔

"گاڑی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وائی ای آئی پا ہو۔" توفیق کا نعرہ گونجا اور میں نے ریسیور رکھ دیا۔

آفتاب عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی بولا۔ "کچھ عجیب سی آوازیں سنی تھیں میں نے۔"

"کیپٹل ہاؤس فون کیا تھا میں نے۔"

"کیوں۔؟"

"کچھ مولشیوں کی خیریت معلوم کرنی تھی۔ آؤ اب بہت سے اہم کام کرلیں۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم فائل کھول کر بیٹھ گئے۔ دو گھنٹے تک ہم ان فائلوں میں غرق رہے تھے اور جب ہم نے یہ کام ختم کیا تو ہمارے چہرے شدت جوش سے انگارے بنے ہوئے تھے۔

"بہت سے خوفناک رازوں کا انکشاف ہوا ہے چیف! اوہ مائی گاڈ! یہ ناصر پاشا تو بے حد خطرناک آدمی ثابت ہوا۔" آفتاب نے کہا۔

"فادر فیسا!" میں نے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہاں چیف تازہ پروگرام پر ڈسکس کرلیا جائے ہمیں فورس درکار ہو گی۔"

"مشکل پیش آئے گی۔؟"

"قطعی نہیں۔ البتہ آپ کو انتظامات کرنے ہوں گے اپنے اختیارات استعمال کیجیے۔" آفتاب نے کہا۔ ہم لوگ دیر تک آئندہ کا لائحہ عمل بناتے رہے۔ فائلوں اور ان میں موجود کاغذات سے ایسے سنسنی خیز انکشافات ہوئے تھے کہ ہم دنگ رہ گئے تھے۔ اور اب بے دھڑک اس تبلیغی مشن پر آئے ہوئے فادر فیسا اور ناصر پاشا پر ہاتھ ڈالا جا سکتا تھا۔ محکمہ پولیس کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل سے گفتگو کرنے کا یہ تجربہ بھی میرے لیے انوکھا تھا۔ میں نے فون پر تیمور جمال سے رابطہ قائم کیا۔

"ڈپارٹمنٹ ٹو اے فور۔ فرام فارن سروس۔ مسٹر تیمور جمال سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یس سر تیمور جمال بول رہا ہے۔"

"خصوصی اجازت نامہ نمبر ۲۱۱۲۲ کے تحت مجھے وہ اختیارات حاصل ہیں کہ میں کسی بھی اہم مسئلے میں پولیس سے مدد حاصل کر سکتا ہوں۔"

"ہمیں ہدایات مل چکی ہیں جناب۔ فرمایئے۔"

"ایک اہم مسئلے پر مجھے تقریباً پچاس مسلح پولیس کے جوان درکار ہیں جن پر چار ڈی ایس پی تعینات کیے جائیں انہیں بیک وقت دو آپریشن کرنا ہوں گے۔"

"وقت کیا ہو گا جناب۔؟"

"رات ساڑھے دس بجے۔"

"بہتر ہے۔ شام چار بجے آپ ان لوگوں کو اپنی تحویل میں لے کر ہدایات کر دیجیے گا۔"

"بہت شکریہ مسٹر تیمور جمال۔"

"ایک منٹ جناب۔"

"جی فرمایئے۔"

"کیا آپ ٹو اے فور کے سربراہ بول رہے ہیں۔؟"

"جی۔"

"سر میں آپ سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"چیف آف ڈیپارٹمنٹ ٹو اے۔ فور۔" میں نے نپے تلے لہجے میں کہا۔

"اوہ یقیناً سر میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ خفیہ رہتے ہیں لیکن۔" ڈی آئی جی صاحب خاموش ہو گئے۔

"لیکن کیا مسٹر تیمور جمال۔؟"

"کچھ نہیں سر۔ بس آپ کی آواز کچھ جانی پہچانی لگ رہی تھی۔ تھینک یو سر تھینک یو ویری مچ۔" میں نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا تھا لیکن دیر تک میں عجیب سے احساس کا شکار رہا تھا۔ بہرحال اس کے بعد مصروفیتوں کا آغاز ہو گیا۔ میری ہدایات پر پوری پابندی سے عمل ہوا تھا۔ شام چار بجے میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر رنگ کر کے چاروں ڈی ایس پی کو ہدایات دیں اور انہیں پوائنٹ بتا دیے۔ اصل جگہ کا میں نے کوئی حوالہ نہیں دیا تھا پھر فادر فیسا کا آپریشن آفتاب کمال کے سپرد کیا اور خود پولیس فورس کے ساتھ ناصر پاشا کی کوٹھی کے گرد گھیرا ڈال دیا۔

فادر فیسا ایک مذہبی تقریب میں شریک تھے جب پولیس نے ان پر ریڈ کیا اور انہوں نے اپنے ساتھی پادریوں کے ساتھ بہترین ہتھیاروں سے مقابلہ کیا لیکن پولیس نے بہرحال ان پر قابو پا لیا دوسری طرف میں نقاب میں ملبوس پولیس کی رہنمائی کرتا ہوا ناصر پاشا کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ ناصر پاشا کی طرف سے البتہ کوئی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ اس نے چیلنج کیا تھا کہ اس آپریشن میں شریک ہر پولیس والے کو اس کے خاندان سمیت زندہ دفن کر دے گا۔ اس کوٹھی کو پوری طرح تحویل میں لے لیا گیا تھا اور تلاشی لینے سے اس کے دوسرے جرائم بھی سامنے آئے تھے جو ان فائلوں میں موجود نہ تھے۔ باقی فردوس پاشا سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا تھا۔

یہ کارروائی رات بھر جاری رہی۔ دوسری صبح مجھے شہباز احمد کے سامنے حاضر ہونا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائے تھے "بلا خیریت مسٹر جہانگیر جمال۔؟"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" شہباز احمد چونک پڑے۔

"ناصر پاشا بے شمار ناقابل تردید ثبوتوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اپنے سابق وزیر بھائی کے ساتھ مل کر ملک کے راز بیرون ملک فروخت کرتا تھا اس بار بھی وہ ایک غیر ملکی ایجنٹ فادر فیسا کے لیے کام کر رہا تھا اور ہماری آرڈیننس فیکٹریوں کے نقشے اور ان سے متعلق مکمل کوائف دو کروڑ ڈالر کے عوض فادر فیسا کو دے رہا تھا۔ یہ اس معاہدے اور اس پر ہونے والے کام کی مکمل تفصیل ہے اس کے ساتھ ہی ناصر پاشا کے دوسرے بے شمار جرائم کی تفصیل بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔" میں نے فائل کو شہباز احمد کے سامنے کھول دیا۔ اور وہ بے تابانہ انداز میں اس پر جھک گئے۔ پھر اس وقت تک انہوں نے گردن نہ اٹھائی جب تک پوری فائل پڑھ نہ لی۔

"اوہ مائی گاڈ۔" ان کے منہ سے نکلا۔ اور پھر وہ بولے۔

"فادر فیسا سنا ہوا نام ہے۔"

"اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"وہ بظاہر ایک تبلیغی مشن پر آیا ہوا تھا۔ لیکن اس کا اصل مقصد یہ تھا۔"

"میں نے ڈپارٹمنٹ اے۔ ٹو فور کو نوٹیفکیشن جاری کر دیا تھا۔"

"جی مجھے اس سے آسانی حاصل ہوئی۔"

"مگر یہ فائل تمہیں کہاں سے حاصل ہوئے۔؟"

"ناصر پاشا کے معاملے میں چوروں اور ڈاکوؤں نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ چوروں نے ناصر پاشا کی تجوری سے چوری کر کے یہ کاغذات ہمارے سامنے پیش کیے تھے اور ڈاکوؤں نے بینک آف منا کو میں ڈاکا ڈال کر یہ فائل ہمیں دے گئے انہوں نے انہیں ناکارہ چیز سمجھ کر پھینک دیا تھا یہ میرے ہاتھ لگ گئے۔"

"ہاں بینک آف منا کو کے ڈاکے کی خبر میں نے اخبارات میں پڑھی تھی۔"

"بس اسی سے کام بن گیا۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔" شہباز احمد نے میرے کندھے پر تھپکی دی کھیل ختم ہو گیا تھا لیکن آفتاب کمال بے حد پریشان تھا۔ وہ ڈاکا اسے تسلیم نہیں ہو رہا تھا میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بہرحال حکومت کے فنڈ اتنے نہیں ہیں کہ سارے کام آسانی سے ہو جائیں ہمیں دوسرے ذرائع پر بھی انحصار کرنا پڑے گا۔ اس کے جواب میں وہ منہ پھول کر رہ جاتا ہے۔ تو یہ تھا میرا پہلا کارنامہ۔ مزید کارناموں کے لیے بار زندہ صحبت باقی۔ اب تو کام شروع ہو چکا ہے۔

پتا نہیں شہباز احمد صاحب حد سے زیادہ ذہین تھے یا ہیں ضرورت سے زیادہ چالاک؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا وزارت خارجہ شہباز احمد کی ذاتی ملکیت نہیں تھی اور وہ صرف ملازم تھے اور ایک دن یہ نوکری بہرحال ختم ہو جانی تھی لیکن وہ کہتے کہ انہوں نے مجھ پر عنایات کی بارش کر رکھی تھی۔ کون سی مراعات تھیں جو مجھے حاصل نہ تھیں اور پھر یوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگتا تھا جیسے ان دنوں میرے علاوہ وہ کچھ اور نہ سوچتے تھے۔ ڈیپارٹمنٹ ٹو۔ اے۔ فور کے لیے جو عمارت مخصوص کی گئی تھی اس میں لاکھوں روپے کا سامان آ چکا تھا۔ جدید ترین کمپیوٹرائزڈ پروجیکٹر، ٹیوکیموفلرز، ڈبل کیبرز، لاتعداد جدید قسم کے ٹرانسمیٹرز، خاص قسم کے ایسے آلات جو جرائم کی بیخ کنی کے سلسلے میں کام آ سکتے تھے۔ اور ان کے انبار ہوتے جا رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ سب میرے لیے باعث خوشی تھا لیکن بس میں یہ سوچتا تھا کہ آخر ان عنایات کا بار میں کیسے سنبھال سکوں گا۔ ایک ملاقات میں، میں نے ان سے کہا۔

"یہ جو آپ مجھ پر اتنی رقومات خرچ کر رہے ہیں آپ کو یقین ہے کہ میں ان کا اہل ثابت ہوں گا۔"

شہباز احمد مسکرائے پھر بولے۔ "خود تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

"میں قطعی اس قابل نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں لاابالی فطرت کا انسان ہوں پتا نہیں کس دن دل ان تمام کاموں سے اچاٹ ہو جائے۔"

"میرے خیال میں ایسا نہ ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بس میرا تجربہ ہے۔ میں تمہیں مکمل طور سے جاننے کا تو دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن جتنا سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ تم فطرتاً برے انسان نہیں ہو۔ تمہارے اندر وہ قدریں موجود ہیں جو ایک بہترین انسان میں ہوتی ہیں۔ بس تم ضدی ہو۔ اور تمہارا ضدی ہونا بے حد ضروری ہے۔ جس طرح ایک شریر بچہ ذہین ضرور ہوتا ہے اس طرح تمہارا ضدی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تم اس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہو۔ اس کے باوجود اگر کبھی تمہارا دل ان کاموں سے اکتا جائے تو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ دل چاہے تو مجھے بتا ضرور دینا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ میں نے تم پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔ کام بتانا میری ذمے داری ہے اسے کرنا یا نہ کرنا تمہاری۔ کسی کام سے انکار کروگے تو مجبور نہیں کیا جائے گا تمہیں۔"

"اب کچھ آپ کے بارے میں ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"آپ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ فرائض کی بجا آوری کسی نہ کسی شکل میں ہو جاتی ہے۔ اتنے جھگڑے آپ نے کیوں مول لے لیے۔؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جواب آپ ہی دیں گے۔"

"جو جواب دوں گا اس پر یقین کر لوگے؟"

"سو فیصدی!"

"حب الوطنی ایک نشہ ہوتا ہے۔ اور اگر اس میں ذمے داری کا احساس بھی شامل ہو جائے تو یہ نشہ دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ مجھے اپنی ذمے داریوں سے عشق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وطن عزیز کے خلاف ہر سازش ناکام ہو جائے۔ کوئی جرم میرے وطن میں نہ ہو سکے۔ وہ میلی آنکھ کو میں پھوڑ دوں جو میرے وطن کی جانب بری نگاہ سے دیکھے۔ یہ سب کچھ میری ذاتی ذمے داری نہیں ہے۔ لیکن میرا شوق ضرور ہے۔"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بڑا سامان جمع کر دیا ہے۔ میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"آفتاب کمال سے میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

"کیا۔؟"

"میرے پاس ان تمام مشینوں کو آپریٹ کرنے کا عملہ موجود ہے۔ میں اسے تمہاری تحویل میں دینا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں جو میں تمہارے لیے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کمال ہے۔ میں تو خود کو ان تمام لوازمات کا اہل نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"کم از کم میری اہلیت پر شک نہ کرو!" شہباز احمد صاحب نے کہا اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ سب کچھ میری پسند کے مطابق تھا اور مجھے میرے راستے نہ رکتے تھے۔ مجھے ہر طرح کی مراعات حاصل تھیں۔ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میری وجہ سے میرے دوست عیش کر رہے تھے اور ان کے ساتھ میری بھی تفریحات رہتی تھیں۔ ساری ذمے داریاں آفتاب کمال نے سنبھال رکھی تھیں۔ وہ شخص انسائیکلوپیڈیا تھا۔ کمپیوٹر تھا۔ روبوٹ تھا نہ جانے کیا تھا۔

چنانچہ ڈیپارٹمنٹ ٹو اے فور میں سترہ آدمیوں کا عملہ رکھ لیا گیا۔ تصویروں کے ذریعہ میرا ان سے تعارف کرایا گیا خود مجھے ان سے پوشیدہ رکھا گیا تھا اور میرا ان کا رابطہ صرف ایک ٹرانسمیٹر مشین پر ہو سکتا تھا۔ اسی پر میں انہیں احکامات دے سکتا تھا اور وہ میری تمام ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ میرے اور ان کے درمیان رابطے کے لیے آفتاب

کمال موجود تھا۔ جناب شہباز احمد صاحب کو کچھ نہ کچھ سوجھتی ہی رہتی تھی اور وہ میرے لیے گورنمنٹ کے فنڈز استعمال کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک اور عمارت بھی میرے لیے حاصل کی گئی۔ جہاں میری جسمانی تربیت ہوتی رہتی تھی۔ نئے نئے ہتھیار استعمال کرنا سکھایا جاتا تھا اور اس کے لیے بھی ایک عمدہ طریق کار اختیار کیا گیا تھا۔ یعنی میرے تربیت کنندگان مجھے سب کچھ سکھا رہے تھے لیکن میری صورت نا آشنا تھے۔ ان کے سامنے میں جب بھی آتا ایک سرخ نقاب میرے چہرے پر ہوتی۔ آفتاب کمال نے یہاں بھی اپنے کمالات پیش کیے تھے۔ چنانچہ چہرہ تو پوشیدہ ہوتا ہی تھا دوران تربیت میرے بدن کے کھلے ہوئے حصوں پر کچھ تبدیلیاں کر دی جاتی تھیں اور یہ آفتاب کمال ہی کا کارنامہ ہوتا تھا۔ مثلاً کلائیوں پر ڈریگن کے گدے ہوئے نشانات جو درحقیقت گدے ہوئے نہ ہوتے بلکہ ایک خاص رنگ سے انہیں بنایا جاتا۔ یا کوئی جلا ہوا نشان وغیرہ وغیرہ۔ اس سے غالباً یہ مقصود تھا کہ ان میں سے کوئی بھی میری نشاندہی نہ کر سکے۔ اور کوئی شخص میری شناخت نہ کر پائے۔ اور ہر شخص میرے بارے میں ایک نیا انکشاف کرے۔ ہاں ان لوگوں میں سے سب نے میرے بارے میں یکساں ریمارک دیے تھے جو یوں تھے۔

"چالاک۔ چیتے کی مانند پھرتیلا اور خونخوار۔ ہر مشکل سے مشکل کام کو لمحوں میں سمجھ لینے والا۔

صحت مند اور طاقتور۔ وغیرہ وغیرہ

گویا راوی نے عیش ہی عیش لکھ دیے تھے۔ میں نے خود پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ ہر کام دوسرے کر رہے ہیں تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ ہاں میری ضروریات کی راہ میں کوئی مشکل نہ تھی۔ چنانچہ ان دنوں میریا ڈیکن سے میرا عشق چل رہا تھا۔ ایک سفارت کار کی بیٹی تھی اور خوب تھی۔ یورپین لڑکیوں میں ایک خوبی ہوتی ہے۔ ان سے کتنا ہی اظہار عشق کر دو وہ زندگی بھر کے عہد و پیمان نہیں کرتیں اور صرف کچھ دو کچھ لو کے اصول پر عمل کرتی ہیں۔ چنانچہ میں نے میریا ڈیکن کو سرکاری خرچ پر بہت سے تحائف خرید کر دیے تھے جن میں مقامی بوتیک کے لباس ہلکے پھلکے زیورات وغیرہ تھے۔ اور جواب میں میریا نے مجھے اپنی ساری دلکشی دے دی تھی! لیکن وہ مرحلہ آ گیا جب مجھے ادائیگی کرنی پڑی۔ یعنی شہباز صاحب کی عنایات اور محبت کی ادائیگی ---!

آفتاب کمال ہی سے پیغام موصول ہوا تھا۔

"شہباز صاحب نے آج رات آٹھ بجے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"رات کو۔!" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"آٹھ بجے۔؟"

"دن میں کیوں نہیں؟"

"میں نہیں جانتا!"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"وقار ہاؤس میں۔" یہ اسی عمارت کا نام تھا جو مجھے نئی دی گئی تھی۔ میریا ڈیکن سے معذرت کرنی پڑی تھی۔ اور اس نے خوش دلی سے اسے قبول کر لیا تھا۔!

"ہیلو پرنس۔ کیا حال ہے۔؟" شہباز صاحب نے مخصوص انداز میں کہا۔

"بالکل درست!"

"بہت عیش ہو گئے اب کام کرو۔"

"ارشاد۔!" میں نے کہا اور شہباز صاحب نے ایک فائل کھول کر سامنے رکھ دیا۔ اور پھر اس میں سے ایک کاغذ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ کاغذ پر ایک تصویر چسپاں تھی۔ اور پورے کاغذ پر اس شخص کا بایوڈیٹا لکھا ہوا تھا۔

"یہ سائنسدان تھا۔ قتل ہو گیا۔" شہباز احمد نے کہا۔ اور دوسرا کاغذ میرے سامنے کر دیا۔ یہ دوسرے سائنس دان کی تصویر تھی۔

"یہ بھی سائنس دان تھا۔ قتل کر دیا گیا۔" شہباز صاحب نے مجھے پانچ ایسے کاغذ دکھائے پھر بولے۔ "گویا دنیا کے پانچ مایہ ناز سائنس دان قتل کر دیے گئے اور مزید کی گنجائش ہے۔ دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ پورے چھبیس دن کے بعد ایک مخصوص مقام پر ایک سائنس کانفرنس ہو رہی ہے۔ جو ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسے ہونا ہے اور ان چھبیس دنوں میں تمہیں ان لوگوں کا راستہ روکنا ہے جو ان سائنس دانوں کے قتل کے ذمے دار ہیں۔"

"تفصیل۔!"

"آفتاب کمال!"

"ٹھیک ہے۔ کام شروع کیے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور شہباز احمد مجھے مزید ہدایات دیتے رہے۔ پھر بولے۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ تم اپنی روایات برقرار رکھو گے۔"

"کوشش کروں گا۔"

شہباز احمد کے جانے کے بعد آفتاب کمال نمودار ہو گیا۔ اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"انہیں معلوم ہے کہ۔"

"آج کل آپ عشق کر رہے ہیں۔" اس نے میرا جملہ پورا کر دیا۔

"یہ بھی جانتے ہو گے کہ کس سے؟"

"میریا ڈیکن ہے اس کا نام۔ ایک سفارت کار کی بیٹی ہے۔"

"اس عشق کا کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں چیف۔ وہ شادی شدہ ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"اور یہ اس کا بارہواں عشق ہے۔ اس کا شوہر چند روز کے بعد ایک سرکاری عہدے پر یہاں آ رہا ہے۔ یہ عشق ختم ہو جائے گا۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

"جھوٹ نکلے کا تو گولی مار دیجیے۔ میں اس کے گیارہ عاشقوں کی فہرست پیش کر سکتا ہوں۔"

"لعنت ہے اس پر۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"اب یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"آپ کو سینڈی پارک کا سفر کرنا ہو گا۔ وہاں ہوٹل آرگینو کی آٹھویں منزل پر کمرہ نمبر آٹھ سو میں آپ کے لیے مخصوص ہو گا۔ آپ کا نیا نام ایلیس گرے ہے۔ ہلکا سا چہرہ بدلنا پڑے گا۔ ہوٹل میں قیام کے بعد آپ اس فون نمبر پر ایک شخص جوزف مارک سے رابطہ قائم کریں گے یہ کرانے کا نمبر ہے۔ ہمیں بس اس شخص کا پتا چل سکا ہے۔ باقی کام آپ کا۔"

"سینڈی پارک؟"

"یہ اصطلاحی نام ہے۔ اور یہ اس کا اصل لٹریچر۔ اور یہ ایک خوبصورت گھڑی!" آفتاب کمال نے ایک ڈبیہ نکال کر میرے سامنے کھول دی۔

"گھڑی؟"

"جی کراماتی گھڑی۔ کمپیوٹرائزڈ ہے۔ اور ضروری یادداشتیں اس میں فیڈ کر دی گئی ہیں۔ اس کا آپریشن یوں ہے مثلاً آپ کے کام کا نام۔ جوزف مارک یہ اس کا فون نمبر۔ اور یہ سینڈی پارک کا مکمل نقشہ۔ اس کے علاوہ معمولی سی کوشش سے آپ اس میں اپنی یادداشت محفوظ کر سکتے ہیں۔" آفتاب نے مجھے گھڑی کے استعمال کا طریقہ بتایا۔

"یہ نایاب شے ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سینڈی پارک میں آپ کو اور بھی بہت سی نایاب چیزیں ملیں گی۔"

"اور مجھے وہاں جانا کب ہو گا؟"

"کل صبح دس بجے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد آپ اپنی محبوبہ کو خدا حافظ کہنا بھی پسند نہ کریں گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے غصے سے کہا۔

"لہٰذا میرا کام ختم!" کمال نے کہا۔

آفتاب کمال بھی چلا گیا اور میں متضاد خیالات میں پھنس گیا۔ سینڈی پارک میں جس جگہ کا نام لیا گیا تھا، وہ ایک خوبصورت اور جدید ملک کا جدید شہر تھا۔ دراصل خفیہ اشاروں کی زبان میں ہر ملک کے لیے کچھ مخصوص نام تخلیق کیے گئے تھے اور اس سلسلے میں آفتاب کمال کا کہنا تھا کہ دراصل یہ خفیہ اشارتی زبان ہے تاکہ اگر ہم کبھی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں تو ہمارے دشمن یہ نہ سمجھ پائیں کہ ہم کس ملک کے بارے میں بات کر رہے ہیں اور ہمارا مشن خفیہ رہے۔ سینڈی پارک کے بارے میں صرف کاغذی معلومات ہی حاصل ہو سکی تھیں اور ان معلومات کے تحت کم از کم یہ علم ضرور تھا کہ شہر نہایت خوبصورت ہے اور جدید ترین روایات کا حامل بھی ہے۔ بہر طور وہاں کے خواب میری آنکھوں میں گردش کرتے رہے اور پھر ان خوابوں میں میریا ڈیکن کا چہرہ بھی شامل ہو گیا۔ جواب مجھے ایک مکروہ چڑیل نظر آ رہی تھی۔ کمبخت گیارہ عدد عاشق اور ایک عدد شوہر بھی رکھ چکی ہے اور ادا میں ایسی دکھاتی تھی جیسے سولہویں سال سے نکل کر سترہویں سال میں پہلا قدم رکھا ہے۔ یہاں لڑکیوں کے بارے میں میرا تجربہ مات کھا گیا تھا۔ یا پھر اس احمق آفتاب کمال کی معلومات ہی ناقص تھیں۔ بہر طور سانپ نکل چکا تھا اور لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سینڈی پارک کے بارے میں آفتاب کمال کے یہ الفاظ سہارا دے رہے تھے کہ وہاں اور بھی بہت سی نایاب اشیاء دستیاب ہو سکتی ہیں۔

اپنے طور پر میں نے صرف اپنے ذہن کو وہاں جانے کے لیے آمادہ کیا تھا۔ باقی ذمہ داریاں تو میرے محکمے ہی نے سنبھالی ہوئی تھیں چنانچہ مجھے کیا پروا ہو سکتی تھی۔ درحقیقت میری کیفیت ایک آزاد بیل کی مانند تھی جسے گلیوں سڑکوں اور بازاروں میں چھوڑ دیا گیا ہو اور اجازت دے دی گئی ہو کہ جسے چاہے ٹکر مارے، جسے چاہے زخمی کر دے جو چاہے منہ مار کر کھائے اور یہ آزاد سانڈ بہر طور خوشیوں کے جھولے میں جھول رہا تھا۔ گھر کے تصور کے ساتھ جناب ڈی آئی جی صاحب کا چہرہ بھی نگاہوں میں ابھر آتا تھا۔ میں اس گھر سے نفرت تو نہیں کرتا تھا لیکن یہ سچ ہے کہ وہاں کا ماحول میرے مزاج سے میل نہیں کھاتا تھا۔ قبلہ بھائی جان حضرات الگ میری کاٹ میں لگے رہتے تھے اور ڈی آئی جی صاحب نے مجھے اپنے گھر کے قابل ہی نہیں سمجھا تھا بہرطور انہوں نے ایک مجرم تخلیق کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ چند لوگوں نے اس مجرم کا قبلہ درست کر دیا تھا۔ دوسرے دن تیاریاں کر کے پروگرام کے مطابق کسی سے کچھ کہے سنے بغیر ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ تیاریوں میں چند لباس وغیرہ ہی تھے۔ ایئرپورٹ پر امید کے مطابق آفتاب کمال سے ملاقات ہو گئی جو ایک بریف کیس لیے ہوئے موجود تھا۔ اس نے وہ خوبصورت بریف کیس میرے حوالے کرتے ہوئے اس میں موجود اشیاء میرے سامنے کر دیں۔ ایلیس گرے کی حیثیت سے میرا پاسپورٹ اور اسی حیثیت سے وہ ہلکا سا میک اپ جو نہ ہونے کے برابر تھا اور جسے میں گھر سے کر کے چلا تھا اور اس کی ہدایت مجھے آفتاب کمال نے دے دی تھی۔ اس معمولی سی تبدیلی نے بے شک ایک نمایاں کارنامہ سرانجام دیا تھا اور میرے چہرے کی دلکشی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ آفتاب کمال نے مجھے خوش آمدید و دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور اس کے بعد میری ذمہ داریوں کا آغاز ہو گیا۔ جہاز کے سفر کے دوران یہ سوچتا رہا تھا کہ بے شک ان چند معاملات میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی تھی اور بے چارے شہباز احمد صاحب اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ میں بہت ہی اعلیٰ کارکردگی کا مالک ہوں، لیکن اس کارکردگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں ہلانا بے حد ضروری ہے۔ اس طرح میری تمام امیدیں بر آ رہی تھیں اور مجھے ایک حیثیت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ میرے راستے میں کہیں کوئی رکاوٹ نہیں تھی جو دل چاہتا تھا کرتا تھا۔ دوستوں کے لیے بھی آرام و سکون مہیا ہو گیا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ڈی آئی جی صاحب کا تسلط مجھ پر سے ختم ہو گیا تھا۔ اب اگر وہ مجھے دھمکیاں بھی دیتے تو وہ بے معنی ہو کر رہ جاتیں۔ میں ڈی آئی جی صاحب کے تصور سے مسکرا دیا اور خوبصورت ایئرہوسٹس جسے میں بے خیالی کے عالم میں دیکھ رہا تھا خوش اخلاقی سے مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"یس پلیز۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"آپ کو کسی شے کی ضرورت ہے؟"

"ہاں۔ جب بھی ادھر سے گزریں مسکرا دیا کیجیے۔" میں نے کہا۔ اور ایئرہوسٹس کی مسکراہٹ کچھ اور کشادہ ہو گئی۔

"نہیں پلیز۔ اتنی زیادہ نہیں۔ بس وہی مدھم سی مسکراہٹ جو بہت دلکش معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا میرے دانت خوبصورت نہیں ہیں؟"

"یقیناً ہوں گے۔ لیکن میں صرف آپ کے ہونٹوں تک رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایئرہوسٹس مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میرے معنی خیز جملے کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا لیکن چونکہ معاملہ ایک ہوائی سفر کا تھا اور ذہن سینڈی پارک میں الجھا ہوا تھا اس لیے میں اس ایئرہوسٹس کی مسکراہٹوں سے لطف اندوز نہ ہو سکا اور اپنے خیالات میں ڈوبا رہا۔ شکر کی بات یہ تھی کہ میرا ہمسفر ایک ایسا بوڑھا انگریز تھا جسے شاید اب سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہ گیا تھا اور سوتا بھی وہ ایسے تھا کہ اس کے سانسوں کی تیز آواز بلند نہیں ہوتی تھی ایسے بہتر سوچ کے راستے میں حائل نہیں ہوتے چنانچہ میری سوچیں سینڈی پارک اور اس سے متعلق جو ذمہ داری میرے شانوں پر لادی گئی تھی مجھ تک ہی محدود رہیں اور سفر پرسکون کٹا

میں تقریباً گیارہ بجے اپنے ملک سے پرواز کر کے سینڈی پارک کی جانب چلا تھا اور تقریباً سوا دو بجے ہمارے طیارے نے سینڈی پارک ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔ کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا تھا وہی مدھم کہرا آلود فضا جو میرا پسندیدہ موسم تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے ملکوں میں رہنے والے دھوپ اور سورج سے محروم رہ کر شدید بےکلی کا شکار رہتے ہوں گے۔ لیکن سخت دھوپ اور سخت گرمی کے موسم سے یہاں آنے والوں کو کچھ عرصے کے لیے یہ ماحول بہت ہی خوشگوار محسوس ہوتا ہے۔ جہاز کی سیڑھی لگ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنا ہلکا سا بریف کیس لیے پروقار انداز میں چلتا ہوا جہاز کی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں تھے یہاں میرا سوٹ کیس پہنچ چکا تھا اور انتہائی صاف ستھرے سامان کا مسافر تھا میں اور یقینی طور پر ایئرپورٹ پر موجود عملے کو ایسے مسافر پسند آتے ہوں گے چنانچہ میرے ساتھ بھی بہت خوش اخلاقی کا ثبوت دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا اپنے سوٹ کیس کو رنگ کی مدد سے گھسیٹتا ہوا میں ایئرپورٹ ایریا سے باہر آیا اور میری نگاہیں ٹیکسی کی تلاش میں بھٹکنے لگیں چونکہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موجود تھیں۔ میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو اشارے سے بلایا۔ یہ سیاہ فام تھا اور صورت سے سلطانہ ڈاکو نظر آتا تھا بہرطور ہو سکتا ہے یہ سلطانہ ڈاکو نہ ہو۔ میں نے سلطانہ ڈاکو کو اپنا سوٹ کیس دیا اور بریف کیس لیے ہوئے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ سلطانہ ڈاکو نے میرا سوٹ کیس ڈکی میں رکھا اور ادب سے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اندر بیٹھ کر میں نے اسے آرگینو کا پتا بتا دیا اور ٹیکسی سڑکوں پر تیرنے لگی۔ اُدھر میں دھندلائی ہوئی عمارتیں عجیب منظر پیش کر رہی تھیں اور فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر سکڑے سمٹے چلتے ہوئے لوگ موٹے موٹے لباسوں میں ملبوس تھے تبھی مجھے احساس ہوا کہ یہاں سردی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ بہرطور مجھے اس کی پروا نہیں تھی کیونکہ موسم میرے خیال کے مطابق خوشگوار تھا اور پھر ہوٹل آرگینو کی عمارت بھی دھندلائی ہوئی سی میرے سامنے آ گئی اور ٹیکسی ڈرائیور نے پارکنگ لاٹ پر ٹیکسی روک دی۔ میں نے اسے مقامی کرنسی میں ادائیگی کی جو مجھے فراہم کر دی گئی تھی اور اس کے بعد پُراطمینان انداز میں ٹیکسی سے اُتر آیا۔ فوراً ہی ایک پورٹر میرے پاس پہنچ گیا تھا اس نے میرا سوٹ کیس اُٹھایا اور پُرادب انداز میں آگے بڑھتا ہوا بڑے سے ہال کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا جس میں ایک جانب وسیع و عریض کاؤنٹر بنا ہوا تھا، کاؤنٹر پر ایک خوبصورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کی آنکھوں پر سنہری کمانی والا چشمہ چڑھا ہوا تھا اور غالباً اس کی اپنی شخصیت کو غیر دلکش بنانے کے لیے بس یہ چشمہ ہی کافی تھا۔ تاہم میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا، ہو سکتا ہے یہ بھی آفتاب کمال کی نشان کردہ نایاب اشیاء میں سے ایک ہو۔

"جی۔" اس نے کہا۔

"روم نمبر آٹھ سو بیس، الیس گرے۔" میں نے کہا اور لڑکی نے فوراً ہی ایک مشین کا بٹن دبا دیا سارا انتظام کمپیوٹرائزڈ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ایک چابی نکال کر پورٹر کے حوالے کر دی اور گردن خم کر کے ایک رجسٹر میری جانب بڑھا دیا۔ میں نے رجسٹر کے اس کالم پر دستخط کیے جہاں مہمانوں کے دستخط ہوا کرتے تھے۔ پھر لفٹ نے ہمیں آٹھویں منزل پر پہنچا دیا۔ پورٹر چابی دے کر چلا گیا اور میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ بہت خوبصورت کمرا تھا۔ میں نے بڑی کھڑکی کھول کر پردہ سرکا دیا۔ کہر آلود سینڈی پارک میرے سامنے تھا۔ ایک دم کچھ عجیب سا لگا۔ اپنے ملک کا ہر گوشہ دیکھا ہوا تھا اور بار بار دیکھا تھا لیکن ان ذمے داریوں کو قبول کر کے کم از کم بے شمار ممالک دیکھنے کو ملیں گے اور وہ بھی آزادانہ طور پر۔ بہرحال یہ زندگی بُری نہ تھی۔ بہت دیر تک اس ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر فیصلہ کیا کہ اپنے کام کا آغاز کل سے کروں گا۔ آج کا کام سینڈی پارک پر قربان۔ مگر کرنا کیا چاہیے! آرگینو کی ایک جھلک ہی دیکھی تھی مگر خوب تھی۔ اور اس ہوٹل کی رات خوب سے خوب تر۔ طرح طرح کی تفریحات تھیں بلکہ ہر طرح کی تفریحات تھیں اور دل والوں کی منتظر بہت سی دل والیاں جو دل لبھانا خوب جانتی تھیں۔ میرا دل لزا نے لبھایا تھا اور وہ مجھے پسند آ گئی تھی۔ بہرحال دوسرے دن کی کوئی فکر نہ تھی۔

دوسرا دن دل بہلانے کے لیے تھا بھی نہیں۔ میں نے دن کو تقریباً گیارہ بجے اس نمبر پر رنگ کیا جو میری واچ کمپیوٹر میں فیڈ تھا۔ دوسری طرف سے ایک مشینی آواز سنائی دی تھی۔

"سوری سر، مس منرفے پانچ بجے اور مسٹر جوزف مارک سے رات کو آٹھ بجے ملاقات ہو سکے گی۔ سوری سر، مس منرد سے پانچ بجے۔" میں نے فون بند کر دیا۔ یہ غالباً کوئی ریکارڈ تھا۔ مگر مس منرد کون ہیں۔ ہر طرح کی حسین ملاقات میرے لیے دلکش تھی۔ مگر اس معاملے میں مسٹر جوزف مارک سے ملنا ہی ضروری تھا۔ اس لیے میں نے آٹھ بجے کا وقت متعین کیا۔ اور اس دوران سینڈی پارک کے خوبصورت مقامات کی سیاحت کرتا رہا۔ کوئی بھی میری جانب متوجہ نہیں تھا۔ میں نے خاص طور سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ آٹھ بجے سے پہلے ہی اپنے ہوٹل واپس آ گیا تھا۔ اور پھر آٹھ بج کر دس منٹ پر میں نے جوزف مارک کے فون کو دوبارہ ٹرائی کیا۔ ایک دلکش نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔!"

غالباً مس منرد ہیں؟" میں نے اس دلکش آواز سے آواز والی کی دلکشی کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"ہو سکتا ہے آپ سے مکمل تعارف کا کوئی موقع آ ہی جائے، مس منرد! لیکن اس وقت میں مسٹر جوزف مارک سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں اُسے بلاتی ہوں اور پھر ساتھ ہی ہی میں وہی دلکش آواز اُبھری۔ وہ جوزف کو آواز دے رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"جوزف مارک بول رہا ہے۔"

"میں، جو کوئی بھی ہوں مسٹر جوزف مارک اس کی تفصیل تو آپ سے ملاقات کے بعد ہی بیان کی جا سکتی ہے۔ لیکن آپ کے پروفیشن کے مطابق مجھے آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔"

"کس قسم کی گفتگو؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"کچھ عرصے بعد یہاں ایک سائنس کانفرنس ہونے والی ہے، اور خطرہ یہ ہے کہ اس سائنس کانفرنس میں شریک سائنس دانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، کیونکہ پچھلے دنوں چند سائنس دانوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور مسٹر جوزف مارک مجھے یقین ہے کہ آپ جس طرح مشکلات کا حل دریافت کرتے ہیں اسی طرح آپ اس سلسلے میں بھی یقینی معلومات رکھتے ہوں گے۔"

"اگر رکھتا بھی ہوں تو کسی سے بیان کیوں کرنے لگا؟"

"نہایت مناسب بات ہے۔ دراصل ہر بات کے بیان کرنے کا کوئی جواز ہوتا ہے، ویسے بائی دا وے یہ جواز مجھے کتنا مہنگا پڑے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"کم از کم بیس ہزار ڈالر۔ یہ رقم اتنی معقول ہے کہ اس کے لیے بہت سے خطرات مول لیے جا سکتے ہیں۔"

"زیادہ ہے۔"

"سوری۔ دراصل میں ایک دام پر کام کرنے کا عادی ہوں اگر میرے منہ سے دو ہزار ڈالر نکل جاتے تو وہ دو ہزار ڈالر ہی ہوتے۔ لیکن اب چونکہ میں بیس ہزار ڈالر کہہ چکا ہوں اس لیے بیس ہزار ڈالر ہی مناسب ہیں۔"

"آپ کہتے ہیں تو یقیناً مناسب ہی ہوں گے مسٹر مارک لیکن یہ رقم میں آپ کو کہاں ادا کروں؟"

"ہاتھ کے ہاتھ۔ میں ایڈوانس کا قائل بھی نہیں ہوں لیکن ایک بات بغور سن لینا۔ جوزف مارک کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہی آئے ہو گے۔!"

"سو فی صدی، سو فی صدی۔" میں نے جواب دیا۔

"تنہا ہو گے۔ اور کسی قسم کی فریب کاری سے پاک۔"

"یقیناً اس میں بھلا کیا شک ہے آپ میرا ایک کام کریں گے، مجھے بھلا آپ کو نقصان پہنچانے سے کیا حاصل ہو گا۔"

"جگہ کا تعین کرو۔"

"یہ بھی آپ ہی کریں گے مسٹر جوزف مارک۔"

"رقم موقع پر پہلے وصول کر لی جائے گی اور اس کے بعد جو معلومات ہیں وہ آپ کو فراہم کر دی جائیں گی اگر اس میں کچھ پیچیدگیاں ہوں گی تو مزید سودا کیا جا سکتا ہے۔ پیچیدگیاں دور کرنا بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ اپنے بس کے اندر اندر ہی ہو۔"

"ٹھیک ہے اگر واقعی ایسی کوئی پیچیدگی ہوئی تو آپ سے مزید مدد لی جائے گی، لیکن مسٹر جوزف مارک بیس ہزار ڈالر کی اس رقم کے عوض آپ اتنی ہی وزنی معلومات بھی فراہم کریں گے نا!"

"گارنٹی دی جاتی ہے جوزف مارک کی طرف سے کہ جس قدر بتایا جائے گا درست ہو گا۔"

"تو پھر مجھے یہ سودا مکمل طور پر منظور ہے۔"

"سنو، رات کو پونے دو بجے۔ نیون پارک۔ بہترین جگہ ہے۔"

"پونے دو بجے نیون پارک۔ نہیں مسٹر جوزف مارک، ذرا سی گڑبڑ ہو جائے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے اس شہر میں اجنبی ہوں۔"

"یہاں تمہیں ساری رات ٹیکسیاں مل سکتی ہیں اگر کوئی حسین ساتھی بھی ہو تو ٹیکسی ڈرائیور نیون پارک کے نام پر گردن گھما کر بھی نہیں دیکھتا کیونکہ نیون پارک نہایت پُرسکون جگہ ہے اور لوگ وہاں کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔"

"حسین ساتھی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن نیون پارک ہی کیوں؟"

"بس یہ بات بھی یوں سمجھ لیں آپ مسٹر کہ میرے اصولوں میں شامل ہے، یہ جگہ نہایت موزوں لگتی ہے مجھے اپنے کاموں کے لیے۔"

"ٹھیک ہے رات کو پونے دو بجے نیون پارک۔"

"باقی تمام شرائط کے ساتھ۔"

"بالکل بالکل آپ مطمئن رہیں مسٹر جوزف مارک۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے مزید ایک جملہ کہے بغیر فون بند کر دیا گیا۔

یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ آج دن کی سیاحت میں نیون پارک دیکھ ڈالا تھا۔ شہر کے ایک خوبصورت علاقے سے ایک خوبصورت سڑک گزرتی تھی اور اسی خوبصورت سڑک کے دائیں سمت ایک ڈھلان میں نیون پارک واقع تھا۔ پہاڑی ٹیلوں پر بنا ہوا یہ پارک اپنی حیثیت کا بے مثال پارک تھا۔ یہاں طرح طرح کے مجسمے پہاڑی پتھروں سے تراشے گئے تھے۔ غالباً پتھریلا اور پہاڑی علاقہ تھا جہاں فالتو چٹانیں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان گھاس کا سبزہ بچھا ہوا تھا۔ چنانچہ ان چٹانوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو انسانوں کی شکلیں دے دی گئی تھیں، کہیں ہیبت ناک کہیں خوبصورت۔ یہ پورا علاقہ ایک کھلی جگہ میں واقع تھا اسے پارک کا نام دے دیا گیا تھا۔ لیکن اس میں احاطہ بندی نہیں کی گئی تھی۔ میں نے اس علاقے کو بہت ہی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا، اور اب یہ صرف اتفاق کی بات تھی کہ جوزف مارک نے بھی نیون پارک کا ہی نام لیا تھا۔

جیسا کہ اس نے ٹیکسیوں کے بارے میں بتایا، میرا خود بھی یہ اندازہ تھا کہ اس بھرے پرے شہر میں رات بھر ٹیکسیاں چلتی رہتی ہوں گی۔ بہر طور جوزف مارک سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ حوصلہ افزا تھی اور ظاہر ہے آفتاب کمال نے بلاوجہ ہی میری نشاندہی اس نام کی جانب نہ کی ہوگی، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آفتاب کمال کے کمالات کا ہر لمحہ قائل ہونا پڑتا تھا۔ اتنی دور دراز جگہ اتنے طویل سفر پر۔ سینیڈی پارک نامی شہر میں ایک ایسا شخص آفتاب کمال کے علم میں تھا جو پروفیشنل طور پر ایسی ہی سازشوں کی نشاندہی کرتا تھا۔ عجیب کام تھا لیکن مغربی ممالک میں لوگ طرح طرح کی ایجادات کرتے ہیں اب یہ شخص جس کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ جوان آدمی ہے اونکھا کاروبار کرتا تھا یعنی سازشوں کے بارے میں اُسے معلومات حاصل رہتی تھیں، یقینی طور پر خطرناک آدمی ہوگا، عام لوگ ایسی حرکتیں نہیں کرتے اور پھر اُس نے جس انداز میں مجھے وارننگ دی تھی اُس سے یہ بھی پتا چلتا تھا کہ وہ اپنے دشمنوں سے نمٹنا بھی جانتا ہے، خیر اس میں تو کوئی شک بھی نہیں تھا کہ ایسے کام کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا اور بہر طور میں اس غیر معمولی آدمی سے ملنے کے لیے خود بھی مستعد رہنا چاہتا تھا، ویسے میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا جس سے اُسے نقصان پہنچایا جائے۔ بیس ہزار ڈالر کے نوٹ میں نے بڑے اہتمام سے اپنے لباس کے اندرونی حصے میں رکھے اور اس کے بعد وقت گزرنے کا انتظار کرتا رہا۔ ہوٹل کی تفریحات ہی غالباً تین ساڑھے تین بجے تک جاری رہتی تھیں، یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا، ورنہ ویک اینڈ پر تو یہ سب کچھ ہو سکتا تھا، لیکن سیاحوں کے لیے ویک اینڈ وغیرہ کوئی چیز نہیں تھی اور غالباً اس ہوٹل کا نظریہ بھی تھا کہ سیاحوں کا پوری طرح خیال رکھا جائے، چنانچہ یہ وقت ہوٹل کے کیبرے ہاؤس میں گزارنے کے بعد ٹھیک ایک بجے میں وہاں سے باہر نکل آیا اور چہل قدمی کے سے انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھ گیا، میں قدم قدم پر یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ کوئی میرا نگران تو نہیں ہے۔ ابھی تک اس قسم کا کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔

ہوٹل سے کچھ فاصلے پر ٹیکسی اسٹینڈ موجود تھا جہاں بہت سی ٹیکسیوں کے سُرخ میٹر نظر آرہے تھے، اور میں ان کی جانب بڑھ گیا۔ پھر میں نے آخری سرے کی دوسری ٹیکسی کے قریب پہنچ کر اس ٹیکسی ڈرائیور کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے اپنی تقدیر جاگتے دیکھ کر جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ ٹیکسی پارکنگ اسٹینڈ سے باہر نکل آئی، تب میں نے اُس سے نیون پارک چلنے کے لیے کہا، اور بے عذر ڈرائیور نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ اور مجھے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ بہت پسند آیا تھا۔ دراصل ایک ایسے شہر سے یہاں تک پہنچا تھا۔ جہاں ٹیکسی ڈرائیور کی خدمت میں سب سے پہلے تو اپنا شجرہ نسب پیش کرنا پڑتا تھا، اپنی مالی حالت اور نوکری کے بارے میں بتانا پڑتا تھا، پھر نہایت عاجزی سے یہ بتانا پڑتا تھا کہ میرا رُخ کس طرف ہے اور اگر ٹیکسی ڈرائیور صاحب کا رُخ اس طرف نہ ہوا تو وہ پیچھے کی جانب اشارہ کر دیتے، میں کر واپس جانا ہے تو جاؤ، ورنہ سیدھے جاؤ جہنم میں، ایک ایسے شہر سے ایک ایسے شہر میں آنا بہت تعجب خیز لگا تھا جہاں ٹیکسی ڈرائیور صرف گردن خم کرنا جانتے ہیں اور میرا ٹیکسی ڈرائیور گردن خم کیے کہر آلود راتوں کو چیرتا ہوا نیون پارک کی جانب بڑھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس شریف ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"کیا نیون پارک سے واپسی کے لیے بھی ٹیکسیاں بھی مل جاتی ہیں۔۔؟"

"عموماً نہیں سر کیونکہ راتیں بہت سرد ہیں اور وہ ایک کھلا علاقہ ہے۔"

"گویا اس بات کا خطرہ ہے کہ مجھے واپسی میں ٹیکسی ملنے میں دقت ہو۔"

"امکانات تو ہیں جناب۔"

"تو کیا پھر تم کچھ دیر وہاں رُک کر میرا انتظار نہیں کر سکتے۔؟"

"کچھ دیر کیا، ساری رات انتظار کر سکتا ہوں، میں رات ہی کو ٹیکسی چلاتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"گڈ ویری گڈ۔ میں تمہیں معقول معاوضہ دوں گا۔"

"شکریہ جناب، میں آپ کا انتظار کروں گا، ویسے بائی دے وے، آپ نے مجھے اتنی گفتگو کے قابل سمجھا تو ایک سوال اور کر ڈالوں آپ سے۔"

"ضرور، ضرور۔" میں نے ٹیکسی کے بند شیشوں سے سردی کو اندر آتے محسوس کر کے کہا۔ "کیا آپ کی محبوبہ وہاں تنہا آپ کا انتظار کر رہی ہوگی، کیونکہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ یہ بات میں نے یونہی کہہ دی تھی۔ ظاہر ہے وہاں کسی محبوبہ کا تصور بھی نہیں تھا میرے ذہن میں۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور کو یقین تھا کہ وہ وہاں موجود ہوگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نیون پارک پہنچ گئے۔ رات کے بیکراں سناٹے میں ستاروں اور آسمان کی مدہم مدہم روشنی نیون پارک کو جگمگا رہی تھی اور ایک پُراسرار سا روشن سکوت چھایا ہوا تھا۔ اس مدہم روشنی میں نیون پارک کے مجسمے عجیب محسوس ہو رہے تھے، دن کی روشنی میں ان مجسموں میں روشنی تھی۔ لیکن رات کے اس ہیبت ناک سناٹے میں ہر مجسمہ اپنی جگہ ایک پُراسرار کہانی کا مسکن معلوم ہو رہا تھا، طرح طرح کے مجسمے زندہ انسانوں کی مانند وہاں ایستادہ تھے۔ اور ان سے عجیب و غریب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے ایک مخصوص جگہ ٹیکسی روک دی اور میں اُس کا شانہ تھپتھپانے کے بعد اُتر کر نیچے چل پڑا۔ بہر طور میں وہاں سے کافی دُور نکل جانا چاہتا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں تقریباً پونے دو ہی بج رہے تھے۔ میں اس پُراسرار خاموش ماحول میں کسی آوارہ روح کی مانند بھٹکتا ہوا آگے بڑھتا رہا، میری نگاہیں عقابی انداز میں دُور دُور تک کا جائزہ لے رہی تھیں، چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا، میں نے ایک بار پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں نگاہ ڈالی اور ایک قدرے بلند جگہ کھڑے ہو کر جوزف مارک کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے اس احمق آدمی نے یہاں آنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ حالانکہ وہ اپنی تمام تیاریوں کے ساتھ کسی اور جگہ بھی آ سکتا تھا۔ بہر حال مجھے اس سے انتہائی اہم اور خفیہ معلومات حاصل کرنا تھیں اس لیے میں ہر تکلیف گوارہ کر سکتا تھا، ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اب سردی میرا مزاج پوچھ رہی تھی، گو میں نے اس سردی سے نمٹنے کے لیے معقول لباس کا بندوبست کیا تھا لیکن اس کے باوجود جسم کا جو حصہ بھی کھلا تھا سردی اسے ٹٹول رہی تھی۔ پھر میری نظروں نے اس ٹھٹھرتے ہوئے ماحول میں دو انسانی سائے دیکھے، بس یونہی محسوس ہوا تھا جیسے دو مجسمے متحرک ہو گئے ہوں اور میری جانب بڑھ رہے ہوں، غالباً انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کا جائزہ لینے لگا۔ ان میں سے ایک مرد تھا دوسری عورت۔ عورت منزو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ جوزف مارک شاید عورت پرست ہے کیونکہ اس پُراسرار جگہ بھی وہ اپنی ساتھی لڑکی کو لے کر آ گیا تھا۔ رات کی خاموشی میں البتہ مجھے ان کے بڑھنے کا انداز عجیب لگ رہا تھا اور میں پوری طرح مستعد تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جوزف مارک منزو کے ساتھ میرے سامنے پہنچ گیا بلاشبہ اس نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ بے مقصد نہیں تھی۔ اس کا چہرہ گول نقش خدوخال کا مالک تھا لیکن اُس کے بھاری جبڑے اور نوکیلی مونچھوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک سخت گیر اور بہت چاق و چوبند آدمی ہے، اُس نے بھی سردی سے بچاؤ کا لباس پہنا ہوا تھا، عورت فر کے کوٹ میں ملبوس تھی اور سیاہ رنگ کی فر میں اس کا سفید چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ مجھے اُس کے خوب صورت ہونٹوں کی تراش بے حد پسند آئی۔ دوسری چیز جو اس کے چہرے پر قابل دید تھی وہ اس کی آنکھیں تھیں۔ باقی چونکہ فر کے وزنی کوٹ میں ڈھکی ہوئی تھی اس لیے تفصیلات کا جائزہ میں نہ لے سکا۔ جوزف مارک نے مجھ سے کہا۔

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں مسٹر؟"

"نام کی بجائے کام زیادہ بہتر نہیں رہے گا مسٹر جوزف مارک۔"

"یقیناً بہتر رہے گا، لیکن اس سے زیادہ بہتر میرے لیے بیس ہزار ڈالر کے نوٹ ہیں۔ لیکن ایک منٹ اگر میں اپنی جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"نہیں ہوگا۔" میں نے کہا اور جوزف مارک نے ایک چھوٹا سا آٹومیٹک نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

"اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، لیکن اب آپ بیس ہزار ڈالر کے نوٹ نکالنے کے لیے اپنے لباس کی جیب میں ہاتھ ڈالیں گے، کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس میں سے ریوالور ہی برآمد ہو جائے۔ باقی رہا یہاں کا مسئلہ تو اس علاقے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا میں جائزہ لے چکا ہوں اور اس بات پر مجھے اطمینان ہے کہ یہاں ہم صرف تین آدمی ہیں۔ ویسے آپ میری ساتھی منرو سے ملیں، یہ میری دوست ہے اور میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔"

"ہیلو" وہی دلکش آواز اب مجھے مشینی تسلط سے آزاد سنائی دی اور مجھے احساس ہوا کہ ٹیلی فون سے زیادہ دلکشی ہے اس آواز میں۔ میں نے گردن خم کر کے اُسے ہیلو کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر بیس ہزار ڈالر کے نوٹ نکالے اور جوزف مارک کے ہاتھ میں دے دیے۔ اس نے نوٹوں پر ایک نگاہ ڈالی اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر نوٹ جیب میں رکھ لیے۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور منرو تیز و طرار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جوزف مارک نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا، لیکن پھر اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر عجیب سے آثار دیکھے۔ اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے اور اس کے انداز میں ایک لمحے کے لیے تشنج سا نظر آ رہا تھا۔ میں خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا، لیکن جب میں نے جوزف مارک کی گردن سے کوئی کچھ انچ نیچے سُرخ خون کی ایک دھار اُبلتی دیکھی تو میرے ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ یہ دھار ایک جگہ سے نہیں، تین جگہ سے اُبل رہی تھی اور جوزف مارک کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پھیلے اور پستول نکل کر نیچے گر پڑا۔ اور اس کے بعد وہ اوندھے منہ نیچے آ گرا لیکن اس کے ساتھ ہی میری حسیات نے کام کرنا شروع کر دیا۔ میں نے منرو پر ایک چھلانگ لگائی، اور اُسے رگیدتا ہوا زمین پر آ پڑا۔ اور اس کے بعد میں نے وہ ننھی سی چنگاری اپنے بالکل قریب سے پرواز کرتی ہوئی دیکھی جو یقیناً کسی پستول سے نکلی ہوئی بلٹ کا سیسہ تھا جو بارود کی گرمی سے گرم ہو گیا تھا۔ چنگاری ایک ہی نہ تھی، بلکہ کئی چنگاریاں یکے بعد دیگرے میرے اوپر سے گزرتی ہوئی چلی گئیں۔ اور اس کے بعد ان کا رُخ نیچے کی جانب ہو گیا۔ منرو کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی، لیکن خوش بختی یہ تھی کہ جس جگہ میں کھڑا ہوا تھا وہ ایک بلند جگہ تھی اور میرے داہنی سمت ڈھلان تھا۔ منرو کو لیے ہوئے میں نے اسی ڈھلان پر چھلانگ لگا دی اور ہم دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے آ رہے۔ میں نے وہیں پر اکتفا نہ کی بلکہ منرو کا بازو پکڑتے ہوئے اُسے ایک مجسمے کی آڑ میں گھسیٹ لیا۔ میرے پاس پستول وغیرہ نہیں تھا اور نہ ہی میں نے یہ توقع کی تھی کہ اس بچے میں پستول کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ لیکن شاید وہ لوگ جنہوں نے جوزف مارک پر کسی بے آواز ریوالور یا دوسرے ہتھیار سے فائر کیے تھے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے، کوئی احمق ہی یہ سوچ سکتا تھا کہ اس سودے بازی میں ملوث ہونے والے افراد غیر مسلح ہوں گے۔ کاش میں جوزف مارک کا پستول اُٹھا سکتا، تو مجھے اس طرح مجسمے کے پیچھے آڑ لے کر ان لوگوں کو نکل جانے کا موقع دینے کے لیے مجبور نہ ہونا پڑتا۔

چند لمحات اسی طرح بیت گئے۔ منرو میرے بازوؤں میں دبی ہوئی تھی اور ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی سسکیاں بھی نکل رہی تھیں اور میں سرگوشی کے انداز میں اُسے خاموش ہو جانے کی ہدایت کر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ غلط ہے۔ کم از کم مجھے اپنی جگہ محفوظ رہ کر ان لوگوں کا جائزہ بھی لیتا رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ میں رینگ کر ایک مجسمے کی آڑ میں ہو گیا اور پھر یہاں سے اس خاموش ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد مجھے کسی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سُنائی دی اور میں اس آواز پر کان لگائے رہا۔ آواز دُور ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر زمین پر پڑی ہوئی لڑکی کی جانب دیکھا، جواب سسکیوں سے رو رہی تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر میں نے اُسے اُٹھایا اور سیدھا کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"خود پر قابو رکھو مس منرو، آؤ، ہمیں جوزف مارک کا جائزہ لینا چاہیے۔"

میں آگے بڑھا اور جوزف مارک کی لاش کے پاس پہنچ گیا، اب اُسے لاش ہی کہنا مناسب تھا، اس کا بدن شدتِ تکلیف سے اکڑ گیا تھا، آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں اور تھوڑی دیر پہلے جو دلکش خدوخال والا شخص میری نگاہوں کے سامنے تھا اب انتہائی ہیبت ناک نظر آ رہا تھا۔ غالباً اس نے بڑی مشکل سے جان دی تھی، میں نے افسردہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ اس دوران لڑکی بھی میرے نزدیک پہنچ گئی تھی، جوزف مارک کو دیکھ کر اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکل گئی اور وہ جوزف مارک کی لاش سے لپٹ گئی۔

میں خاموش نگاہوں سے اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے ابھی کچھ اور گولیاں میری جانب اُڑیں گی اور کچھ اور سوراخ کسی زندہ جسم میں بن جائیں گے۔ لیکن ایسا نہ ہوا بمشکل تمام میں نے لڑکی کو اس لاش سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

"مس منرو جو کچھ ہو چکا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے، آپ کو ایک سمجھ دار خاتون کی حیثیت سے کام لینا چاہیے، ہم مشکلات کا شکار بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی اس بات پر یقین نہیں کرے گا کہ آپ اُسے بہکا کر یہاں تک لائیں اور اس کے بعد آپ نے میری مدد سے اُسے قتل کر دیا۔"

"اب ممکن نہیں ہے کہ ہم اُس کی لاش کا بھی کوئی بندوبست کر سکیں، چنانچہ اُسے یہیں چھوڑنا پڑے گا، ہاں اس کے لباس کی تلاشی لینے کی اجازت آپ مجھے ضرور دیں۔"

یہ الفاظ میں نے رسمی طور پر ادا کیے تھے، کیونکہ اس کے لباس کی تلاشی تو مجھے لینا ہی تھی چنانچہ اُس کے پاس سے جو کچھ برآمد ہوا، وہ میں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ یہاں تک کہ اُس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی اُتار لی۔ بیس ہزار ڈالر کے وہ نوٹ جو تھوڑی دیر قبل اُس کی ملکیت بن چکے تھے۔ ایک بار پھر واپس میرے پاس پہنچ گئے تھے۔ بہرطور ان کا فیصلہ کرنا تھا اور لڑکی چونکہ ایک زبردست خسارے سے دوچار ہوئی تھی اس لیے ان میں سے کچھ حصہ اس کا ضرور ہونا چاہیے تھا۔ میں نے سیدھے کھڑے ہو کر ایک بار پھر افسردہ نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا اور بولا۔

"جوزف مارک آپ کے لیے جو بھی حیثیت رکھتا ہو میرے لیے وہ ایک انتہائی اہم شخصیت کا حامل تھا لیکن حادثے ٹالے نہیں جا سکتے۔ کیا آپ اپنے آپ پر قابو پا کر میرے ساتھ چلنا پسند کریں گی مس منرو، یہاں رُکنا آپ کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ فوراً تیار ہو گئی، میں نے اُس کے فر کے کوٹ کو دیکھا جوزف مارک سے لپٹنے کی وجہ سے اس کا کوٹ بھی خون آلود ہو گیا تھا۔ میں نے آہستہ سے اُس سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شدید سردی ہے اور فر کا یہ کوٹ آپ کے لیے انتہائی ضروری، لیکن اس پر خون لگا ہوا ہے اور یہ خون دیکھا جا سکتا ہے،" لڑکی نے جلدی سے فر کا کوٹ اُتارا اور اُسے اُلٹ کر پہن لیا۔ وہ دونوں طرف سے پہنا جا سکتا تھا۔ میں نے اُس کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ تب ہی مجھے اپنا ٹیکسی ڈرائیور یاد آیا، جس نے مجھ سے رُکنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور یہ سوال بھی کیا تھا کہ کیا میں اب اپنی محبوبہ کے ساتھ ہی واپس آؤں گا۔ میرے ہونٹوں پر غیر محسوس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کم بخت کا کہنا درست ہی نکلا۔ محبوبہ نہ سہی لڑکی ہی سہی۔ اور بہرطور وہ اس قابل تھی کہ اس سے آئندہ بھی تعلقات رکھے جا سکتے تھے۔ خاص طور سے اس کے ہونٹوں کی تراش اور اس کی آنکھوں کا حُسن۔ لیکن اس وقت وہ ایک قابلِ رحم عورت تھی۔ وہ اپنی سسکیاں روکنا چاہتی تھی۔ لیکن ایک نہ ایک سسکی اُس کے حلق سے نکل ہی جاتی تھی۔

ٹیکسی کو دُور سے دیکھ کر میں نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مس منرو آپ کو ہوش مندی سے کام لینا ہو گا براہِ کرم مجھے کسی ایسی جگہ کا پتا بتائیے جہاں بیٹھ کر میں آپ کو کچھ بتا سکوں۔" میں نے کہا۔

"انساٹینو۔" لڑکی نے کہا۔

"کیا یہ ایک معروف جگہ ہے۔ کیا میں اس کا نام ٹیکسی ڈرائیور کو بتا سکتا ہوں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ خود کو سنبھال کر بولی اور میں ٹیکسی ڈرائیور کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے گاڑی سے نکل کر ہمارے لیے عقبی دروازے کھول دیے تھے اور اس کے ہونٹوں کی معنی خیز مسکراہٹ بتاتی تھی کہ اُسے اپنی قیافہ شناسی پر ناز ہے۔"

ٹیکسی چل پڑی اور میں نے آہستہ سے اُس سے کہا۔

"انساٹینو۔"

انساٹینو بار شبینہ بار تھا اور ساری رات کھلا رہتا تھا، ویسے بھی سینڈی پارک میں مجھے ایسی بہت سی جگہیں نظر آئیں جہاں دن سوتے تھے اور راتیں جاگتی تھیں۔ بہرطور خوب صورت انساٹینو بار میں پہنچ کر ہم لوگ ایک کیبن میں داخل ہو گئے، یہاں کیبن بنے ہوئے تھے جن سے فائدہ اُٹھانا میرے لیے انتہائی ضروری تھا کیونکہ منرو کی حالت سدھارنے کے لیے کوئی خاموش اور سنسان جگہ ہی مناسب تھی۔

ویسے بار بھرا ہوا تھا اور وہاں ملے جلے قہقہے گونج رہے تھے۔ کیبن میں پہنچنے کے بعد میں نے اُسے بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر اُس کے لیے شراب منگوائی، اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیے بھی میں نے ہلکی بیئر منگوائی تھی کیونکہ میں پارسا نہیں تھا۔ اور کبھی کبھی دور بھی چل جاتا تھا۔ اُس نے میری بیئر پر توجہ بھی نہیں دی بلکہ اپنے گلاس میں شراب کی آدھی مقدار اُنڈیل لی۔ میں نے اس کو سالفن کی پیش کش کی تو اُس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، مجھے اس وقت خالص وہسکی کی ضرورت ہے" اور بلاشبہ یہ اسی کا جگر تھا کہ اس نے تیز وہسکی کے بڑے بڑے گھونٹ لینا شروع کر دیے۔ لیکن وہسکی کے ان گھونٹوں نے اس کی کیفیت کو مزید سہارا دیا تھا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"آہ وہ مجھ سے اس طرح بچھڑ جائے گا میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"گو یہ میرے لیے بھی ایک غمناک بات ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ ہمارے دشمن کس طرح ہماری تاک میں تھے۔ اس نے شراب کا ایک گلاس خالی کر دیا اور پھر بقیہ شراب بھی گلاس میں بھر دی۔ پھر دفعتاً ہی وہ میری طرف دیکھ کر تند لہجے میں بولی۔

"اور یہ سب۔ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ صرف تمہاری وجہ سے۔" میں نے جلدی سے پانچ ہزار ڈالر کے نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔

"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ یہ بات تم بھی یقینی طور پر بہتر طریقے سے جانتی ہوں گی کہ وہ کیا کاروبار کرتا تھا۔ پانچ ہزار کے ڈالر نے اُس کی تندی بالکل ہی دُور کر دی۔ اور وہ افسردہ انداز میں گردن ہلاتی ہوئی بولی۔

"ہاں میں نے اُسے بارہا منع کیا کہ خطرناک کام نہ کیا کرے۔ ایک دن زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور ایسا ہی ہوا۔"

"کیا میں آپ کے لیے اور شراب منگواؤں۔ ؟"

"نہیں۔ اس کے بعد میں ہوش و حواس پر قابو نہ پاسکوں گی۔"

"بائی دی وے آپ کا قیام کہاں پر ہے ؟"

"میں اسی کے ساتھ رہتی تھی۔"

"پتا بتائیں گی آپ اپنا۔" میں نے کہا اور اُس نے بے نکان ایک جگہ کا پتا دہرا دیا۔ جسے میں نے اپنی کمپیوٹر واچ میں غیر محسوس طریقے سے فیڈ کر دیا۔ مجھے اب اس بات کی پروا نہیں تھی کہ میں اس پتے کو ذہن نشین کروں۔ بس گھڑی کا ایک سوئچ دبانا پڑتا تھا اور وہ بات اُس میں ریکارڈ ہو جاتی تھی جو زبان سے ادا کی جا رہی ہو بشرطیکہ اُس کی ضرورت محسوس کی جائے۔ میں نے اس خیال کے تحت یہ پتا نوٹ کیا تھا کہ ممکن ہے کبھی اس کی ضرورت پیش آ جائے۔

"اس کی لاش۔" دفعتاً منزو کو اس کا خیال آ گیا۔ "آہ! کیا اس کی لاش وہیں پڑی رہے گی ؟"

"کیا کیا جاسکتا ہے مس منزو۔ رات کے اس حصے میں ہم اس کی لاش اُٹھا بھی نہیں سکتے تھے۔"

"اب اس کا کیا ہوگا ؟"

"نیون پارک غیر معروف جگہ بھی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب ؟"

"کسی نہ کسی کو اس کی لاش مل ہی جائے گی۔"

"پولیس کو مل گئی تو ؟ آہ کیا پولیس مجھے پریشان نہ کرے گی۔ ؟"

"آپ پولیس کو بیان دے سکتی ہیں۔"

"کیا بیان دوں گی میں ؟"

"یہی کہ وہ کسی کام سے گیا تھا اور اس کے بعد واپس نہ آیا۔"

"میں۔ میں خود بھی مصیبت میں پھنس سکتی ہوں۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"آپ کسی طور یہ اعتراف نہ کریں کہ نیون پارک میں آپ اس کے ساتھ آئی تھیں۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے یہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔"

"بہت اچھا، بہت اچھا دوست تھا وہ۔ بہت پرجوش اور ہمدرد۔" منزو غمناک گفتگو کر رہی اور میں نے کسی قدر مختلف نقطہ نگاہ سے اس کا جائزہ لیا۔ وہ اپنا محبوب کھو چکی تھی اور اب تنہا تھی۔

ایک تنہا لڑکی جو محبوب کے بغیر تھی۔ نہ جانے کن کن مشکلات میں گرفتار ہو جائے گی۔ وہ اس قابل تھی کہ اسے تنہا نہ رہنے دیا جائے۔ چنانچہ میں نے اس سے ذاتی گفتگو کا آغاز کر دیا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے مس منزو۔ ویسے آپ اور کیا کرتی ہیں ؟"

"ایک اسٹور میں سیلز گرل ہوں۔"

"آپ کے والدین وغیرہ۔"

"آئرلینڈ میں ہیں۔ لیکن میرا اب ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں انہیں بھول چکی ہوں۔"

"کوئی اختلاف ؟"

"ہاں، شدید اختلاف ؟"

"مجھ سے آپ کی جو بھی خدمت ہو سکی ضرور کروں گا۔ ویسے یہ مسٹر جوزف اور کیا کرتے تھے ؟"

"وہ پلاسٹک کے کھلونے بنانے والی ایک فرم میں اسٹور کیپر تھا۔"

"فرم کا نام ؟"

"ٹوران ٹوائے!"

"آپ سے تو جوزف کا گہرا رابطہ ہوگا۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ اس خفیہ کام میں بھی آپ کے ساتھ یہاں آیا تھا۔"

"ہمارے اور اس کے درمیان کوئی راز، راز نہیں تھا۔"

"کیا یہ کام وہ تنہا کرتا تھا۔ اس نے اس کا آغاز کیسے کیا۔" میں نے سوال کیا اور منزو کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔

"آہ۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے۔"

"کیا ممکن ہے ؟"

"جوڈی بہت خطرناک ہے۔ مگر وہ دوست تھے۔"

"جوڈی کون ہے ؟"

"برائی کے راستوں میں اس کا رہبر۔"

"اس کا پورا نام کیا ہے ؟"

"صرف جوڈی۔ وہ شیبن بار چلاتا ہے۔"

"شیبن بار کہاں ہے ؟"

"ربرا اسٹریٹ پر۔"

"دونوں دوست تھے۔ ؟"

"جو کچھ جوزف جانتا تھا وہ جوڈی جانتا ہے۔ اب میں جانا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ضرور۔ میرے خیال میں آپ کو ٹیکسی مل جائے گی۔" میں نے بل کی رقم نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے اس سے دوبارہ ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور اسے ایک ٹیکسی میں سوار کرا دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اب سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا میرے پاس۔ اس سلسلے میں یہ میری پہلی ناکامی تھی اور مجھے یہ ناکامی پسند نہیں آئی تھی۔ ٹیکسی لے کر میں ہوٹل چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آرگینو میں داخل ہو گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں بستر پر آ گیا اور اس سلسلے میں سوچنے لگا۔ اس کا مطلب تھا کہ کچھ لوگ اس بات سے واقف تھے کہ جوزف اس بارے میں کچھ جانتا ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں اس سے یہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر میرا خیال غلط نہیں تھا تو یہ سب کچھ فون کی وجہ سے ہوا۔ ہو سکتا ہے جوزف کا فون ٹیپ کیا جا رہا ہو۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں مجھے تو علم نہیں تھا۔ بہر حال اب کھیل خطرناک ہو گیا ہے اور صورت حال بدل گئی ہے۔ بہر حال کام تو کرنا ہی ہے۔ اور پھر میری ذہنی رو جوڈی کی جانب پلٹ گئی۔ جوڈی شیبن بار۔ ایک اور نام۔"

شاید صبح ہو رہی تھی اور میری یہ رات نیند کے بغیر گزر گئی تھی۔ لیکن سونا بھی ضروری تھا چنانچہ میں سونے کی کوشش کرنے لگا اور نیند آنے میں دیر نہ لگی۔

دوسرے دن دوپہر تک سوتا رہا۔ پھر جاگ کر دیر تک بستر پر اینڈتا رہا۔ اور پھر اگر آنتیں احتجاج نہ کرتیں تو نہ جانے کب تک پڑا رہتا۔ ناشتے کا وقت نکل چکا تھا اور لنچ کا وقت ہو رہا تھا۔ پہلے غسل کیا اور اس کے بعد لنچ منگا لیا، کھانا کھاتے ہوئے نہ جانے کتنی دیر تک میں سوچوں میں گم رہا تھا۔ ان تمام واقعات پر از سر نو نگاہ ڈالی تھی اور ذہن میں بار بار جوڈی ہی کا نام اُبھر رہا تھا۔ جوزف مارک کی نشاندہی کی گئی تھی، لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں تھا اور اس بات کے واضح امکانات تھے کہ جوزف مارک کا قتل کرنے والے میری اصلیت سے واقف ہو گئے ہوں۔ میں اپنے چہرے کا ہلکا سا میک اپ اُتار کر اپنی اصل شکل میں آ سکتا تھا یا پھر میک اپ کی کوئی اور تہہ چہرے پر چڑھا کر یہ جگہ تبدیل کر سکتا تھا۔ لیکن فی الحال اس سلسلے میں ضرورت محسوس نہیں کی تھی دشمن مدِ مقابل آ کر براہِ راست دو دو ہاتھ کریں تو اُس کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال جوڈی سے ملنا بے حد ضروری تھا۔ تقریباً چار بجے میں نے اپنا ہوٹل چھوڑ دیا اور اس کے بعد نہایت احتیاط سے ہوٹل کے ساتھ بنے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا دُور نکل آیا۔ ایک شیبز کلب کے سامنے رُک کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں اور اُس کے بعد اس کی عقبی گلی میں داخل ہو گیا۔ دراصل میں یہ دیکھ رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا، نجانے کیوں تعاقب نہیں کیا جا رہا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں پورا پورا یقین ہو گیا تھا جب مجھے اس بات پر مستقل اعتماد ہو گیا کہ میرے سلسلے میں کوئی گڑبڑ نہیں کی جا رہی ہے تو میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ ٹیکسی ذرا دیر سے ملی تھی۔ بہر طور اس میں بیٹھ کر میں نے اُس علاقے کا پتا بتا دیا تھا جہاں شیبن بار موجود تھا۔ ٹیکسی چل پڑی اور شیبن بار کا چھوٹا سا لیکن خوبصورت سائن بورڈ مجھے دُور ہی سے نظر آ گیا اور میں نے یہاں سے کچھ فاصلے پر ٹیکسی رکوا دی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بل ادا کرنے کے بعد میں ٹہلنے کے سے انداز میں، شیلن بار کے سامنے سے گزرا۔ بڑا سا گنجان علاقہ تھا اور کسی قدر پسماندہ لوگوں پر مشتمل تھا۔ دکانیں بھی چھوٹی چھوٹی اور مختلف اشیاء سے بھری تھیں ان کی کوئی باقاعدہ ترتیب نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سینڈی پارک کا پسماندہ علاقہ ہو۔ بہرطور شیلن بار میں داخل ہو کر میں نے وہاں کا ماحول دیکھا گھٹیا قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا اور اس پر مزدور ٹائپ کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بار میں ابھی بہت زیادہ رش نہیں تھا، کاؤنٹر پر ایک پستہ قامت بار مین موجود تھا۔ میں سیدھا اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے کاؤنٹر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جوڈی سے ملنا ہے۔" پستہ قامت شخص نے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"وجہ؟"

"میرا ایک ذاتی کام ہے۔"

"جوڈی سے معلومات کرا لوں؟ اگر تم اجازت دو تو۔"

"وہ مجھ سے ملنا پسند کرے گا۔" میں نے کہا اور کاؤنٹر مین نے ایک زینے کی جانب اشارہ کر دیا جو اندرونی حصے میں بنا ہوا تھا۔ زینے میں صرف چھ سیڑھیاں تھیں اور اس کے بعد ایک گیلری نظر آ رہی تھی جس میں موجود دروازہ بھی یہیں سے دیکھا جا سکتا تھا۔ میں سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد اس دروازے کے سامنے پہنچ گیا اور پھر اخلاقاً میں نے ہلکی سی دستک دی۔ اندر سے ایک بل ڈاگ جیسی غراتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"کون ہے آ جاؤ۔" اور میں اندر داخل ہو گیا ایک صوفے پر ایک بھاری بھرکم شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے شراب کا سامان رکھا ہوا تھا بلاشبہ وہ ایک دراز قامت آدمی تھا اس کا قد سوا چھ فٹ کے قریب رہا ہوگا اور اسی مناسبت سے اس کے بدن کی چوڑائی تھی۔ سرخ و سفید چہرے پر گھنی اور بے ترتیب داڑھی نظر آ رہی تھی وہ بہت ہی چاق و چوبند آدمی معلوم ہوتا تھا اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"آؤ بیٹھو کون ہو تم میں تمہیں نہیں پہچانتا۔"

"کیا میں مسٹر جوڈی کے سامنے ہوں۔؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دیا۔

"شاید تم بھی مجھے نہیں پہچانتے۔"

"صرف نام کی حد تک جانتا ہوں۔"

"ہاں میں جوڈی ہوں۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ بڑا آدمی ہونے کے باوجود خوش اخلاق ہے اور اجنبی لوگوں سے بھی غرور کے انداز میں نہیں ملتا، حالانکہ اسے مغرور ہونا چاہیے اپنی صحت پر، اپنی حیثیت پر، لیکن لوگ اس طرح کے بھی ہوتے ہیں۔ میں نے جوڈی کے لیے دل میں ایک خوشگوار کیفیت محسوس کی تھی۔ اس نے شراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے بناؤں؟"

"نہیں شکریہ مسٹر جوڈی، ایک خاص سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔"

"لوگ میرے پاس کبھی عام سلسلے میں نہیں آتے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ایک دوست تھا جوزف مارک۔"

"جوزف مارک آج بھی میرا دوست ہے۔ کون کہتا ہے کہ میری اس سے دوستی ختم ہو گئی؟"

"میں تمہیں یہی اطلاع دینے آیا ہوں مسٹر جوڈی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جوزف مارک سے تمہاری دوستی ختم ہو گئی۔"

"مطلب اب بھی نہیں سمجھا میں، مجھے سمجھاؤ۔"

"جوزف مارک اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" جوڈی نے جلدی سے شراب کا گلاس اٹھا لیا اور اس میں موجود پوری شراب معدے میں اتار لی، پھر اس نے کانوں کو کھجاتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ کہا ہے دوبارہ کہو مجھے اس پر حیرت ہوئی ہے۔"

"جوزف مارک کو نیون پارک میں پراسرار لوگوں نے قتل کر دیا۔"

"وجہ۔؟"

"وجہ یہ تھی کہ وہ ایک شخص کے ہاتھ کچھ اہم معلومات فراہم کرنا چاہتا تھا اس شخص سے اس کا رابطہ ہوا اور نیون پارک میں اس نے ملاقات کا وعدہ کیا۔ جب وہ شخص اس سے ملاقات کے لیے گیا تو وہاں جوزف مارک کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔" جوڈی نے جلدی سے اپنے گلاس میں دوبارہ شراب انڈیلی اور پھر اسے ہاتھ میں اٹھاتا ہوا بولا۔

"میں جانتا تھا اس کا یہی حشر ہوگا۔"

"کیسے مسٹر جوڈی؟" جواب میں جوڈی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

"تم کون ہو تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

"میرا نام ایلس گرے ہے۔"

"مجھے نام سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"میں وہی آدمی ہوں جو جوزف مارک سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"اوہ۔ سمجھ گیا۔ سب کچھ سمجھ گیا۔ مگر تمہیں میرا نام کس نے بتایا۔"

"منرو نے۔"

"جوزف مارک کی محبوبہ؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور جوڈی کے ہونٹوں پر لغزت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحات وہ خاموش رہا پھر بولا۔

"میں نے اس گدھے کو سمجھایا تھا، اچھی طرح سمجھایا تھا کہ محبوبہ ہمیشہ عارضی ہونی چاہیے۔ ان دنوں وہ منرو کے لیے بہتر مستقبل کی تلاش میں سرگرداں تھا اور زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتا تھا۔" میں خاموشی سے جوڈی کی شکل دیکھتا رہا۔ جوڈی نے شراب کے چند گھونٹ لیے پھر بولا۔

"اور زیادہ کمانے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے صرف جدوجہد ہی سے کام نہیں چلتا یہ راستہ میں نے اسے دکھایا تھا۔ لیکن وہ بے وقوف پچھلے کچھ دنوں سے تنہا ہی کام کرنے کے شوق میں مصروف تھا مقصد یہی تھا کہ میرا حصہ مجھے نہ مل پائے اور تم دیکھ لو وہ مصیبت کا شکار ہو گیا، لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر جوڈی میں اس سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کیا وہ معلومات مجھے آپ سے حاصل ہو سکتی ہیں؟" جوڈی نے میری طرف دیکھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔ وہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ جو جوزف کر سکتا تھا۔ بہرطور مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ واقعی افسوس ہے وہ میرا اچھا دوست تھا ہمیشہ میں نے اس سے یہی کہا کہ مل کر کام کرو۔ اس سے طاقت جمع ہوتی ہے لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ مجھ سے بے ایمانی کر رہا تھا۔ اور اس نے بے ایمانی کا پھل پا لیا۔ بہرطور سنو تمہاری ہر ضرورت یہاں پوری کی جا سکتی ہے۔ جو کچھ بھی تم کرنا چاہو اس کے لیے مجھ سے مدد لے سکتے ہو، اسلحہ، افراد، ہر کام ہو سکتا ہے۔ جوزف مارک جیسے بچے آدمی کا سہارا لے کر خود تم نے غلطی کی تھی۔ ہو سکتا ہے تم خود بھی مشکلات کا شکار ہو جاؤ۔" میں نے پرخیال انداز میں جوڈی کو دیکھا اور پھر بولا۔

"مسٹر جوڈی مجھے اس تنظیم کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ جو پچھلے دنوں چند سائنسدانوں کو قتل کر چکی ہے۔ یہاں ایک سائنس کانفرنس ہو رہی ہے اور اس کانفرنس کے انعقاد کے لیے مجھے یہاں کی فضا ہموار کرنی ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"ہوں سو فیصدی سرکاری معاملہ ہے۔ لیکن سرکاری کام کو تم غیر سرکاری انداز میں کیوں کر رہے ہو؟"

"یوں سمجھ لو مسٹر جوڈی کہ یہ معاملہ سرکاری نہیں ہے بلکہ بلکہ ایک طرح سے پرائیویٹ ہے۔"

"معاوضہ کیا دو گے؟"

"پندرہ ہزار ڈالر۔" میں نے اسے پیشکش کی اور جوڈی پرخیال انداز میں رخسار کھجانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہاری یہ پیشکش منظور کرتا ہوں۔ لیکن ابھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کام کتنے عرصے میں مکمل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ مسئلہ میرے لیے بالکل نیا ہے۔ میرے پاس اس سلسلے میں معلومات نہیں ہیں ہاں اگر جوزف مجھ سے رابطہ رکھتا تو پھر یقینی طور پر یہ کام آسان ترین ہو سکتا تھا۔"

"کیا میں تمہیں پندرہ ہزار ڈالر پیش کر دوں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ میں پیسے کے لین دین کو بہت بڑی اہمیت نہیں دیتا۔ جس سے جو معاملہ طے ہو جاتا ہے میں اسے وصول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اور کام بھی ایمانداری سے کرتا ہوں۔ تمہارے کام کے سلسلے میں ابھی میں ذرا اطراف کا جائزہ لے لوں۔ اور یہ دیکھ لوں کہ کیا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد معاوضہ بھی لے لیا جائے گا۔ ویسے تمہارا قیام کہاں ہے؟" میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اسے اپنے ہوٹل کا پتا بتا دیا۔ جوڈی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خود تمہیں اپنے تحفظ کا بھی بندوبست کرنا چاہیے مسٹر۔؟"

"ایلس گرے۔" میں نے اس کے رک جانے پر کہا۔

"مسٹر ایلس گرے کیونکہ جو لوگ جوزف مارک کو ہلاک کر سکتے ہیں اور یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ ان کا راز کسی اور تک نہ پہنچ سکے۔ وہ تمہیں چھوڑنا پسند نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے پیش نگاہ کوئی اور مسئلہ ہو۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"اس کے لیے کیا تمہیں کچھ نگرانوں کی ضرورت پیش آئے گی؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ابھی نہیں۔ البتہ اگر تم مجھے کچھ دے سکتے ہو تو ایک عمدہ قسم کا پستول فراہم کر دو۔"

"تمہیں پستول سے لے کر ٹینک تک دیا جا سکتا ہے۔ یہ کام میں ابھی کیے دیتا ہوں۔" جوڈی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کی جانب بڑھ گیا۔ الماری سے اس نے ایک انتہائی جدید قسم کا جرمن پستول نکالا اور اسے میری طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"نایاب چیز ہے اس کا معاوضہ مجھے سو ڈالر دے دو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ایمونیشن کی قیمت پچیس ڈالر اور ادا کر دو۔" اس نے مجھے ایک اور پیکٹ دیتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک سو پچیس ڈالر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔ اس نے انہیں بے پروائی سے اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور پھر بولا۔

"میرا فون نمبر ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں۔"

"یہ فون نمبر نوٹ کر لو اور جو بھی ضرورت ہو۔ مجھے اس پر بے دھڑک اطلاع دے سکتے ہو۔" میں نے جوڈی کا فون نمبر فوری طور پر اپنے پاس رکھ لیا تھا بعد میں، میں اسے اپنی کمپیوٹر واچ میں فیڈ کر دینا چاہتا تھا۔ بہر طور جوڈی سے یہ ملاقات میرے خیال میں کارآمد تھی۔ اور ایک طرح سے ٹوٹے ہوئے رابطے جڑ گئے تھے۔ جوڈی کے پاس بہت زیادہ وقت نہیں صرف ہوا تھا میں تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ پستول میری اندرونی جیب میں موجود تھا۔ اور اس کی موجودگی سے مجھے بڑی تقویت ہو گئی تھی۔ ویسے سچی بات یہ تھی کہ اس نئی زندگی میں بڑے انوکھے تجربات ہو رہے تھے۔ حالانکہ میری اپنی تربیت گاہ میں مجھے دنیا بھر کے اس قسم کے معاملات سے روشناس کرایا گیا تھا۔ اور ایک نئی دنیا کا پورا پورا تجربہ کرا دیا گیا تھا۔ جو عام انسانی زندگی سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہوئی تھیں جو عیش و عشرت کی زندگی بھی بسر کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر زندگی داؤ پر لگا کر ان جرائم کی بیخ کنی کرتے ہیں جو انسانیت کے لیے مہلک ہوں لیکن انسانوں نے کیا کیا طریقۂ روزگار اختیار کر رکھے ہیں۔ جیسے جوڈی، جیسے جوزف مارک، بہر طور یہ لوگ خطرناک کام کرتے تھے۔ تاہم جوڈی سے رابطہ قائم ہونے کے بعد مجھے کم از کم یہ سکون ہوا تھا کہ جوڈی میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یقینی طور پر وہ جوزف مارک کی جگہ لے سکتا ہے۔ البتہ اس احساس کو بھی میں نے ذہن سے نہیں نکالا تھا کہ کوئی بھی تنظیم اسے پچاس ہزار ڈالر سے زیادہ کی پیشکش کر کے میرے خلاف کام کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ اسے بھی نگاہوں میں رکھنا بے حد ضروری تھا۔ شہر کی آوارہ سڑکوں پر موسم کی خرمستیاں جاری تھیں۔ اور بے شمار دلکش چہرے میری نگاہوں کے سامنے سے گزر گئے تھے۔ پھر ان چہروں میں ایک اور چہرہ ابھرا۔ ایک غمزدہ محبوبہ جو محبوب کے بغیر رہ گئی تھی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ منزو کی دلجوئی اس وقت بے حد ضروری تھی کیونکہ اس سے بہت سے مفادات وابستہ کیے جا سکتے تھے۔ میں نے پیدل چلتے ہوئے کسی ایسے گوشے کو تلاش کیا جہاں رک کر میں منزو کا پتا معلوم کر سکتا۔ اپنی کمپیوٹر واچ میں، میں نے اس پتے کو پانچواں نمبر دیا تھا چنانچہ گھڑی کی سوئی کو پانچ نمبر پر لا کر میں نے وہ مخصوص بٹن دبا دیا۔ جو اس کام کے لیے مناسب تھا اور منزو کا پتا گھڑی کے خوبصورت ڈائل پر سرخ رنگ کے الفاظ میں ابھر آیا۔ میں نے یہ پتا ذہن نشین کیا اور اس کے بعد ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک ٹیکسی دیکھی اور اس کی جانب بڑھ گیا۔ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیوروں پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا تھا۔ کسی کے چہرے پر کوئی تعرض ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی مجھے لے کر چل پڑی۔ اور پھر ایک رہائشی علاقے میں جہاں بلند و بالا رہائشی عمارتیں نظر آ رہی تھیں مجھے اس بلڈنگ کا بورڈ نظر آ گیا۔ جس کا پتا منزو نے مجھے دیا تھا۔ بہر طور ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد میں بلڈنگ کے صدر گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد لفٹ مجھے اوپر لے چلی۔ مطلوبہ منزل پر اترنے کے بعد میں نے وسیع و عریض راہداری کو دیکھا اور پھر فلیٹوں کے اس طویل سلسلے میں اپنا مطلوبہ نمبر تلاش کرنے لگا۔ میں نے وہاں پہنچ کر دروازے کی بیل پر انگلی رکھی۔ اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک دبلے پتلے دراز قد آدمی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پہلی ہی نگاہ میں مجھے اس کا چہرہ کچھ ٹھیک نظر نہیں آیا۔ وہ ایک اوباش آدمی تھا۔ میں نے اس کے باوجود مہذب لہجے میں کہا۔

"میں مس منزو سے ملنا چاہتا ہوں۔" جواب میں وہ گردن خم کر کے تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے مجھے اندر داخل ہونے کا راستہ دینا چاہتا ہوں میں شکریہ ادا کر کے اندر داخل ہوا۔ لیکن اسی وقت میری داہنی سمت سے مجھ پر حملہ ہو گیا۔ کسی نے پستول کا دستہ میرے سر کی پشت پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں ذرا سا چوک گیا تھا۔ اور یہ دستہ میرے

داہنے شانے کی ہڈی پر لگا تھا۔ میں اس ضرب سے دو قدم دوڑتا چلا گیا۔ اور میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر پلٹ کر دیکھا تو دوسرا آدمی مجھے نظر آیا۔ جو مجھ پر حملہ کرنے کے لیے لپک رہا تھا۔ وہ اس پہلے آدمی کی نسبت ذرا پستہ قامت اور بھاری بدن کا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی وہ دوڑ کر مجھ پر آیا میں نے پوری قوت سے اپنے بوٹ کی ٹھوکر اس کے پیٹ میں ماری۔ پوری قوت کا ذکر میں نے اس لیے کیا ہے کہ اس کا نتیجہ بہت ہی حیرت انگیز تھا۔ وہ شخص زمین سے تین فٹ کے قریب اوپر اچھلا اور سر کے بل نیچے آیا۔ پھر اس کا سر ایک زوردار آواز کے ساتھ زمین کے فرش سے ٹکرایا اور اس کا کام وہیں تمام ہو گیا لیکن دراز قد آدمی نے فوراً ہی ایک لمبا چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اور سفاک نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ عجیب صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ میں اس کارروائی کا متوقع نہیں تھا۔ اور یہ جنگ و جدل بلاوجہ ہی مجھ پر مسلط کر دی گئی تھی۔ بہر طور اپنی زندگی تو دی نہیں جا سکتی تھی اور وہ شخص مجھے قتل کرنے کے درپے تھا۔ غالباً اپنے ساتھی کے اس حشر نے اسے دیوانہ کر دیا تھا کیونکہ وہ لڑائی کے اصولوں کی پروا کیے بغیر چاقو لہراتا ہوا میری جانب بڑھا اور اس نے ہر سمت سے وار کرنا شروع کر دیے۔ مجھے چاقو کے ان تیکھے حملوں سے بچنے کے لیے زیادہ محنت کرنا پڑی کیونکہ اگر چاقو اس انداز میں لہرایا جاتا جو چاقو کے طریقوں کے مطابق ہوتا ہے۔ تو پھر سنبھلنا بے حد ضروری ہوتا۔ لیکن وہ دیوانہ وار مجھ پر مسلسل حملے کر رہا تھا۔ اور میں صرف تھوڑی سی جنبش سے اس کے یہ وار خالی دے رہا تھا۔ پھر میں نے دونوں ہاتھ اسے دھوکا دینے کے لیے اوپر بلند کیے۔ اور جیسے ہی اس کا چہرہ اوپر اٹھا میں نے ایک بار پھر وہی اپنا داؤ استعمال کیا۔ اور میرے بوٹ کی ٹھوکر نے اس شخص کو دن میں تارے دکھا دیے حالانکہ اس فلیٹ میں دن نہیں تھا۔ بلکہ اچھا خاصا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے۔ میری ضرب نے اس کے چہرے پر کرب کے آثار پیدا کر دیے تھے۔ اور اب بلاوجہ وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے چاقو والے ہاتھ کی کلائی پر اپنی گرفت قائم کر دی۔ اور پھر دوسرا ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھ کر اسے سر سے بلند کیا اور زمین پر دے مارا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ کو میں نے اپنے جوتے کے تلے سے روکا تھا۔ اور جوتے کا تلا اس کے منہ پر رکھ دیا تھا۔ یقینی طور پر اس کے دانتوں کو ٹوٹنا ہی تھا۔ اس کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں۔ جب کہ پہلا پستہ قد آدمی تو سکون کی گہری نیند سو رہا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ نیند موت کی نیند ہی ہو۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے چاقو نکالا اور پھر اپنا پاؤں اس کے منہ پر سے ہٹا لیا۔ اس کے منہ سے خون کے فوارے ابل رہے تھے اور وہ اذیت سے اپنے جسم کو بل دے رہا تھا۔ میں نے چاقو اٹھایا اور سفاک لہجے میں اس سے بولا۔

"اگر تمہارے منہ سے آواز نکلی تو میں تمہاری گردن تمہارے شانوں سے الگ کر کے پھینک دوں گا۔" وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ تو میں نے اپنے ہاتھ میں چاقو سنبھال کر سیدھے ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑا اور اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ لیکن اس طرح میرے پکڑنے سے اس کی ٹائی کی گرہ تنگ ہو گئی تھی۔ اور اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔ گردن کی رگیں تن گئی تھیں۔ اور چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اسے زندہ رکھنے کے لیے اس کی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی میں اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو یقینی طور پر میں اسے زمین ہی پر فنا کر دیتا۔ بہرحال وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ لہرا رہا تھا اور بار بار خون زمین پر تھوک رہا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑے پکڑے اسے ایک سمت چلنے کا اشارہ کیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے اس کے کچھ اور ساتھی بھی وہاں موجود ہوں۔ فلیٹ کی پوزیشن سے بھی ابھی مجھے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ تاہم میں نے اسے ایک دیوار سے لگا دیا۔ اور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم اور یہاں کر رہے تھے؟" اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ایک بار پھر خون تھوکنے لگا۔ اس کے سامنے کے دانت بالکل غائب ہو چکے تھے۔ اور غالباً خون کے ساتھ اس نے دانت بھی زمین پر تھوکے تھے۔

"اگر تم نے بولنے میں دیر لگائی تو میں اس چاقو سے تمہارے جسم پر اتنے وار کروں گا کہ جسم کا ہر حصہ خون اگل دے گا۔" اس نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا تو میں چاقو کی نوک سے اس کے دل کے مقام پر دباؤ ڈالا۔ لیکن نجانے کیا ہوا تھا یقینی طور پر اس میں میری کوئی کوشش شامل نہیں تھی۔ یا تو وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا یا پھر دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ وہ اس طرح آگے بڑھا کہ میں اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹا سکا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی میرا چاقو اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔

میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اس شخص کو میں زندہ رکھ کر اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ اس کی موت ہی آ گئی تھی۔ پھر اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے دم توڑنے میں بھی زیادہ دیر نہ لگائی۔ اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ وہ فرش پر آ گرا تھا۔ اچانک مجھے منزو کا خیال آیا۔

وہ کہاں ہے۔ ظاہر ہے، یہ لوگ اس سے مذاق کرنے یہاں نہ آئے ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے واپس پلٹ کر فلیٹ کا دروازہ لاک کیا۔ اور پھر منزو کی تلاش میں چل پڑا۔ اور یہ تلاش مشکل ثابت نہ ہوئی۔ میں جب پہلے کمرے میں، داخل ہوا منزو اسی کمرے میں نظر آ گئی۔ لیکن بہت بُری حالت میں۔ اس کے پاؤں نائلون کی ڈوری سے کس کر پنکھے کی راڈ میں باندھ دیے گئے تھے۔ اور وہ اس راڈ سے الٹی لٹکی ہوئی تھی۔ فرش سے اس کے سر کا فاصلہ تقریباً چار فٹ تھا۔ اور اس کی حالت بے حد خراب نظر آ رہی تھی۔ الٹے لٹکنے کی وجہ سے لباس کی جو کیفیت ہو سکتی تھی وہی تھی۔ تاہم اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں وحشت اور انتہائی خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ حسن و دلکشی کا یہ انداز میرے لیے بڑا انوکھا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ کچھ دیر تک اسے اسی طرح، دیکھا جائے لیکن غالباً اس نے مجھے پہچان لیا۔ اور اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔

"بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔" میں نے اس خوف سے کہا کہ کہیں اس کی دوسری چیخ اس سے زیادہ زوردار نہ ہو۔ اس کے قریب پہنچ کر اس کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو۔ میں آ گیا ہوں۔ اور ابھی تمہیں نیچے اتارنے کا بندوبست کرتا ہوں۔ دوبارہ چیخنے کی کوشش نہ کرنا اور پھر اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کے لیے میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ جن لوگوں نے اسے اس طرح چھت سے لٹکتے ہوئے پنکھے کی راڈ میں باندھا تھا۔ انہوں نے اس کام کے لیے جو شے استعمال کی تھی۔ وہ بے ترتیبی سے مجھے کمرے کے وسط میں پڑی نظر آ رہی تھی۔ یہ ایک رائٹنگ ٹیبل تھی۔ جسے یقینی طور پر ان دونوں نے اس کام کے لیے استعمال کیا ہوگا۔ میں نے رائٹنگ ٹیبل اٹھا کر پنکھے کے نزدیک رکھی۔ بڑا مشکل کام تھا۔ بیچاری منزو کو نیچے سے سنبھالنے والا کوئی نہ تھا اور مجھے اپنی ہی قوت کا مظاہرہ کرنا تھا۔ چنانچہ میز پر چڑھ کر میں نے پہلے نائلون کی رسی کی ان بندشوں کا جائزہ لیا۔ جس سے اسے پنکھے میں کسا گیا تھا۔ اور پھر ایک لائحہ عمل مرتب کر کے میں ان گرہوں کو کھولنے لگا ساتھ ہی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے منزو کے جسم کو سنبھال لیا۔ اور اسے تھوڑا سا اونچا کر لیا۔ اب وہ اتنی غیر صحت مند بھی نہیں تھی کہ مجھے اس کام میں دقت نہ ہوتی تاہم مردانہ قوت کا مظاہرہ ہی مردوں کو زیب دیتا ہے۔

چنانچہ اب جو کچھ بھی ہوتا مجھے بہرطور اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا ہی تھا۔ بڑی مشکل سے نائلون کی سخت گرہ کھلی تھی۔ اور میں نے منزو کو پوری قوت سے سنبھال رکھا تھا۔ پھر اسے سیدھا کیا گیا۔ اور اس کے بعد میں نے اسے نیچے اتار دیا۔ اس کے پیروں میں پھندے بڑے سخت بندھے ہوئے تھے۔ جنہیں خود میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے کھولا۔ منزو ہولے ہولے رو رہی تھی۔ اور اپنی پنڈلیوں پر پڑ جانے والے گہرے سرخ نشانوں کو مسل رہی تھی۔ میں نے اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ہمت سے کام لینا چاہیے منزو۔ براہ کرم خود کو سنبھالو۔"

"مجھے۔ مجھے زندگی کا خطرہ ہے۔ وہ دونوں۔ وہ دونوں مردود کہاں چلے گئے۔ کیا تمہیں اس کمرے میں وہ دونوں بھی ملے تھے؟" میں نے ایک بار پھر اسے تسلی دی اور کہا۔ "کہ اب وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔" پھر میں پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"میرا خیال ہے منزو تمہارا اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ کیا وہ لوگ کمرے کی تلاشی لے رہے تھے۔ میرا مطلب ہے اس فلیٹ کی؟"

"نہیں شاید انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ بس وہ مجھ سے یہ پوچھ رہے تھے کہ کہ جوزف مارک کو ان کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں اور اس سلسلے میں وہ مجھ پر تشدد کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس بارے میں، بہت کچھ جانتی ہوں۔"

"ظاہر ہے تم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتیں۔" میں نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے کہا لیکن اسے میرے ان الفاظ پر کوئی حیرت نہ ہوئی۔ وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"وہ۔ وہ ضرور مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے جوزف کو بھی مار دیا۔ اور اب، اب میری زندگی خطرے میں ہے۔ آہ میں کیا کروں؟"

"تم اطمینان رکھو ڈیئر منزو وہ کسی بھی طور تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ میں نے ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے جنہوں نے تم پر تشدد کیا تھا۔" اب منزو کے چہرے پر پہلی بار حیرت کے نقوش نظر آئے اور پھر وہ خوفزدہ انداز میں بولی۔

"تم۔ مار دیا تم نے انہیں ہلاک کر دیا؟"

"کیوں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ مجھے۔ مجھے جلدی سے یہاں سے لے چلو۔ پلیز میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔ میری زندگی بچاؤ۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ چند جوڑے کپڑے اپنے ساتھ رکھ لو اور ایسی قیمتی اشیاء جو تمہارے لیے انتہائی ضروری ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس کے بدن میں جیسے بجلیاں سی بھر گئیں۔ زندگی کے خوف نے اسے مستعد کر دیا۔ اور اس نے اس تکلیف کو بھی بھلا دیا جو گہرے سرخ نشانوں میں ہو رہی تھی۔ اس نے ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں اپنے کچھ کپڑے رکھے اور پھر ایک الماری سے وہ پانچ ہزار ڈالر کے نوٹ اور کچھ ہلکے، زیورات نکال لیے جو میں نے اسے دیے تھے۔ اور اس کے بعد باتھ روم میں جا کر اپنا حلیہ درست کرنے لگی۔ پھر سہمی ہوئی سی میرے پاس آ کھڑی ہوئی۔ پتا نہیں اس نے مجھ پر کس حد تک اعتماد کیا تھا پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"کیا ہم یہاں سے چلیں؟"

"ہاں آؤ۔" میں نے ایک سرسری سی نگاہ جوزف مارک کے اس فلیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا۔ یہاں بہت سی چیزیں دلچسپی کے قابل ہو سکتی تھیں۔ لیکن مجھے خود بھی ایک خطرہ تھا۔ ہو سکتا ہے یہ صرف دو افراد ہی یہاں موجود نہ ہوں۔ بلکہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی عمارت کی نگرانی کر رہے ہوں۔ ایسے عالم میں میری تاخیر میرے لیے اور منزو کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ پھر جب میں منزو کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکلا تو منزو نے ان دونوں لاشوں کو دیکھا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ پکڑ لیا۔ اس کا سوٹ کیس میں نے سنبھالا ہوا تھا۔ کسی خیال کے تحت میں نے سوٹ کیس زمین پر رکھا۔ اور ان لاشوں کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں کی جیبوں کی تلاشی لینے سے سوائے کچھ کرنسی نوٹوں، سگریٹ کے پیکٹوں کے اور کچھ حاصل ہوا۔ البتہ ان میں سے ایک کی جیب سے ایک چھوٹی سی ٹیلی فون انڈیکس ملی تھی۔ جسے میں نے سرسری نگاہ سے دیکھنے کے بعد اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ اور اس کے بعد میں منزو کا ہاتھ پکڑے وہاں سے باہر نکل آیا میں نے اس سے پوچھا۔

"اس بلڈنگ سے باہر جانے کے کتنے راستے ہیں؟"

"چار۔" اس نے جواب دیا۔

"سامنے کے راستے کو چھوڑ کر کسی بھی سمت کے راستے پر چلو۔" اور منزو نے مجھے ایک سمت چلنے کا اشارہ کر دیا۔ ہم ایک راہداری سے گزر کر عمارت کے بائیں حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں سے نیچے جانے کے لیے لفٹ کے بجائے سیڑھیاں ہی استعمال کرنا پڑی تھیں۔ اور بالآخر ان سیڑھیوں نے ہمیں ایک چھوٹے سے دروازے تک پہنچا دیا۔ جو ہنگامی حالات کے لیے بنایا گیا تھا۔ اور اس سے زیادہ ہنگامی حالات اور کیا ہو سکتے تھے۔ یہاں سے ہم ایک پتلی سی گلی میں آ گئے۔ گلی کا بائیں سمت کا حصہ تنگ سڑک پر جاتا تھا۔ اور دائیں سمت سے ہم ایک اور چھوٹی سڑک پر جا نکلتے تھے۔ یہ جگہ واقعی محفوظ ثابت ہوئی۔ وہ چھوٹی سڑک آگے چل کر ایک چھوٹی شاہراہ سے جا ملتی تھی۔ اور اس شاہراہ پر ٹیکسیوں کی بہتات تھی۔ میں نے منزو سے کہا کہ خود کو سنبھالے اور ٹیکسی میں کسی قسم کی گفتگو نہ کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ اور میں نے اسے اپنے ہوٹل چلنے کے لیے کہا۔ منزو خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ہوٹل آرگینو پہنچ گئی۔ اور میں منزو کو سہارا دے کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ حالانکہ آرگینو بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ابھی تک میں نے ہوٹل کی تبدیلی کے لیے کچھ نہیں کیا تھا۔ اور اب منزو بھی میرے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ بہرطور صورتحال کا مقابلہ کرنا ہی تھا۔ منزو میرے کمرے میں ایک صوفے پر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور میں باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد بال وغیرہ سنوار کر میں باہر نکل آیا۔ اور منزو کو اسی طرح بیٹھے پا کر میں نے سب سے پہلے روم سروس کو ٹیلی فون کیا۔ اور ایک عمدہ قسم کی تیز شراب طلب کر لی۔ اس وقت منزو کو پُرسکون کرنے کے لیے تھوڑی سی وہسکی مناسب تھی۔ میرا یہ آرڈر پانچ منٹ کے اندر اندر سرو ہو گیا۔ اور میں نے خود ہی منزو کے لیے ایک گلاس بنایا۔ اور اسے پیش کر دیا۔ اس نے شکریے کے ساتھ گلاس قبول کر لیا۔ اور اس کی دو تین چسکیاں لینے کے بعد معصوم نگاہوں سے میری جانب دیکھتی ہوئی بولی۔

"آہ میں کس قدر مشکلات کا شکار ہو گئی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کتنی مشکل میں پڑ گئی ہوں میں ادھر جوزف مارک قتل ہو گیا۔ اور سب ہی یہ جانتے ہیں کہ میرا اور اس کا قیام اسی فلیٹ میں تھا۔ پولیس کو جب جوزف مارک کی لاش ملے گی تو وہ یقینی طور پر مجھ پر شک کرے گی۔ بقول تمہارے اس وقت میں یہ کہہ سکتی تھی کہ جوزف مارک مجھے بتائے بغیر کہیں چلا گیا تھا لیکن اب میں کیا کہوں گی میرے فلیٹ میں دو اور انسانی لاشیں موجود ہیں۔ اور اب میں اپنی ڈیوٹی پر جانے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتی۔ کیا میری زندگی محفوظ ہے؟"

"تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے ڈیئر منزو۔ میں —— نے جب تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے تو یوں سمجھو کہ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ بے شک حالات سنگین ہو گئے ہیں لیکن ایک بات کا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔" وہ امید بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ کر اس نے میرے شانے سے سر ٹکا دیا۔

"میں بالکل بے سہارا ہوں۔ مجھے۔ مجھے زندگی کے لیے سہارا چاہیے۔ پلیز مجھے سہارا دو۔ پلیز پلیز۔" وہ میرے سینے سے رگڑتے ہوئے رونے لگی۔ اور میں نے تسلی آمیز انداز میں اس کے خوبصورت بالوں میں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے تمہیں اس پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیے۔" اور پھر شاید اس نے مجھ پر پورا بھروسہ کر لیا۔ کیونکہ رفتہ رفتہ اس کی حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"آخر تم جوزف مارک سے کیا چاہتے تھے؟"

"جو کام مجھے اس سے تھا۔ اس کا تمہارے لیے نہ جاننا ہی بہتر ہوگا۔ ڈئیر منزو۔ بس۔ بس میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ تم خود پُرسکون رہو۔ اور ہاں ذرا یہ انڈیکس دیکھو اس میں کچھ ٹیلی فون نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی نمبر تمہارا شناسا ہے؟" میں نے انڈیکس اس کے سامنے کر دی۔ وہ انڈیکس لے کر پھر ایک بار اپنی جگہ جا بیٹھی اور اس نے آہستہ آہستہ شراب کے گھونٹ لیتے ہوئے انڈیکس کے ایک ایک صفحے کو الٹ کر دیکھا۔ ہر نمبر پر غور کیا۔ پھر گردن ہلاتی ہوئی بولی۔

"نہیں سوری۔ میں ان نمبروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" میں سمجھ گیا کہ منزو صرف ایک عورت ہے۔ ایک ایسی عورت، جو کسی اسٹور پر سیلز گرل ہے اور ایک شخص سے محبت کرتی تھی۔ اور اس کا محبوب مر چکا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی اور کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہ شاید جوزف مارک کی محبت ہی تھی کہ وہ ایسی خطرناک جگہ پر منزو کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ بہر طور، جوزف مارک کی یہ محبت مجھے اس تک منتقل کرنی تھی اور مجھے اس میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ منزو نے درحقیقت میری معیت قبول کر لی تھی اور دوسری صبح جب کہ باہر تیز اور موسلادھار بارش ہو رہی تھی اندر منزو کے ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ وہ کافی مطمئن نظر آ رہی تھی۔

"منزو گرے آپ کا قیام یہاں کب تک ہے؟"

"ابھی کافی دن یہاں رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک تمہارے لیے یہاں کی فضاء ہموار نہ کر دوں۔"

"یہ ہوٹل بہت خوبصورت ہے میں نے اس سے قبل اتنے قیمتی ہوٹل میں قیام نہیں کیا۔"

"اب تم اسی ہوٹل میں قیام کرو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ جب مجھے ٹیلی فون ریسیو کرنا پڑا۔ اور یہ فون جوڈی کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا۔ میں نے اس کی آواز بھی پہچان لی تھی۔

"ہیلو مسٹر گرے۔"

"ہیلو مسٹر جوڈی۔"

"بارش بہت تیز ہو رہی ہے۔"

"ہاں بیشک۔"

"لیکن یہاں کوئی کام بارش کی وجہ سے رکتا ہی نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے آپ کو بھی اپنی مصروفیات مسلسل جاری رکھنا ہوں گی۔"

"یقیناً اس میں کیا شک ہے؟"

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جہاں کہو۔"

"اگر آپ چاہیں تو ہوٹل آرگینو میں آپ سے مل لوں؟"

"میرے نہ چاہنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"لیکن آپ کے کمرے میں نہیں۔ وہ جگہ خطرناک رہے گی۔"

"تو پھر؟"

"روم نمبر چھ سو چار میں تشریف لے آئیں۔ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد۔"

"واہ اس سے اچھی تو اور کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میں بارش میں ٹیکسی وغیرہ کی تلاش سے بھی بچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں روم نمبر چھ سو چار میں آپ کا انتظار کروں گا۔" میں ٹیلی فون بند کرنے کے بعد منزو کی جانب دیکھنے لگا۔ جو ایک صوفے میں دھنسی ہوئی ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ اس نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ فون کس کا ہے۔ بہر طور وہ ابھی تک وہ میرے لیے کوئی مشکل مرحلہ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ حالات کے تحت میں کوئی جدوجہد تو کر ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی ساتھی کے لیے وہ خود بخود میری ساتھی بن گئی تھی تو اسے ٹھکرانا بھی مناسب نہیں تھا۔ کافی دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ میں نے جوزف مارک کی زندگی کے بارے میں بہت سے سوالات کیے اور پھر لباس پہن کر میں باہر نکل آیا۔ منزو سے میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ

پُرسکون رہے۔ میں زیادہ دیر اس سے دور نہیں رہوں گا۔ روم نمبر چھ سو چار میں یقینی طور پر جوڈی موجود تھا۔ کیونکہ دروازہ اسی نے کھولا تھا۔ ہم لوگوں نے پُرجوش مظاہرہ کیا۔ اور جوڈی مجھے لیے ہوئے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"یہ کمرا۔"

"ہاں بہت عرصے سے میرے پاس ہے۔"

"تم نے پہلے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا؟"

"کیا اس کی ضرورت تھی؟" جوڈی نے بدستور خوش اخلاقی سے کہا تھا۔

"نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"دراصل ہمیں اپنے کام کے لیے کچھ ٹھکانے اپنے پاس رکھنا ہوتے ہیں۔ اور روم نمبر چھ سو چار اسی سلسلے میں میرے پاس رہتا ہے۔"

"خیر مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم بتاؤ تم نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟"

"جو ذمہ داری تم نے میرے سپرد کی تھی۔ اس میں مجھے کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

"کیا؟"

"جوزف مارک کی موت کا تعلق اس کے دفتر ٹورنٹوائے سے ہے۔ ٹورنٹوائے کا ہیڈ آفس جہاں جوزف مارک کام کرتا تھا یہاں کی ایک مشہور سڑک پر ہے۔ اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ٹورنٹوائے کچھ ایسی سرگرمیوں میں ملوث نظر آتا ہے جو پُراسرار کہی جا سکتی ہیں۔ یہ تازہ ترین معلومات ہیں۔ خاص طور سے ٹورنٹوائے کی جنرل منیجر مسز میلینا بہت پُراسرار شخصیت کی مالک ہے۔ میلینا کو میں نے دیکھا نہیں ہے لیکن اس کے بارے میں مجھے یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ ایک انتہائی سفاک قسم کی عورت ہے وہ۔ یہ معلومات ابتدائی طور پر میں نے تمہارے حوالے کر دی ہیں۔ یعنی ٹورنٹوائے کی مسز میلینا ممکن ہے۔ جوزف مارک کی قاتل ثابت ہو۔ اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس کا کچھ تعلق ان لوگوں سے بھی ہو جو اس سائنس کانفرنس کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے جوڈی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"پندرہ ہزار ڈالر تو تمہارے ہو گئے مسٹر جوڈی۔ اس کے بعد اگر تم سے کچھ کام لوں گا تو اس کی ادائیگی تمہیں الگ سے دوں گا۔"

"دیکھو دوست بہت بڑے بڑے لوگوں سے واسطہ پڑا ہوگا تمہارا۔ ظاہر ہے تمہاری زندگی ایسے ہی واقعات سے بھری ہوئی ہوگی۔ لیکن جوڈی کو ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے جوڈی کی طرف سے بھی کچھ کارروائی ضروری ہے۔ اور وہ کارروائی یہ ہے کہ ابھی میں نے تمہیں صرف ایک حوالہ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ٹورنٹوائے اس سلسلے میں ملوث نہ نکلے۔ چنانچہ تمہیں افسوس ہوگا۔ پیسوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم اپنا کام سرانجام دو۔ اگر تمہیں میری معلومات سے کچھ فائدہ حاصل ہو تو پھر میرا معاوضہ میرے سپرد کر دینا۔"

"درحقیقت مسٹر جوڈی تم سے مستقل دوستی کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یقینی طور پر تم ایک اچھے انسان ہو۔ تم ان راستوں پر کیسے آ پڑے۔" جوڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں باقاعدہ جرائم پیشہ آدمی ہوں تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ ہاں اگر کبھی سینڈی پارک میں دوبارہ آنا ہو اور کوئی مشکل پیش آ جائے تو جوڈی ہی سے رابطہ قائم کرنا۔"

"یقیناً اب اس بات میں کیا شک و شبہ رہ گیا ہے؟"

"تم اگر کوئی اور ذمہ داری میرے سپرد کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بخوشی حاضر ہوں ٹورنٹوائے کے بارے میں تم اپنے طور پر جو بھی کام کرنا چاہو کر لو۔ اگر یہ معاملہ مناسب نہ نکلے تو اطمینان رکھو۔ میری کارگزاری ابھی ختم نہیں ہوئی میں اپنی معلومات جاری رکھے ہوئے ہوں۔ اور یقیناً کوئی بہتر حل تلاش کر لوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر جوڈی۔"

"اب یہ بتاؤ میں تمہیں کچھ پلاؤں؟"

"اس وقت بالکل مناسب نہیں ہے۔ دراصل جوزف مارک کی محبوبہ منزو میرے کمرے میں موجود ہے۔ اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے فلیٹ میں کچھ ہنگامہ خیزیاں ہوئی ہیں۔"

"اوہ کیا؟"

"وہ کہتی ہے کہ وہاں دو افراد کو قتل کر دیا گیا۔ جو اس کے فلیٹ میں گھس کر اس پر تشدد کر رہے تھے۔ اور قاتل نقاب میں ملبوس تھا۔ اور وہ انہیں پہچاننے سے قاصر ہے۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ ہوٹل آ گئی ہے اور سخت گھبرائی ہوئی ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ مگر یہ خبر ابھی اخبارات تک نہیں پہنچی۔ یہاں تک کہ جوزف مارک کی لاش تک کے بارے میں بھی میں نے اخبارات میں کوئی خبر نہیں پڑھی۔ جبکہ میں نے خاص طور سے اخبارات میں اس کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی۔"

میں نے شانے ہلائے اور پھر جوڈی کے پاس سے اٹھ گیا۔ جوڈی نے پُرجوش مصافحے کے ساتھ مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر مجھے کوئی اور ضرورت پیش آئی تو میں تم سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کروں گا۔ ملاقات کے لیے ارگنیٹو کا روم نمبر چھ سو چار بہت مناسب جگہ ہے۔"

"یقیناً مسٹر جوڈی۔" میں نے جواب دیا تھا۔

میرے کمرے میں منرو میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"تم یقیناً کہیں دور نہیں گئے تھے؟"

"بالکل نہیں۔"

"کہاں گئے تھے؟"

"مسٹر جوڈی سے ملاقات کرنے۔"

"اوہ۔ کیا۔ کیا جوڈی سے تمہارا رابطہ قائم ہو گیا؟"

"ہاں۔"

"اسے مارک کی موت کا پتا چل گیا ہوگا؟"

"میری زبانی۔"

"اسے تو افسوس بھی نہ ہوا ہوگا۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔"

"یہی بات ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ مارک کی علیحدگی سے خوش نہ تھا۔"

"یہ پرانی بات ہے۔"

"مگر تم نے جوڈی سے ملاقات کیوں کی تھی؟"

"اس کام کے لیے منرو جس کے لیے میں نے جوزف مارک سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"خیر میں تمہارے معاملات میں خارج نہیں ہو سکتی۔ لیکن خدا کے لیے میری یہاں موجودگی کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

"تمہیں خود بھی اس کی احتیاط کرنی ہوگی منرو۔ عارضی بات ہے۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس میری کچھ ہدایات پر عمل کرنا تمہارے لیے بے حد ضروری ہے۔" میں نے کہا، اور منرو گردن ہلانے لگی۔

جوڈی کے یہ انکشافات میرے لیے معمولی نہیں تھے۔ اور اس سے آگے بڑھنے کا موقع ملا تھا۔ بے چاری منرو میرے لیے کوئی مشکل ثابت نہ ہوئی۔ وہ عجیب و غریب احساسات کا شکار [illegible] تجربے پر موقوف [illegible] تھا جہاں نظر آتی ہیں [illegible] جوڈی سے وہ [illegible] جاتی۔ لیکن [illegible] کی عادی [illegible] تھی۔ اور [illegible] سے مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ لیکن اب میرا ذہن اس کے بجائے ٹورنٹو نے میں الجھا ہوا تھا۔ اور اس کے لیے کام شروع کر دینا بے حد ضروری تھا۔ منرو کو ہدایات دینے کے بعد میں نے اپنے لیے ایک لائحہ عمل منتخب کیا۔ اور اس کے تحت ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ ٹورنٹو کے کو تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ثابت ہوا تھا۔ جوڈی نے مجھے اس کے ہیڈ آفس کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دی تھیں۔ یہ ہیڈ آفس ایک چودہ منزلہ عمارت کی تیسری منزل پر واقع تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے یہاں کے معمولات کا جائزہ لیا۔ اور اپنے لیے ایک لائحہ عمل منتخب کرنے لگا۔ کہ کس طرح ٹورنٹو نے کے ہیڈ آفس کے دفتر کی تلاشی لے سکتا ہوں۔ بہر طور کافی وقت صرف کیا تھا میں نے ٹورنٹو کے دفتر میں داخل ہونے کے لیے بڑی دیر تک اسی چکر میں بھٹکتا رہا تھا اور یہ اندازہ لگایا تھا کہ میرے لیے کون سی جگہ مناسب ہو سکتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے اپنی باریک بینی سے ایسی جگہ کا جائزہ لے لیا۔ اور اپنے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے۔ ٹورنٹو نے کی عمارت جس علاقے میں واقع تھی وہاں تمام کے تمام دفاتر ہی تھے۔ جو پانچ بجے بند ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد یہاں مکمل خاموشی اور سناٹے کا راج رہتا تھا۔ بہر طور آج میں اس کام کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ پانچ بجے عمارتوں کے دروازوں نے، انسانوں کو اگلنا شروع کر دیا۔ میں اس وقت اسی عمارت میں موجود تھا اور ٹورنٹو نے سے باہر نکلنے والوں کا نظارہ کر رہا تھا۔ تقریباً ساڑھے چھ بجے تک پوری عمارت خالی ہو گئی۔ اور وہاں صرف وہ لوگ رہ گئے جو دفاتر کا جائزہ لیا کرتے تھے۔

تو میں نے اس باتھ روم کا دروازہ کھولا جو پبلک استعمال کے لیے ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد ایک ایسی راہداری منتخب کی۔ جہاں سے باہر کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ اس علاقے میں واقعی ایک عجیب سی ویرانی اور سناٹا پھیل گیا تھا۔ صرف عمارت کے دروازوں پر مسلح گارڈ نظر آ رہے تھے جو اپنی ذمہ داریوں میں معروف تھے۔ مجھے ابھی کافی وقت یہاں گزارنا تھا اور اس کے لیے یہ اندازہ بھی لگانا تھا کہ کسی کو میری اس عمارت میں موجودگی کا پتا نہ چل جائے۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے ہو سکتا ہے یہاں پوری رات ہی گزارنی پڑ جائے اور باہر نکلنے کا راستہ نہ ملے۔ لیکن یہ اندازہ تو بعد میں ہی ہو سکتا تھا پہلے اپنے کام کی تکمیل ہو جائے۔ عمارت میں ایسا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا جو میرے لیے پریشان کن ہوتا۔ البتہ میں نے اس ہیڈ آفس میں داخلے کے لیے تمام انتظامات کر لیے تھے۔ ایک ایسی بڑی کھڑکی کا شیشہ اپنی جگہ سے نکالنا تھا جس کی دوسری طرف سلاخیں موجود نہیں تھیں اور پھر اس سے اندر داخل ہونا میرے لیے مشکل کام نہ ہوتا۔ فینسی چیزوں میں بعض اوقات یہی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اس شیشے کو اپنی جگہ سے ہلانے کے لیے میں نے اپنے مضبوط ہاتھوں کا سہارا لیا تھا اور شیشے کو اس کی جگہ سے جنبش دینے میں کامیاب ہو

گیا تھا۔ اسے توڑنا یا ہٹانا ممکن نہیں تھا بس یہی ایک ترکیب تھی کہ کسی طرح اسے اس کی جگہ سے نکال دیا جائے اور یہ کوشش کرنے میں اس وقت کوئی چیز حارج نہیں تھی۔ چنانچہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی میں نے اپنے لیے راستہ بنا لیا اور اس کے بعد اطمینان سے ٹورنٹو نے کے دفتر کے اس ہال میں داخل ہو گیا جہاں بے شمار میزیں لگی ہوئی تھیں۔ بہت ہی خوبصورت دفتر تھا جگہ جگہ حسین ترین کھلونے نظر آ رہے تھے ان میں بعض کھلونے قد آدم بھی تھے بعض چھوٹے ننھے خوبصورت اور الیکٹرک وغیرہ سے چلنے والے تھے میں نے سب سے پہلے اپنے لیے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں اگر روپوش ہونے کی ضرورت پیش آئے تو فوری فیصلہ کیا جا سکے۔ یہ جگہ ایک بڑا سا ستون تھی جو کھوکھلا تھا اور اس کے سامنے کے حصے میں انسانی شکل بنی ہوئی تھی۔ یہ بھی اس دفتر کے ڈیکوریشن کا ایک حصہ تھا اس کے بعد میں نے گھوم پھر کر اس دفتر کا وہ سب سے خوبصورت کمرا تلاش کیا جسے جنرل منیجر کا کمرا کہا جا سکتا تھا۔ پورا کا پورا کمرہ شیشے کے دروازوں پر مشتمل تھا اور اندر حسین ترین ڈیکوریشن نظر آ رہی تھی ایک وسیع و عریض میز جس کی لمبائی چوڑائی بے پناہ تھی اور جس پر کھلونوں کے انبار لگے ہوئے تھے یقینی طور پر یہی مسز میلسینا کا دفتر ہو سکتا تھا۔ میں بہت دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔

اندھیرا پھیل چکا تھا اور اب چاروں طرف گہرا سناٹا اترتا آ رہا تھا ویسے بھی سینڈی پارک کا موسم سورج ڈوبنے کے بعد ہی رات کا منظر پیش کر دیتا تھا اور اس وقت غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ ہی بجے تھے لیکن گہری رات فضا پر مسلط ہو گئی تھی۔ پُر رونق علاقوں میں شاید ایسا احساس نہ ہوتا ہو۔ لیکن دفتر کے اس علاقے میں یہ سب کچھ محسوس ہو رہا تھا۔ بالآخر میں نے اپنے کام کے دوسرے حصے کی تکمیل کا آغاز کر دیا۔ اور مسز میلسینا کے شیشے کے دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بہت ہی قیمتی کیبنٹ سجے ہوئے تھے۔ اور وسیع و عریض میز کے پیچھے ایک شاندار کرسی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے گہری نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر روشنی کر دی۔ اس روشنی میں شیشے کا یہ کمرہ منور ہو گیا تھا اور سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ سب سے پہلے میں نے کیبنٹوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور ان میں رکھی ہوئی فائلوں کو تلاش کرنے لگا۔ بہت دیر تک میں ان فائلوں میں سر کھپاتا رہا لیکن یہ سارے کے سارے کاروباری فائل تھے اس کے بعد مسز میلسینا کی میزوں کی درازیں تھیں جن کے لاک کھولنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی اور اب میں نے ان درازوں کی تلاشی لینا شروع کر دی تھی۔ لیکن بجلے کتنی دیر اس کام میں گزر گئی۔ مجھے ایک بھی کام کی چیز نہ ملی اور میں مایوسی سے گردن ہلانے لگا۔ میں ان کاغذات کو دیکھنے کے لیے میز کے نیچے پڑی ہوئی کرسی کے قریب ہی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ تاکہ نیچے تک کی درازیں دیکھنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو اور تقدیر نے ہی شاید میری رہنمائی کی تھی۔ کیونکہ نیچے بیٹھنے کی وجہ سے میری نگاہ میز کی سطح کے نیچے اس عجیب و غریب چیز پر پڑی جس کی یہاں موجودگی بظاہر بے معنی ہو سکتی تھی۔ یہ ایک عجیب و غریب مشین سی تھی میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے تمام کاغذات درازوں میں رکھے اور اس کے بعد کرسی کو تھوڑا سا پیچھے کھسکا کر میز کے نیچے لیٹ گیا۔ اور اس مشین کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ کوئی خاص قسم کی مشین ہے۔ لیکن ایک صاف شفاف شیشے سے مجھے ایک کیسٹ بھی نظر آ رہا تھا۔ جو اس میں لگا ہوا تھا۔ گویا اگر کوئی مشین بھی ہے تو اس کے ساتھ ٹیپ ریکارڈر بھی ہے میں باریک بینی سے تیز روشنی میں اس ٹیپ ریکارڈر کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر میں نے اس کو آپریٹ کرنے کا طریقہ دریافت کر لیا۔ میں نے اس کیسٹ کو ریوائنڈ کیا۔ اور اس کے بعد اسے سننے لگا۔ آپ شاید اسے کوئی غیر حقیقی بات کہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ انسان ہر حالت میں انسان ہی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ غلطیاں نہ کرے تو شاید اس کے جرائم کی تہہ کو پہنچنے والا روئے زمین پر کوئی بھی نہ ملے۔ کیسٹ ریوائنڈ کرنے کے بعد میں نے سننا شروع کر دیا اور اس سے ایک آواز ابھرنے لگی۔

"وائز۔ ایکس ڈبل او تھری، ڈبل او تھری۔ مسز میلسینا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو ایک فلائیٹ نمبر ایٹ زیرو ایٹ سے ٹیکنیشن آپ کے پاس پہنچ رہا ہے۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوگا۔ اور اس کے سر پر گہری نیلی فلیٹ ہوگی۔ اسمارٹ اور خوبصورت سا آدمی ہے اس کے پاس ایک سرخ رنگ کا بریف کیس ہوگا اور اس بریف کیس میں آپ کی طلب کردہ شے موجود ہے۔ مسز میلسینا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ انہیں سرخ رنگ کی ایک کار میں ایئرپورٹ پر موجود ہونا ہوگا۔ جس کی چھت گہری سیاہ ہونی چاہیے۔ ہمارا یہ ایجنٹ مطلوبہ چیز لے کر ایئرپورٹ سے باہر آئے گا اور اس کار کے پاس پہنچ جائے گا۔ اگر وہ کار آپ ہی کی ہو مسز میلسینا تو آپ دونوں ہاتھ بلند کر کے انہیں دوبارہ لہرائیں گی۔ اس سے ایجنٹ کو یہ پتا چل جائے گا کہ یہی اس کی مطلوبہ کار ہے۔ اور اس کے بعد وہ آپ کی گاڑی میں بیٹھ جائے گا۔ یہی ٹیکنیشن آپ کو بقیہ کاموں سے بھی آگاہ کر دے گا۔ لیکن بریف کیس میں جو کچھ بھی ہوگا۔ اس کو نکالنے کے لیے آپ کو کچھ انتظامات کرنا پڑیں گے۔ مثلاً ایئرپورٹ کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں کوئی بہت بڑا ہنگامہ ہو جانا چاہیے۔ دستی بم وغیرہ پھینکے جائیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تاکہ بھگدڑ مچ جائے اور اس کو بریف کیس لے کر نکل جانے کا موقع مل جائے۔ یہ انتظامات آپ کو کرنا ہوں گے۔ یہ اطلاع آپ کو ہیڈ کوارٹر سے دی جا رہی ہے۔ بس۔" ٹیپ ریکارڈ سے ہونے والی گفتگو میرے لیے جس قدر پُراسرار اور خوفناک تھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تو گویا غیب سے میری رہنمائی ہوئی تھی۔ یہ ٹرگرام مسز میلسینا کو ہی دیا گیا تھا اور غالباً یہ کسی طویل فاصلے کے ٹرانسمیٹر کے ذریعے یہاں ٹرانسمیٹ کیا گیا تھا۔ میں اس عجیب و غریب مشین کو حیرت سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنی پیکیو ٹرواچ پر یہ پوری تفصیل ریکارڈ کر لی۔ اور اس کے بعد ٹیپ ریکارڈ کو بند کر دیا۔ کیسٹ کو اسی طرح کر دیا جس طرح وہ موجود تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو یہ کیسٹ نکال کر اپنی تحویل میں لے سکتا تھا لیکن اس طرح مسز میلسینا کو پتا چل جاتا کہ کوئی یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ میرے لیے بس یہی گفتگو ہی کافی تھی۔ تیرہ تاریخ کو نیلے لباس میں ملبوس شخص وا ہو سکتا ہے۔ یہ اسی سلسلے کا ایک حصہ ہو۔ بہر طور کام کرنے کے لیے مجھے ایک راستہ مل گیا تھا اور میرے خیال میں اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ کرسی کو اس کی جگہ واپس کیا اور آگے بڑھ کر روشنی بجھا دی۔ لیکن میری ابتدائی احتیاط فوراً ہی میرے کام آئی تھی۔ کیونکہ میں نے واضح طور پر کچھ آہٹیں سنی تھیں۔ یہ آہٹیں مجھے داخلی دروازے پر محسوس ہوئی تھیں۔ چیتے کی طرح جست لگا کر میں شیشے کے کیبن سے باہر نکل آیا۔ اور پہلے سے طے شدہ جگہ پر پوشیدہ ہو گیا۔ ان آہٹوں کی یہاں موجودگی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ کسی کو میری یہاں آمد کا علم ہو گیا ہے۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کوئی اتفاقیہ طور پر ہی اس طرف نکل آیا ہو۔ میں نے ستون کی آنکھوں سے باہر جھانکا اور دل ہی دل میں مسرور ہونے لگا کہ میری احتیاطی تدابیر بلاشبہ میرے کام آ رہی ہے۔ میں نے ایک مدہم سے سائے کو دیکھا تھا۔ جو چوروں کے سے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اور ایک دو بار میزوں سے ٹکرایا بھی تھا۔ ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہو گیا کہ آنے والا یہ شخص بھی اس ماحول سے مانوس نہیں ہے۔ بلکہ شاید وہ بھی میری طرح یہاں اجنبی ہے۔ لیکن یہ کون ہو سکتا ہے؟ میں نے تاریکی میں مانوس آنکھوں سے اس شخص کے حلیے کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ چند لمحات ایک جگہ کھڑا ہو کر غالباً اپنی آنکھوں کو اس تاریک ماحول سے مانوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر بالکل میری ہی طرح وہ بھی اس کیبن کی جانب بڑھ گیا جس سے چند لمحات قبل میں نکل کر آیا تھا۔ غالباً اس نے بھی کوئی اہم فیصلہ کیا تھا۔

یہ ایک انتہائی دلچسپ اتفاق تھا۔ مگر یہ شخص کون ہو سکتا ہے۔ وہ شیشے کے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ جو آسانیاں میں نے اسے فراہم کر دی تھیں اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا کہ یہ آسانیاں مل سکتی ہیں۔ میں نے تو ان تمام چیزوں کو کھولنے کے لیے سخت مشکلات سے گزر کر عمل کیا تھا۔ لیکن اسے حلوہ پکا پکایا مل گیا تھا۔ اور پھر ایک بار اور شیشے کے اس کیبن میں تیز روشنی ہو گئی۔ اور میں اپنی جگہ سے اندر کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس غالباً کسی یورپین نسل کا نوجوان آدمی تھا۔ جو بہترین جسامت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ شیشے کے کیبن میں وہ چند لمحات کھڑے ہو کر ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر ان کیبنٹوں کی جانب بڑھ گیا جن کی تلاشی میں لے چکا تھا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ سارے عمل وہی کر رہا تھا جن سے میں گزر چکا تھا۔ لیکن ایک عمل ان میں ذرا منفرد رہا وہ یہ کہ میں نے ایک بار پھر دروازے پر آہٹیں سنی تھیں اور اس بار جو لوگ اندر داخل ہوئے وہ کیبن سے چھننے والی روشنی کی زد میں تھے ان کی تعداد نو دس کے قریب تھی اور سب سے آگے ایک دراز قامت عورت نظر آ رہی تھی۔ جو خاص قسم کے لباس میں ملبوس تھی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کا مقصد ہے کہ معاملات بہت زیادہ خطرناک ہو جائیں گے۔ اسی وقت میں نے کیبن میں تاریکی پھیلتے دیکھی اور پھر شیشے کا چھناکا ہوا۔ غالباً کسی سائلنسر لگے پستول سے گولی چلائی گئی تھی۔ اندر موجود شخص ہوشیار ہو گیا تھا اور اس نے اپنا ڈیفنس شروع کر دیا تھا۔ لیکن آنے والے بھی ہوشیار تھے۔ اگرچہ میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ دراز قامت عورت مسز میلسینا ہی تھی۔ مگر اس وقت ان لوگوں کی یہاں آمد؟

اچانک پھر روشنی ہو گئی۔ مگر اس بار روشنی ہال میں ہوئی تھی۔ آنے والوں میں سے کسی نے ہال کے سوئچ دبا دیے تھے۔ اس روشنی نے کیبن کو بھی منور کر دیا۔ کیبن میں موجود شخص مسلسل سائلنسر لگے پستول سے گولیاں چلا رہا تھا۔ گو جوابی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ البتہ چند لمحات کے بعد میں نے کیبن میں سفید رنگ کے دھوئیں کا ایک مرغولہ بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ غالباً گیس بم پھینکا گیا تھا۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ اندر موجود آدمی بے ہوش ہو گیا تھا۔ اسے کیبن سے باہر نکال لایا گیا۔ اسی اثنا میں دراز قامت عورت چہرے پر گیس کا ماسک لگا کر کیبن میں چلی گئی تھی۔ اور میں نے اسے اس ویسٹ میز کے نیچے جھکتے ہوئے دیکھا تھا۔ غالباً اب اسے وہ کیسٹ یاد آیا

تھا اور یقیناً وہ غیر مطمئن نہ ہوئی ہو گی۔

باہر ان لوگوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے مجھے صورت حال معلوم ہو گئی۔ کسی الارم نے انہیں کہیں دور ہوشیار کیا تھا۔ اور یہاں پہنچتے پہنچتے انہیں اتنی دیر ہو گئی تھی۔ مگر یہ ایک دکھ بھرا احساس تھا کہ وہ شخص میری جگہ پھنس گیا تھا۔ الارم نے میرے بارے میں اشارہ دیا ہو گا۔ اور نشانہ وہ بن گیا۔ بہر حال ان خطرناک حالات میں، میں بھی تو خوش نہ تھا۔

بیہوش شخص کو کیبن سے نکال کر باہر لایا گیا۔ اور وہ لوگ اس کا جائزہ لینے لگے۔ غالباً یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ الارم نے جس کسی کی نشاندہی کی تھی وہ یہی تھا۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی یہاں موجود نہیں ہے حالانکہ یہ ایک عجیب سی بات تھی۔ ان لوگوں کو اس بات کا خیال تو رکھنا چاہیے تھا کہ ممکن ہے اس شخص کے ساتھ کوئی اور بھی موجود ہو۔ میں نے اس بات پر غور کیا تھا۔ لیکن بعد میں ان کی گفتگو سے صورت حال واضح ہو گئی تھی۔ ان کے پاس جو الارم سسٹم تھا وہ غالباً افراد کی نشاندہی بھی کر دیتا تھا کہ کتنے ہیں اور ان کے الارم سسٹم نے ایک ہی شخص کی نشاندہی کی تھی۔ اس موضوع پر اس دراز قامت عورت نے اپنے ساتھی سے گفتگو کی تھی۔ پھر اس کے ساتھی نے اس سے کیسٹ کے بارے میں پوچھا تو عورت نے کہا کہ کیسٹ موجود ہے اس طرح وہ لوگ اس صورت حال سے مطمئن ہو گئے تھے۔ ویسے یہ تمام صورت حال میرے حق میں جاتی تھی اور میں اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا۔ چھپنے کی جو جگہ مجھے دستیاب ہوئی تھی وہ بھی بلاشبہ بے مثال تھی اور اس جگہ پر سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جب بھی میں چاہتا یہاں سے با آسانی باہر نکل سکتا تھا اور ان لوگوں کو اندازہ نہ ہو پاتا۔ ویسے بہتر یہی تھا کہ ان لوگوں کے باہر جانے کے بعد ہی میں باہر نکلوں بشرطیکہ ان کا وہ الارم کسی اور شخص کی موجودگی کا یہاں اعلان نہ کر دے۔

وہ سارے کے سارے اسی شخص پر متوجہ تھے اور اس کے بارے میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔" دراز قامت عورت کہنے لگی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے۔؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا میڈم۔ ویسے آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان چھ سائنسدانوں کے قتل کے بعد ہمارے بارے میں

چھان بین نہیں ہو رہی ہو گی۔؟"

"کمال کی بات کرتے ہو۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے۔ میرے علم میں ہے کہ بے شمار لوگ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں کیا تمہیں روڈی نہیں یاد نہیں ہے۔؟"

"کیوں نہیں میڈم، کیوں نہیں۔"

"اس نے مرتے ہوئے بھی بتایا تھا کہ بہت سے ملکوں کے ایجنٹ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہیے تھا لیکن اس کے باوجود اگر ہمیں کامیابی نصیب ہو جائے تو یہ سمجھ لو کہ ہم اپنی زندگی کا ایک بہت ہی بہترین کارنامہ سرانجام دے لیں گے۔"

اس کے بارے میں کیا حکم ہے میڈم۔؟"

"اس سے ہمیں سارا حساب کتاب کر لینا چاہیے میں زیادہ دردِ سری مول لینا پسند نہیں کرتی۔ تم جانتے ہو۔"

دراز قامت عورت نے کہا۔ وہ ان لوگوں کی سربراہ معلوم ہوتی تھی۔ ویسے مجھے جن لوگوں کے بارے میں بتایا گیا تھا ہو سکتا ہے یہ عورت انہی میں سے ایک ہو۔ یعنی مس میلسینا یا مسز میلسینا جو کچھ بھی ہو۔ میں نے ابھی تک اس عورت کا بھرپور جائزہ نہیں لیا تھا اس کی مہلت ہی نہیں ملی تھی کیونکہ مجھے بہر طور محتاط رہنا تھا۔ پھر ان میں سے ایک شخص بولا۔

"پھر میڈم اس شخص کا کیا کیا جائے۔؟"

"تم، یوں کرو کہ باہر کی پوزیشن کو ذہن میں رکھو اور میں یہاں اندر کام کرتی ہوں۔" عورت نے کہا اور وہ شخص گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔

دراز قامت عورت بے ہوش شخص کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔ میں اس شخص کی صورت تو نہیں دیکھ پایا تھا۔ بس اس کا ہیولا ہی میری نگاہوں میں تھا اور اس کے ساتھ ساتھ میں ان لوگوں کی کارروائی کا بھی آہستہ آہستہ جائزہ لیتا رہا تھا۔ وہ لوگ غالباً اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے اور پھر مجھے ایک ہلکی سی کراہ سنائی دی۔ وہ شخص غالباً ہوش میں آ گیا تھا دراز قامت عورت نے باقی لوگوں کو پیچھے ہٹ جانے کے لیے کہا اور چند لمحات کے بعد میں نے اس شخص کو اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا لیکن اس دوران شاید اس کے لباس وغیرہ کی تلاشی لے کر پستول بھی حاصل کر لیا گیا تھا۔ جب تک وہ ہوش میں رہا تھا پستول سے مدافعت کرتا رہا تھا اور سائلنسر لگے پستول سے اس نے بہت سی گولیاں بھی چلائی تھیں لیکن اب وہ ان کے ہاتھوں میں بے بس تھا اور خوفزدہ نگاہوں سے ان لوگوں کی صورت دیکھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا۔ دراز قامت عورت کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے والا کو ہز لیجے میں کہا۔

"ہیلو کیسے ہو مائی ڈیئر۔ میرا خیال ہے تمہارے ہوش و حواس درست ہو گئے ہوں گے۔" ان لوگوں کے درمیان پھنس جانے والا آدمی خوفزدہ نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں کم از کم اسے یہ احساس ہو گیا ہو گا۔ اس کے لیے صورتحال بہت زیادہ خوفناک ہے وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا عورت نے اس کے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"تعارف نہیں کراؤ گے ڈارلنگ۔؟"

"کک۔ کیا بکواس ہے؟"

"او ہو گڈ۔ یوں لگتا ہے جیسے تم اپنے گھر میں ہو اور انتہائی شریف آدمی ہو۔ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے۔؟"

"مم۔ میں۔ میں"

"تم۔ میرا نام۔ میرا نام۔ میرا نام جیکسن ہے۔"

"خوب۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر جیکسن، براہ کرم کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ یہاں کیوں داخل ہوئے تھے۔؟"

"مم۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"دیکھو ڈیئر اب جبکہ تم ہمارے نرغے میں ہو تو تمہیں اپنی زبان کھول دینی چاہیے۔ کیا فائدہ اپنی ہڈیاں تڑوانے سے۔ رات کا وقت ہے، یہ جگہ بالکل محفوظ ہے اور یہاں سے کوئی آواز باہر نہیں جا سکتی۔ ہم چاہیں تو باآسانی تمہیں ہلاک کر سکتے ہیں۔ زندگی بچانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارے ذریعے ہمیں کچھ کارآمد معلومات حاصل ہو گئیں تو یوں سمجھو کہ ہم تمہیں چھوڑ بھی سکتے ہیں۔"

"میں۔ میں کچھ نہیں جانتا تم اس بات کو ذہن نشین کر لو۔"

"کر لیا۔ سنا بھئی۔ یہ کچھ نہیں جانتا۔"

"میڈم اگر یہ کچھ بھی نہیں جانتا تو اس کے زندہ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔؟"

"ہوں۔ تمہارا کہنا بھی درست ہے۔" دراز قامت عورت نے اپنے ساتھی کے مشورے پر اس نے کہا۔ وہ بہت زیادہ خوش مزاجی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اور میں دانت بھینچ کر سے دیکھ رہا تھا۔ اس بے وقوف شخص کو اپنے ڈیفنس کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ بچانے کیوں۔ بچانے کیوں۔ میں خود ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا جس سے میری عافیت بھی خطرے میں پڑ جائے۔ بلاشبہ مصیبت میں گھرے ہوئے کسی شخص کی مدد کرنا تو انسانی فرض ہے۔ لیکن جب اپنی زندگی پر بن جائے تو یہ فرض نہیں نبھایا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے جذباتی لوگ اس سلسلے میں جان کی بازی لگا دینے پر فخر کرتے ہوں، لیکن میں ہمیشہ سے اتنا جذباتی نہیں تھا اور اس وقت تو اپنے آپ کو اور بھی زیادہ بے بس محسوس کر رہا تھا۔ میرا دوست میری مدد کرتے ہوئے اگر ہلاکت کی آغوش میں پہنچ جائے تو ظاہر ہے میں اس پر افسوس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

عورت اس سے چوہے بلی کا کھیل کھیلتی رہی۔ وہ شخص واقعی بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو ان حالات میں اچھے سے اچھے لوگ نروس ہو سکتے تھے۔ دراز قامت عورت نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، پھر بولی۔

"اب اس میں کوئی شک و شبہ تو ہے نہیں کہ یہ انہی ایجنٹوں میں سے ایک ہو سکتا ہے جو ہماری ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اس کا کیا کیا جائے۔؟"

"میں تم سے سو فیصدی متفق ہوں۔"

"نہیں نہیں سنوبات سنو۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مجھے یہاں کچھ احکامات کے تحت بھیجا گیا تھا اور میں ان کی تکمیل میں ناکام رہا ہوں۔"

"احکامات کیا تھے مائی ڈیئر یہی تو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔" عورت نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"ارے مجھے اس قسم کے لوگ سخت ناپسند ہیں، جو شدت خوف سے یہ بھی بھول بیٹھیں کہ وہ کیا گفتگو کر رہے ہیں۔"

"تم۔۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ دیکھو میں تم سے ہیں تم سے مجھے دیتا ہوں۔"

"ہاں کہو کہو کیا کہہ رہے ہو۔" عورت نے کہا۔

"دیکھو مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"جاؤ۔" عورت نے کہا اور اس کے سامنے سے ہٹ گئی۔ اس شخص نے دہشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا، واقعی آدمی کی بے بسی کسی دیکھنے والے کو بری طرح جوش میں بھر دیتی ہے۔ لیکن جوش کے ساتھ ساتھ ہوش بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے اور میں بہر طور ہوش ہی میں تھا۔

اس شخص نے ان لوگوں کے نرغے سے نکلنے کی کوشش کی، چند قدم آگے بڑھا۔ دفعتاً ہی ایک پہلوان نما آدمی نے اس پر پھلانگ لگائی اور اسے کسی چوہے ہی کی طرح دبوچ لیا۔ یہ بہت ہی طاقتور اور بلند قامت کا آدمی تھا۔ وہ شخص بری طرح کراہا تھا۔ کیونکہ نیچے گرنے سے اس کے جسم کو چوٹ لگی تھی۔ دراز قامت عورت سامنے سے ہٹ گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہم اسے گولی نہیں مار سکتے،" اس لیے کہ یہاں کا فرش خراب ہو گا اور ہمیں اس کے لیے محنت کرنا ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہی اس کا حساب کتاب برابر کر دو۔" یہ حکم اس شخص کو دیا گیا تھا جس کے شکنجے میں وہ شخص بری طرح تلملا رہا تھا۔ دراز قامت شخص نے کسی خونی جلاد کی طرح گردن ہلائی اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ کا دائرہ مظلوم شخص کی گردن کے گرد تنگ ہو گیا۔ میں یقین رکھتا تھا کہ اب اس کے بچ جانے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا یہاں موجود رہنا ضروری نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر تھا کہ ان لوگوں کے نکلنے سے پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔ صورتحال کا مجھے اندازہ ہو چکا تھا اور اب یہاں رکنا بے فائدہ اور بے تکی بات تھی۔ چنانچہ میں نے باہر نکلنے کی کوشش شروع کر دی بہت ہی بے آواز میں دروازے کی جانب بڑھا اور سرسراتا ہوا ہوا کے جھونکے کی مانند دروازے سے باہر نکل گیا، وہ لوگ چونکہ اس شخص کی جانب متوجہ تھے اس لیے کسی کو میرے قدموں کی آہٹ محسوس نہیں ہوئی تھی۔ باہر نکل کر میں راہداری میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا، جو بیرونی دروازے کی جانب جاتی تھی اور اس کے بعد میں اس عمارت کے صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن یہاں وہ شخص موجود تھا جسے اس دراز قامت عورت نے باہر کے حالات پر نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دروازے سے کچھ فاصلے پر کھڑا سگریٹ پی رہا تھا اس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور اس کی چوکنا نگاہیں چاروں طرف نگراں تھیں۔

میرے لیے یہ کام کافی مشکل تھا کہ میں باآسانی یہاں سے باہر نکل جاؤں۔ البتہ دروازے کے بالکل سامنے ایک بڑی سی ویگن کھڑی نظر آ رہی تھی جس کی چھت پر ایک ایسا کٹہرا بنا ہوا تھا جو سامان وغیرہ کے رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اگر میں کسی طرح اس چھت تک پہنچ جاؤں تو اس شخص کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں۔ اور اس کے بعد یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کہاں رہتے ہیں اور یہاں سے کہاں جاتے ہیں۔

ویگن جس انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انہی لوگوں کی ملکیت ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح مجھے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں اور اس کے بعد میری تمام تر صلاحیتیں اس بات پر صرف ہونے لگیں کہ میں کسی طرح اس شخص کی نگاہوں میں آئے بغیر ویگن تک پہنچ جاؤں۔

اور ان کوششوں میں بھی میں کامیاب ہو گیا۔ مجھے بلیوں کی طرح چلنے کی عادت تھی اور اس سلسلے میں میں نے اتنی مشقیں کر ڈالی تھیں کہ اب مجھے ایسے کاموں میں دقت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ویگن کے عقبی حصے میں پہنچنے کے بعد میں اس سیڑھی کے ذریعے کٹہرے تک پہنچ گیا۔ جو سامان اوپر پہنچانے کے لیے ویگن کی پشت پر لگایا گیا تھا۔ ویگن پرانی طرز کی تھی اور بہت زیادہ جدید نہیں تھی لیکن اس کا یہ کٹہرا میرے لیے انتہائی کارآمد تھا اگر اس پر اس وقت کوئی شخص متوجہ نہ ہو تو میں نہایت باآسانی اس کے درمیان لیٹ کر سفر کر سکتا تھا اور میں نے یہی کیا میں بڑے آرام کے ساتھ کٹہرے سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا تھا میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور پھر مجھے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ صدر دروازے سے کچھ آوازیں سنائی دیں اور میں تھوڑا سا سر اٹھا کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔

وہ لوگ باہر آ رہے تھے، دراز قامت عورت بھی ساتھ

عمران ڈائجسٹ کا سنسنی خیز سلسلہ
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
ماضی کے جزیرے
ناقابل فراموش کہانی جس کا ایک ایک لفظ
رونگٹے کھڑے کر دے گا، یہ کیسا طلسم خانہ
تھا جس میں موجود مجسمے زندہ تھے اور ان
زندہ مجسموں کے آگے میرے بدن میں خوف
کی تھرتھری پیدا ہو گئی،
مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ میں نے اس کار کو نہیں دیکھا تھا جو ویگن سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ بس ویگن ہی میری نگاہوں میں آئی تھی بعد میں میں نے اس وقت یہ کار دیکھی جب عورت اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس کار کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس نے غالباً باقی لوگوں کو ہدایت کر دی تھی میں نے باقی لوگوں کو دیکھا وہ لوگ کوئی چیز اٹھائے چلے آ رہے تھے میرے ذہن میں افسوس کی ایک لہر بیدار ہوئی۔ یہ چیز جو وہ لوگ اٹھا کر لا رہے تھے ایک انسانی جسم تھا اور یہ انسانی جسم اس مظلوم شخص کے علاوہ اور کسی کا نہ ہو گا جو بیچارہ ان لوگوں کے چنگل میں پھنس کر اپنی جان دے چکا تھا بہرحال موت زندگی کا یہ کھیل تو میری زندگی میں ہزار بار آیا تھا میرا مشغلہ ہی اب ایسا ہو گیا تھا کہ مجھے ہزاروں مردہ جسم دیکھنے پڑتے تھے میں ویگن کی چھت پر دم سادھے لیٹا رہا۔ وہ لوگ ویگن کے نزدیک آ کر مصروف ہو گئے تھے۔ عورت نے غالباً انہیں کچھ ہدایات دے دی تھیں اور وہ اسی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ویگن کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ویگن کا پچھلا دروازہ کھول کر انہوں نے انسانی جسم کو اندر ڈال دیا اور اس کے بعد تمام لوگ ویگن میں سوار ہو گئے۔

پہلے کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور اس کے بعد ویگن اسٹارٹ ہو گئی۔ میں ویگن کی چھت پر ساکت وجامد لیٹا ہوا تھا اس وقت یہ اندازہ بالکل نہیں ہو پا رہا تھا کہ ان لوگوں کا رخ کس جانب ہے اور اس کے بعد کے حالات کیا ہوں گے؟ بہرطور اس سلسلے میں میرے ذہن میں کوئی واضح بات نہیں تھی۔

ویگن کا یہ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ تقریباً پندرہ یا بیس منٹ یہ سفر جاری رہا۔ میں کبھی کبھی سامنے کی سمت بھی دیکھ لیتا تھا لیکن وہ کار اب آگے موجود نہیں تھی جو تھوڑی دور تک ساتھ رہی تھی اس کی سرخ روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ بالآخر ایک جگہ ویگن رک گئی۔ اور نیچے کچھ کارروائیاں ہونے لگیں۔ میں ان کارروائیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

پھر میں نے اس انسانی جسم کو ایک جگہ نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ ویگن جس جگہ کھڑی ہوئی تھی وہ غالباً پل تھا اور اس کے نیچے کیا تھا یہ مجھے معلوم نہیں تھا چند لمحات تک میں کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد میں کچھ فیصلہ کر کے ویگن سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگا اس سلسلے میں قریب ہی لگے ہوئے گھنے درخت نے میری مدد کی تھی ویگن سے باقاعدہ نیچے اترنا تو مناسب نہیں تھا لیکن ویگن سے کچھ فاصلے پر لگے ہوئے ایک درخت کی شاخ ویگن کی چھت پر پہنچ رہی تھی۔ میں نے بڑے اطمینان سے وہ شاخ پکڑی اور اس سے چپک گیا چند لمحات تک اس سے چپکا رہا اس دوران وہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہو گئے تھے چنانچہ سارے کے سارے ویگن میں بیٹھ گئے پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ ویگن کی چھت سے ان لوگوں کا تعاقب کر کے ان کی رہائش گاہ کا پتا لگاؤں گا لیکن اس وقت یہ صورتحال خطرناک بھی ہو سکتی تھی، یہ فیصلہ میں نے راستے میں ہی کیا تھا کہ اب میں ان لوگوں کا پیچھا نہیں کروں گا۔ دراصل اس خطرناک صورتحال کو میں اس وقت اپنے آپ پر مسلط نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے آپ کو ویگن میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے بچانا بہت ضروری تھا جب ویگن نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں درخت کی شاخ سے نیچے کود پڑا آس پاس سنسان سڑک کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جو متحرک ہو۔ میں نیچے اتر کر اپنا لباس وغیرہ درست کرنے لگا اور پھر میں نے اس پل سے نیچے جھانک کر دیکھا۔

غالباً کوئی برساتی ندی تھی جو برسات کے دنوں میں بھری رہتی ہو گی لیکن اس وقت اس میں کہیں کہیں پانی نظر آ رہا تھا نیچے کی زمین نرم اور ریتلی معلوم ہوتی تھی۔ چند لمحات میں سوچتا رہا پھر میں نے اس مظلوم شخص کے بارے میں سوچا جو چند ہی لمحات کے اندر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور پھر نجانے کیوں میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کی ایک لہر اٹھی اور میں پل کے آس پاس کا راستہ دیکھنے لگا جس سے نیچے جا سکوں، پل جہاں پر ختم ہوتا تھا وہیں سے نیچے جانے کا راستہ بھی تھا چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس راستے کی جانب چل پڑا اس مظلوم شخص کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنا ضروری تھا ویسے تو ان لوگوں نے اس کے لباس کی تلاشی لے کر یقینی طور پر ہر چیز نکال لی ہو گی، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کی شخصیت پر کوئی روشنی پڑ جائے۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ نیچے اترتا ہوا بالآخر خشک ندی تک پہنچ گیا، پانی کے گڑھوں سے بچتا ہوا میں اس

جگہ تک پہنچا جہاں پل کے اوپری حصے سے اس کی لاش کو نیچے پھینکا گیا تھا۔ انسانی جسم مڑا تڑا ہوا پڑا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کا جائزہ لینے لگا اس میں زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں تھے۔ وہ ایک عمدہ قسم کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ گو اس وقت یہاں روشنی نہیں تھی لیکن تاروں کی مدھم روشنی میں مجھے اس کا حلیہ اچھی طرح نظر آ رہا تھا اسے گردن دبا کر مار دیا گیا تھا چنانچہ اس کے چہرے کے نقوش بگڑ چکے تھے لیکن اس کے باوجود وہ یورپین نسل ہی کا باشندہ معلوم ہوتا تھا اور جوان العمر تھا۔ مجھے اس کی موت کا بڑا افسوس ہوا اور اس کے بعد میں نے بحالتِ مجبوری اس کے لباس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ میں نے اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا پھر بیرونی جیبیں ٹٹولیں اور اس کے بعد پتلون کی جیبیں، جیب کہیں لیکن کسی بھی جیب سے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ پتا نہ چل سکا۔ البتہ اس کے ہاتھ کی کلائی پر ایک گھڑی موجود تھی جسے ان لوگوں نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی مجھے بھی کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ میں یہ گھڑی اتار کر اپنی تحویل میں لے لوں۔ ویسے بھی مجھے اس کا کیا کرنا تھا۔ بہرطور میں مایوسی سے گردن ہلا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ دفعتاً ہی میری چھٹی حس نے اعلان کیا کہ کوئی میرے آس پاس ہی موجود ہے۔ میں ایک دم محتاط ہو گیا لیکن ذرا سی دیر ہو گئی تھی۔

کسی خوفناک اور قد آور انسان نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے رگیدتا ہوا ایک سمت جا پڑا۔ پہلی کوشش میں میں مار کھا گیا تھا۔ لیکن جب اس نے مجھے پوری طرح دبوچا تو میں نے اس کے پیٹ میں دونوں پاؤں اڑا کر اسے سر سے اوپر اچھال کر پیچھے دھکیل دیا۔ وہ گرا تو تھا لیکن گرنے کے ساتھ ساتھ ہی ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس نے میرے سینے پر فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی، لیکن میں اس کے کھڑے ہوتے ہی صورتحال کو سمجھ گیا تھا چنانچہ میں جھک گیا فلائنگ کک خالی گئی، اور وہ بھی پشت کے بل نیچے گرا اور ایک لمحے کے لیے اٹھ نہ سکا اور یہی لمحہ میرے لیے موزوں تھا۔ میں نے چھلانگ لگائی اور اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ بلاشبہ وہ طاقتور آدمی تھا اور قوت مدافعت رکھتا تھا لیکن اس وقت میں نے جو داؤ اس کے اوپر استعمال کیا تھا اس سے وہ میری گرفت میں جکڑ سا گیا اور ذرا سی دیر میں میں نے اسے بے بس کر دیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

یہ بھی ایک جوان ہی آدمی تھا لمبا چہرہ، پتلے پتلے بھینچے ہوئے ہونٹ، آنکھوں میں چیتے جیسی چمک، میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم اور تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟" جواب میں اس نے جدوجہد کر کے مجھے پھر اپنے اوپر سے دھکیلنا چاہا تو میں نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سنو اگر تم نے ذرا سی بھی جدوجہد کی تو میں تمہاری گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔"

"تم۔ تم۔ تم۔" اس شخص کے منہ سے تین بار یہ لفظ نکلا اور وہ خاموش ہو گیا۔ غالباً شدتِ جذبات میں کوئی جملہ منہ سے نہیں نکال سکا تھا۔ میں نے اسے دبوچے دبوچے ایک ہاتھ آزاد کیا اور اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا بغل میں پستول موجود تھا۔ پتا نہیں کیوں اس نے مجھ پر صرف خالی ہاتھوں سے حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو مجھے پستول سے کور کر سکتا تھا۔ بہرطور ہر آدمی کبھی نہ کبھی زندگی میں کوئی غلط حرکت ضرور کرتا ہے بعض اوقات وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے حماقت ہوتی ہے۔ پستول اپنے قبضے میں کرنے کے بعد میں نے اس کی نال اس کی پیشانی پر رکھی اور سرد لہجے میں بولا۔

"کھڑے ہو جاؤ اور سنو۔ اگر ذرا سی بھی جنبش کی تو میں پستول چلانے میں دریغ نہیں کروں گا۔" میں پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس کے بعد وہ شخص آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا۔ اس کا لباس گرد آلود ہو گیا تھا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن گھما کر اس مردہ شخص کی طرف دیکھا اور دفعتاً ہی اس کے انداز میں ایک ہیجانی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

"مر گیا۔ یہ مر گیا نا؟" اس کا لہجہ کچھ ایسا تھا کہ مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا، مجھے ایسا لگا جیسے اس مرنے والے کے ساتھ اس کا کوئی گہرا رابطہ ہو۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ شخص میری طرف گھورتا رہا پھر وہ بے اختیار ہو کر پستول کی پروا کیے بغیر اس شخص کی جانب لپکا اور اسے ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر تاسف کے آثار تھے پھر اس نے گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر خونخوار لہجے میں بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم نے اسے ہلاک کر دیا۔؟"

"نہیں۔ ان لوگوں نے اسے ہلاک کیا ہے جو اسے یہاں پھینک گئے ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو تم، جھوٹ بول رہے ہو۔"

"سنو، نہ تو مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں بکواس کر رہا ہوں۔ کیا تم اس کے ساتھی ہو۔؟" میں نے کہا۔ لیکن اس شخص نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا وہ بہت افسردہ نظر آ رہا تھا اس نے اس شخص کا سر اپنے زانو پر رکھا اور اس کے بالوں سے مٹی کی گرد جھاڑنے لگا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس سے کوئی خاص محبت رکھتا ہو۔ مجھے بھی اپنا دل نرم ہوتا ہوا محسوس ہوا پھر میں نے اپنا پستول والا ہاتھ نیچے کر لیا اور آہستہ سے بولا۔

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اسے قتل کیا ہے" اسے ہلاک کرنے کا ذمہ دار میں ہوں تو یہ تمہاری بھول ہے ہاں اگر تم چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں ساری تفصیلات بھی بتا سکتا ہوں۔"

اس شخص نے گردن گھما کر مجھے دیکھا۔ پھر بولا۔

"کون ہو تم۔؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اس شخص کی موت کا حال میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ یہ شخص دو پہلے ٹورنٹو نامی ایک فرم میں داخل ہوا تھا۔" وہ شخص مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"وہاں یہ کچھ تلاشی لے رہا تھا۔ ابھی یہ تلاشی لے ہی رہا تھا کہ ایک دراز قامت عورت اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی اور وہاں پہنچ کر اس نے اس شخص کو پکڑ کر بے ہوش کر دیا۔ پھر ہوش میں لانے کے بعد وہ اس سے اس کے بارے میں سوالات کرتی رہی، اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور بالآخر ان لوگوں نے اسے گردن دبا کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد وہ اسے ویگن میں ڈال کر وہاں سے چل پڑے۔ میں ویگن کی چھت پر تھا میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس برج سے اسے نیچے پھینک دیا ہے بس میں اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے یہاں آ گیا تھا۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے اس کے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی ہو تو میں اسے فوری طبی امداد فراہم کروں۔"

میرے اس بیان سے اس کے چہرے پر نرمی کے کچھ آثار پیدا ہوئے اور اس نے کہا۔

"مگر تم کون ہو۔؟"

"افسوس میں اس بات کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مگر تمہارا جواب ہی میرا ذہن صاف کر سکتا ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"لیکن میرے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارا ذہن صاف کروں۔ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس شخص کے پیچھے آیا تھا اور صرف اس خیال کے تحت یہاں تک پہنچا تھا کہ اگر اس کے اندر زندگی باقی ہو تو میں اس کی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ ایسا نہیں ہو سکا تو مجھے اس کا افسوس ہے اور اگر یہ تمہارا ساتھی ہے تو اب اس کی لاش تمہارے حوالے کر کے میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

"سنو بات سنو، یقینی طور پر تمہاری اتنی معلومات بے مقصد نہ ہوں گی۔ بلیز میری مدد کرو، میری بات سنو اور مجھ سے تعاون کرو۔ تم میری تلاشی لے سکتے ہو۔ اب میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" اس شخص نے لجاجت سے کہا اور میں گردن ہلا کر کچھ سوچنے لگا پھر میں نے کہا۔

"تلاشی لینا بے حد ضروری ہے دوست۔"

"میں حاضر ہوں۔" اس شخص نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔ میں نے پستول بڑی احتیاط سے ایک ہاتھ میں پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی تمام جیبوں کی تلاشی لے ڈالی۔ کچھ ایسی چیزیں ضرور تھیں جو کاغذات وغیرہ کی شکل میں تھیں لیکن ہتھیار نام کی کوئی اور شے اس کے پاس موجود نہیں تھی سوائے ایک چاقو کے جو گراری دار تھا اور بند تھا۔ میں نے وہ چاقو بھی اس کی جیب سے نکال کر اپنی تحویل میں لے لیا اور اس شخص سے بولا۔

"پہلے تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔؟"

"دیکھو اگر تم میرے اندازے کے مطابق، ہو تو پھر مجھے اپنے بارے میں بتانے میں کوئی عار نہیں ہے۔"

"تو پھر براہ کرم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دو۔" میں نے کہا۔

"میرا نام گیری وڈ ہے اور یہ شخص جو مارا گیا ہے میرا ساتھی ٹم مارٹن تھا۔ ہمارا تعلق ایک ملک کی سیکرٹ سروس سے ہے اور ہم یہاں ایک ایسے مشن پر کام کر رہے تھے جس کے لیے ہمارے ملک نے ہمیں بھیجا تھا۔"

"کیا وہ مشن اس کانفرنس کو کامیاب بنانا تو نہیں ہے؟

جو کئی ملکوں کے سائنسدانوں کی ہو رہی ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس شخص کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ سر دلکا ہوں سے کافی دیر تک مجھے دیکھتا رہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں۔ وہی سلسلہ ہے۔"

"تو پھر مجھ سے ملو، میرا نام ایلس گرے ہے اور میں بھی اسی سلسلے میں کام کر رہا ہوں اور یہ بتانے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آ رہی کہ میں ٹورنٹو ڈوئے نامی عمارت میں اسی چکر میں داخل ہوا تھا۔ لیکن میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ یہ میرے بعد میں وہاں پہنچا تھا اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں کے چکر میں پھنس گیا اور پھر مارا گیا۔"

"تو تم بھی اسی سلسلے میں کام کر رہے ہو مسٹر ایلس گرے؟"

"ہاں۔"

"تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔؟"

"میرے دوست میں نے تم سے تمہارے ملک کے بارے میں نہیں پوچھا اس لیے تم بھی میرے ملک کے بارے میں نہ پوچھو۔ بس یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ ہم لوگ ایک ہی مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"آہ ٹم مارٹن۔ بہت ہی نفیس آدمی تھا اتنا ذہین، اتنا چالاک کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ان لوگوں کے چکر میں کیسے پھنس گیا۔؟"

"افسوس اس وقت وہ ان کے سامنے بالکل بے بس ہو گیا تھا صورتحال ایسی تھی کہ میں بھی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔"

گیری وڈ خاموشی سے سر جھکائے کھڑا رہا شاید وہ اپنے ساتھی سے اظہارِ افسوس کر رہا تھا اس کے بعد اس نے کہا۔

"ہم اس کے لیے اور کچھ نہیں کر سکتے، ہمارے پاس اس لاش کو محفوظ کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ کیا خیال ہے کیا اس کی یہیں تدفین کر دی جائے۔؟"

"اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو ایسا ہی کرو۔" میں نے کہا۔

"تم میری مدد کرو گے اس سلسلے میں۔؟"

"ہاں میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن ایک بات ذہن نشین رکھنا اگر تم نے کوئی حرکت کی تو یہاں دو قبریں بنائی جائیں گی۔"

"اب اس تفصیلات کے بعد کسی ایسی حرکت کی گنجائش ہے؟ مجھے تمہارا سہارا درکار ہے۔ بے شک میرا دوست ٹم مارٹن مارا گیا ہے لیکن میں اپنا مشن نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ہوں تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن زیادہ گہرائی میں قبر نہیں کھود سکیں گے۔ میرا خیال ہے کسی خشک گڑھے کا انتخاب کر لو۔"

"یہی میرے ذہن میں ہے۔" گیری وڈ نے کہا۔ اور اس سلسلے میں میں اس کی مدد کرنے لگا لیکن میرا لہجہ محتاط تھا۔ میں اس شخص کا اچھی طرح سے جائزہ لے رہا تھا اس کے اندر سے انتہائی افسردگی جھلک رہی تھی اور مجھے اس بات کا بہت اچھی طرح سے اندازہ ہو گیا تھا کہ کم از کم وہ اداکاری نہیں کر رہا تھا۔

ٹم مارٹن کی لاش ایک گڑھے میں اتارنے کے بعد ہم نے اس پر بڑے بڑے پتھر رکھے اور اس کے بعد وہ شخص کافی دیر تک وہاں خاموش کھڑا رہا۔ میں بھی اس کے عقب میں موجود تھا پھر جب وہاں سے پلٹا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر ایلس گرے مجھے تمہاری ضرورت ہے براہ کرم مجھے تھوڑا سا سہارا دو، دیکھو اگر میں کوئی بھی حرکت کروں تو تم جب چاہو مجھے ہلاک کر سکتے ہو، پستول تمہارے پاس موجود ہے۔" اس کے لہجے میں ایسی بے بسی ایسی بیچارگی تھی کہ مجھے اس کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ میں نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر گیری وڈ۔ مجھے آپ کے دوست کی موت کا بہت شدید افسوس ہے۔" ہم دونوں وہ راستہ طے کر کے اوپر آ گئے۔ قرب و جوار سنسان پڑے ہوئے تھے۔ پتا نہیں کہ یہاں سے شہر کا فاصلہ کتنا تھا لیکن جو روشنیاں ہمیں نظر آ رہی تھیں ان سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہم بہت زیادہ دور نہیں آئے ہیں، ویسے بھی جتنا سفر میں نے کیا تھا اس کے مطابق ہم شہر سے بہت زیادہ دور نہیں نکلے تھے اور وہاں تک فاصلہ ہمیں پیدل ہی طے کرنا تھا۔

گیری وڈ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا میں بے شک اس کی طرف سے کچھ مطمئن سا ہو گیا تھا لیکن اپنی فطرت سے میں مطمئن نہیں تھا اور اس پر بھرپور نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ یہ طویل ترین فاصلہ ہم نے نہایت خاموشی سے طے کیا پھر سامنے ہی ایک بار کا نیون سائن بورڈ جگمگاتا ہوا نظر آیا تو گیری وڈ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر تم اجازت دو اور پسند کرو تو میرے ساتھ...!"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں اس بار کی جانب چل پڑے۔ بار میں داخل ہونے سے پہلے ہم دونوں نے ایک دوسرے کا لباس صاف کیا تھا۔ کیونکہ لڑتے ہوئے ہم دونوں کے لباس گرد آلود ہو گئے تھے۔ اور بال بھی منتشر ہو گئے تھے۔ جس حد تک ممکن ہو سکا ہم نے اپنے آپ کو صاف ستھرا کیا اور اس کے بعد بار میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک شبینہ بار تھا اور اس وقت یہاں اچھی خاصی رونق نظر آ رہی تھی۔

کسی نے ہمارے جانب کوئی توجہ نہیں دی اور ہم ایک میز پر جا بیٹھے۔ گیری وڈ اچھی جسامت کا ایک خوش شکل آدمی تھا اور اس وقت اس کے چہرے پر جو تاثرات نظر آ رہے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ تیز ذہین اور چالاک آدمی ہے لیکن اس وقت افسردگی نے اس کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا۔ میز پر بیٹھنے کے بعد اس نے شراب کا آرڈر دیا میں نے اپنے لیے ایک اور ڈرنک منگوایا تھا جو میں پی سکتا تھا۔ گیری وڈ نے اس بات پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا البتہ اس نے شراب کے کئی پیگ پیے اور افسردہ سا بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد خود گیری وڈ نے کہا۔

"مسٹر ایلیس گرے آپ کا قیام کہاں ہے۔؟"

"ایک ہوٹل میں۔"

"کیا آپ کچھ اور وقت میرے ساتھ گزارنا پسند کریں گے۔ آپ یقین کریں میرے اندر کسی قسم کی کوئی گڑبڑ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ دراصل میں بھی اس کا ساتھی تھا یہ ٹورن ٹوائے کے بارے میں تفتیش کر رہا تھا اور ادھر چل پڑا تھا۔ اس وقت مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں تھیں کہ یہ کہاں گیا ہے۔ لیکن جب وقت میں اپنی رہائشگاہ پہنچا تو نوشیل نے مجھے بتایا کہ تم مارٹن ٹورن ٹوائے نامی عمارت میں گیا ہے میں اس کی تلاش میں چل پڑا اور اس وقت وہاں پہنچا جب وہ ویگن وہاں کھڑی ہوئی تھی اور ایک انسانی جسم اس میں لادا جا رہا تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ بہرطور مجھے یہاں تک آنے کے لیے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے ایک گاڑی سے لفٹ لی اور یہاں تک پہنچا۔ گاڑی سامنے کی سمت ہی جا رہی تھی اور کافی بوسیدہ تھی اس کے علاوہ میں نے فاصلہ بھی رکھا تھا تاکہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو سکے۔ اور پھر اور پھر وہ لوگ چلے گئے۔ میں نے تمہیں۔ میں نے تمہیں بچتے بچاتے ہوئے دیکھا۔"

"نوشیل کون ہے۔؟"

"ہماری ساتھی۔ ہم تین افراد اس مشن پر نکلے تھے۔" گیری وڈ نے مجھے۔ مجھے پیش کش کی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ فی الحال اس کا ساتھ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے لیے شرط یہی تھی کہ وہ میرا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ میں نے اس کے ساتھ اس کی رہائشگاہ تک جانا منظور کر لیا تھا۔

گیری وڈ کی رہائشگاہ ایک نہایت خوبصورت علاقے میں تھی۔ ٹیکسی نے ہمیں ایک جگہ اتار دیا اور گیری وڈ اسے بل ادا کر کے تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ سامنے ہی ایک وسیع و عریض جھیل نظر آ رہی تھی جس کے کنارے درختوں کی قطاریں تھیں۔ انہیں قطاروں کے ساتھ ساتھ بہت خوبصورت سفید کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق یہ کاٹیج عام رہائشگاہیں نہیں تھے بلکہ ہو سکتا ہے دولت مند لوگوں نے جھیل کے اس خوبصورت کنارے کو اپنے تعیشات کے لیے اس طرح بنایا ہو اور یہ کاٹیج انہی لوگوں کے ہوں گے۔ گیری وڈ نے یہاں رہائش اختیار کی تھی۔ بہرطور اس سلسلے میں اس سے کوئی سوال کرنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ جس لڑکی کا اس نے نام لیا تھا۔ اس کا تصور بھی میرے ذہن میں تھا گیری وڈ نے چند قدم آگے بڑھنے کے بعد کہا۔

"نوشیل کو تو مارٹن کی موت کا جتنا افسوس ہو گا اس کا مجھے اندازہ ہے۔ ہم تینوں اپنے ملک میں بہت ہی ذہین تصور کیے جاتے تھے۔ لیکن، لیکن یہ امید نہیں تھی کہ تم مارٹن اس طرح ان لوگوں کا شکار ہو جائے گا۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کاٹیج کے سامنے رک گیا۔ کاٹیج میں اندر مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ ویسے کاٹیج بہت زیادہ بڑا نہیں تھا البتہ اندرونی دروازے پر اس نے آہستہ سے دستک دی اور یہ دستک ایک مخصوص انداز کی تھی جسے میں نے بخوبی محسوس کیا تھا اور اندر تیز روشنی ہو گئی۔ اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ سرخ رنگ کے گاؤن میں ملبوس ایک لڑکی روشنی میں نظر آئی اور میں اسے دیکھتا

رہ گیا تھا انتہائی خوبصورت خدوخال کی مالک چست و چالاک قسم کی لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کے پورے چہرے پر کمال کی حیثیت رکھتی تھیں اس کا چہرہ فکر کا آئینہ بنا ہوا تھا اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گیری وڈ کو دیکھا میں اس کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"کیسے مسٹر گیری وڈ پتا چلا۔؟"

"ہاں۔" گیری وڈ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ اور لڑکی دو قدم پیچھے ہٹ گئی گیری وڈ داخل ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پہنچا اور میں نے بھی دروازے کے اندر قدم رکھ دیا۔ لڑکی کسی اور کی موجودگی کو محسوس کر کے چونک پڑی اور بے اختیار آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"او مسٹر تم، آپ آپ..." لیکن تم کی جگہ مجھے دیکھ کر وہ ایک دم ساکت ہو گئی اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئی پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے گیری وڈ کی طرف دیکھا اور گیری وڈ نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"دروازہ بند کر دو نوشیل ڈیئر" لڑکی نے دروازہ بند کیا اور سوالیہ نگاہوں سے مسٹر گیری وڈ کو دیکھنے لگی گیری وڈ نے کہا۔

"سوری نوشیل سوری، تم اپنی جلد بازی کا شکار ہو گیا۔"

"کیا مطلب۔" لڑکی کا چہرہ ایک دم خوف و دہشت کا آئینہ بن گیا اس کی آنکھوں میں ہراس کی پرچھائیاں نظر آنے لگیں گیری وڈ نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں، تم ان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔؟"

"او مائی گاڈ۔ او مائی گاڈ۔" لڑکی کی آواز لرزنے لگی وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے تھے اور پھر اس کے انداز میں انتہائی افسردگی جھلکنے لگی وہ آہستہ آہستہ چند قدم آگے بڑھی اور سامنے بچھے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گئی اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا گیری وڈ بھی بیٹھ گیا اور اس نے مجھے بھی سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں آہستہ سے بیٹھ گیا تھا ویسے میری نگاہیں لڑکی کا بھرپور جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ بے مثال حسن کی مالک تھی۔ ایسی ایسی حسین لڑکیاں بھی سیکریٹ سروس میں شامل ہو جاتی ہیں اور دلچسپ بات یہ تھی کہ گیری وڈ یہ بتا رہا تھا لڑکی کافی ذہین ہے ایک ذہین اور حسین لڑکی کا سامنے آ جانا بہت سے دلچسپ واقعات کا حامل ہو سکتا تھا بہرطور میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس وقت ان کے غم میں برابر شریک ہونا انتہائی ضروری تھا اندازہ یہ ہوتا جا رہا تھا کہ جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے اور یقینی طور پر ان کا تعلق بھی کسی ملک کی سیکریٹ ایجنسی سے ہے۔ بہرطور اب اس سلسلے میں بہت زیادہ چھان بین مناسب نہیں تھی میرا ذہن بھی خود بخود سے فیصلے کر رہا تھا۔ اور میں اس فیصلے پر اٹل ہوتا جا رہا تھا کہ اگر میں نے ان لوگوں کا اعتماد حاصل کر لیا تو کم از کم تنہائی کا شکار نہ رہوں گا اور پھر تنہائی نوشیل جیسی لڑکی کی موجودگی میں بھلا رہ بھی کہاں سکتی ہے بشرطیکہ وہ تم مارٹن کی محبوبہ نہ ہو کم از کم گیری وڈ کے انداز سے مجھے یہ پتا چلتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ نہیں ہے بلکہ لڑکی کے انداز میں ایک طرح کا احترام پایا جاتا تھا۔ اور جس انداز میں اس نے گیری وڈ کو مخاطب کیا تھا اس سے میری اس بات کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی تھی۔ چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے پھر گیری وڈ نے کہا۔

"نوشیل جب ہم اپنے عہدے کا حلف لیتے ہیں تو اس حلف میں ہمیں یہ الفاظ دہرانے پڑتے ہیں کہ ہماری زندگی اور موت اپنے مقصد کے لیے ہو گی۔ تم مارٹن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک ذہین اور چالاک آدمی تھا لیکن بعض اوقات ایک ذرا سی غلطی زندگی چھین لیتی ہے افسوس اس مہم میں وہ ہمارے ساتھ آیا تھا لیکن اس مہم کی کامیابی کے بعد وہ ہمارے ساتھ نہیں جا سکے گا۔"

"لیکن یہ ہوا کیسے مسٹر گیری وڈ۔" لڑکی نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ان سے ملو یہ مسٹر ایلیس گرے ہیں۔" گیری وڈ نے پہلی بار لڑکی کا تعارف مجھ سے کرایا اور لڑکی چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"معاف کیجیے گا جناب۔ میں، میں۔؟"

"میں جانتا ہوں مس نوشیل کہ آپ اپنے دوست کی موت سے بہت زیادہ افسردہ ہیں۔ بہرطور میرا نام ایلیس گرے ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ میں بھی اسی مشن پر اپنے ملک کی طرف سے کام کر رہا ہوں جس مشن کے لیے آپ لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں۔"

"او آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔؟"

"ایک ملک سے ہے میرا خیال ہے کہ مزید تفصیلات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں جانا بیکار ہے۔" میں نے اسے بھی وہی جواب دیا۔

"معافی چاہتی ہوں، میرا نام تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔"

"ہاں مس نوشیل۔"

"براہ کرم اب آپ لوگ یہ بتانا پسند کریں گے کہ آخر ٹم مارٹن کو ہوا کیا تھا۔؟"

"ٹم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ٹورن ٹوائے نامی عمارت میں داخل ہوا تھا میرا خیال ہے وہ پوائنٹ صحیح تھا وہ صحیح جگہ پہنچا اور صحیح جگہ پہنچ کر غلطی کا شکار ہو گیا۔"

"مقصد۔؟"

"اس کی وہاں موجودگی کا کچھ لوگوں کو پتا چل گیا تھا یہ صاحب یعنی ایلس گرے بھی وہاں موجود تھے لیکن وہ خود کچھ پوشیدہ سنگ سلادان کا شکار ہو گیا۔"

"قتل کر دیا ان لوگوں نے اسے۔؟"

"ہاں۔ وہیں اسی جگہ مار ڈالا۔"

"اوہ مگر۔ مگر۔"

"میں بہت دیر سے وہاں پہنچا اس وقت جب وہ لوگ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لیے جا رہے تھے میں نے ان کا تعاقب کیا وہاں ان صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ ہم نے ٹم مارٹن کو اسی جگہ دفن کر دیا جہاں اس کی لاش کو پھینکا گیا تھا۔"

"اوہ۔ ویری سیڈ۔ ویری سیڈ۔ کتنے دکھ کی بات ہے، ٹم مارٹن آہ ٹم مارٹن۔" لڑکی پھر افسردگی کا شکار ہو گئی گیری وڈ نے کہا۔

"بہر حال ڈیر نوشیل! جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے ہمیں ابھی اپنے مقصد کی تکمیل کرنا باقی ہے مسٹر ایلس گرے سے ہم درخواست کریں گے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو ہمارے ساتھ ہی مل کر کام کریں ویسے مسٹر ایلس گرے آپ اپنے وطن کا نام ہٹنگ نہ بتائیں ہم بھی اس کے لیے آپ سے اصرار نہیں کریں گے لیکن کم از کم ہمارے ساتھ یہ تعاون تو کر ڈالیں آپ خود اس بات کا اظہار فرمایئے کہ کیا آپ ہم کو اپنے ساتھیوں میں شامل کر سکتے ہیں؟" میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"دیکھیے مسٹر گیری وڈ اتفاق کی بات ہے کہ ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور ہم اسی مشن پر کام کر رہے ہیں میں اپنے اس کام میں فی الحال تنہا ہوں جو کچھ انکشافات میں نے مزید کیے ہیں وہ ہٹنگ میں لیکن میں اس بات کو کسی طرح برا نہیں سمجھتا کہ جو مقصد ہمارا مشترکہ ہے اس کے لیے ہم مشترکہ طور پر کام نہ کر سکیں۔"

"میری بھی یہ خواہش ہے کہ ہم دونوں اپنی اپنی معلومات ٹرانسفر کیے لیتے ہیں۔"

"پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کا تعلق اس مشن سے ہے بھی یا نہیں۔"

"ہاں ضرور میں آپ کو اس سلسلے میں چند شواہد دے سکتا ہوں، براہ کرم ایک لمحہ انتظار فرمایئے۔" گیری وڈ نے کہا اور میرا ہاتھ جیب میں چلا گیا پستول کے دستے پر میری گرفت مضبوط ہو گئی گیری وڈ نے یہ بات محسوس نہیں کی تھی اور نہ ہی نوشیل نے یہ سمجھا کہ میں کس طرح محتاط ہو گیا ہوں۔ گیری وڈ ایک الماری کی جانب متوجہ ہو گیا اسے کھول کر اس نے ایک چھوٹا سا بریف کیس نکالا اور بریف کیس میں سے کچھ کاغذات نکال کر میرے سامنے کر دیے یہ ان لوگوں کے شناخت نامے تھے اور انہی میں ٹم مارٹن کا شناخت نامہ بھی موجود تھا اس شناخت نامے سے مجھے کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے اور وہ کس حیثیت کے مالک ہیں۔ گیری وڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھیے آپ کو تو ہمارے ملک کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہو گئیں اس کے باوجود ہم آپ سے آپ کے ملک کے بارے میں نہیں پوچھیں گے کیونکہ آپ بتانا پسند نہیں کرتے۔"

"اور آپ یہ بھی نہیں پوچھیں گے مسٹر گیری وڈ کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" گیری وڈ چونک کر بولا۔

"آپ لوگ تو اس مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن آپ نے اس بات پر کیسے یقین کر لیا کہ میرا تعلق بھی اسی مشن سے ہے۔؟" گیری وڈ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے شانے ہلا کر کہا۔

"بہر حال آپ جو کچھ بھی ہیں میں اس وقت آپ سے کوئی جھگڑا مول نہیں لے سکتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مسٹر گیری وڈ آپ اس بات پر یقین کر لیجیے کہ میرا تعلق بھی اسی مشن سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کروں۔"

گیری وڈ مجھے دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"دیکھیے مسٹر ایلس گرے بات دراصل یہ ہے کہ ہم اپنے اس مقصد کے لیے کام کرنے نکلے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب بھی اپنا کام جاری رکھیں گے لیکن ہمارا ایک ساتھی کم ہو گیا ہے اور اس چیز نے ہمیں نڈھال کر دیا ہے۔ میں ابھی فوری طور پر اپنے ملک کو اطلاع بھی نہیں دے سکتا، چونکہ حالات ابھی ہمارے خلاف ہیں ہو سکتا ہے ہمارے لیے بھی کچھ مشکلات پیش آ جائیں ہو سکتا ہے انہوں نے ٹم مارٹن سے کچھ معلومات حاصل کر لی ہوں اور وہ انہیں ہمارے بارے میں بتا چکا ہو ایسی صورت میں ہمارے لیے بہت سی مشکلات کا سامنا ہے لیکن، ہم آپ سے یہ درخواست کریں گے کہ اگر آپ کا دل ہم پر اعتماد کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو ہم پر ضرور اعتبار کیجیے مقصد تو یہی ہے کہ ہم اس کانفرنس کو کامیابی سے منعقد ہونے دیں اور اس میں ان لوگوں کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔"

"کیا یہ کام اتنا ہی آسان ہو گا مسٹر گیری وڈ۔؟"

"نہیں ہرگز نہیں! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اور بھی بہت سے ملکوں کے ایجنٹ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں لیکن ہم اس بات پر اپنے آپ کو بے پروا تو نہیں چھوڑ سکتے۔؟"

"بالکل نہیں چھوڑ سکتے۔" میں نے کہا

"تو پھر جب ہمارا ایک ہی مقصد ہے تو ہم کیوں نہ مل جل کر کام کریں۔؟" نوشیل نے فوراً ہی اس سلسلے میں مداخلت کی۔

"مسٹر ایلس گرے ہمیں آپ کی اشد ضرورت ہے براہ کرم ہماری مدد کریں۔" ایک خوبصورت لڑکی کے منہ سے یہ الفاظ مجھے اس کی مدد کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے کافی تھے، میں نے مسکراتی نگاہوں سے نوشیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں مس نوشیل آپ کو میری ذات سے فائدہ ہی فائدہ ہو گا کوئی نقصان نہیں۔"

"ہمیں یقین ہے اب آپ یہ بتایئے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے۔؟"

"میں صرف کافی پینا پسند کروں گا اگر ممکن ہو سکے تو۔؟"

"کیوں نہیں، کافی مل سکتی ہے آپ مسٹر گیری وڈ آپ کافی پییں گے۔؟"

"نہیں مجھے اسکاچ دو۔" گیری وڈ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور نوشیل نے گردن خم کر دی تھوڑی دیر کے بعد وہ کافی بنانے چلی گئی میرے ذہن میں اب ان لوگوں کے لیے کوئی بھی برائی نہیں رہی تھی حالانکہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ کافی میں کوئی خواب آور دوا ہو اور اس کے بعد مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے لیکن جو حالات نظر آ رہے تھے اس کے تحت یہ سوچنا بالکل بے معنی تھا کہ وہ لوگ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

نوشیل چلی گئی تھی اور میں خاموشی سے بیٹھا گیری وڈ کی صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر گیری وڈ آپ لوگوں نے اس سلسلے میں اب تک کیا کچھ کیا ہے۔؟"

"مجھ سے زیادہ ٹم مارٹن باعمل تھا ہم لوگ اپنے طور پر کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ کو مختصر طور پر تفصیلات بتا دوں کہ جو چھ سائنسدان قتل ہوئے ہیں ان میں سے ایک کا تعلق ہمارے ملک سے بھی تھا اور بہر طور اس کانفرنس کی کامیابی پر بہت سی بہتری کا انحصار ہے چنانچہ ہمارے لیے انتہائی لازم ہے کہ ہم اس کانفرنس کو ہر قیمت پر کامیاب ہونے دیں اس کانفرنس میں بھی ہمارے ملک کے تین سائنسدان شامل ہو رہے ہیں جو ہمارے ملک کے مایہ ناز دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا تحفظ بھی ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے ابھی تک میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ لوگ کون ہیں جو ان سائنسدانوں کو قتل کر رہے ہیں ان کا تعلق کہاں سے ہے۔ بتا نہیں ٹورن ٹوائے نامی عمارت اس سلسلے میں کس حیثیت کی حامل ہے ٹم مارٹن نے اس سلسلے میں مجھے ابھی کوئی رپورٹ نہیں دی تھی بلکہ خود ہی مصروف رہا تھا کاش مجھے معلوم ہوتا تو کم از کم میں اس کے ساتھ تو ہوتا ویسے ایک بات بتایئے مسٹر ایلس گرے۔"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا اس بات کا خطرہ ہو سکتا ہے کہ ٹم مارٹن سے معلوم حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں۔؟"

"نہیں اس لیے کہ ٹم مارٹن نے انہیں کوئی بات ہی نہیں بتائی تھی میں اس بات کا چشم دید گواہ ہوں۔"

"اوہ۔ یقیناً مجھے یقین ہے اس بات پر کیونکہ ٹم مارٹن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتنے کچے ذہن کا مالک نہیں تھا اس نے اپنی جان دے دی لیکن ہمارے بارے میں نہیں بتایا آہ میرے دوست تم۔ آہ میرے دوست ۔گیری وڈ ایک بار پھر افسردگی کا شکار ہو گیا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے گیری وڈ نے میری یہ مشکل خود ہی حل کر دی۔

”مسٹر ایلس گرے کیا آپ اب اپنی رہائش گاہ واپس جانا پسند کریں گے۔“

”اسی بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”میری طرف سے فراخدلانہ پیشکش ہے کہ آپ اسی کاٹیج میں قیام کیجیے ویسے یہ کاٹیج میرڈو کاٹیجز کے نام سے جانے جاتے ہیں اور میں نے اسے کرائے پر حاصل کیا ہے، بہت سی ایسی کمپنیاں ہیں جنہوں نے یہ کاٹیج بنائے ہیں اور وہ سیاحت کے لیے آنے والوں کو کرائے پر دیتی ہیں، میرے لیے کسی ہوٹل میں قیام کرنے سے بہتر یہ جگہ تھی اور آپ یقین کیجیے کہ انتہائی اطمینان بخش جگہ ہے یہاں ہر چیز فراہم کر لی ہے، ہم نے اور ہم پُرسکون وقت گزار رہے ہیں اگر آپ کے خیال کے مطابق ٹم مارٹن نے ان لوگوں کی نشاندہی اس کاٹیج کی جانب نہیں کی ہے تو پھر ان لوگوں کو اس کے بارے میں کوئی پتا نہیں چل سکتا کیونکہ اس سلسلے میں کوئی کاغذ وغیرہ بھی ٹم مارٹن کے پاس موجود نہیں تھا۔“

”میں سمجھتا ہوں یہ مناسب جگہ ہے۔“

”تو پھر اگر آپ ہمارے ساتھ ہی قیام کریں تو کیا حرج ہے۔“

”میں تو کوئی حرج نہیں سمجھتا گیری وڈ لیکن آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔“

”ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کی موجودگی بڑی حوصلہ بخش ثابت ہوگی ہمارے لیے۔“

”بہتر ہے۔“

”ویسے اب بھی آپ یہ بتانا پسند نہیں کریں گے کہ آپ تنہا ہیں یا آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔“

”میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں لیکن ان کا تعلق میرے ملک سے نہیں ہے میں نے انہیں یہیں حاصل کیا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”گڈ، وری گڈ، گویا اپنے ملک سے آپ تنہا ہی آئے ہیں۔“

”ہاں۔“

”یقیناً آپ کے ملک نے کسی بنیاد پر ہی آپ پر اتنے بڑے مشن کا انحصار کیا ہوگا۔“

”خیر میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔“

”کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے مسٹر ایلس گرے کہ ڈورن ٹوائے کا ان معاملات سے کوئی گہرا تعلق ہے، یہ سوال میں اس بنیاد پر کر رہا ہوں کہ آپ بھی وہاں موجود تھے۔“

”ہاں بظاہر اس بات کے امکانات موجود ہیں مسٹر گیری وڈ کہ ڈورن ٹوائے ان لوگوں سے متعلق ہو جو اس کانفرنس کے خلاف کام کر رہے ہیں۔“

”ہوں اس کا مقصد ہے کہ ہمیں ڈورن ٹوائے کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔“

”مسٹر گیری وڈ ایک خیال میرے ذہن میں ہے اگر آپ اس کی تصدیق کر دیجیے۔“

”کیا۔“

” اس سلسلے میں میری آپ لوگوں کے درمیان کیا حیثیت ہوگی۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ اگر میں آپ کو کسی خاص لائن پر چلانا پسند کروں تو کیا آپ لوگ میرے ساتھ تعاون کریں گے۔“

”آپ یقین کیجیے مسٹر ایلس گرے کہ ہم اتنے ٹوٹ چکے ہیں کہ ہماری اپنی عقل بے کار ہو گئی ہے۔ آپ ہمیں مہروں کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں اور ہم اس میں کوئی لغزش نہیں کریں گے نوشیل بھی بہت پھرتیلی اور باعمل لڑکی ہے ٹم مارٹن کے غم کے اثر سے نکل جائے تو آپ دیکھیے گا کہ وہ کتنی ہنس مکھ اور اعلیٰ کارکردگی کی مالک ثابت ہوتی ہے۔“

”آپ لوگوں کو اپنے دل سے اس غم کو بھلانا ہوگا۔“

”ہاں اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے ڈیئر خیر میں ہم غم منانے تو نہیں آئے ہمیں اپنی زندگی کی بقا کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہے اور اپنا یہ مشن زندگی کی قیمت پر پورا کرنا ہے۔“

”تب میں آپ کو ایک پیشکش کرتا ہوں مسٹر گیری وڈ کہ براہ کرم میرے ساتھ ساتھ کام کیجیے اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرتے رہیے یقینی طور پر یہ بات آپ کو بری

محسوس ہوگی لیکن میرے لیے یہ ایک مجبوری ہے۔“

”آپ یقین کریں میں خلوص دل سے آپ کے ساتھ بلکہ آپ کی ماتحتی میں کام کرنے کے لیے تیار ہوں مسٹر ایلس گرے۔“

”ماتحتی نہ کہیں آپ اسے بس دوستی کہیں۔“

”یہ آپ کی محبت ہے تو کیا آپ ہمارے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔“

”ہاں۔ میرا قیام اس سے قبل آرگینو میں تھا آرگینو میں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جو اس سلسلے میں کام کر رہی تھی لیکن اس کے ساتھی کو بھی قتل کر دیا گیا۔“

”اوہ اچھا۔“

”اس لڑکی سے گفتگو کرنا ضروری ہے یہاں ٹیلیفون تو موجود ہوگا۔“

”جی ہاں دو دو ٹیلیفون موجود ہیں۔“

”تو پھر مجھے یہ ٹیلیفون استعمال کرنے کی اجازت دیجیے گا۔“ میں نے کہا اور گیری وڈ اپنی جگہ سے اٹھا اس نے ایک طرف رکھا ہوا ٹیلیفون اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا جس پر میری نگاہ ابھی تک نہیں پڑی تھی، میں نے ٹیلیفون کا ریسیور اتارا اور ہوٹل آرگینو کا نمبر ڈائل کر کے اپنے کمرے کا نمبر ملایا تھوڑی دیر کے بعد مجھے فون پر منرو کی آواز سنائی دی تھی۔

”ہیلو کون بول رہا ہے۔“ منرو کی آواز میں خوف بھی شامل تھا۔

”ایلس گرے۔“

”اوہ مسٹر گرے آپ کہاں سے بول رہے ہیں، ابھی تک واپس نہیں آئے آپ۔“

”تمہیں معلوم ہے منرو میں ایک مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں۔“

”جی پھر۔“

”اور اس مقصد کے لیے مجھے اب تم سے کچھ دور رہنا پڑے گا۔“

”تم... میں سمجھی نہیں۔“ منرو کسی قدر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”مائی ڈیئر منرو تمہارے لیے میرا یہی مشورہ ہے کہ ابھی تم اسی ہوٹل میں قیام کرو اخراجات کی بالکل فکر مت کرنا وہ میری ذمہ داری ہے تمہارے لیے ابھی مناسب یہی ہے کہ تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ ذرا ان حالات سے نمٹ لیا جائے اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ لوگ تم تک بھی پہنچ چکے ہیں اور تم خطرے میں ہو تمہارے لیے یہی سب سے مناسب ہے کہ تم ہوٹل میں خاموشی سے قیام کرو۔“

”تنہا۔“ منرو نے سوال کیا۔

”ہاں ڈیئر ظاہر ہے میں مصروف ہوں اس وقت تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔“

”اوہ۔ لیکن لیکن۔“

”کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے منرو میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اسی پر عمل کرو تم ایک بہتر وقت گزار سکتی ہو یہ لمحات نکال لو اس کے بعد زندگی تو تمہیں خود ہی آگے بڑھاتی ہے۔“ منرو کا کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے اسے پھر مخاطب کیا۔ وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی

”میں، میں عجیب مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں، عجیب مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔“

”مجبوری ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا اچھا میں فون بند کر رہا ہوں اور کوئی خاص بات تو نہیں۔“

”نہیں۔“ منرو نے آہستہ سے کہا اور میں نے فون بند کر دیا گیری وڈ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”اس کے بارے میں مجھے کچھ بتانا پسند کرو گے۔“

”ہاں کیوں نہیں مسٹر گیری وڈ، دراصل منرو ایک ایسے شخص کی ساتھی ہے جو یہاں بڑی معلومات کا حامل تھا میرا اس سے رابطہ ہوا بلکہ اس کی نشاندہی مجھے میرے وطن سے ہی کر دی گئی تھی اس رابطے سے مجھے کچھ معلومات حاصل ہوئیں، جوزف مارک بہت ہی کام کا آدمی تھا وہ اس سلسلے میں مجھے کچھ تفصیلات بتانا چاہتا تھا لیکن دشمنوں کو اس بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں کہ جوزف مارک ان کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے چنانچہ انہوں نے عین اس وقت جب وہ مجھے تفصیلات بتانے کے لیے ایک ویران اور سنسان سی جگہ پہنچا تھا اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا میں اتفاقیہ طور پر پہنچ گیا بہر طور منرو اس کی ساتھی ہے اور اب اس کا تحفظ مجھ پر فرض ہے کم از کم اس وقت تک جب تک ہم اپنے اس مقصد کی تکمیل نہیں کر لیتے منرو اپنے فلیٹ میں چلی گئی تھی لیکن اس وقت جب میں اس کے فلیٹ پر پہنچا وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگ اس پر تشدد کر کے یہ معلومات حاصل کر رہے تھے کہ جوزف مالک نے مجھے کیا بتایا اور مجبوراً مجھے دو آدمیوں کو ہلاک کرنا پڑا۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کا مقصد ہے کہ تم بہت کچھ کر چکے ہو۔" گیری وڈ نے کہا۔

"ہاں میں کوشش کر رہا ہوں مسٹر گیری وڈ اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس سلسلے میں نہایت نمایاں طور پر کامیابی حاصل کر لیں گے۔" گیری وڈ نے اسکاچ کے چند گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کرتا ہوا بولا۔

"جبکہ اس کی نسبت ہم ابھی تک تاریکی میں ہیں۔"

"آپ اب اپنے آپ کو تاریکی میں نہ سمجھیں مسٹر گیری وڈ۔ ہم اور آپ مشترکہ طور پر کام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں مسٹر ایلیس گرے۔" اسی اثنا میں نوشیل کافی کے خوبصورت برتن لیے اندر آ گئی اور اس نے نہایت نفاست سے کافی میرے سامنے رکھی، دو کپ بنائے، ایک مجھے پیش کیا اور دوسرا خود لے کر صوفے پر جا بیٹھی۔ گیری وڈ نے کہا۔

"نوشیل مسٹر ایلیس گرے ایک طوفانی ذہن رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ بہت معلومات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ میں اس بات کو اس لیے تسلیم کر سکتا ہوں کہ ٹورن ٹوائے میں یہ بھی موجود تھے۔" نوشیل نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"تم مارٹن کی موت کو ہم عرصہ تک نہیں بھول سکیں گے۔"

"ڈیئر اب تم مارٹن کا سوگ منانے کا وقت نہیں بلکہ ہمیں اپنے طور پر اپنے ملک کو یہ رپورٹ دینی ہے کہ بالآخر کانفرنس کامیاب ہو گئی۔ اس کے لیے اگر ہمیں مسٹر ایلیس گرے کا سہارا لینا پڑتا ہے تو یہ ہماری خوش بختی ہی ہے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ غم و اندوہ کے تاثرات کو ذہن سے جھٹک کر عمل کی دنیا میں واپس آؤ۔ مسٹر ایلیس گرے اس بارے میں بہت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر چکے ہیں اور یقیناً ان کا ساتھ ہمارے لیے سود بخش ثابت ہوگا۔" نوشیل خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہی پھر گیری وڈ نے کہا۔

"اور یہ بھی بہت اچھی بات ہے کہ مسٹر ایلیس گرے ہمارے ساتھ ہی قیام کریں گے۔" نوشیل کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سی چمک نظر آئی اس نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہی اور اس کے بعد کافی کی پیالی ہونٹوں سے لگا لی۔

"چنانچہ تم یوں کرو ڈیئر نوشیل کہ کافی پینے کے بعد ان کے قیام کا بندوبست کر دو۔"

"یہ میری خوابگاہ میں سو جائیں گے۔" نوشیل نے کہا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" گیری وڈ نے اسکاچ کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور اس کے بعد میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"تکلف کی ضرورت نہیں ہے مسٹر ایلیس گرے۔ آپ آرام کر سکتے ہیں۔" میں نے کافی کی پیالی خالی کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نوشیل بھی میرے ساتھ کھڑی ہو گئی پھر وہ مجھے ایک خوبصورت اور سجے سجائے کمرے میں لائی جہاں دو بیڈ بچھے ہوئے تھے اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"لیکن آپ کو تکلیف ہوگی مس نوشیل۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے آپ کو یہ بیڈ روم چھوڑنا پڑے گا۔"

"نہیں دوسرا بیڈ موجود ہے۔" اس نے سادگی سے کہا میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا بہرطور مجھے بھلا کیا تعرض ہو سکتا تھا۔ میرے پاس شب خوابی کا لباس نہیں تھا لیکن نوشیل نے فوراً ہی مجھے ایک لباس مہیا کرتے ہوئے کہا۔

"معافی چاہتی ہوں یہ تم مارٹن کا لباس ہے۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔" میں نے کہا اور نوشیل نے گردن ہلا دی۔ میں لباس پہننے کے لیے ملحقہ باتھ روم میں چلا گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ نوشیل نے مدھم بلب جلا دیا تھا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ میں بھی سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خیالات ذہن میں آ کر نیند کو دور بھگا رہے تھے تب نوشیل نے کہا۔ "مسٹر گرے آپ کو نیند نہیں آ رہی۔"

"ہاں شاید۔" میں نے بوجھل آواز میں کہا۔

"تو پھر آیئے باتیں کریں۔" اس نے لطیف لہجے میں کہا۔ اور لہجے ہر کیفیت کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ نوشیل نے وہ ساری دوریاں ختم کر دی تھیں جو ہمارے درمیان تھیں،

اور ذہین لڑکیوں میں یہی ایک بات دلکش ہوتی ہے وہ زیادہ وقت ضائع کرتی ہیں اور نہ دوسروں کا اگر ذہن قبول کرتا ہے تو قربتیں سمٹ جاتی ہیں اور نہیں قبول کرتا تو قربتیں ہوتی ہی نہیں ہیں اس سلسلے میں بلاشبہ میں اپنے طور پر یورپین نسل کا قائل تھا ہر کام برق رفتاری سے چنانچہ اسی برق رفتاری سے نوشیل نے میرے اور اپنے درمیان کے تمام فاصلے ختم کر دیے اور دوسری صبح جب ہم جاگے تو گہرے دوست بن چکے تھے مسٹر گیری وڈ ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں تھے وہ ایک تعاون کرنے والے آدمی بن کر سامنے آئے تھے صبح کا ناشتہ ہم نے اس طرح کیا جیسے ایک خاندان کے کچھ لوگ آپس میں مل بیٹھے ہوں اور ان کے درمیان کوئی دوری نہ ہو، مسٹر گیری وڈ نے ناشتے کے بعد کہا۔

"اب ہم چونکہ آپ کی تحویل میں آ چکے ہیں مسٹر ایلیس گرے چونکہ آپ کے احکامات پر عمل کرنا ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے اور ہم اسے اپنی خوش بختی ہی سمجھیں گے ویسے نوشیل مسٹر ایلیس گرے سے اس سلسلے میں اور بھی کچھ گفتگو ہوئی ہے۔"

"ہاں مکمل گفتگو میں سمجھتی ہوں کہ مسٹر ایلیس گرے کو اب ہم پر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا ہے۔ اور جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے اس میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارا مشن مشترک ہے اور ہمارا ہی نہیں بلکہ جتنے ممالک کے نمائندے یہاں آئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور دشمنوں کو اسے ختم کرنے میں کامیاب نہ ہونے دیں ان سائنسدانوں کی زندگی بچائی جائے جو اس کانفرنس میں شریک ہوں گے اس سلسلے میں میری مسٹر ایلیس گرے کافی گفتگو ہوئی ہے مسٹر گرے کا کہنا ہے کہ ان سائنسدانوں کی زندگی کے لیے ثقافتی انتظامیہ کافی مستعد ہے اور وہ اس کا تجزیہ کر چکے ہیں لیکن صرف کانفرنس والے دن ہمیں اس کارروائی کو ناکام بنانا ہوگا۔ اس کے لیے ایلیس گرے کافی پُرامید نظر آتے ہیں۔" گیری وڈ نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں مسٹر گیری وڈ اب چونکہ میرے اور آپ کے درمیان واقعی کوئی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہی ہے تو میں آپ سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں میں بہت آگے بڑھ چکا ہوں۔ ٹورن ٹوائے کا تعلق اسی گروہ سے ہے جو اس کانفرنس کو ختم کرنے کے لیے متعین کیا گیا ہے۔ وہ لوگ کس کے ایما پر یہ کام کر رہے ہیں یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا لیکن چند کردار ضرور سامنے آئے ہیں۔"

"چند کردار سامنے آئے ہیں؟" گیری وڈ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں میں اس سلسلے میں سب سے پہلے ٹورن ٹوائے کا ہی تذکرہ کروں گا وہ گروہ جو کوئی بھی ہے اور جس ملک سے بھی رکھتا ہے یوں سمجھ لیجیے کہ ٹورن ٹوائے اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔"

"ٹورن ٹوائے کی جنرل منیجر ایک دراز قامت عورت ہے جس کا نام مسز میلیسا ہے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم مارٹن کے قتل میں اسی عورت کا ہاتھ تھا۔"

"اوہ مائی گاڈ یہ تو بہت بری بات ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس عورت پر گہری نگاہ رکھنی چاہیے اور اس کے لیے ٹورن ٹوائے سے اس کا تعاقب کرنا مناسب ہوگا۔"

"اگر یہ کام میرے سپرد کر دیا جائے تو میں نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دوں گی۔" نوشیل نے کہا۔

"لیکن ڈیئر نوشیل اس کے لیے تمہیں انتہائی محتاط رہنا ہوگا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت اس کا تعاقب کیا جائے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ کانفرنس میں جتنے دن باقی ہیں۔ ان دنوں میں اس کی حرکات و سکنات پر گہری نگاہ رکھی جائے میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے جس کا انکشاف میں رفتہ رفتہ کروں گا۔ اس کے تحت ہم کوشش کر کے اس سلسلے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"ہم آپ سے مکمل طور پر تعاون کریں گے ہم دو افراد جس قابل بھی ہیں آپ ہمیں استعمال کرنے میں گریز نہ کیجیے گا۔ مسٹر ایلیس گرے۔" گیری وڈ نے کہا۔

"آپ لوگ اطمینان رکھیے میں جو کچھ کر رہا ہوں اس پر مجھے بھرپور یقین ہے کہ اس پر مجھے کامیابی حاصل ہوگی۔"

بہرطور میرے اور ان کے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہو گیا تھا میں نے بھی دل میں سوچا کہ میرے سپرد ایک مقصد کیا گیا ہے اس مقصد کی تکمیل کرنی ہے مجھے اپنے سر سہرا باندھنے کا خیال اس سلسلے میں میرے ذہن میں تھا ہی نہیں بس ہمارا کام ہو جائے اور اس کے بعد ہم اپنا مقصد پورا کر لیں یہ ہم سب کی ذمے داری تھی چنانچہ ان لوگوں سے میرے گہرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تعلقات ہو گئے۔ نوشیل کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے میں نے جانے کی اجازت دے دی۔ اس سلسلے میں اس کے پاس کوئی کنوینس وغیرہ نہیں تھا لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ ان مشکلات کا حل دریافت کرلے گی۔ نوشیل کے سپرد یہ ذمے داری لگائی گئی تھی کہ وہ کسی بھی طرح لوور نٹوائے کی جنرل منیجر مسز میلسینا کی ایک تصویر حاصل کرے۔ نوشیل نے کہا کہ اس کے پاس ایک نہایت چھوٹے سائز کا خوبصورت کیمرہ موجود ہے جو اس سلسلے میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ نوشیل کی یہ ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ وہ مسز میلسینا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرے۔ جب نوشیل چلی گئی تو مسٹر گیبری ووڈ مجھ سے بہت دیر تک بات کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوچھی تو میں نے ان سے کہا کہ ابھی وہ آرام کریں۔ اس سلسلے میں زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہ پروگرام ابھی مسٹر گیبری ووڈ کو نہیں بتا سکتا تھا جو تیرہ تاریخ کا تھا۔ اس کے لیے مجھے بہت سے انتظامات کرنا تھے۔

مسٹر جوڈی بھی میرے معاون کار تھے اور بلاشبہ یہ شخص میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوا تھا۔ میں نے باقی دن اسی کاٹیج میں گزارا۔ کاٹیج کے آس پاس کے مناظر بھی بہت حسین تھے۔ جھیل کے کنارے بہتر لوگ مچھلیاں پکڑنے کے لیے بیٹھے رہا کرتے تھے اور ماحول میں ایک انتہائی خوشگوار سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا۔ میں اور مسٹر گیبری ووڈ بہت دیر تک جھیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے تھے پھر ہم نے دوپہر کا کھانا ساتھ ہی کھایا تھا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے ہب بنے ہوئے تھے جہاں کھانے پینے کی تمام اشیا تازہ اور بہتر حاصل ہو جاتی تھیں۔ مسٹر گیبری ووڈ نے مجھے بتایا کہ وہ اسی طرح اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں بس کچھ معمولی سے انتظامات انہوں نے کاٹیج میں کر رکھے ہیں۔ بے چاری منزو ہوٹل آرگینو میں تھی لیکن اب میں اسے اپنے سر نہیں لگانا چاہتا تھا۔ اول تو اس کا نعم البدل مجھے دستیاب ہو گیا تھا اور بلاشبہ نوشیل، منزو سے کہیں زیادہ دلکش تھی اور اس کے علاوہ منزو سے میرا تعلق صرف اسی وقت تک تھا جب تک یہ کیس ختم نہ ہو جائے۔ اس لڑکی کی زندگی کے تحفظ کے لیے میں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ اس کی جانب متوجہ ہیں اور اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کا آغاز کردے تو ہو سکتا ہے کسی طور وہ اس تک پہنچ جائیں۔ اس کے بعد منزو کی زندگی ممکن نہیں تھی۔ آرگینو میں اگر وہ بروقت خاموشی سے گزارے تو اس کے حق میں بہتر ہے۔ ایک بار پھر میں نے منزو کو ٹیلی فون کیا اور اس سے گفتگو کرکے اسے ہدایت کی کہ وہ ہر قسم کی فکروں سے بے نیاز ہو جائے۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ میں اسے اس کی ضرورت کے مطابق رقم فراہم کردوں گا اور اس کے لیے اسے کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ منزو نے مجھ سے کہا کہ اس کے پاس ابھی وہ پانچ ہزار ڈالر موجود ہیں جو میں نے اسے دیے تھے اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے منزو تم انہیں باآسانی استعمال کرو اس کے بعد بھی میں تمہیں اتنی رقم ضرور دے دوں گا جو تمہاری پریشانیوں کا حل بن جائے۔"

اس کے بعد میں نے منزو سے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ تیرہ تاریخ میں ابھی کئی دن باقی تھے اور میں سمجھتا تھا کہ یہ باقی دن سرگرمیوں کے بغیر گزارنا زیادہ مناسب ہو گا۔ کیونکہ اس طرح ان خطرات میں کمی واقع ہو سکتی ہے جو اس دوران ہمیں پیش آسکتے تھے۔

نوشیل شام کو سات بجے واپس آئی تو اس کے پاس معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ اس نے اپنا پورا ذخیرہ ایک طرف رکھتے ہوئے ایک تصویر میرے سامنے کردی اور کہنے لگی۔

"لوور نٹوائے کی جنرل منیجر مسز میلسینا ہے۔" میں نے تصویر میں اس دراز قامت عورت کو دیکھا جسے میں پچھلی رات دیکھ چکا تھا۔ سو فیصدی وہی عورت تھی اور یقینی طور پر اس کا ان معاملات سے گہرا تعلق تھا۔ مسٹر گیبری ووڈ نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں مسٹر گیبری ووڈ اب میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ عورت اس گروہ کی روح رواں ہے۔"

"نوشیل کیا تمہیں اس کے گھر کا پتا بھی معلوم ہوا؟"

"ہاں ایک عمارت کے ایک فلیٹ میں رہتی ہے۔ عمارت کی تفصیلات میرے پاس درج ہیں۔" اس نے ایک کاغذ میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلائی۔ نوشیل نے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا اور میں نے اس کی بہت زیادہ تعریف کی تھی کیونکہ اس کے بعد اسے مزید کارکردگی کا مظاہرہ کرنا تھا جو میرے لیے ذاتی نوعیت کی حامل تھی۔ ہر چند کہ ان لوگوں سے میری گہری دوستی ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ میرے سلسلے میں تجسس کا شکار تھے کیونکہ اس کے بعد میں نے کوئی ذمہ داری ان کے سپرد نہیں کی تھی۔ مسٹر گیبری ووڈ

عموماً مجھ سے اس بارے میں سوالات کرتے رہتے تھے اور میں انہیں مطمئن کرتے ہوئے کہتا تھا کہ ہماری اپنی کارروائی جاری ہے اور وہ کوئی فکر نہ کریں۔ لیکن شاید یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جھیل کے کنارے مچھلیاں پکڑنے، سیر و سیاحت کرنے اور نوشین کے ساتھ وقت گزارنے کے علاوہ میں اور کچھ بھی نہیں کرتا تھا اور میری کارروائی جاری تھی۔ اس کارروائی کے جاری ہونے کا کیا طریقۂ کار تھا، یہ مسٹر گیبری ووڈ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن وہ صبر سے کام لے رہے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں تیرہ تاریخ کا انتظار کر رہا تھا اور اس سے پہلے کوئی جدوجہد کرنا اپنے آپ کو ان کی نگاہوں میں زد میں لانے کے مترادف تھا۔ جو پروگرام مجھے معلوم ہو چکا تھا میرے اپنے نقطۂ نگاہ سے کافی تھا اور اس سلسلے میں، میں نے بہت غور و خوض کیا تھا۔ کیسٹ میں، میں نے جو کچھ سنا تھا وہ حرف بہ حرف مجھے یاد تھا۔ اور اسی کے مطابق میں عمل کرنا چاہتا تھا۔ البتہ اس دوران مسٹر گیبری ووڈ اور نوشیل کے بارے میں اچھی طرح جاننے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ لوگ ذہین بھی تھے چالاک بھی تھے لیکن ان کے اندر ایک فطری شرافت موجود تھی۔ اور میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میرے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور میرے لیے کسی طور نقصان دہ نہیں ہوں گے۔ تاہم میں انہیں اپنا پروگرام عین وقت پر بتانا چاہتا تھا تاکہ اس سلسلے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے۔ اب شک و شبہ تو کوئی رہا نہیں تھا چنانچہ مجھے کوئی دقت پیش نہیں آرہی تھی۔ البتہ اس دوران مجھے کچھ انتظامات بھی کرنے تھے اور میں نے یہ انتظامات بھی نوشیل کے ساتھ ہی کیے۔ مثلاً اپنے لیے وہ ایک مخصوص لباس خریدا جس کی مجھے اس وقت ضرورت پیش آسکتی تھی۔ جو پروگرام میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا اس کے تحت یہ لباس بھی ضروری تھا اور سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ ہلکے نیلے رنگ کا لباس تھا اور نیلا رنگ میری کارکردگی میں ہزار گنا اضافہ کردیا کرتا تھا۔ اس لباس کے ساتھ ہی گہری نیلی ہیٹ بھی خریدی۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ وہ ایک سمارٹ اور خوبصورت سا آدمی ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ جو لوگ اسے ریسیو کرنے آئیں گے وہ اس کی شکل و صورت سے واقف نہیں ہوں گے چنانچہ چہرے پر کوئی بہت نمایاں تبدیلی ضروری نہیں تھی۔ جہاں تک رہا سرخ رنگ کا بریف کیس تو ظاہر ہے مجھے وہی بریف کیس حاصل کرنا تھا جو اس شخص کے پاس ہو گا۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے ذہن میں وہ تمام تفصیلات بھی دہرالی تھیں جو مسز میلسینا کو دی گئی تھیں۔ یعنی سرخ رنگ کی ایک کار میں انہیں ایئرپورٹ پر پہنچنا ہو گا جس کی چھت گہری سیاہ ہونی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں وہ دونوں ہاتھ بلند کرکے، انہیں دوبار لہرائیں گی اور ایجنٹ کو پتا چل جائے گا کہ وہی اس کی مطلوبہ کار ہے۔ یہ تمام چیزیں میں نے ذہن نشین کرلی تھیں۔ وقت آہستہ آہستہ قریب آتا جارہا تھا اور میری کارکردگی میں اب تیزی آجانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں، میں نے آخری ملاقات مسٹر جوڈی سے کی۔ مسٹر جوڈی کے پاس میں ٹیلی فون کرکے ہی پہنچا تھا ویسے مجھے خوشی تھی اس بات کی کہ یہاں اس غیر جگہ مجھے ایسے معاون کار مل گئے تھے۔ جو میرے لیے بہترین ثابت ہوئے تھے۔ مسٹر جوڈی نے میرا پرجوش استقبال کیا اور کہنے لگے۔

"کہیے مسٹر ایلس گرے اس دوران آپ نے بڑی طویل غیر حاضری رکھی۔ میں آپ کے بارے میں اکثر سوچتا رہتا ہوں آپ کی کارکردگی کیسی جارہی ہے۔ ویسے اس کانفرنس کے بارے میں، میں نے آپ کے لیے کچھ اور معلومات بھی اکٹھا کی ہیں۔"

"مثلاً مسٹر جوڈی؟" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً اس عمارت کا میں نے مکمل طور پر اور صحیح پتا لگا لیا ہے جہاں یہ کانفرنس منعقد ہوگی۔ اس سلسلے میں جو جو افراد اس کانفرنس ہال کے نگران ہوں گے ان کی بھی تھوڑی بہت تفصیلات مجھے معلوم ہو گئی ہیں۔" میں نے حیرت و دلچسپی کی نگاہوں سے مسٹر جوڈی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ سب کچھ کر لیا ہے مسٹر جوڈی؟"

"ہاں بھئی دوستوں کی دوستی کی ضرورت بھی ہوا کرتی ہے اب سارے کام پیسوں ہی کے لیے تو نہیں ہوتے۔"

"مجھے تو آپ سے ایک اور اہم کام لینا ہے مسٹر جوڈی اور اس وقت اسی سلسلے میں، میں حاضر ہوا ہوں۔"

"ضرور، ضرور میں تمہاری مدد کرکے خوشی محسوس کروں گا مائی ڈیئر ایلس گرے۔ مجھے خود تم سے بھی انسیت سی ہو گئی ہے۔"

"اس کے لیے میں آپ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ مسٹر جوڈی۔"

"خیر اب کہو وہ کام کیا ہے؟"

"پرسوں تیرہ تاریخ ہے مسٹر جوڈی اور اس دن مجھے آپ کے ایک بہترین گروہ کی ضرورت ہوگی یعنی ایک چھوٹا موٹا سا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گروہ جو بہت ہی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا اور اس کے لیے معاف کیجیے گا مسٹر جوڈی میں آپ سے آپ کی پسند کے مطابق معاوضہ طے کرنے کے لیے تیار ہوں۔" مسٹر جوڈی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولے۔

"شاید تم نے یہ بات آج تک محسوس نہیں کی کہ معاوضے کو میں بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا بے شک جو کام مجھے کرنا ہوتا ہے اس کا معاوضہ میں وصول کرتا ہوں۔ لیکن جب دوستی ہو جائے تو بہت سی باتیں دوستی کے حساب میں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔"

"یہ کام کافی جدوجہد کا حامل ہے اور اس کے لیے آپ کو ایک بھرپور قوت سے کام لینا ہوگا۔"

"خیر معاوضہ کا مسئلہ بعد کے لیے رہنے دو۔ تم مجھے کام کی تفصیل بتاؤ۔"

"مسٹر جوڈی میری معلومات کے مطابق فلائٹ نمبر ایٹ زیرو ایٹ مقررہ وقت پر ایئرپورٹ پہنچے گی۔ فلائٹ نمبر ایٹ زیرو ایٹ سے ایک شخص آ رہا ہے اور ہمیں اس کا جو حلیہ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوگا۔ اور اس کے سر پر گہری نیلی ہیٹ ہوگی ایک اسمارٹ سا آدمی ہے اور اس کے پاس ایک سرخ رنگ کا بریف کیس بھی ہوگا جو اس کی شناخت میں کام آ سکتا ہے ہمیں یہ کرنا ہے مسٹر جوڈی کہ اس شخص کو اغوا کر کے اپنی تحویل میں لے لینا ہے۔"

"اوہ گڈ کیا اس کے اور ساتھی بھی اس کے آس پاس موجود ہوں گے۔" مسٹر جوڈی نے پوچھا۔

"ہاں کچھ لوگ اسے ریسیو کرنے کے لیے ایئرپورٹ پہنچیں گے وہ شخص اس بریف کیس میں جو شے لا رہا ہے وہ انتہائی اہم نوعیت کی حامل ہے اور اسے ایئرپورٹ سے باہر نکالنے کے لیے ایئرپورٹ پر ایک شدید ہنگامہ برپا کیا جائے گا اس ہنگامے کی آڑ میں افراتفری مچ جائے گی اور وہ شخص سرخ بریف کیس لیے ہوئے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ سے نکل بھاگے گا ہمارا کام اسی وقت شروع ہوتا ہے ہم اس باہر نکلنے والے آدمی کو اپنی تحویل میں لے لیں گے اور اس کے بعد میں اس کی جگہ لے لوں گا میں یہ لباس پہلے سے پہنے ہوئے ہوں گا مسٹر جوڈی لیکن سرخ بریف کیس میرے پاس نہیں ہوگا۔ اس شخص سے وہ سرخ بریف کیس حاصل کر کے آپ کو فوراً میرے حوالے کرنا ہوگا اور اس کے بعد اس شخص کو اپنی تحویل میں اتنی حفاظت کے ساتھ رکھنا ہوگا کہ وہ کسی طور رہا نہ ہونے پائے مسٹر جوڈی اس سلسلے میں ایک طویل پلان یہ ہے کہ آپ اس شخص کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد اس سے اس کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کر لیں گے اس کی کچھ تفصیلات میں آپ کو بتائے دیتا ہوں وہ ایک ٹیکنیشن ہے اور بریف کیس میں اپنے ساتھ کچھ ایسی چیزیں لا رہا ہے جس کی نسبت سے اس کانفرنس کو خراب کیا جا سکتا ہے وہ چیزیں جو کچھ بھی ہوں گی وہ تو میں بعد میں دیکھ لوں گا لیکن اس کا طریقہ کار اور اس سے متعلق جتنی بھی معلومات حاصل ہو سکیں آپ کو وہ معلومات اس سے حاصل کرنا ہوں گی اور ظاہر ہے اس کے لیے تشدد ضروری ہے، میں آپ سے جدا ہونے کے بعد میرا مطلب ہے بریف کیس جب مجھے حاصل ہو جائے گا تو اس کے بعد آٹھ گھنٹے کے اندر اندر آپ سے رابطہ قائم کروں گا اور اس آٹھ گھنٹے میں، میں آپ سے وہ تفصیلات معلوم کر لوں گا جو اس شخص نے آپ کو بتائی ہوں گی یہ تفصیلات انتہائی رازداری کے ساتھ، مجھ تک پہنچ جانا چاہئیں بس یہ کام ہے۔" مسٹر جوڈی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یہی کام ہے۔" اور میں ہنس پڑا مسٹر جوڈی کا انداز مضحکہ خیز تھا وہ غالباً یہ کہنا چاہتے تھے کہ اتنے اہم کام کو میں کتنی آسانی سے بس یہی کام کہہ کر نظرانداز کر رہا ہوں میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں مسٹر جوڈی مجھے احساس ہے کہ یہ کام آپ کے لیے انتہائی مشکل ثابت ہوگا لیکن میرے پاس آپ کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"تو میں انکار کب کر رہا ہوں میرے دوست لیکن کام واقعی اہمیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں، میں تمہاری معلومات کو بھی داد دیتا ہوں کہ تم نے اتنی تفصیل سے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

"اس سلسلے میں بھی آپ ہی کی رہنمائی میرے کام آئی ہے مسٹر جوڈی۔"

"یعنی۔؟"

"یہ معلومات مجھے لورن ٹوائے سے حاصل ہوئی ہیں۔"

"گڈ وہ یہی گڈ اس کا مقصد ہے میرا اندازہ بالکل درست تھا لورن ٹوائے اس سلسلے میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے بہرحال تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے یہ کام تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہو جائے گا میں تمہیں اس کی گارنٹی دیتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر جوڈی اصل میں واقعی معاوضے کی نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے

یہ کام انجام دے دیا تو۔ یوں سمجھ لیجیے کہ ایک بہت بڑا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور مجھے اجازت دے دی گئی ہے کہ اس سلسلے میں، میں ضرورت کے مطابق تمام رقومات خرچ کر سکتا ہوں اور اس کا حصول بھی میرے لیے مشکل نہیں ہوگا میں چاہتا ہوں کہ آپ اتنا بہتر معاوضہ کا تعین کر لیں کہ مجھے بھی دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے خوشی ہو۔"

"پچاس ہزار ڈالر میں یہ کام ہو سکتا ہے۔!"

"یہ رقم میں آپ کو ایڈوانس بھی دے سکتا ہوں۔"

"اور تم جانتے ہو کہ میں اپنا ہر کام مکمل کرنے کے بعد ہی معاوضہ وصول کرنے کا قائل ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر جوڈی لیکن اس کام کے لیے آپ کو جس قدر مہارت کا مظاہرہ کرنا ہوگا آپ جانتے ہیں۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ میں سب کچھ تمہاری پسند کے مطابق ہی کروں تاکہ تم مجھے ہمیشہ یاد رکھو۔" مسٹر جوڈی نے محبت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے تشکرانہ انداز میں ان سے ہاتھ ملایا مسٹر جوڈی سے اس سلسلے میں تفصیلی بات ہوتی تھی اور ہم نے اپنا یہ پروگرام کئی بار دہرایا تھا تاکہ ان کے ذہن میں بیٹھ جائے اور مسٹر جوڈی نے اس سلسلے میں تمام تر کارروائی کو مکمل کرنے کا وعدہ کر لیا تھا وہ کہنے لگے۔

"مجھے یہ کام آج ہی سے شروع کر دینا ہے بلکہ اس سلسلے میں ایک یا دو ریہرسل بھی کرنا ہوں گی گو اس ریہرسل میں وہ ہنگامہ خیزی نہیں ہوگی لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ امیگریشن ڈیپارٹمنٹ اور ایئرپورٹ سے باہر آنے کا جو راستہ ہے وہاں ہمیں ایسی جگہ تلاش کرنا ہوگی جہاں ہم اس شخص کو اغوا کر لیں کچھ ہنگامہ کر لیں گے اور کچھ ہم کریں گے تاکہ وہ کام بالکل مکمل ہو جائے جو ہمیں کرنا ہے۔"

"ویری گڈ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ مسٹر جوڈی بہتر ہے کہ آپ یہ ریہرسل بھی کر لیں۔"

"اور اس کے بعد مجھے چونکہ مصروف ہو جانا ہے چنانچہ میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا مائی ڈیئر مسٹر ایلس گرے۔"

میں نے مسٹر جوڈی کا انتہائی شکریہ ادا کیا تھا۔ بہرطور یہ ایک گیم تھا جو میں کھیل رہا تھا کامیابی اور ناکامی کا تو اب تقدیر کی ہی بات تھی اپنی سی کوششوں میں کوئی کمی نہیں رکھنا چاہتا تھا اور اس کے بعد دیکھنا یہ تھا کہ تقدیر میرے اس کام کے سلسلے میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔ مسٹر جوڈی سے ملاقات کے بعد میں واپس بیتھو کا ٹیج کی طرف چل پڑا ظاہر ہے اس سے زیادہ باہر وقت گزارنا میرے لیے ممکن نہیں تھا بلکہ اس دوران جب سے گیری وڈ سے ملاقات ہوئی تھی یہ میری طویل غیر حاضری تھی جو نوشیل وغیرہ سے ملاقات کے بعد شاید پہلی بار ہوئی تھی ورنہ اب تک میں ان کے ساتھ ہی رہا تھا۔ دونوں کاٹیج میں ہی موجود تھے اور انہوں نے میرا پرجوش استقبال کیا تھا۔ مسٹر گیری وڈ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"یقیناً آج آپ کسی خاص کام سے گئے ہوں گے مسٹر ایلس گرے۔"

"مسٹر گیری وڈ آپ اس دوران میرے بارے میں تجسس سے ہیں اور یقینی طور پر میرے بارے میں یہ سوچتے رہے ہوں گے آپ کے اس کاٹیج میں وقت گزاری کر کے میں کون سا کارنامہ سرانجام دے رہا ہوں۔" گیری وڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے نوشیل کی طرف دیکھا اور نوشیل بھی مسکرا دی۔

"کیوں میرا خیال غلط تو نہیں ہے نا۔؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے میں تم سے انحراف نہیں کروں گا۔ مائی ڈیئر ایلس گرے۔ میں بڑی پریشانی کے عالم میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ تم کون سی جادوگری دکھانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ورنہ ایک جگہ محفوظ رہ کر بھلا کوئی اتنا بڑا کام کیا جا سکتا ہے اب جبکہ کانفرنس میں بھی زیادہ وقت نہیں رہ گیا ہم بالکل ہی لاعلم رہے اگر تم کوئی ایسی بات مجھے بتا سکتے ہو جو میرے لیے کارآمد ہو تو میں تمہارا انتہائی شکرگزار ہوں گا۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے گیری وڈ کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں مسٹر گیری وڈ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو مطمئن کرنا بھی ضروری ہے اور پھر اس سلسلے میں اب آپ کی کارکردگی کا وقت بھی آ رہا ہے۔"

"ہم دونوں دل و جان سے حاضر ہیں ویسے تم یقین کرو کہ ہم تو ایک طرح سے معطل ہی ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے میں نے جب آپ سے ایک وعدہ کیا ہے تو سمجھیے کہ مارٹن کی جگہ میں آپ کے لیے کام کر رہا ہوں۔" مسٹر گیری وڈ سنجیدہ ہو گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اس سلسلے میں میری ایک پلاننگ ہے مسٹر گیری وڈ۔ اس کی تفصیل میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔" مسٹر گیری وڈ اور نوشیل ہمہ تن گوش ہو گئے تھے میں نے پر خیال انداز میں گردن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہلا تا رہا پھر میں نے کہا۔

"در اصل میں جو کارروائی کر چکا ہوں اس کی کچھ تفصیلات پیش کرنا چاہتا ہوں مثلاً آپ کے خیال میں اس کانفرنس کو ناکام بنانے یا سائنسدانوں کو قتل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کیا کوششیں کی جا سکتی ہیں؟"

"ہمیں یہ تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں کہ سائنسدان جواب تک یہاں پہنچ چکے ہیں کہاں قیام پذیر ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ مقامی حکام نے ان کے تحفظ کا انتہائی معقول بندوبست کیا ہے اور چونکہ اس دوران ہم اخبارات کا جائزہ بھی لیتے رہے ہیں اور ہمیں اخبار میں کسی ایسے حادثے کی اطلاع نہیں ملی چنانچہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ مقامی حکام نے ان لوگوں کے تحفظ کا معقول بندوبست کیا ہے اب یہاں مسئلہ اس کانفرنس کا آجاتا ہے جو ہونی ہے تو یقینی طور پر اس سلسلے میں بھی مناسب کارروائیاں کرلی گئی ہوں گی اور ہمیں اب اسی دن کے لیے اپنے آپ کو مستعد رکھنا ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے مائی ڈیئر مسٹر ایلس گرے۔" گیری وڈ نے کہا۔

"تو پھر مسٹر گیری میں نے جو تیاریاں کی ہیں اسی دن کے لیے کی ہیں۔ کچھ مخصوص ذرائع سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلے میں ایک شخص کہیں باہر سے آرہا ہے اور وہ تیرہ تاریخ کو ایک مخصوص فلائیٹ سے یہاں پہنچے گا۔ یہ شخص ان کی اصطلاح میں ٹیکنیشن کہا گیا ہے اور یہ ٹیکنیک کیا ہے اس کا اندازہ اس شخص سے ملاقات کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔"

"ملاقات۔" گیری وڈ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ یہاں آتے ہوئے اسے ریسیو کرنے کے لیے ایک بھرپور کوشش کی جانے والی ہے۔" میں نے مسٹر گیری وڈ کو ائیرپورٹ پر ہونے والے ہنگامے کی تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا اور پھر میں نے کہا۔

"میں نے اس سلسلے میں کچھ لوگوں کو متعین کر لیا ہے یہ اسے اغوا کرکے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور میں اس کی جگہ لے لوں گا۔" اس بار نوشیل کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اس نے کسی قدر مضطربانہ انداز میں کہا۔

"گویا تم گویا تم۔؟"

"ہاں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ ٹیکنیشن ان لوگوں کے لیے بھی جانا پہچانا نہیں ہے۔ ٹیکنیشن خود اپنی جگہ تلاش کرے گا اور اس سلسلے میں ایک سرخ رنگ کی

کار کا حوالہ دیا گیا ہے جس کی چھت گہری سیاہ ہو گی چنانچہ ٹیکنیشن کو ریسیو کیا جائے گا اور اس کے بعد بعد کی کارروائیاں ہوں گی چنانچہ مائی ڈیئر نوشیل اس ٹیکنیشن کی جگہ میں ان لوگوں کے ساتھ جاؤں گا اور پھر وہاں سے میرا کام شروع ہو گا۔" گیری وڈ اور نوشیل سخت متحیر تھے پھر گیری وڈ نے کہا۔

"تمہاری ڈیوٹی کیا ہو گی مسٹر گرے۔؟"

"آپ مجھے ائیرپورٹ چھوڑ دیں گے اور پھر جب سرخ کار مجھے لے کر چل پڑے گی تو احتیاط سے اس کا تعاقب کرکے اس جگہ کا پتا لگائیں گے جہاں مجھے لے جایا جایا گیا ہو گا آٹھ گھنٹے کے اندر اندر میں آپ کو کاٹیج فون کرکے اس جگہ کی تفصیلات معلوم کر لوں گا۔"

"گویا پتا لگا کر ہمیں کاٹیج واپس آجانا ہو گا۔" گیری وڈ نے سر سراتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میری سوچ نے پھر انگیس کی جانب رخ کیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ ابھی میں نے یہاں آکر کوئی خاص جدوجہد نہیں کی تھی بے چارے جوزف مارک سے ملاقات کی تو وہ مارا گیا اور میرے لیے منرو کو چھوڑ گیا۔ مگر وہ لڑکی میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئی اور بہت سی یادگاریں چھوڑ گئی۔ اگر نوشیل اس قدر حسین اور مہربان نہ ہوتی تو شاید میں مسٹر گیری وڈ کے بجائے منرو کے ساتھ آر گینو میں ہی رہنا پسند کرتا۔ لیکن نوشیل نے میرے شب و روز سنبھال لیے تھے اور خوب گزرے تھے یہ دن۔ البتہ اب معاملہ دوسرا تھا اور اب کام کرنے کا وقت تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے بہت ہی خطرناک کام کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ ان کے ایک آدمی کی حیثیت سے ان کے ساتھ جانا تھا جو ان کے پروگرام کا روح رواں تھا۔ خود کو ان کے درمیان محفوظ رکھنا ایک نہایت مشکل کام تھا بلکہ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کتنے سفاک لوگ ہیں۔ اس کا مظاہرہ بھی دیکھ چکا تھا۔ پھر وہ مسٹر جوڈی کی کارکردگی بھی پرفیکٹ ہونی چاہیے اگر وہ کہیں چوک گئے تو سارا کیا دھرا چوپٹ ہو جائے گا۔ پھر یہ کہ کئی لوگوں کی تحویل میں جانے کے بعد خود کو اسی جگہ قائم بھی رکھنا تھا۔ ٹیکنیشن کے پاس اس کا پاسپورٹ وغیرہ بھی ہو گا جسے میں ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ اس میں اس کی اصل تصویر ہو گی جو ان لوگوں کے سامنے نہیں لائی جا سکتی۔ خیر ابھی شناخت کے لیے تو میں یہ کچھ سکتا تھا کہ پاسپورٹ ہنگامے کی نذر ہو گیا لیکن اس کے باوجود لاتعداد مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں اور اب تک جو ٹیکنیشن

آرام بھیجے تھے اب ان کی روانگی کا وقت آگیا تھا۔

تاہم گیری وڈ اور نوشیل پر میں نے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ میں کسی الجھن کا شکار ہوں۔ نوشیل نے میری تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"آپ ایک خوبصورت نوجوان ہی نہیں مسٹر گرے بلکہ ایک شاندار ایجنٹ بھی ہیں۔"

"یہ آپ کی تازہ ترین تحقیق ہے مس نوشیل۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"ہاں۔"

"اس تحقیق کا کوئی خاص طریقہ۔"

"کیوں نہیں۔؟"

"بھلا کیا۔" میں نے دلچسپی سے اس حسین لڑکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک سیکرٹ ایجنٹ بھی انسان ہوتا ہے مشکل حالات میں وہ تشویش کا شکار بھی ہوتا ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن آپ اتنے ہی ہشاش بشاش ہیں میں نے آپ کے اندر کوئی تشویش نہیں پائی۔"

"ہاں، میں تشویش کا شکار نہیں ہوں لیکن اپنے کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کا خواہش مند ہوں۔"

"بے شک یہ ایک مشکل کام ہے۔"

"بہرحال ہمیں یہ کام سرانجام دینا ہے۔"

"میری خوش قسمتی ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع ملے۔"

"اس کے لیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔"

"کیسی دعوت۔؟"

"آپ میرے ملک کا دورہ کریں میں آپ کو مہمان بنا کر خوشی محسوس کروں گا۔"

"میں ضرور آؤں گی۔ ویسے آپ کو اس مشن میں اپنی کامیابی کا پورا یقین ہے۔" نوشیل نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم کامیاب ہوں گے۔"

"یہ آپ کے آہنی اعصاب کا ثبوت ہے جبکہ آپ کو ایک نہایت خطرناک کام سرانجام دینا ہے۔ ہم جو اس کام میں براہ راست حصہ نہیں لے رہے آپ سے زیادہ خوفزدہ ہیں۔" میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ بہرحال بہت سے خیالات میرے ذہن میں بھی تھے بے چاری منرو کا خیال آیا تو میں نے اسے فون کرکے اس سے گفتگو کی۔ رابطہ قائم ہو جانے کے بعد میں نے کہا۔

"ہیلو منرو۔"

"ہیلو مسٹر گرے۔" منرو کی رندھی ہوئی آواز ابھری۔ "کیسا وقت گزر رہا ہے۔؟"

"موت کا انتظار کر رہی ہوں اور مر جانا چاہتی ہوں۔"

"اوہ نہیں ڈیئر۔ زندگی بہت حسین ہے۔ اسے وقت سے پہلے موت کے حوالے نہیں کرنا چاہیے۔"

"میرے لیے زندگی میں اب کوئی کشش نہیں ہے۔"

"یہ غلط بات ہے۔ تمہیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔"

"یہ الفاظ ادا کرنا بہت آسان ہیں مگر۔ خیر میں آپ سے شکایت کرنے کا کیا حق رکھتی ہوں آپ کہاں ہیں مسٹر گرے۔؟"

"میرے کام کی تکمیل کا وقت آرہا ہے منرو ڈیئر اس لیے میں بے پناہ مصروف ہوں۔"

"ایک سوال کروں مسٹر گرے۔؟"

"ضرور۔"

"آپ مجھ سے دوبارہ ملیں گے یا نہیں۔؟"

"ضرور ملوں گا۔ یہ تم نے کیوں سوچا۔؟"

"بس ویسے ہی نجانے کیوں یہ خیال آتا ہے کہ اب آپ مجھ سے دوبارہ نہیں ملیں گے ویسے بھی یہ ضروری نہیں ہے انسانی ہمدردی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"یہ ایک سچ ہے مس منرو کہ میں زیادہ وقت یہاں نہ گزار سکوں گا۔ یہ بھی سچ ہے کہ جوزف مارک اب اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا لیکن تمہیں زندگی گزارنی ہے خود کو سنبھالو تمہارے لیے خطرہ دور ہو جائے گا تو تمہیں ایک بار پھر عملی دنیا میں آنا ہو گا زندگی اسی کا نام ہے۔"

"ہاں۔ مگر۔"

"میں بہت مصروف ہوں۔ تم میری ہدایت پر عمل کرو گی ڈارلنگ آر گینو سے باہر قدم نہ رکھنا۔"

"ٹھیک ہے۔" منرو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

آخری رابطہ مسٹر جوڈی سے ہوا تھا میں نے انہیں فون کیا تو وہ فوراً ہی فون پر مل گئے۔

"گرے بول رہا ہوں۔"

"ہاں گرے مائی ڈیئر۔ تشویش کا شکار ہو۔" مسٹر جوڈی بہت خوشگوار موڈ میں بولے۔

"بالکل نہیں مسٹر جوڈی۔" میں نے کہا۔

"تمہارے بارے میں میرا یہی اندازہ ہے۔ تم بہترین اعصاب کے مالک ہو۔ بہرحال تمہاری ہدایت کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو مجھ سے ایک ملاقات کرو۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تاکہ۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر جوڈی۔"

"تو پھر کب۔؟"

"جب آپ حکم دیں۔"

"رات کو ساڑھے دس بجے آجاؤ۔ کوئی دقت ہو تو مجھے بتاؤ میں پہنچ جاؤں گا۔" مسٹر جوڈی نے کہا۔

"میں ٹھیک ساڑھے دس بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اس کے بعد یہ آخری کام ہی تھا چنانچہ ٹھیک ساڑھے دس بجے میں مسٹر جوڈی کے سامنے تھا۔ مسٹر جوڈی نے ایک نقشہ سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"یہ پورا علاقہ ایئر پورٹ کا ہے۔"

"جی۔" میں نے نقشے پر جھکتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹرمینل نمبر سات ہے۔ فلائٹ ایٹ زیرو ایٹ اسی ٹرمینل پر آئے گی۔ اور یہ فلائٹ ایک جدید ترین ملک سے آ رہی ہے۔" مسٹر جوڈی نے اس ملک کا نام بتایا۔

"ویری گڈ۔" میں نے مسٹر جوڈی کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس میں کیا خاص بات محسوس کی۔؟"

"خاص بات۔؟"

"ہاں۔" مسٹر جوڈی نے کہا اور میں غور کرنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "غالباً آپ کا اشارہ میرے خدوخال کی طرف ہے۔ میرے خدوخال اس ملک کے باشندوں سے ملتے جلتے ہیں۔" مسٹر جوڈی نے تحسین آمیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے خصوصی طور پر اس پر غور کیا اور مجھے یقین تھا کہ تم اس گہرائی تک نہ پہنچ سکو گے۔ لیکن اب مجھے یہ خیال بدلنا پڑا ہے۔ سیکرٹ سروس میں عام لوگ تو نہیں ہوتے۔ اس کا تجربہ آج مجھے ہوا ہے۔"

"یہی بات ہے نا۔؟"

"سو فیصدی۔ بہرحال تو یہ فلائٹ ٹرمینل نمبر سات پر آ رہی ہے۔ یہ امیگریشن آفس ہے۔ جب یہاں گڑبڑ ہوگی تو اس سے نکل کر بھاگنے والا لازمی طور پر اس جگہ آئے گا اور یہیں ہم اسے پکڑ لیں گے۔ اس کے لیے میں نے خصوصی انتظامات کر لیے ہیں۔ وہ ہماری گرفت سے نہ نکل سکے گا۔ تم اس وقت اس جگہ ہو گے۔" مسٹر جوڈی نے جگہ سرخ پوائنٹ لگائے ہوئے تھے۔ پھر وہ بولے۔ "مطلع صاف ہوگا تو ہم یہاں تک پہنچ چکے ہوں گے۔ اور بس یہ کام ختم کر کے ہم اسے لے کر اس سمت روانہ ہو جائیں گے۔"

"شاندار۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"اور کوئی مشکل بتاؤ۔"

"میرے خیال میں اور کوئی مشکل نہیں ہے۔"

"تم اس صورتحال سے مطمئن ہو۔ اس جگہ کیا کیا گیا ہے اس کی تفصیلات بھی نوٹ کر لو۔" مسٹر جوڈی نے کہا اور مجھے ٹرمینل سات کے آس پاس کی تنصیبات کے بارے میں تفصیل بتانے لگے۔ میں نے دل میں تسلیم کر لیا کہ اگر مجھے یہاں مسٹر جوڈی کی مدد نہ حاصل ہوتی تو شاید یہ کامیابی ممکن نہ ہوتی۔ مسٹر جوڈی کے ساتھ یہ نشست کافی طویل رہی تھی اور کافی رات گئے میں واپس لوٹا تھا۔ مسٹر گیری وڈ سو چکے تھے لیکن لوئیل جاگ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیوں کا تعلق خواہ کہیں سے ہو۔ ان کا انداز یکساں ہوتا ہے وہ جاگتی ہی ملتی رہیں۔"

لوئیل مسکرا دی پھر بولی۔ "یہ رات بھی تو عام سے زیادہ سنسنی خیز ہے۔"

"مگر مسٹر گیری وڈ بھی تو گہری نیند سو رہے ہیں۔"

"وہ مسٹر گیری وڈ ہیں۔ کچھ سمجھ گئے۔؟"

"کیا۔؟" میں نے شرارت سے پوچھا۔

"سب کچھ ہے۔"

"بس تو پھر اپنی پسند سے کچھ پی لوں گا۔" میں نے کہا اور لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ واپسی میں لوئیل نے پوچھا۔

"جہاں گئے تھے وہاں سے کام ہو گیا۔؟"

"ہاں۔"

"کیا ہم واقعی اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔؟"

"جب اس کوشش کا آغاز ہوگا تب اس کے بارے میں سوچیں گے۔ اس وقت میں صرف تمہارے بارے میں سوچنا چاہتا ہوں۔" لوئیل کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر گیری وڈ کس وقت جاگے مجھے معلوم نہیں۔ لیکن وہ صبح کو ہمیں جاگتے ہوئے ہی ملے تھے۔ لوئیل ناشتے کا انتظام کرنے چلی گئی۔ ناشتے کی میز پر میں نے گیری وڈ سے کہا۔

"آپ بہت فکر مند نظر آ رہے ہیں مسٹر گیری وڈ۔"

"ہاں ہوں۔"

"کامیابی ہماری ہی ہوگی اس بات کا اطمینان رکھیں۔"

"جب اس کامیابی کے بعد ہم واپس جائیں گے تو اپنے بیٹے کے اس داغ کو نہ بھول سکیں گے جو تم مارشن کی وجہ سے لگا ہے۔"

"ہاں یہ [illegible] امتحان ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ پھر ہمارے کام کا وقت آ گیا اور میں تیاریاں کرنے لگا۔ نیلا لباس میرے جسم پر خوب سج رہا تھا اور اسی رنگ کی ستیاں مجھ پر سوار ہو گئی تھیں۔ اب میں ایک بدمست ہاتھی کی مانند تھا جسے مستقبل کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ مسٹر گیری وڈ نے گاڑی کا بندوبست کر لیا تھا اور وہ تیار تھے۔ ہم ساتھ ساتھ ایئرپورٹ چل پڑے۔ میں عقبی سیٹ پر پوشیدہ تھا اور مسٹر وڈ ڈرائیونگ کر رہے تھے۔ ایئرپورٹ پہنچ کر انہوں نے پوچھا۔

"کہاں چلیں۔؟"

"ٹرمینل سات۔"

ٹرمینل سات پر پہنچ کر میں نے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ مسٹر جوڈی نظر آ گئے تھے ان کے ساتھیوں کے بارے میں البتہ میں نے کوئی اندازہ نہیں لگایا تھا۔ میں خاموشی سے ارد گرد کی صورتحال کا جائزہ لے رہا تھا۔ ساتھ ساتھ ہی میری نظر ہیں پارکنگ لاٹ پر بھی لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت میرے اعصاب بری طرح تن گئے تھے۔ جب میں نے ایک سرخ رنگ کی کار کو پارکنگ لاٹ پر رکتے ہوئے دیکھا اس کی چھت گہری سیاہ تھی۔ اس کار کا رنگ بالکل نیا معلوم ہوتا تھا اصل خوشی اس بات کی ہوئی تھی کہ ان کا یہ پروگرام برقرار تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

رفتہ رفتہ تمام کارروائیاں مکمل ہو رہی تھیں۔ مسٹر جوڈی ایک بند وین میں دیکھے گئے جو ٹرمینل کے پاس اس جگہ رک دی گئی تھی جو پہلے سے طے شدہ تھی۔ میں نے آہستہ سے مسٹر گیری وڈ سے کہا۔

"آپ اپنی گاڑی اس وین کے عقب میں لے جایے۔"

"کون سی وین۔؟"

"وہ گرے کلر کی۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر وڈ نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے انہیں ڈائریکشن بتا دی تھی اور پھر ہم سب پوری طرح تیار ہو گئے۔ اب واقعی ایک ایک لمحہ اعصاب شکن گزر رہا تھا اس مرحلے کی کامیابی پر بہت بڑا دارومدار تھا اور یقیناً یہ بہت مشکل مرحلہ تھا پھر وہ وقت آ گیا جب فلائٹ کی آمد کا اعلان ہوا۔ کون کون نجانے کیا کیا کر رہا تھا۔ میں انتظار کر رہا اور وقت ایسا لگتا تھا جیسے دماغ پر ہتھوڑے بج رہا ہو۔

پھر اچانک پہلے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے اور پھر امیگریشن ہاؤس کے شیشے سفید دھوئیں سے دھندلا گئے۔

میں نے کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ مسٹر وڈ نے کار اسٹارٹ کر دی تھی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور اس کے ساتھ اسٹین گن کی آوازیں بھی ابھرنے لگی تھیں۔ اس کے بعد تین دھماکے اور ہوئے اور گہرے گدلے سیاہ دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہو گئے۔ یہ بم مسٹر جوڈی کی طرف سے پھینکے گئے تھے اور ان کی آڑ میں کام ہو گیا۔ کثیف دھوئیں کے باوجود میں نے دیکھا کہ مسٹر جوڈی کے دو ساتھیوں نے ایک شخص کو پکڑا اور اسے برق رفتاری سے وین میں ٹھونس دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے وین کی طرف چھلانگ لگا دی۔

ایئرپورٹ سیکورٹی حرکت میں آ گئی تھی اور گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ میں جیسے ہی وین کے قریب پہنچا ایک سرخ بریف کیس میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا جو بے حد وزنی تھا۔ ابتدا میں وزن کا اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ میرے ایک ہاتھ سے گرتے گرتے بچا لیکن پھر میں نے اسے فوراً سنبھال لیا اور اس کے بعد جچے تلے انداز میں اس طرف دوڑنے لگا جہاں سرخ کار کھڑی ہوئی تھی۔

سرخ کار کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور دو آدمی اس کے پاس موجود تھے ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سنبھالا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی نے مجھے سہارا دیا اور کار کی عقبی سیٹ پر ٹھونس کر خود بھی میرے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا ڈرائیور کے پاس بیٹھا اور کار زن سے آگے بڑھ گئی۔

دھوئیں کے مرغولے اب بھی فضا میں بلند ہو رہے تھے اور سرخ کار تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کر رہی تھی پھر وہ ایئرپورٹ سے کافی دور نکل آئی اور اچانک اس کی رفتار معتدل ہو گئی۔ اب وہ سست روی سے آگے بڑھ رہی تھی وہ لوگ تیز رفتاری کی وجہ سے ٹریفک پولیس کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے مزید بندوبست بھی کیا تھا چنانچہ ایئرپورٹ سے کوئی دو میل آگے آنے کے بعد وہ اچانک ایک جگہ رک گئی۔ سامنے ہی کسی کمپنی کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کا مونوگرام میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے جلدی سے نیچے اتر کر کہا۔

"براہ کرم اس گاڑی میں منتقل ہو جائیں۔" میں نے بلاچوں چراں اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ بڑی گاڑی میں صرف وہی شخص میرے ساتھ بیٹھا تھا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی تھی۔ یہاں مجھے کچھ تشویش لاحق ہو گئی۔ پتا نہیں مسٹر وڈ کو یہ صورتحال معلوم ہو چکی ہے یا انہیں یہ چال

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ خاموش بیٹھا رہا۔ گاڑی ایئر کنڈیشن تھی اور اندر سے بہت آرام دہ۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم کامیابی سے اپنا کام کر چکے ہیں جناب۔" میں نے چہرے کے عضلات میں خفیف سا تناؤ پیدا کر کے اس کی بات کا جواب دیا تھا۔ میں خود کو ایک مغرور اور کم گو آدمی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال اب مجھے اس سفر کے اختتام کا انتظار تھا جہاں نجانے کون سے ہنگامے میرے منتظر تھے۔

اس سفر کا اختتام ایک خوبصورت عمارت پر ہوا تھا۔ اور یہاں میرا استقبال دراز قامت عورت مسز میلینا نے کیا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ تھے۔ میں گاڑی سے اترا تو مسز میلینا چند قدم آگے بڑھی۔ اس نے روایتی انداز میں میرے رخسار کو بوسہ دیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک دیکھی۔

"عجیب بات ہے مسٹر کہ ہم لوگ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے لیکن ہمیں آپ کا نام بھی نہیں معلوم ایک ایسی شخصیت کا انتظار جسے ہم صرف حلیے سے پہچان سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں ابتدا کرتی ہوں۔ میرا نام میلینا ہے۔"

"ہیلو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

میلینا دوسرے چند افراد سے میرا تعارف کراتی رہی اور میں نے ان سے ہاتھ ملائے لیکن اپنے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آنے دی تھی۔ چند لمحات کے بعد ہم اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے اپنے چہرے پر سرد مہری کا انداز برقرار رکھا تھا۔ دراصل میں ایک خاص کردار متعین کرنا چاہتا تھا اپنا۔ اور وہی میں کر رہا تھا۔ ان تمام افراد کا تعارف کرانے کے بعد مسز میلینا نے کہا۔

"ہم لوگ اپنا تعارف کرا چکے ہیں آپ سے۔ کیا اب بھی آپ کا نام نہیں جان سکتے؟"

میں نے نگاہیں اٹھا کر میلینا کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"میڈم میلینا، جن لوگوں نے آپ کو میرے آپ کے پاس آنے کی اطلاع دی تھی انہوں نے آپ کو میرے نام سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یقینی طور پر اس کی کچھ وجوہات ہوں گی۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم ان کے اس اقدام سے گریز نہ کریں یعنی اس نام کو تاریکی میں ہی رہنے دیا جائے۔" لیکن میلینا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر چند لمحات کچھ سوچا اور بولی۔

"اگر آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں مسٹر تو آپ کی مرضی۔ آپ کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

"شکریہ۔" میں نے اسی طرح مسکرائے بغیر کہا۔

اور اس کے بعد مسز میلینا نے مجھے اندر آنے کی پیشکش کر دی۔ وہ مجھے لیے ہوئے ایک خوبصورت سجے سجائے کمرے میں پہنچ گئی۔ اور اس نے کمرے کو چاروں طرف سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ویسے اس عمارت میں، میں بھی موجود رہتی ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ چاروں افراد بھی جن کا تعارف میں نے آپ سے کرا دیا ہے۔ آپ آرام کیجیے۔ ایک سفر سے آئے ہیں آپ اور یقینی طور پر تھکے ہوئے ہوں گے۔ باتھ روم حاضر ہے۔ آپ کے سامان میں چونکہ کچھ بھی نہیں تھا اس لیے میں نے ابھی کوئی بندوبست نہیں کیا۔ تاہم آپ کو ضرورت کی ہر چیز فوری طور پر مہیا ہو جائے گی۔"

"بے حد شکریہ میڈم۔ دراصل سامان لانے کا موقع بالکل نہیں تھا۔ آپ جانتی ہیں کہ اس کی کیا وجوہات ہیں؟"

"سو فیصدی جانتی ہوں۔ تاہم آپ بالکل مطمئن رہیں۔ فوری طور پر چونکہ آپ کا سائز وغیرہ ہمارے پاس نہ تھا، اس لیے کوئی بندوبست ہم نہیں کر سکے۔ لیکن اب فوری طور پر یہ سب کچھ ہو جائے گا۔"

میں نے مسکرا کر مسز میلینا کو دیکھا اور بولا: "اور اب میرے سائز کا کیا ہوگا؟" مسز میلینا میری اس پہلی مسکراہٹ سے بہت خوش ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"اب آپ کا سائز ہماری نگاہوں میں ہے۔"

"نگاہوں سے کام چل جائے گا؟" میں نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

"بالکل۔ بالکل چل جائے گا۔" مسز میلینا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر مجھے وہاں چھوڑ کر باہر نکل گئی۔

میرا بریف کیس میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ اس فرنی بریف کیس میں جو کچھ بھی تھا، ابھی میرے لیے ناقابل فہم تھا۔ جو آٹھ گھنٹے مجھے گزارنے تھے، وہ انتہائی تشویشناک حالت میں گزارنے تھے کیونکہ اس کے بعد ہی مجھے اصل شخص کی تفصیل پتا چل سکتی تھی۔ جس کا کام میں نے مسٹر

جوڈی اور مسٹر گیری وڈ کے حوالے کر دیا تھا۔ میں اس سلسلے میں بہت محتاط تھا۔ ابھی تک میں نے جو رویہ اختیار کیا تھا، وہ غیر فطری نہیں تھا کیونکہ اتنا اندازہ مجھے ہو چکا تھا کہ مسز میلینا اور اس کے دوسرے ساتھی مقامی حیثیت کے حامل ہیں۔ گو جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کے روح رواں کون لوگ تھے یعنی کہ ان سائنسدانوں کا قتل جو ایک مخصوص حیثیت کے حامل تھے لیکن کم از کم یہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا تھا کہ مقامی طور پر یہی لوگ مصروف عمل تھے۔ اور اس کانفرنس کو ناکام بنانے کی ذمہ داری انہی کے سپرد کی گئی تھی۔ چنانچہ مسز میلینا پر میرا اچھا خاصا رعب تھا یعنی اس شخص کا جسے اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا اور یقینی طور پر وہی اس پروگرام کا کرتا دھرتا بھی ہوگا۔

باتھ روم میں جا کر میں نے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور کوٹ اتار کر آرام سے ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ میں گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میلینا نے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"کافی تیار ہے جناب۔ کیا منگوالی جائے؟"

"آئیے میڈم۔" میں نے مہذب انداز میں کہا اور میلینا اندر آ گئی۔

"کافی کے لیے کہہ دیا تھا میں نے۔"

"منگوا لیجیے۔" میں نے جواب دیا اور میلینا نے باہر جا کر کسی کو کافی لانے کی ہدایت کی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میلینا میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ دراز قامت اور اچھی خاصی عمر کی ہونے کے باوجود وہ دلکش شخصیت کی حامل تھی اور اس کی شخصیت میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں پسند کیے بغیر نہ رہ سکا۔ میلینا نے کہا۔

"کتنی بدقسمتی ہے ہماری کہ ہم آپ کو کسی بھی نام سے مخاطب نہیں کر سکتے۔ کسی کا نام معلوم نہ ہونا اجنبیت کا اظہار کرتا ہے حالانکہ دل نہیں چاہتا کہ آپ سے اجنبیت رکھی جائے۔"

"اوہ مائی ڈیئر میڈم، نام بے شک ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ اپنی پسند کا کوئی بھی نام مجھے دے دیں۔ آپ چاہیں تو مجھے لوئس لمباڑنا کہہ سکتی ہیں۔ نام سے کیا ہوتا ہے؟"

"نہیں، میں نے کہا نا کہ ایک اجنبیت سی رہتی ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں کہ آپ مجھے اپنی پسند کا کوئی نام دے لیں۔ اس طرح ہمارے درمیان یہ مسئلہ ختم ہو جائے گا۔"

"لوئس لمباڑنا۔" میڈم میلینا بے اختیار ہنس پڑی۔ اور میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ وہ پھر بولی۔

"تو مسٹر لمباڑنا۔ دراصل آپ کی آمد ہمارے لیے بڑی پُراسرار کیفیت کی حامل ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آپ کو کس پروگرام سے یہاں بھیجا گیا ہے لیکن اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ جو ذمہ داری ہمارے سپرد کی گئی ہے، آپ اس کے روح رواں ہیں۔"

"جی۔"

"اور اس سلسلے میں ہم سب آپ کی ہدایت میں کام کریں گے۔"

"میں آپ کو دوستوں کا درجہ دیتا ہوں میڈم اور ظاہر ہے کچھ دوست ہی مل کر کوئی بڑا کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ مجھے قطعی طور پر یہ نہیں کہا گیا کہ میں آپ کے لیے کوئی باس کی حیثیت رکھتا ہوں۔ ویسے آپ کا دوبارہ رابطہ قائم ہوا ہے۔"

"نہیں، آپ جانتے ہیں مسٹر لمباڑنا کہ رابطے میں خطرے ہو سکتے ہیں۔ یہ بات ہم سے پہلے ہی کہہ دی گئی تھی کہ ہمارے درمیان مختصر رابطے ہوں گے اور صرف ضرورت کی بات ہم سے کہی جائے گی۔ اس کے علاوہ ہمیں بتایا گیا کہ ہر ہدایت ہمیں آپ ہی سے ملے گی۔"

"تو آپ پھر اس بات پر مکمل طور پر اطمینان کر لیجیے میڈم میلینا کہ میں آپ کو کامیابی کی خوشخبری دوں گا۔"

"اس کامیابی سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے مسٹر لمباڑنا۔" میں ہنسنے لگا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ نے واقعی مجھے لمباڑنا کا نام دے ہی دیا؟"

"تو پھر بتائیے میں کیا کرتی؟"

"نہیں آپ یقین کیجیے کہ آپ سے رخصت ہونے کے بعد میں طویل عرصے تک اس نام کی مطابقت سے لطف اندوز ہوتا رہوں گا۔ کیونکہ یہ نام مجھے ایک ایسی حسین شخصیت نے دیا ہے جو انسانوں کو متاثر کرنے میں کمال رکھتی ہے۔" میں نے آغاز کیا اور کیا خوب آغاز کیا تھا کہ میڈم میلینا کے چہرے پر گلال ہی گلال بکھر گیا۔ اس نے سحر طراز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے میری ذاتی طور پر تعریف کر کے نجانے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔"

اتنی دیر میں کافی آ گئی۔ اور میڈم میلینا نے بڑی نفاست سے کافی کی ایک پیالی بنا کر مجھے پیش کی اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ ہی کچھ ڈرائی فروٹس وغیرہ بھی رکھے ہوئے تھے جن کی پلیٹ میرے سامنے رکھ دی گئی۔ اور میں نے اس میں سے کچھ فروٹ لے لیے میڈم میلینا میرا جائزہ لے رہی تھی۔

پھر اس نے کہا۔

"اب جبکہ ہمارے درمیان کوئی رسمی گفتگو نہیں ہونی تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ملے گی کہ میں ذاتی گفتگو کروں؟"

"اگر ذاتی گفتگو کا کوئی ایسا سوال نہ کر ڈالا آپ نے جس کا جواب نہ دینے کی ہدایت مجھے ملی ہو تو میں آپ کی ہر بات کا جواب دوں گا۔"

سو فیصدی اس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔" میلینا نے کہا۔ "تو پھر فرمائیے۔"

"سب سے پہلی بات یہ ہے مسٹر لمبارڈنا کہ میں آپ کی شخصیت کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ آپ کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ آپ کس قدر پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔"

"اگر آپ یہ جوابی کارروائی کر رہی ہیں، تب بھی مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"جوابی کارروائی؟"

"جی ہاں۔"

"وہ کیسے؟"

"میں نے آپ کی تعریف کی ہے، آپ میری تعریف کر رہی ہیں۔" میلینا ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بھی دلکش تھی پھر اس نے کہا۔

"نہیں مسٹر لمبارڈنا۔ آپ یقین کیجیے میں بہت فارورڈ ہوں اور کبھی کوئی ایسی بات کسی بھی حالت میں منہ سے نہیں نکالتی جس کا تعلق میرے دل سے نہ ہو۔"

"تب پھر میں آپ کی اس عزت افزائی کا شکر گزار ہوں ویسے مقامی حالات کے بارے میں سنائیے۔ کیا کیفیت ہے؟"

"ہم خطرناک ترین دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں چونکہ کانفرنس یہاں ہو رہی ہے اس لیے ہر وہ ملک اپنے اپنے سیکرٹ ایجنٹ یہاں بھیج چکا ہے جو اس کانفرنس کی کامیابی کا متمنی ہے اور ہماری ان کی کئی بار مڈبھیڑ ہو چکی ہے۔ ہمیں ان میں سے چند افراد کو قتل بھی کرنا پڑا ہے تاہم اپنا یہ کام ہم بہ احسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ ویسے آپ کو یقین ہے کہ کوئی بھی ایجنٹ یا انتظامیہ کا کوئی بھی فرد ابھی تک آپ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکا؟"

"مسٹر لمبارڈنا آپ یقین کیجیے کہ ہم نے اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اس کا بندوبست کیا ہے کہ کوئی ہماری نگرانی نہ کر سکے۔"

"اب کچھ ذاتی سوالات؟"

"جی جی فرمائیے۔"

"یہاں آپ کس حیثیت سے مقیم ہیں؟"

"میں اسی علاقے کی رہنے والی ہوں اور میرا ذریعہ معاش ویسا ہے جو ہونا چاہیے۔ یعنی ہر طرح سے میں اپنا کاروبار چلا لیتی ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے ایک فرم قائم کی ہے جس کا نام تورن ٹولائے رکھا گیا ہے۔ یہاں سے میں اپنے تمام کام کرتی ہوں۔ یہی ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور ہمیں اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ چند افراد تورن ٹولائے تک بھی پہنچ گئے تھے لیکن میں نے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ حسین ہی نہیں ذہین بھی ہیں۔" میں نے کہا اور مسز میلینا نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔ وہ رفتہ رفتہ میرے پھیلائے ہوئے جال گرفتار ہوتی جا رہی تھی۔ اور اب وہ مجھے لوئس لمبارڈنا کہہ کر ہی پکار رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"آپ نے میرے بارے میں کچھ اندازے تو ضرور لگائے ہوں گے مسز میلینا؟"

"کس قسم کے اندازے؟"

"یہی کہ میں آخر اس کانفرنس میں ایسا کون سا تیر مارنے والا ہوں جس کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے؟"

"بات دراصل یہ ہے مسٹر لمبارڈنا کہ میں اب تک بہت سے کارنامے سرانجام دے چکی ہوں۔ بہت سے ایسے کام کیے ہیں۔ میں نے جن سے مجھے شہرت بھی حاصل ہوئی ہے اور یہی شہرت ان لوگوں کو میری طرف راغب کرنے کا باعث بنی جو یہ کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں بھی صرف اسی انداز میں کام کرنے کی عادی ہوں کہ مجھے جو ہدایات ملیں اس پر عمل کر دیا جائے۔ باقی دوسرے مسائل رہ جاتے ہیں لیکن ان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا میں اس سلسلے میں جو کچھ کرتی رہی ہوں، وہ یقیناً آپ کے علم میں ہوگا مسٹر لمبارڈنا اور اس کے بعد جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے میری دلی خواہش ہے کہ میں اسے بخوبی انجام دوں، اب آپ کو ہمارا چیف بنا کر بھیجا گیا ہے تو ہم آپ سے

بھرپور تعاون کریں گے اور یقیناً کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"جی جی۔ یقینی بات ہے اور مجھے بھی یہ انداز پسند ہے۔ اپنے بارے میں مختصراً صرف اتنا بتا دوں کہ ویسے تو میں انجینئر ہوں اور جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے اس کی باقاعدہ تربیت دے کر مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔ یہاں چند افراد سے میرا واسطہ رہے گا۔ جن کی تفصیلات مجھے مہیا کر دی گئی ہیں مگر بدقسمتی سے یہ ہدایات بھی میرے ساتھ ہیں کہ ان کے بارے میں کسی کو نہ بتایا جائے۔ چنانچہ کچھ وقت کے بعد میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کروں گا۔ اور ساری سچویشن معلوم کرنے کے بعد اپنے عمل کا آغاز کروں گا۔"

"بہتر ہے، آپ کو ہر طرح کی سہولت مہیا کرنا ہمارا فرض ہے مسز میلینا نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ اصل میں بات صرف اتنی سی تھی کہ میری خوش قسمتی نے مجھے یہ موقع عطا کر دیا تھا۔ مسز میلینا کے بارے میں مجھے اب تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں۔ وہ جرائم پیشہ تھی اور ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھتی تھی جو اس قسم کے کاموں کے لیے اپنی خدمات کرائے پر پیش کر دیتا ہے لیکن جن لوگوں نے اسے کرائے پر حاصل کیا تھا، انہوں نے اپنی جانب سے بہت زیادہ ذہانت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ صرف ایک آدمی پر انحصار کر کے انہوں نے اتنی بڑی ذمہ داری قبول کر لی تھی اور یہ بہرطور ایک ایسی ہی بات تھی جسے کم از کم میرا ذہن قبول نہیں کرتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کچھ کارروائیاں کی ہوں انہوں نے، جن کا ظاہر ہے مجھے علم نہ تھا۔ تاہم میں دلجمعی سے اپنا کام کرنے میں مصروف تھا اور اس سلسلے میں مسز میلینا کے جانے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اس عمارت کے متعلق مکمل تفصیلات معلوم کیں۔ میں نے اپنے کمرے سے باہر نکل کر پوری عمارت کا اچھی طرح جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ اگر کوئی خطرناک صورتحال درپیش ہو تو میرے فرار کے لیے کیا بندوبست ہو سکتا ہے۔

مسز میلینا اس دوران بھی مجھے ملی اور میرے ساتھ ساتھ عمارت کا جائزہ لیتی رہی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

آپ کے انداز میں بے پناہ ذہانت پائی جاتی ہے۔ اس عمارت کا جائزہ آپ یقیناً اس لیے لے رہے ہوں گے کہ یہ اندازہ لگا سکیں کہ دشمنوں کی نگاہیں کہاں تک سفر کر رہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میں آپ کے بارے میں بھی یہی کہہ سکتا ہوں مسز میلینا کہ آپ انتہائی ذہین ہیں اور ہر قسم کی صورتحال کا بہتر طور پر اندازہ لگا سکتی ہیں۔"

یوں میرے اور مسز میلینا کے درمیان بہت ہی بہتر تعلقات قائم ہو گئے حالانکہ ابھی مجھے یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔

☆ ☆ ☆

بالآخر میں نے اپنے آٹھ گھنٹے مکمل کر لیے اور اس کے بعد میں نے مسز میلینا سے کہا کہ مجھے ایک گاڑی درکار ہوگی۔ جو کار مجھے دی گئی تھی وہ بہترین خصوصیات کی حامل تھی مسز میلینا نے مجھے اس کار کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اگر کسی قسم کا خطرہ درپیش ہو تو یہ کار ایک پورے اسلحے خانے کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر قسم کی مصیبتوں سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ میں نے کار کے سلسلے میں پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ بہرطور میں کار لے کر چل پڑا۔ اور اس کے بعد میں ایک گھنٹہ تک۔ اس شہر کی مختلف سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر ایک جگہ میں نے منتخب کر لی جہاں سے میں ٹیلی فون کر کے مسٹر جوڈی سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ یہ ایک پبلک کال بوتھ ہی تھا لیکن ایسے علاقے میں واقع جہاں کسی قسم کی مداخلت کا خطرہ نہیں تھا اور دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے اندر داخل ہو کر مسٹر جوڈی کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ مسٹر جوڈی مستعد تھے، میں نے ان سے کہا۔

"آپ کا دوست، آپ کا خادم بول رہا ہے مسٹر جوڈی۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ آپ سنائیے مسٹر گرے، آپ اپنے طور پر مطمئن ہیں؟"

"سو فیصدی مسٹر جوڈی آپ کا تعاون بے مثال ہے اور اس تعاون ہی کے ذریعے میں بہترین کامیابی حاصل کر سکا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہوئی بہرطور آپ نے جو ذمے داریاں ہمارے سپرد کی تھیں، ہم بھی انہیں پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن مائی ڈیئر مسٹر گرے آپ کی ضرورت اشد ہے۔ اور آپ کے بغیر ساری تفصیلات آپ تک پہنچانا ایک مشکل کام ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہوں تو پھر براہ کرم مجھے یہ بتایئے کہ مجھے کہاں پہنچنا چاہیے؟"

"ایک بالکل ہی اجنبی جگہ جو آپ کے علم میں نہیں ہو گی۔"

"ویری گڈ۔ یہ بات بھی آپ کی ذہانت کا ثبوت ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ مسٹر گرے، اب آپ براہِ کرم وہ پتا نوٹ کر لیجیے جہاں میں آپ کو بلانا چاہتا ہوں۔"

میں نے مسٹر جوڈی کا بتایا ہوا پتا ذہن نشین کیا اور ان سے اس علاقے کے بارے مکمل تفصیلات معلوم کر لیں۔ پھر میں نے کہا۔

"اور اب میں آپ سے یہ سوال نہیں کروں گا مسٹر جوڈی کہ میری ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"ہاں۔ یہ سوال نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ ٹیلی فون پر میں آپ کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔" میں خاموش ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں نے ٹیلی فون سے باہر نکل کر اطراف کا جائزہ لیا۔ تاحدِ نگاہ کسی کا وجود نہیں تھا۔ میں کار میں آ بیٹھا۔ اب تک —— جتنا فاصلہ میں نے طے کیا تھا اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ میرا تعاقب کسی نے نہیں کیا ہے تاہم مسز میلیسنا جیسی زیرک عورت سے ہر قسم کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ اس لیے اس کار کے بارے میں جو تفصیلات مجھے بتائی گئی تھیں وہ یقینی طور پر اہمیت کی حامل تھیں۔ لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ میرا تعاقب صرف اسی لیے نہ کیا گیا ہو کہ کار میں میرے بارے میں مکمل معلومات موجود ہوں یعنی یہ کہ میں کہاں جا رہا ہوں، کس کس سے رابطے کر رہا ہوں۔ اس بات کے امکانات تو نہیں تھے کہ ٹیلی فون کی گفتگو کار میں سنی جاتی لیکن اس بات کے امکانات ضرور تھے کہ اس عجیب و غریب کار کے ذریعے میری مصروفیات کا جائزہ لیا جا رہا ہو چنانچہ اس سلسلے میں بھی پوری پوری احتیاط ضروری تھی اور میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ بہترین تھا۔ اس دوران میں جہاں تک سفر کرتا رہا تھا وہاں کے بارے میں میں خود ہی اندازے قائم کر لیے تھے چنانچہ ایک خوبصورت ہوٹل کے پارکنگ لاٹ میں میں نے کار کھڑی کی اور اُتر کر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ خوبصورت کیفے کے ایک چھوٹے سے کیبن میں بیٹھ کر میں نے اپنے لیے کافی طلب کی اور خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ جائزہ بھی لیتا رہا تھا کہ کوئی ایسی شخصیت تو میرے آس پاس موجود نہیں ہے جو مجھ پر نگاہ رکھے ہے۔ ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی بعض اوقات نقصان دہ ہی ہوتی ہے چنانچہ میں نے بل ادا کر کے خاموشی سے باہر کا راستہ اختیار کیا اور اس کے بعد پارکنگ لاٹ سے باہر نکل کر پیدل سفر کرتا رہا۔ یہ سفر تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کا تھا۔ اس دوران میں نے علاقے کی چند دکانوں کا جائزہ بھی لیا تھا اور رُک کر ان کے شوکیسوں میں رکھی ہوئی اشیاء کا جائزہ لیتا رہا تھا۔

پھر ایک ایسی ٹیکسی کو میں نے تاڑا جس سے ایک سواری اتری تھی۔ میں فوراً ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس قسم کی ٹیکسی سے کوئی اندیشہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد وہ سواری چل پڑی اور میں ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مسکرا کر گردن خم کی اور میٹر ڈاؤن کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو وہ پتا بتا دیا جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اور پھر میں ایک خوبصورت سولہ منزلہ عمارت کے سامنے

اتر گیا۔ بل ادا کرنے کے بعد میں اس عمارت کے فٹ پاتھ پر کافی دور تک آگے بڑھتا چلا گیا اور اس کے بعد واپس پلٹا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔ لفٹ نے مجھے ساتویں منزل پر پہنچا دیا تھا۔ اور ساتویں منزل کے ایک فلیٹ کے ایک دروازے پر میں نے کال بیل کا بٹن دبایا تو دروازے پر مجھے مسٹر جوڈی ہی کی صورت نظر آئی۔ مسٹر جوڈی نے گردن خم کی اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

"یقینی طور پر آپ نے اپنے اطراف پر گہری نگاہ رکھی ہوگی مسٹر گرے۔"

"سو فیصدی مسٹر جوڈی، اس بات سے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی میں آپ تک پہنچا ہوں۔"

"آئیے۔ بڑے سنسنی خیز انکشافات آپ کے منتظر ہیں۔" یہ ایک رہائشی عمارت تھی اور یہاں انتہائی نفیس فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ جو بہترین کیفیت کے حامل تھے۔ مسٹر جوڈی مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ یہ ڈرائنگ روم کی طرز پر آراستہ تھا۔ بیٹھنے کے بعد انہوں نے کہا۔

وہ شخص بہت سخت جان نکلا اور ہمیں اس کی

زبان کھلوانے کے لیے وہ تمام وحشت ناک طریقے اختیار کرنا پڑے جو ممکن ہو سکتے تھے۔"

"اوہ۔ آپ اس میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟"

"اصل میں ناکام ہونا بہت سے خطرناک نتائج کا حامل ہوتا اس لیے کامیاب تو ہونا ہی تھا۔"

"ویری گڈ مسٹر جوڈی بہرطور میں بار بار اس بات کا تذکرہ نہیں کروں گا کہ آپ کی وجہ سے مجھے بڑی آسانیاں حاصل ہوئی ہیں۔"

"جب آپ تذکرہ نہیں کریں گے تو پھر اس موضوع پر بات ہی نہ کریں ویسے اس شخص کا نام جارج اوپل ہے۔"

"اس کے علاوہ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کا تعلق ایک خاص قسم کی آرگنائزیشن سے ہے جو کسی ایک ملک سے متعلق نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں۔ جارج اوپل کے بیان کردہ واقعات کے مطابق یہ تمام نمائندے اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ ان میں ہر طرح کے ٹیکنیشن موجود ہیں۔ اور ایک عجیب و غریب دنیا ہے ان کی۔" مسٹر جوڈی اس بارے میں مجھے تفصیلات بتانے لگے اور تفصیلات کچھ اس طرح تھیں کہ یہ بھی ایک گروہ ہے جو بہترین معاوضے لے کر کام کرتا ہے۔ اور اس کے طریقۂ کار بڑے سائنٹفک ہوتے ہیں یعنی یہ گروہ چند ذہین افراد پر مشتمل ہے اور یہ ذہین لوگ دنیا میں بڑی بڑی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان میں کچھ لوگ انتہائی مشہور ہیں اور اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تفصیلات میں نے نوٹ کر لی ہیں۔ وہ کاغذ میں آپ کو پیش کر دوں گا۔"

"مسٹر جوڈی آپ نے زبردست کام کیا ہے؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خود میرے پاس بھی بہترین معلومات کا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا ہے۔ بہرطور اس گروہ کا طریقۂ کار جس کے بارے میں میں نے کہا کہ سائنٹفک ہے۔ وہ یہ کہ یہ اپنے افراد بھی رکھتا ہے اور لوگوں سے بھی امداد لیتا ہے اور اس کے پاس بیرونی طور پر کام کرنے والے ان تمام افراد کی فہرست موجود ہے جو اس کے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ مسٹر جارج اوپل کو اس کانفرنس کے سلسلے میں متعین کیا گیا ہے اور تمام تر اختیارات دیئے گئے ہیں۔ گروہ اس کام کو سرانجام دیں گو ایک طرح سے ان کے پاس اس کام کے سرانجام دینے کا ٹھیکہ ہے اور وہ اسی ٹھیکے پر کام کر رہے ہیں۔ مسٹر جارج اوپل ہی وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے ان سیاستدانوں کو قتل کیا ہے جن کی تفصیلات آپ کے علم میں ہوں گی۔" میں واقعی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"مسٹر جارج اوپل کی زبان کھلوانے کے لیے آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا مسٹر جوڈی ظاہر ہے ایک ایسا شخص معمولی تو نہیں ہو سکتا۔"

"بلاشبہ۔ وہ غیر معمولی انسان ہے۔" مسٹر جوڈی نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں اس سے زیادہ غیر معمولی آپ ہیں مسٹر جوڈی جو اس جیسے شخص کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے۔"

"بہرحال میں نے جو طریقۂ کار اختیار کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔ آئیے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو مسٹر جارج اوپل سے ملا دوں۔"

"اسی عمارت میں ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"آپ کو انہیں یہاں لانے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

"یوں سمجھ لیجیے کہ یہ عمارت میرے لیے ایک بہترین پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہاں مجھے اپنے کسی کام میں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔" مسٹر جوڈی نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ مسٹر جارج اوپل سے اور کیا معلوم ہو سکا؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں سوائے اس کے کہ یہاں ان کی کارکن مسز میلیسنا ہے اور اسی کا گروپ ان کے لیے کام کرتا ہے۔"

"شمرخ بریف کیس میں کیا ہے، اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"جی ہاں اور وہ چیز بلاشبہ ایک حیرت انگیز چیز ہے یوں سمجھ لیجیے کہ سارا دارو مدار اسی پر ہے، ویسے آپ نے وہ شمرخ بریف کیس کہاں چھوڑا؟"

وہ وہیں موجود ہے جہاں میں مسز میلیسنا کے ساتھ قیام پذیر ہوں؟

"بڑی خوفناک چیز ہے مسٹر اور آپ یقین کریں کہ وہ بڑی کارآمد چیز بھی ثابت ہوگی۔ میں اس میں بہت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"بہرحال اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں؟"

"جی ہاں، کافی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک آپ وہاں موجود نہ ہوں گے، صورتحال آپ کی سمجھ میں مکمل طور پر نہیں آسکے گی تو آئیے میں آپ کو مسٹر جارج اوپل سے ملا دوں۔" میں مسٹر جوڈی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مسٹر جوڈی مجھے اس رہائشی فلیٹ کے سب سے اندرونی کمرے میں لے گئے جس کے بارے میں ایک لمحے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف کمرہ ہے۔ اس کمرے میں ایک خصوصی بستر لگایا گیا تھا اور اس کے علاوہ یہاں اور کوئی خاص فرنیچر موجود نہیں تھا۔ ایک طرف ایک بورڈ رکھا ہوا تھا جس پر ایک کاغذ چڑھا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ دوسری چیزیں بھی موجود تھیں۔ جس شخص کو میں نے اس بستر پر دیکھا، اسے دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک مختصر سے لباس میں ملبوس تھا۔ پورا جسم برہنہ تھا اور اس کے تقریباً سارے ہی جسم پر داغ نظر آرہے تھے۔ بایاں رخسار شدید زخمی تھا۔ اور اس پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ بازوؤں پر سگریٹوں کے نشانات تھے۔ رانیں ادھیڑ دی گئی تھیں۔ جسم کے ہر حصے سے تقریباً خون بہہ رہا تھا۔ اور جگہ جگہ سے جسم جلا ہوا تھا یہاں تک کہ جسم کے نازک حصوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا تھا۔ ناخن اکھڑے ہوئے تھے اور انگلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ مسٹر جوڈی سے مجھے اسی درندگی کی توقع تھی۔ نجانے کیوں یہ شخص میرے جانتا اس قدر رعایت برتنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ بہرطور اس ٹوٹے پھوٹے شخص کے قریب پہنچ کر میں نے اسے بغور دیکھا اور مجھے اس کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے معاملہ ہی ایسا تھا۔ اس نے مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ وہ واقعی خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ خاص طور سے مسٹر جوڈی پر جب بھی اس کی نگاہ پڑتی، وہ کانپ اٹھتا تھا۔ مسٹر جوڈی نے کہا۔

"مسٹر جارج اوپل، ان سے ملیے یہ مسٹر ایمس گرے ہیں۔" جارج اوپل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"مسٹر جارج بریف کیس میں جو کچھ ہے مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتائی جائیں۔" جارج اوپل کی پھٹی پھٹی آواز ابھری۔

"میں نے تمام تفصیلات اس نقشے پر اتار دی ہیں۔" اس کا اشارہ بورڈ پر لگے ہوئے کاغذ کی جانب تھا۔ میں نے ابھی تک اس کاغذ پر غور نہیں کیا تھا۔ جارج اوپل کے ان الفاظ پر میں اس بورڈ کے قریب پہنچا اور وہاں اس کاغذ پر درج شدہ تفصیلات دیکھنے لگا۔ بریف کیس میں جو کچھ تھا ابھی تک میں نے اس کا جائزہ بھی نہیں لیا تھا۔ اسے کھولنے سے پہلے اس کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لینا ضروری تھا۔ اس لیے میں نے اسے بند رکھا تھا۔ بورڈ پر جو کاغذ تھا اس پر تقریباً تمام ہی تفصیلات درج تھیں۔ اور یہ تفصیلات دیکھ کر میری بھی حالت خراب ہو گئی تھی۔ بلاشبہ یہ ایک جدید ترین سائنسی نظام تھا میں نے مسٹر جوڈی سے کہا کہ اس شخص کو یہاں لایا جائے اور مسٹر جوڈی اس کے پاس پہنچ گئے۔ بہرطور انہوں نے اس سے کیا بات کی، یہ تو مجھے پتا نہیں چل سکا تھا لیکن وہ اسے سہارا دے کر بورڈ تک لے آئے تھے۔ جارج اوپل نے کہا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں ایک لفظ غلط نہیں ہے۔ آپ اس کا مکمل طور پر تجزیہ کر سکتے ہیں مسٹر ایمس گرے۔ یہی نام بتایا گیا ہے مجھے آپ کا۔"

"ہوں، تو یہ ہے اس کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کا پورا منصوبہ۔ تاہم مجھے آپ اس سلسلے میں مزید تفصیلات خود بتائیے۔"

اور جارج اوپل مجھے اس بریف کیس میں نصب مشینری کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے پنسل کے ذریعے وہ تار مجھے دکھائے جنہیں دیوار گیر سوئچ سے منسلک کرنا تھا اور اس کے بعد یہ مشینری عمل شروع کر سکتی تھی۔ اس چھوٹے سے بریف کیس میں ایک بہت ہی بڑا لیبارٹری نظام قائم تھا۔ اس کا تعلق ایک ٹیلی ویژن سے کر کے ایک ایسے کیمرے کو فضا میں بھیجا جا سکتا تھا جو زیادہ بلندی پر نہیں جاتا لیکن اطراف کے سارے مناظر اس ٹیلی ویژن اسکرین پر پیش کر دیتا۔ بریف کیس میں ایسے فلائنگ بم تھے جو بلندی سے کسی بھی عمارت پر پھینکے جا سکتے تھے اور ان کی تباہ کاری بے حد خوفناک ہو سکتی تھی۔ منصوبہ یہی تھا کہ کانفرنس والے دن جارج اوپل اس بریف کیس کو آپریٹ کرے گا اور وہاں سے ان فلائنگ بموں کے ذریعے کانفرنس ہال کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ یہ سارے کام اس لیے کیے گئے تھے کہ یہ لوگ جانتے تھے کہ پیچھے مکمل طور پر کانفرنس کے تحفظ کا بندوبست کیا ہوگا۔ یہ تمام صورتحال پوری تفصیل سے مجھے بتائی گئی تھی۔ اور میں نے اس بریف کیس کے نظام کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ البتہ ایک پہلو ابھی تک پوشیدہ تھا یعنی یہ کہ ہو سکتا ہے جارج اوپل نے ایسی کوئی کارروائی کی ہو جس کے تحت وہ بریف کیس اندر ہی اندر تباہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کے اطراف میں موجود لوگ فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔ آیا میں یہ رسک لے لوں یا پھر بریف کیس کو سرے سے استعمال ہی نہ کیا جائے۔ میں نے جارج اوپل سے کہا۔

"مسٹر جارج اوپل، آپ نے یہ تمام تفصیلات مجھے بتا تو دی ہیں لیکن آپ نے اس بارے میں نہیں بتایا کہ اس بریف کیس کو آپریٹ کرتے ہوئے، وہ کون سا سوئچ ہوگا جو اس بریف کیس کو تباہ کر دے گا۔ اور اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ فنا ہو جائیں گے؟" جارج اوپل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"آہ کاش مجھے اس بات کی امید ہوتی تو یقینی طور پر یہ نظام بھی اس بریف کیس میں موجود ہوتا۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں مسٹر جارج اوپل مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ اس میں ایک ایسا نظام ضرور ہے۔"

"دیکھو، میرے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ میں جھوٹ یا سچ کی تمیز کر سکوں اگر تمہیں اس بات کا خطرہ ہے تو تم اس بریف کیس کو استعمال نہ کرو۔ ظاہر ہے تم اسے استعمال کرو گے بھی نہیں کیونکہ تم تو وہ سب نہیں کرنا چاہتے جو میں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اس بات کا شدت سے افسوس رہے گا کہ میں یہ نظام اپنے بریف کیس میں قائم نہ کر سکا۔ حالانکہ یہ میرے لیے مشکل نہیں تھا۔"

"آپ انجینئر ہیں مسٹر جارج اوپل؟"

"میں جو کچھ بھی ہوں، اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا چکا ہوں اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو میرا معقول تحفظ نہ کر سکے۔ میں ان سے انتقام لینے کا خواہشمند ہوں۔ ان کا یہ منصوبہ ناکام ہونا ہی چاہیے جو انہوں نے میرے عدم تحفظ کے سلسلے میں کیا ہے۔"

"لیکن آپ تو اس کیس کے مکمل انچارج ہیں مسٹر جارج اوپل۔"

"ہاں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ مجھے مہیا نہیں کیا تھا اور اس کام میں صرف مجھے ہی چھوڑ دیا گیا۔"

"بہرحال مسٹر جارج اوپل آپ یہ بات سمجھ لیجیے کہ آپ کی زندگی کا دار و مدار ہماری کامیابی پر ہے۔ وعدہ کیا جا سکتا ہے آپ سے کہ آپ کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جو آپ کی زندگی ختم کر دے ہمارا کام مکمل ہو گیا تو اس کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپ کو گرفتار کر کے آپ کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔ دوسری صورت میں مسٹر اوپل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے یہ زخم تیزاب سے تر کر دیے جائیں یا اور بھی بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں۔"

جارج اوپل کے بدن پر تھرتھری طاری ہو گئی۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "نہیں یقین کرو۔ یقین کرو میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

میلسینا کے اور میرے درمیان جس انداز کی گفتگو ہوئی تھی اس نے میلسینا کو کافی متاثر کیا تھا چنانچہ اس وقت وہ جس لباس میں نظر آرہی تھی وہ ان تمام کیفیات کا حامل تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور پرکشش لباس تھا۔ اس کے علاوہ اس نے جو پرفیوم استعمال کیا تھا، اس کی خوشبو بھی مسحور کن تھی میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"ڈیئر مسٹر طلبارٹنا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اینڈ مائی ڈیئر مس میلسینا۔"

"سوری مس نہیں، مسز میلسینا۔"

"اوہ، پھر مسٹر—"

"نہیں۔ مسٹر کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"مطلب؟"

"بس کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جنہیں دہرانے کو جی نہیں چاہتا۔"

"میں آپ کو مجبور بھی نہیں کروں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یقینی طور پر۔" مسز میلسینا نے کہا اور پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"کیوں؟۔"

"یوں سمجھ لیجیے کہ مسٹر کا کہیں وجود ہی نہیں۔"

"کبھی تھا؟۔"

"کبھی نہیں تھا؟۔"

"پھر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟۔"

"کچھ حالات کی بنا پر۔"

"اور اب آپ کہیں گی مس میلسینا کہ وہ حالات بتائے نہیں جا سکتے۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اپنے مس اور مسز ہونے کا تذکرہ ہی کیوں کروں؟۔"

"میرا خیال ہے تذکرہ آپ نے شروع کیا تھا۔"

"ہاں۔ بس یوں ہی جی چاہا تھا کہ آپ کو تفصیل بتاؤں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ آپ کے ہاں تفصیل بتانا اسے کہتے ہیں۔" میں نے کہا اور میلسینا نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر بولی۔

"ہاں شاید میں نے ہی کچھ غلط کہا ہے۔ چھوڑیئے آپ یہ بتائیے کہ جس کام سے گئے تھے اس کی تکمیل ہوئی؟"

"یقینی طور پر میرے کام کبھی کچے نہیں ہوتے۔"

"آپ ایک پُراعتماد آدمی ظاہر ہوتے ہیں مسٹر اوپل۔" میلسینا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا لیکن دوسرے لمحے میں نے خود کو سنبھالا۔ اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اوپل نہیں۔ مسٹر جارج اوپل۔"

میلسینا ہنس پڑی تھی۔ اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور آپ اس محبت کی داد نہیں دیں گے جس نے ہمیں بالآخر آپ کے نام سے روشناس کر دیا۔"

"آپ اگر محبت کے ذریعے ایسے رازوں کا انکشاف کر لیتی ہیں مس میلسینا تو مجھے واقعی حیرت ہونی چاہیے۔" میلسینا ہنستی رہی پھر اس نے کہا۔

"سوری مائی ڈیر مسٹر جارج اوپل، آپ کا نام کچھ بھی ہو لیکن نہ جانے کیوں میری ذہن کی گہرائیوں میں لمباڑنا اتر گیا ہے؟

"اس کا مقصد ہے لمباڑنا اوپل سے زیادہ پُرکشش ہے۔ تاہم میں پہلے اس موضوع پر بات کروں گا کہ آپ کو میرا اصل نام کیسے معلوم ہوا؟۔"

"مجھ پر بھی لازم ہے کہ میں آپ کو اس کے بارے میں تفصیلات بتا دوں۔ احتیاطاً مجھ سے رابطہ کر کے آپ کی موجودگی کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ باحفاظت میرے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اس گفتگو میں ہی مجھے آپ کا نام بھی بتا دیا گیا۔"

"اوہ۔ میرے بارے میں اور بھی کچھ پوچھا گیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں بس یہ کہا گیا ہے کہ آپ جو کچھ بھی کریں نہایت احتیاط سے کریں کیونکہ آپ کا مقابلہ اس وقت دنیا کے بہترین دماغوں سے ہے۔"

"مزید کوئی ہدایت میرے لیے۔"

"نہیں مائی ڈیئر مسٹر لمباڑنا۔" میں ہنسنے لگا تھا پھر میں نے کہا۔

"بہرطور آپ واقعی ذہین خاتون ہیں میلسینا میں آپ کی ذہانت کی قدر کرتا ہوں۔"

"آپ کو میرے مُنہ سے اپنا نام سُن کر حیرت تو ہوئی ہوگی۔"

"میں آپ جیسی خوبصورت خاتون سے ویسے بھی گریز نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن بعض مجبوریاں انسان کو اس کی فطرت کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

"تاہم ان مجبوریوں کو اپنی ذات پر اس حد تک مسلط نہیں کر لینا چاہیے کہ ذاتیات بالکل ہی ختم ہو جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سمجھنے کے لیے کوئی اہم کام درکار نہیں ہوتا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ میں آپ سے بے حد متاثر ہوں۔" میلسینا کو مزید متاثر کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسے زیادہ سے زیادہ اپنے قریب لے آیا جائے اور آپ جانتے ہیں کہ اس کام میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی۔ میرے لیے یہ سب کچھ مشکل نہ ثابت ہوا اور میں نے میلسینا کو خود پر مکمل اعتماد کرنے کے لیے مجبور کر دیا اور اس کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ ہم دونوں یکجا وقت گزاریں اور میلسینا بھی اتنی زیادہ قدامت پسند نہیں تھی کہ اس یکجائیت سے گریز کرتی چنانچہ ہمارے درمیان بہت سے نئے رشتے قائم ہو گئے۔

اور یہ نئے رشتے ہر حالت میں زیادہ پُراعتماد ہوتے ہیں۔ دوسرا دن میں نے میلسینا کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ وہ متجسس تھی یہ جاننے کے لیے کہ میری کارروائیاں کس طرح شروع ہوں گی۔ میں اس وقت کا مکمل فائدہ اٹھا رہا تھا جو کانفرنس کے انعقاد کا تھا یعنی میرے پاس ابھی کچھ ایسے لمحات باقی تھے کہ میں اپنی ذات کی تفریح کے لیے اسے بسر کر سکوں اور میلسینا جیسی عورت اس کے لیے نہایت موزوں تھی۔ اس درمیان گیری ووڈ اور نوشیل کو نظرانداز کرنا پڑا تھا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ بے چارے کس قدر متجسس ہوں گے۔ تاہم اس سے زیادہ کسی کے لیے کچھ کرنا مناسب نہیں تھا۔ منرو تو ویسے بھی میری فہرست سے نکل چکی تھی۔ اس کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ میں بعض اوقات تنہائی میں یہ ضرور سوچنے لگتا تھا کہ مسٹر شہباز نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں ان میں مناقع کی حیثیت بھی یعنی ملک ملک کی سیروسیاحت۔ اور ملک ملک کے باشندوں سے خصوصاً۔ خواتین سے تعارف اور یہ سب کچھ بخیر و خوبی ہو رہا تھا۔ اس میں میری ذات کی کوششیں بھی شامل تھیں۔ مسز میلسینا کے ساتھ تین دن میں نے اس انداز میں گزارے کہ یہ احساس ہی نہ ہو سکا کہ میں کسی اہم ذمہ داری کو سر انجام دینے کے لیے یہاں پہنچا ہوں۔ کسی بھی حیثیت سے سہی، ایس گرے یا کوئی اور حیثیت ہو، بہرطور میں اس وقت اپنے طور پر خوب سیروسیاحت کر رہا تھا۔ پھر اسی رات شاید مسز میلسینا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"اب ہمارے پاس جتنا وقت رہ گیا ہے مسٹر لمباڑنا اس کے بارے میں آپ بخوبی جانتے ہیں۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں ہے لیکن میرے ساتھی بہت متجسس ہیں۔ اور بعض اوقات مجھ پر طنز کرنے لگتے ہیں کہ میں سب کچھ بھول کر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ میں نے ان لوگوں کو بھی نظرانداز کر دیا ہے جو ہمارے خلاف عمل پیرا ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے میلسینا کو دیکھا اور کہا۔

"کیا ان میں سے کوئی آپ کو کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو سکا؟"

"نہیں۔ میں جانتی ہوں لیکن تجسس تو میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"میں اس وقت کو یقینی طور پر آپ کا تجسس ختم کرنے کا لمحہ بنا دوں گا خود میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اب اس مختصر وقت میں ہم کام کی باتیں کریں۔"

"میں مکمل طور پر اس پر توجہ دے رہی ہوں۔" میلسینا نے کہا۔

"تو پھر مائی ڈیئر میلسینا، سب سے پہلا سوال میں آپ سے یہ کرتا ہوں کہ آپ ان غیرملکی ایجنٹوں کو بھول جائیے جو اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے کوشاں ہیں اور ہماری کوششوں کو ناکام بنا دینا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلی بات مجھے یہ بتائیے کہ مقامی طور پر کون وہ خطرناک شخص ہے جس کا تعلق انتظامیہ سے ہو اور جس کے بارے میں آپ کو یہ شبہ ہو کہ کانفرنس کے انعقاد کی ساری ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دی جائیں گی۔"

"گڈ۔ یہ ایک بہت بہترین سوال ہے اور میں اس سلسلے میں کام کر چکی ہوں۔ کانفرنس ہال کی پوری جگہ کا نقشہ آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔ وہ شخص جو اس کانفرنس کا مکمل طور پر نگران ہے اس کا نام مسٹر پاؤل ناشیڈ ہاک ہے۔ پاؤل ناشیڈ ہاک مقامی محکمہ سراغرسانی کا سربراہ ہے اور اس کے بارے میں یہاں بڑی خطرناک کہانیاں مشہور ہیں۔ وہ انسان نما درندہ ہے اور کسی بھی جرائم پیشہ شخص کو اپنی تحویل میں لے کر اس کا نام و نشان تک نہیں چھوڑتا۔ پاؤل ناشیڈ ہاک کے بارے میں یہ قصے اتنے مشہور ہیں کہ آپ یہاں کے کسی بھی شخص سے یہ تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ وہی اس کانفرنس کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور کانفرنس ہال کے اطراف میں اس نے اپنے مضبوط مورچے قائم کر لیے ہیں۔ دراصل سب سے زیادہ تشویشناک بات یہی ہے مسٹر لمباڑنا کہ ہم اس جگہ تک آخر کیسے پہنچ سکیں گے جہاں ہمیں اپنا یہ کام سرانجام دینا ہے اس دوران میں اور میرے ساتھی اور بھی بہت سے کام کرتے رہے ہیں مثلاً ہم نے یہ بھی سوچا تھا کہ ہم زیرزمین اس عمارت تک جانے کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں میرے دو آدمیوں نے جب اس کارروائی کا آغاز کیا تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ زیرزمین جو گٹر لائن پھیلی ہوئی ہے اس میں زبردست قسم کی مورچہ بندی کی گئی ہے۔ اور اس عمارت کو چاروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طرف سے گھیر لیا گیا ہے جس کے اطراف پہ گٹر پھیلے ہوئے ہیں۔ گویا زیرِ زمین بھی ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ جہاں تک فضاء کا تعلق ہے تو اس بات پہ یقین پہلے ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہاں ہیلی کاپٹروں کا راج ہوگا۔ اور فضائی طور پر بھی وہاں مکمل حفاظتی انتظامات کر دیئے گئے ہوں گے۔ اس کے بعد یہ بات سمجھ میں نہیں آتی مسٹر لمبارڈ تا کہ ہم کون سی ایسی کارروائی کریں گے جس سے اس کانفرنس ہال کو ختم کیا جائے اور کانفرنس ناکام بنا دی جائے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے کہا۔

"یہی ذمہ داری تو میرے سپرد کی گئی ہے کہ تمام تر حفاظتی اقدامات ختم کر کے میں اپنا کام کروں۔ ویسے مسٹر پاؤل نائیڈ ہاک کے بارے میں ہمیں مزید تفصیلات درکار ہوں گی۔"

"میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں۔ بتائیے کیا پوچھنا ہے؟" اور میں پاؤل نائیڈ ہاک کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے ہر بات معلوم ہوگئی۔ اس کے بعد میرا دوسرا قدم آگے بڑھنا تھا لیکن ابھی کم از کم اس خوبصورت عورت کو مطمئن کرنا ضروری تھا۔ جو بے شک خطرناک تھی لیکن عورت تھی۔ اور عورت کہاں مار کھاتی ہے، یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"آپ کا تجسس دور کر دینے کے لیے مس میلینا یہ ضروری ہے کہ اب میں آپ کو تمام تفصیلات بتا دوں؟"

"اوہ — یہ میری خوش بختی ہوگی آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں آپ کے ساتھ وقت گزار کے بہت خوش ہوں۔ لیکن یہ پریشانی مجھے ہمیشہ لاحق رہتی ہے کہ اگر ہم اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو ایک بڑے خسارے سے دوچار ہو جائیں گے۔"

"آئیے میرے ساتھ میرے کمرے میں چلیے۔" میں نے کہا۔ اور میں مسز میلینا کو لے کر اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ کم از کم اتنا کام تو کرنا ہی تھا کہ اس سرخ بریف کیس کے بارے میں کوئی تجزیہ کر لیا جائے۔ جس انداز میں جارج نے مجھے اس بریف کیس کے بارے میں بتایا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یقینی طور پر اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اسے استعمال کرنے والے کے لیے نقصان دہ ہو۔ تاہم اگر اتنا سا خطرہ بھی مول نہ لیا جائے تو پھر اپنے آپ کو ایک سیکرٹ ایجنٹ کہنا حماقت کی بات ہے۔ وہ سرخ بریف کیس میلینا کے لیے بھی بہت ہی سنسنی خیز تھا جسے اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ ایک جگہ محفوظ کر رکھا تھا۔ وزنی بریف کیس سامنے رکھ کر میں نے جارج اوپل کے بتائے ہوئے نشانات کے مطابق اسے کھولا اور سرخ بریف کیس کی بھاری مشینری میرے سامنے آگئی۔ انتہائی نفیس جدید مشینری تھی اور اس میں ایسے عجیب و غریب خانے بنے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر آنکھوں میں وحشت اتر آتی تھی۔ ان خانوں میں پانچ خصوصی قسم کے بم فٹ کیے گئے تھے جنہیں دیکھ کر میلینا نے اپنی معلومات کا اظہار کیا۔

"یہ تو بموں کی ایک ساخت معلوم ہوتی ہے۔ کیا میرا خیال غلط ہے مسٹر لمبارڈ تا؟"

"بالکل نہیں۔"

"لیکن اس بریف کیس کے یہ بم وہاں تک پہنچائے کیسے جائیں گے؟"

"کیا آپ اس کا عملی تجربہ کرنا چاہتی ہیں؟"

"ہاں اگر ممکن ہو سکے۔ میں بہت دلچسپی لے رہی ہوں آپ کے اس بریف کیس میں۔" میلینا نے کہا۔

"تو پھر آپ کو کچھ اور انتظام کرنے ہوں گے۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ان چار خصوصی آدمیوں کو یہاں بلا لوں جو میرے اس کام میں میرے دستِ راست ہیں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ انہیں طلب کر لیجیے۔ اس کے علاوہ مجھے ٹیلی ویژن بھی درکار ہے۔ ایک ٹیلی ویژن یہاں منگوا لیا جائے۔" میلینا نے میری ہدایت کے مطابق عمل کیا وہ چاروں افراد جو خاصے خطرناک لوگ تھے، میرے کمرے میں آ گئے۔ اور میرے کمرے میں اچھی خاصی سنسنی پیدا ہوگئی۔ میلینا نے انہیں بتا دیا تھا کہ آج میں اپنے اس پروگرام کا اظہار کرنے والا ہوں جس کے لیے ایک طویل سفر طے کر کے یہاں تک پہنچا ہوں اور جس کے لیے میری کارروائی پر مکمل اعتماد کیا گیا ہے میرا اپنا دل بھی دھڑک رہا تھا۔ اس بریف کیس کو آپریٹ کرتے ہوئے میرے ذہن میں بہت سے سنسنی خیز خیالات تھے۔ بہرطور میری ذہانت اپنا کام سرانجام دینے

لگی میں نے وہ تار بریف کیس سے باہر نکال لیے جن کا سوئچ دیوار سے منسلک کرنا تھا اور جس کے بعد ان کا رابطہ ٹیلی ویژن سے کرنا تھا چنانچہ اس کارروائی میں میں پوری مہارت کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ ٹیلی ویژن کی اسکرین آن ہوئی اور وہ تار اس سے منسلک ہو گئے۔ اس کے بعد جارج اوپل کے بتائے ہوئے سارے منصوبے کے مطابق میں نے بریف کیس کی ایک عجیب و غریب مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ یہ تجربہ میرے لیے بھی دلچسپ اور سنسنی خیز تھا۔ مشین کا جائزہ لے کر میں نے ان تمام چیزوں کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا جس کی تفصیل مجھے جارج اوپل نے بتائی تھی۔ چنانچہ وہ ننھا سا کیمرہ جس کی لمبائی چوڑائی صرف ڈیڑھ انچ کے قریب تھی اپنی جگہ سے اوپر اٹھنے لگا۔ ان سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ میں نے کمرے سے باہر جانے کے لیے اس کھڑکی کا انتخاب کیا تھا جو سامنے ہی نظر آ رہی تھی۔ مشین کا ایک مخصوص ڈرائیونگ اسکڈ میرے ہاتھ میں تھا اور اس کے ذریعے کیمرہ فضا میں بلند ہو رہا تھا اور پھر وہ کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ اور جونہی وہ باہر نکلا۔ ٹیلی ویژن پر باہر کے منظر روشن ہونے لگے۔ ان سب کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ میں خود بھی اس سلسلے میں اتنا ہی حیران تھا۔ بلاشبہ یہ ایک نایاب چیز تھی اور میں اسے سائنس کا سب سے حیرتناک کارنامہ قرار دے سکتا تھا۔ لیکن اپنا ذہن اس حیرتناک چیز میں الجھا کر میں ان لوگوں کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ مجھے تو پوری مہارت سے اس کا مظاہرہ کرنا تھا۔ چنانچہ اپنی حیرت کا اظہار نہ کرتے ہوئے میں نے یہ عمل جاری رکھا۔ ننھا سا کیمرہ جہاں جہاں سے گزرتا رہا، وہاں کے مناظر اسکرین پر روشن ہو گئے تھے۔ مسز میلینا اور وہاں موجود دوسرے لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں اس انوکھی مشین کو زیادہ سے زیادہ مہارت کے ساتھ استعمال کر رہا تھا۔

اس دوران میں نے مسز میلینا کو آواز دی۔

"میڈم میلینا!"

میلینا چونک پڑی۔ "آپ نے مجھے آواز دی مسٹر لمبارڈ تا؟"

"ہاں۔"

"فرمائیے۔"

"آپ دیکھ رہی ہیں؟"

"جی ہاں بالکل۔"

"اب میں اسے ساکت کر رہا ہوں۔"

"جی —" میلینا نے کہا اور میں نے وہ بٹن دبا دیا جس کے بارے میں جارج اوپل مجھے بتا چکا تھا۔ کیمرہ ساکت ہوگیا، یہ ایک بھرا پرا بازار تھا۔ گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ لوگ چل پھر رہے تھے۔ کاروبارِ زندگی رواں دواں تھا اور کیمرہ ساری تصویریں اسکرین پر منتقل کر رہا تھا۔

"یہ کون سا بازار ہے؟"

"شافن وے کہلاتا ہے۔"

"اب ایک کام کریں مسز میلینا۔"

"جی مسٹر لمبارڈ تا۔"

"یہاں سے مجھے گائیڈ کریں۔ فرض کیجیے ہمیں کانفرنس ہال تک کا سفر یہاں سے کرنا ہے تو ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"اوہ — جی ہاں۔"

"بتائیے۔" میں نے کہا۔

"ہم جنوبی حصے کی طرف چلیں گے۔" میلینا نے کہا اور میں نے آپریٹ اسکڈ پر عمل شروع کر دیا۔ کیمرہ جنوبی حصے کی طرف آنے لگا۔ میں نے پھر کہا۔

"آپ جہاں رکنا چاہیں مجھے بتا دیجیے گا۔"

"بہتر ہے۔" میلینا نے کہا اور کیمرہ سست روی سے سفر کرتا رہا۔ عمارتیں بازار غرض ہر چیز ٹیلی ویژن پر نظر آ رہی تھی۔ اور خود میں شدید حیران تھا۔ یہ نایاب شے میری ملکیت ہونی چاہیے۔ اس سے تو بہت سے کام لیے جا سکتے تھے۔

"اس راؤنڈ سے ہمیں دائیں طرف مڑنا ہے۔" میلینا نے کہا اور میں نے اسکڈ کو ٹرن دے دیا۔ کیمرہ دائیں بائیں شمال جنوب چلتا رہا اور پھر میلینا نے کہا۔

"وہ سامنے کی عمارت — کانفرنس ہال ہے۔"

میں نے عمل کیا اور کیمرہ کانفرنس ہال کے اوپر رک گیا۔ یہاں سے میں نے اسے بلند کرنا شروع کر دیا اور وہ کافی بلندی پر پہنچ گیا۔ ہر شے چھوٹی نظر آ رہی تھی۔ کانفرنس ہال کے اردگرد جو انتظامات کیے گئے وہ بھی نظر آ رہے تھے۔ انتظامی محکمے بہت مستعد تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

”آپ دیکھ رہی ہیں مسز میلسینا؟“

”جی۔“

”کیا خیال ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ ایک طلسمی ایجاد ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میں نے اس سے زیادہ حیرت ناک چیز اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔“ میلسینا نے جواب دیا۔

”اس طرح ہم اس عمارت پر یہ کیمرہ فکس کر دیں گے اور ہمیں ٹیلی ویژن پر کانفرنس ہال کے اطراف کی ساری کارروائی کا علم ہوتا رہے گا۔“

”ایک سوال کرنا چاہتی ہوں مسٹر لمبا ڑتا۔“

”جی مسز میلسینا؟“

”کیا ہم یہ کیمرہ کانفرنس ہال میں بھی داخل کر سکتے ہیں؟“

”آپ اسے جہاں چاہیں پہنچا سکتی ہیں۔ جس طرح یہ اس عمارت سے گزر کر باہر گیا ہے، اسی طرح یہ ہر عمارت میں بھی داخل ہو سکتا ہے۔“

”گویا ہم کانفرنس ہال کی اندرونی کارروائی کے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں؟“

”سو فیصدی۔“

”دوسرا سوال مسٹر لمبا ڑتا؟“ میلسینا کے ایک ساتھی نے کہا۔

”جی فرمائیے۔“

”کیا اس میں ساؤنڈ بھی ہے؟“

”میں سمجھا نہیں؟“

”میرا مطلب ہے جس جگہ یہ فکس ہے، ہم وہاں کی آواز بھی سن سکتے ہیں؟“

”نہیں۔ دراصل آواز سننے کے لیے ہمیں اسے بہت نیچے اور بہت قریب لے جانا پڑے گا۔ اور اس شکل میں اسے دیکھا بھی جا سکتا ہے چنانچہ آواز کا سلسلہ اس میں نہیں رکھا گیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ مائی گاڈ، اگر ایسا ہوتا تو میرے خیال میں یہ ایک انتہائی خوفناک چیز ہو سکتی تھی اور جس شخص کے پاس یہ مشین ہوتی، وہ نجانے کیا کیا کچھ کر سکتا تھا۔ جاسوسی، بلیک میلنگ اور ایسے انسانی راز جو دوسروں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس کے ذریعے عام ہو جاتے تاہم اس کی افادیت اس شکل میں بھی کم نہیں ہے۔ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔“

”ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں مسٹر لمبا ڑتا۔“ اسی شخص نے کہا۔

”جی۔ جی فرمائیے۔“

”ہم اسے کتنے فاصلے تک لے جا سکتے ہیں؟“

”زیادہ دور تک نہیں، اس کی رینج محدود ہے۔“

”جن سائنسدانوں نے یہ ایجاد کی ہے وہ اس کی رینج بڑھا بھی سکتے ہیں اور یہی کام ساؤنڈ کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔“

”مسٹر لمبا ڑتا۔“ میلسینا پھر بولی۔

”جی مسز میلسینا؟“

”کیا اس کے موجد آپ ہیں؟“ اس نے سوال کیا اور میں ایک پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا پھر میں نے کہا۔

”یہ بات صیغۂ راز میں ہی رہنے دیں تو بہتر ہے لیڈی میلسینا۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ اگر یہ بات پتا چل جائے لوگوں کو کہ ایسی کسی مشین کا موجد کون ہے تو پھر اس موجد کی شامت آ جائے گی۔“

”اوہ میرا مطلب تو صرف آپ سے تھا۔“ میلسینا نے کہا۔

”جی نہیں، اس کا موجد میں نہیں ہوں۔ بلکہ یہ میرے ڈیپارٹمنٹ سے میرے حوالے کیا گیا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”انتہائی ہولناک چیز ہے۔ میں واقعی متاثر ہوئی ہوں۔“ میلسینا بولی۔

”ظاہر ہے جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے، اس سے مجھے نمٹنا ہے مسز میلسینا۔ بہرطور آپ نے اس کیمرے کا فنکشن دیکھا۔ میں اس کیمرے کو فکس کیے دیتا ہوں اور اس کے بعد دوسرا عمل کر کے دکھاتا ہوں آپ کو۔“

”ضرور۔“ میلسینا نے کہا۔ انداز ایک تماشے کا سا ہو گیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تماشا میرے لیے بھی اتنا ہی باعث دلچسپی تھا جتنا کہ دوسروں کے لیے چنانچہ میں نے میلسینا سے کہا۔

”آپ یہ لمبی لمبی چیزیں دیکھ رہی ہیں، جن کے

بارے میں آپ نے اظہارِ خیال کیا تھا کہ یہ بم کی ساخت کے معلوم ہوتے ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”درحقیقت یہ انتہائی تباہ کن اور خوفناک بم ہیں۔“ میلسینا کی آنکھیں شدت خوف سے پھیل گئیں۔

”جس طرح یہ کیمرہ آپریٹ کر کے وہاں تک پہنچایا گیا ہے اسی طرح یہ فلائنگ بم بھی وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ دیکھیے میں آپ کو تجربہ کر کے بتاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور دھڑکتے دل کے ساتھ مشین کے دوسرے حصے کو آپریٹ کرنے لگا۔ یہ سب کچھ میں اپنی فطرت کے مطابق کر رہا تھا۔ میری جگہ کوئی ہوشمند انسان ہوتا تو کسی بھی طور پر اس خطرناک چیز پر یہ تجربہ نہ کر پاتا۔ دہشت سے دل کی حرکت ہی بند ہو جاتی اس کی کیونکہ کوئی بھی غلطی نہ جانے کیا تباہی پھیلا سکتی تھی اور اس کے بعد سارا کیا دھرا مٹی میں مل جاتا۔ لیکن میری فطرت کی سرکشی مجھے ہر خوف سے بے نیاز کر دیتی تھی چنانچہ میں مشین پر عمل کرتا رہا۔ اور ایک فلائنگ بم نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ ایک مدھم سی آواز کے ساتھ مشین کے چیمبر سے برآمد ہوا اور میں نے وہی راستہ اختیار کیا جس راستے پر سے کیمرے کو باہر بھیجا گیا تھا۔ سب کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پھٹی پھٹی سی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فلائنگ بم کی پرواز بھی اسی راستے سے ہوئی جس راستے سے کیمرے کو وہاں بھیجا گیا تھا اس سلسلے میں۔ میں نے صرف اپنی مہارت سے کام لیا تھا۔ کیونکہ جس طرح کیمرے کے مناظر نظر آئے تھے اس طرح ظاہر ہے فلائنگ بم کی کوئی آنکھ نہیں تھی تاہم میں نے انہی راستوں کو ذہن میں محفوظ رکھا تھا۔ اور اس طرح میں نے اس بم کو بھی کانفرنس ہال کے اوپر پہنچا دیا تھا۔ اور اسے اس کیمرے کی رینج میں دے دیا تھا۔ بم کیمرے کی رینج میں آیا تو ٹیلی ویژن نے اسے واضح کر دیا اور مسز میلسینا نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اس سے کہا۔

”اب صرف مجھے تھوڑی سی کوشش کرنی پڑے گی اور یہ بم کانفرنس ہال پر ڈراپ ہو جائے گا۔“

”نہیں نہیں۔ ابھی نہیں۔“ میلسینا نے بے اختیار ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

”ظاہر ہے میڈم میلسینا، یہ کام ابھی نہیں ہو گا۔ اب میں اپنے تجربے کا اختتام کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد کیمرہ اور بم ساتھ ساتھ ہی واپس اپنی جگہ پہنچ گئے۔ میں انتہائی مہارت سے اپنا یہ عمل دہرا تا رہا تھا۔ اور جب بم اپنے چیمبر میں آ کر فٹ ہو گیا اور کیمرے نے اپنی جگہ سنبھال لی تو میں نے ٹھنڈی سانس لے کر مشین بند کر دی۔ وہ سب تصویرِ حیرت بنے ہوئے تھے یہ حیرت میرے دل میں بھی اتنی ہی شدید تھی لیکن یہ دوسری بات ہے کہ مجھے اپنے آپ کو چھپانا پڑ رہا تھا۔ میلسینا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چاروں دوسرے آدمی بھی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر میلسینا نے کہا۔

”اس کا مقصد ہے کہ اب تو کوئی مشکل ہی نہ رہی۔“

”آپ کا کیا خیال تھا میڈم میلسینا، مجھے بلاوجہ ہی میرے وطن سے یہاں بھیجا گیا ہے۔“

”نہیں ہرگز نہیں مسٹر لمبا ڑتا۔ آپ کی شخصیت تو ویسے بھی سحر طراز ہے۔ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کسی معمولی آدمی کو اس کام کے لیے نہ بھیجا گیا ہو گا۔“

”مسٹر لمبا ڑتا۔ یہ مشین اگر چوری ہو جائے تو۔؟“

”تو دنیا کے کسی بھی حصے میں تباہی پھیلائی جا سکتی ہے۔“

”آپ کو اس کے تحفظ کا زبردست بندوبست کرنا پڑتا ہو گا؟“ اس شخص نے کہا اور میں مسکرا پڑا۔

”جی اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن آپ اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟“ وہ شخص بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میڈم میلسینا، آپ کے ساتھی کی نیت خراب ہو رہی ہے۔“

”نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ یقین فرمائیے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم میڈم میلسینا کے وفادار ہیں اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ آپ براہِ کرم ایسا کوئی تصور نہ کیجیے۔“

”میں مذاق کر رہا ہوں مسٹر۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے جس انداز میں اس بریف کیس کو کھولا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوسرا کوئی شخص اسے نہیں کھول سکتا اور اس پر ہاتھ ڈالنے والا کوئی بھی ایسا ہاتھ جو اس سے پورے طور پر واقفیت نہ رکھتا ہو، اگر اس تک پہنچ جائے تو صرف بریف کیس چھونے سے اس کے اندر موجود آتشگیر مادہ پھٹ سکتا ہے اور اس کے بعد نہ صرف وہ شخص بلکہ جس جگہ وہ موجود ہے، روئے زمین سے اس طرح غائب ہو جائیں گے کہ تلاش کے باوجود ان کا کوئی پتا نہیں چل سکے گا۔"

میرے ان الفاظ پر وہ شخص لرز کر رہ گیا تھا جس نے یہ سب کچھ کہا تھا۔ مسز میلسینا نے کہا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ ہم تو اسے نہایت لاپروائی سے رکھے ہوئے تھے۔ مسٹر لمبا رٹا، آپ کو پہلے ہمیں اس کے بارے میں بتانا چاہیے تھا۔ ممکن تھا صرف شوق کی خاطر اس کو دیکھ لیا جاتا۔" میرے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"اس وقت آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا مسز میلسینا۔"

"کیا مطلب؟۔"

"اب ان تمام باتوں کی تفصیل جانے دیجیے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ اس کی چوری کا مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں نے طیارے میں سفر کے دوران اسے جس طرح محفوظ رکھا تھا، وہ ایک مشکل کام تھا، آپ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ وہ کون سا طریقۂ کار ہوتا ہے کہ اسے جب چاہے مہلک بنا لیا جائے اور جب ہم مناسب سمجھیں، وہ ایک معمولی بریف کیس کے علاوہ کچھ نہ ہو۔"

میں نے دراصل ان لوگوں کو مسحور کر دیا تھا۔ اور وہ سارے کے سارے عجیب و غریب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے جیسے کہ میں کوئی ناقابلِ شناخت مخلوق ہوں۔ اس مظاہرے سے ان لوگوں کو بھی اطمینان ہو گیا تھا۔ مسز میلسینا تو بہت ہی زیادہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"ایک بات پوچھوں مسٹر لمبا رٹا؟"

"ضرور پوچھیے۔"

"یہ تو بہت چھوٹا سا کام ہے۔ آپ تو دنیا کی بڑی بڑی مملکتوں کے لیے نجانے کیا کچھ کر سکتے ہیں، کیا آپ کو کسی بہت بڑے کام کی ذمہ داری سونپی گئی ہے؟"

"اکثر سونپی جاتی ہے۔ آپ یہی کیوں سمجھتی ہیں کہ میں صرف چھوٹے ہی چھوٹے کام سرانجام دیتا ہوں، اس کے علاوہ مسز میلسینا، جس کام کو آپ چھوٹا کہہ رہی ہیں، وہ چھوٹا نہیں ہے۔ جو مقصد ہماری آرگنائزیشن کا ہے شاید اس کی مکمل تفصیلات بھی آپ کو معلوم نہیں ہیں!"

"واقعی مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" میلسینا نے جواب دیا۔

"یہ بھی بہت بڑا کام ہے اور اس کی انجام دہی بہت ہی منافع بخش ثابت ہوگی، آپ کے لیے بھی اور میرے لیے بھی۔"

"میری یہ خواہش ہے کہ ہم پوری دلجمعی سے اپنا یہ کام سرانجام دے لیں۔"

اب آپ یہ بتائیے مسز میلسینا کہ ہمارا آپریشن ہیڈ کوارٹر کہاں رہے گا؟"

"میں اس سلسلے میں تورن تولائے کی عمارت ہی کا انتخاب کروں گی۔"

"مطلب؟۔"

"مطلب یہ کہ وہاں ہمارے پاس ایسی بہترین جگہ موجود ہے جہاں سے ہم اپنا یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"مگر آپ کے ذہن میں تو یہ بات نہیں ہوگی کہ ہمارا طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

"میں تو اس آسانی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی مسٹر لمبا رٹا۔"

"تو پھر آپ نے جگہ کا تعین کیسے کر لیا؟"

"فوری طور پر۔"

"گڈ۔ تورن تولائے سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

"میں نے وہاں اس قسم کے انتظامات کر رکھے ہیں کہ کوئی بھی مشکل پیش آ جائے تو اس سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ انتہائی ضروری تھا۔ آپ نے مجھے پاؤل کے بارے میں بتایا تھا۔"

"جی ہاں۔ لیکن اس کا نام اس وقت آپ کو کیسے یاد آ گیا؟"

"خطرناک دشمنوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مقامی انتظامیہ کا یہ خطرناک آدمی اپنے ساتھ بے شمار روایات رکھتا ہے اور لوگ اس کا سامنا کرنے سے بچتے ہی ہیں۔ ویسے

اس سلسلے میں یہی مصروفِ عمل ہے اور یوں سمجھ لیجیے کہ اگر ہمارے راستے میں کبھی کوئی دقت پیش آئی تو اس کا روحِ رواں یہی ہوگا۔"

"آپ کو میں نے یہ تمام باتیں اس لیے بتا دی ہیں کہ آپ کو بھی اطمینان ہو جائے اور آپ یہ اندازہ لگا لیں کہ ہمارا طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

"اس طریقۂ کار سے تو میں اس قدر مطمئن ہوں کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم نے یہ سارا کام کر لیا ہے۔"

"نہیں مسز میلسینا، ہر کام کو اس وقت تک مشکل سمجھیے جب تک کہ اس کی تکمیل نہ ہو جائے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں مسٹر لمبا رٹا۔"

"اچھا تو آپ نے یہ طے کیا کہ تورن تولائے اس کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے گا۔"

"بالکل۔"

"لیکن میں اس جگہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جہاں سے یہ آپریشن کیا جائے گا۔"

"کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو ابھی دیکھ سکتے ہیں چل کر۔"

"ابھی نہیں۔ کل صبح میں یہ کام کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہمارے درمیان یہ نشست ختم ہو گئی۔

میں کامیابی سے اپنی منزل طے کرتا جا رہا تھا، خاص طور پر صرف اس نقشے اور تھوڑی سی تفصیلات کے سہارے میں نے جس طرح اس مشین کو آپریٹ کیا تھا اس سے مجھے بہت اعتماد حاصل ہوا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مشین دنیا کی انوکھی ترین مشین تھی، اور میں خود اس سے بہت متاثر تھا۔ ایک آدھ بار تو میں نے یہ بھی سوچا کہ سارے جھگڑے جہنم میں جھونک کر اس مشین کو لے کر کسی طرح یہاں سے فرار ہو جاؤں لیکن پھر اپنے اس تصور پر ہنسی آ گئی۔ جو مقصد یہاں لے کر آیا تھا، پہلے اس کی تکمیل تو کر لوں اس کے بعد ایسے نئے پروجیکٹ پر کام کروں گا۔ غرض یہ کہ میں اپنے طور پر ان تمام کاموں کی سرانجام دہی کے لیے تیار تھا۔ اور میرے ذہن میں بھی ایک تفصیلی منصوبہ موجود تھا جس پر عمل کر کے ہی میں کامیابی حاصل کر سکتا تھا۔

میلسینا تو میری بے دام غلام بن چکی تھی اور مجھے درحقیقت ایسے بے دام غلاموں سے بہت دلچسپی تھی، وہ مجھ پر مکمل طور پر اعتماد کرنے لگی تھی۔ دوسرے دن تمام تیاریوں کے بعد ہم لوگ باہر نکل آئے۔ وہی کار مجھے دی گئی تھی جو پہلے دن استعمال کے لیے دی گئی تھی، بہر طور اس وقت میلسینا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ ہم لوگ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے تورن تولائے کی عمارت تک پہنچ گئے۔ اس عمارت کے بارے میں مجھے اچھی خاصی تفصیلات معلوم تھیں، میں پہلے بھی اس میں داخل ہو چکا تھا لیکن اس وقت میلسینا سے اس بات کا اظہار کر رہا تھا جیسے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ عمارت میں اپنا کام جاری تھا سارا اسٹاف موجود تھا۔ اور کاروبار ہو رہا تھا، میلسینا کو دیکھ کر سب باادب ہو گئے اور میلسینا آگے بڑھتی ہوئی بالآخر اپنے آفس میں داخل ہو گئی۔ اس نے آفس کے دروازے پر کھڑے ہوئے اردلی سے کہا کہ ہمارے لیے کافی بھجوا دی جائے۔ پھر ہم لوگوں نے آفس میں بیٹھ کر کافی پی اور میلسینا مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے آپریشن روم دکھانے لائی تھیں میڈم میلسینا؟"

"ہاں لیکن میرے آفس میں آئے ہیں آپ پہلی بار چنانچہ تھوڑی سی مدارات تو ہونی چاہیے تھی۔"

"آپ میری جس طرح خاطر مدارات کر دیتی ہیں اس کے بعد مزید کسی خاطر کی ضرورت کہاں باقی رہ جاتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میلسینا کے ہونٹوں پر بھی ایک جھینپی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی، وہ میرے جملے کی معنی خیزیت کو سمجھ چکی تھی۔ میں ہنس پڑا۔

"آپ نے کبھی مشرق کا رخ کیا ہے مسز میلسینا؟"

"کیوں؟۔"

"ایسے ہی سوال کر رہا ہوں۔"

"نہیں۔"

"میں نے مشرق دیکھا ہے۔"

"خوب۔ سنا ہے بہت دلکش جگہ ہے۔"

"ہاں۔ بے شمار ایسی چیزیں ہیں وہاں جنہیں دلکشی کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مثلاً ؟"

"مثلاً وہاں کی عمارتیں۔ وہاں کی طرزِ زندگی۔ وہاں کا سادہ سادہ پن اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہاں کی خواتین کی سادگی۔"

"اوہو۔ کسی مشرقی لڑکی سے آپ کی دوستی رہ چکی ہے؟"

"ہاں میڈم میلینا ایک بار۔"

"ویری گڈ۔ کیا خوبی پائی آپ نے اس میں؟"

"اس وقت آپ کے چہرے کی یہ لکیریں دیکھ کر ہی مجھے مشرق یاد آگیا ہے۔"

"یعنی۔؟" میلینا نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"وہاں شرم وحیا ہوتی ہے اور اس طرح آزادی سے ہر قسم کی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ میرے ان الفاظ پر ابھی آپ کے چہرے پر وہ لکیریں نمودار ہوگئی تھیں، انہوں نے مجھے مشرق یاد دلا دیا۔" میلینا ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"مسٹر لمبارٹا، آپ درحقیقت بہت دلچسپ انسان ہیں۔ یہ سب کچھ جو یہاں ہو رہا ہے ایک الگ حیثیت کا حامل ہے لیکن آپ کی ایک الگ شخصیت میری نگاہوں میں بن گئی ہے اور جب آپ یہاں سے چلے جائیں گے، تو میں بہت عرصے تک آپ کو یاد کرتی رہوں گی۔"

"اور شاید میں بھی مسز میلینا۔"

"بہرحال ہمیں جدا ہونا ہے ہمارے حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے کوئی وعدہ کرسکیں۔"

مجھے ہنسی آگئی۔ پتا نہیں اس جرائم پیشہ عورت کے اندر یہ مشرقی جراثیم کہاں سے سرایت کرگئے تھے اس کی باتوں سے حماقت کی بو آتی تھی حالانکہ اس کا جو روپ میں دیکھ چکا تھا، وہ بے حد ہولناک اور بھیانک تھا۔ بہرطور یہ بھی اس کی خوبی تھی کہ وہ اپنے آپ کو پردوں میں چھپانا جانتی تھی۔ پھر دیر تک ہم وہاں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد مسز میلینا نے اپنی میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اور دروازے پر جست کی ایک چادر آپڑھی۔ اس کے بعد آفس کے کمرے کی وہ دونوں کھڑکیاں خود بخود بند ہوگئی تھیں جو تھوڑی دیر پہلے کھلی ہوئی تھیں اور ان سے تازہ ہوا اندر آرہی تھی۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"اب آپ مجھے حیران کر رہی ہیں مسز میلینا۔"

میلینا ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہے تو سہی، یہ سب کچھ آٹومیٹک بنایا ہے آپ نے۔"

"ہاں۔ کیا یہ ضروری نہیں تھا؟"

"کیوں نہیں، ویسے ایک سوال میں بھی آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو اس میں جھجکنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آپ کا گروہ کتنے افراد پر مشتمل ہے؟"

"ویسے تو بہت لوگ ہیں جن کی تعداد تقریباً اٹھارہ انیس تک پہنچ جاتی ہے لیکن میں زیادہ تر انحصار ان ہی چند افراد پر کرتی ہوں جن سے آپ مل چکے ہیں۔ اور یہ بہت ہی ذہین اور زیرک لوگ ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں کے عہدیدار بھی ہیں۔ ایسے ایسے محکمے سے ان کا تعلق ہے جو میرے لیے بہترین معلومات فراہم کرتے ہیں اور اگر کبھی کوئی ایسی مشکل پیش آجائے تو یہ اپنے محکمے میں رہ کر میرے لیے زبردست کارکردگی سرانجام دیتے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے آپ نے بھی کافی چالاکی سے اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے۔"

"ضروری ہے مسٹر لمبارٹا کیونکہ اس کے بغیر کچھ ہونا مشکل ہوتا ہے۔"

"ہوں خیر۔ بہرطور مجھے آپ کا یہ انداز پسند آیا لیکن یہ دروازے اور کھڑکیاں بند کرکے آپ کیا کام لینا چاہتی ہیں؟" میں ابھی سوال ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً میرے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں نے محسوس کیا کہ کمرے کا وہ فرش اوپر اٹھ رہا ہے جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے مسز میلینا کو دیکھا، وہ بھی مسکرا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کا فرش رک گیا بالکل لفٹ کی طرح یہ فرش اوپر پہنچا تھا۔ جس جگہ ہم رکے تھے، وہ چھت تھی اور یہاں سے دور دور تک کے مناظر صاف نظر آرہے تھے لیکن جس جگہ ہم رکے تھے، وہ بھی ایک کمرہ ہی تھا اور وہاں سوائے ایک میز اور دو کرسیوں کے اور کوئی چیز موجود نہیں تھی مسز میلینا

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ جگہ بہتر نہیں ہے ہمارے لیے؟"

"میں سمجھتا ہوں انتہائی موزوں ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ کو پسند آئی؟"

"سو فیصدی۔"

"اسی لیے میں نے اس جگہ کو آپریشن روم کے طور پر منتخب کیا ہے۔"

"مجھے آپ کا یہ انتخاب پسند آیا مسز میلینا۔"

میلینا مجھے ساری صورتحال بتاتی رہی۔ اس نے کہا۔" آپ جو کارروائی یہاں سے کریں گے، اس کے سلسلے میں آپ خود بھی نگاہ رکھ سکیں گے کہ کوئی ایسی ویسی گڑبڑ تو نہیں ہو جاتی۔"

"میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر جگہ کا انتخاب ناممکن ہے۔ ویسے وہ عمارت آپ کی اپنی ملکیت ہے؟"

"کون سی عمارت؟"

"جہاں ہم لوگوں کا قیام ہے۔"

"بالکل میری ملکیت ہے۔" میلینا نے جواب دیا۔ اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میلینا نے کہا۔

"مسٹر لمبارٹا؟"

"جی؟"

"آپ اس کام کی تکمیل کے بعد کتنے عرصے تک ہمارے ساتھ رہ سکیں گے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں مسز میلینا، اس سلسلے میں میرے ڈیپارٹمنٹ سے جو بھی ہدایات موصول ہوں گی ان ہی پر عمل کرنا ہوگا۔ لیکن آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں۔"

"کوئی عام سی بات ہی سہی۔"

"بس میں چاہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ عرصہ آپ کے ساتھ گزاروں۔"

"اوہ مسز میلینا، اس کے بیشتر مواقع آتے رہیں گے۔"

"وہ کیسے؟" میلینا نے سوال کیا۔

"دوستوں کو اس طرح نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کی مصروفیت؟"

"اپنی مصروفیتوں میں سے آپ کے لیے وقت نہ نکال سکا تو ان مصروفیتوں کو ترک کردوں گا۔"

"کیا واقعی؟" میلینا نے سوال کیا۔

"سو فیصدی۔" میں نے کہا اور مسکرانے لگا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ وہاں بیٹھے اطراف کے مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر مسز میلینا نے ایک بٹن دبایا اور ہم اسی کمرے میں واپس پہنچ گئے۔ دوسرے بٹن سے دروازے کھڑکیاں اپنی جگہ پر آگئے تھے اور ماحول جوں کا توں ہوگیا تھا۔ مسز میلینا نے کہا۔

"اب کیا حکم ہے مسٹر لمبارٹا؟"

"کچھ نہیں، یہ آپ کا دفتر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو یہاں بیٹھ سکتی ہیں۔ میں آپ کی گاڑی لے جاؤں گا۔"

"کہیں جانا ہے؟"

"ہاں بس ایسے ہی تھوڑی سی آوارہ گردی کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو اپنا خیال بھی رکھنا ہوگا مسٹر لمبارٹا کیونکہ ائیرپورٹ سے آپ جس انداز میں آئے ہیں وہ بڑا سنسنی خیز تھا۔"

"میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔"

"ایک سوال اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیجیے، آپ کو سوال کرنے کی بہت عادت ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید آپ سے بہت زیادہ سوال کرنے لگی ہوں۔" میلینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟"

"یہاں آپ کے کچھ اور شناسا بھی ہیں؟"

"جی یقیناً ہیں۔"

"میرا مطلب ہے اس کیس کے سلسلے میں آپ تنہا کام کر رہے ہیں یا کچھ لوگ آپ کے مددگار بھی ہیں؟"

"نہیں مسز میلینا، ڈیپارٹمنٹ سے مجھے چند لوگوں کے پتے دیئے گئے ہیں اور یہاں میرا ان سے رابطہ بھی قائم ہوا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ وہ لوگ بھی میرے دست راست ہیں۔"

"گڈ۔ مقامی لوگ ہیں؟"

"جی مقامی ہی ہیں۔"

"لیکن یقینی طور پر آپ کے ڈیپارٹمنٹ کو ان پر مکمل اعتماد ہوگا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آپ یہ سوال کیوں کر رہی ہیں؟"

"خوف کی بنیاد پر۔"

"نہیں، جو ذمہ داری میں نے لینے سپرد لی ہے اس کے لیے مکمل طور پر جواب دہ ہوں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ نے یہ سوال کیا اچھا کیا ظاہر ہے ہم لوگوں کو محتاط رہنا بے حد ضروری ہے ورنہ مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں۔"

مسز میلینا نے مجھے اجازت دے دی۔ بہر طور کار وہی تھی لیکن میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ کسی بھی سلسلے میں ان سے مات نہیں کھاؤں گا۔ اب تک جو کرتا رہا تھا پورے اعتماد کے ساتھ کیا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ اس میں مجھے کامیابی ہی حاصل ہوئی ہے۔

کار لے کر چل پڑا اور اس کے بعد نہ جانے کہاں کہاں کے چکر لگاتا رہا، پھر ایک جگہ مناسب سمجھ کر میں نے کار وہاں روک دی۔ بعد کا سفر ٹیکسی کے علاوہ اور کس طرح ہو سکتا تھا۔ میں اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں مسٹر گیری ووڈ اور نوشیل مقیم تھے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ مجھے وہاں مل جائیں گے۔ اس دوران ان سے کوئی خصوصی رابطہ نہیں ہو سکا تھا لیکن خوش بختی تھی کہ وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ میں داخل ہوا اور ان دونوں نے مجھے دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ گیری ووڈ کے چہرے پر تو عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ نوشیل بھی مسرور نظر آنے لگی تھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر گرے۔"

"ہیلو نوشیل۔ کہو کیا حال ہے؟"

"بے حال ہیں ہم لوگ تو۔" نوشیل نے جواب دیا۔

"ارے کیوں؟"

"یہ مسٹر گیری ووڈ زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔"

"کہیے مسٹر گیری ووڈ۔ آپ کی پریشانی کی کیا وجوہات ہیں؟"

"بہت سی وجوہات ہیں۔ تم سے ملاقات ہو گئی مائی ڈیئر ایلس گرے، یوں سمجھ لو میری آدھی پریشانی تو دور ہو گئی۔ درحقیقت میں تمہارے لیے ہی تو پریشان تھا۔"

"کیوں؟"

"بھئی تمہیں مس کر بیٹھا تھا اور اس کے بعد تم سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔"

"لیکن میں نے آپ کو مس نہیں کیا تھا مسٹر گیری ووڈ میں صرف وقت کا انتظار کر رہا تھا اور مناسب وقت ملتے ہی آپ کے پاس پہنچ گیا۔"

"تمہارا بے حد شکریہ کہ تم نے تمام تر ذمے داریاں اپنے سپرد لینے کے باوجود ہمیں یاد رکھا۔"

"یہ ذمے داریاں تو مشترک ہیں مسٹر گیری ووڈ۔"

"لیکن ہمیں اس کا احساس ہے کہ ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کر رہے۔"

"آپ میرے لیے جو کچھ کر رہے ہیں اس کا اندازہ مجھے ہے۔ شاید آپ کو نہیں۔"

"بہت پُرمحبت انسان ہو۔ پتا نہیں اس خطرناک پیشے میں کیسے آ گئے، تمہارے اندر جو شرافت اور انسانیت ہے میں اس کا خلوص دل سے قائل ہوں۔"

"کیوں، آپ کے خیال میں کیا اچھے لوگ اس پیشے سے منسلک نہیں ہو سکتے؟"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا لیکن عام طور پر اس پیشے سے متعلق ہونے کے بعد سنگدل لوگ ہی کامیاب رہتے ہیں۔ وہ جن کے دلوں میں نرمی ہوتی ہے، وہ ذرا مشکل ہی سے اس پیشے کو آگے بڑھا پاتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر گیری ووڈ کہ میں اپنے اس کام کو کس حد تک آگے بڑھا سکوں گا، لیکن بہر طور مجھے اس سلسلے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔"

"تم خصوصی انسان ہو۔" گیری ووڈ نے جواب دیا۔ نوشیل کہنے لگی۔

"آپ کامیابی سے اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں مسٹر ایلس گرے؟"

"ہاں مس نوشیل، ابھی تک تو میں بہتر جا رہا ہوں۔"

"ہم سے کوئی کام نہیں لیا آپ نے؟" نوشیل بولی۔

"میں نے کہہ دیا تھا پہلے ہی کہ وقت مقررہ پر ہی ہر کام کیا جا سکتا ہے۔ اب آپ دیکھیے نا وقت سے پہلے اگر میں آپ کے سپرد کوئی ذمے داری کر دیتا تو آپ اسے کیسے انجام دے سکتے تھے۔"

"گویا اس کا مطلب ہے کہ ابھی ہماری گنجائش ہے۔" گیری ووڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گنجائش نہیں بلکہ آپ کی ضرورت ہے مجھے۔"

"تمہارا شکریہ۔ ویسے میں نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دے دی ہے کہ میں ایک طرح سے معطل ہو کر رہ گیا ہوں۔ اور صحیح طور پر کام نہیں کر پا رہا۔"

"میرے خیال میں آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔ ہم لوگ کام کر تو رہے تھے۔"

"خیر چھوڑو، اب میں اس سلسلے میں تم سے زیادہ کی گفتگو کروں۔ یہ بتاؤ میرے لائق کیا خدمت ہے؟"

"آپ کے سپرد ایک اہم ذمے داری کی جا رہی ہے۔ مسٹر گیری ووڈ اور اگر آپ نے اس ذمے داری میں کوتاہی برتی تو یوں سمجھ لیجیے کہ مشکل پیش آ جائے گی مجھے۔"

میرے ان الفاظ پر گیری ووڈ اور نوشیل میری جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ خاص طور سے نوشیل نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ذمہ داری کیا ہے، براہ کرم مجھے بتائیے۔"

"پوری تفصیل بتانا ہو گی۔"

"جی جی فرمائیے۔"

"ٹورن ٹوائے ہی وہ عمارت ہے جہاں سے اس کانفرنس کی ناکامی کے لیے تمام کام ہوں گے اور میں وہاں پر ایک خطرناک مجرم کی حیثیت سے موجود ملوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"سنتی جائیے مس نوشیل آپ کو یہاں ایک شخص سے رابطہ قائم کرنا ہے مسٹر گیری ووڈ خصوصاً آپ کو ہدایت کر رہا ہوں کہ آپ یہاں انتظامیہ کے مقامی سربراہ مسٹر پاؤل نائیڈہاک سے ملاقات کریں گے۔ یہ شخص بہت ہی جانا پہچانا ہے اور سنتا ہے انتہائی خونخوار شخصیت کا مالک ہے۔ پاؤل نائیڈہاک سے ملاقات کر کے آپ اسے ٹورن ٹوائے کے بارے میں بتائیے گا۔ ٹورن ٹوائے میں شام کو ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے انتہائی منظم پیمانے پر پولیس کا ریڈ ہونا چاہیے۔ ہیلی کاپٹر اور دوسری ایسی چیزیں بھی استعمال میں لائی جانی چاہئیں جس سے کسی چیز کا خطرہ نہ رہے یعنی مجرموں کے بھاگ جانے کا خوف نہ ہو۔ اسی عمارت کی چھت پر ایک آپریشن روم بنایا جائے گا جہاں سے کانفرنس ہال میں تخریبی کارروائی کے لیے تمام کوششیں کی جائیں گی۔ آپ پوری طرح مسٹر پاؤل نائیڈہاک سے یہ ذمے داری قبول کر لیں کہ وہ ان مجرموں کو آپ کی مدد سے گرفتار کر لیں گے جو کانفرنس ہال کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں وہ تمام ثبوت وہاں سے حاصل ہو سکیں گے، جو ضروری ہوں گے۔" میرے ان الفاظ پر مسٹر گیری ووڈ کا چہرہ ہونق ہو کر رہ گیا۔ نوشیل کی آنکھیں بھی چمکنے لگیں۔ مسٹر گیری نے کہا۔

"اور آپ۔ آپ مسٹر گرے؟"

"جی فرمائیے۔"

"میرا مطلب ہے آپ خود۔؟"

"مجھے دوسری ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں مسٹر ووڈ۔"

"یقیناً میں جانتا ہوں۔ لیکن۔"

"اوہ مسٹر ووڈ۔ میرے خیال میں مسٹر گرے سے اس بارے میں زیادہ سوالات نہ کیے جائیں۔"

"سوری مسٹر گرے۔ دراصل میں اتنا جذباتی ہو گیا ہوں کہ شاید الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہوں۔" گیری ووڈ نے کہا۔

"دراصل آپ نے ایک بار پھر ہماری رگوں میں بجلی دوڑا دی ہے مسٹر ایلس گرے ورنہ ہم تو اپنے آپ کو بالکل ناکارہ سمجھ چکے تھے۔ یقین کیجیے اس سے زیادہ بے بسی اس سے پہلے کسی مہم میں محسوس نہیں کی۔"

"آپ اب بھی بلاوجہ یہ تمام باتیں محسوس کر رہی ہیں مس نوشیل، حالانکہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ کے بغیر آگے بڑھنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" مسٹر گیری ووڈ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آپ نے جو ذمہ داری میرے سپرد کی میں کوشش کروں گا۔ اسے پوری طرح انجام دے سکوں۔"

"آپ مسٹر ہاک سے فوری طور پر رابطہ قائم کریں اور سارا پروگرام جس طرح میں نے بتایا ہے ترتیب دے لیں آپ یہ سمجھ لیجیے کہ اگر آپ سے کوئی غلطی ہو گئی تو نہ صرف میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی بلکہ اس کانفرنس کا انعقاد بھی نہ ہو سکے گا۔ اور جو تباہی پھیلے گی آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے مسٹر گیری ووڈ۔" گیری ووڈ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیے۔ میں اپنی ذمہ داری پوری طرح انجام دوں گا۔"

مسٹر گیری ووڈ کے پاس اب مزید رکنا بے کار تھا چنانچہ میں وہاں سے چل پڑا اور اس کے بعد میری منزل میلینا کی رہائش گاہ کے علاوہ اور کون سی ہو سکتی تھی۔ میلینا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنی رہائش گاہ میں موجود نہیں تھی۔ اور یقینی طور اپنے کام سرانجام دے رہی تھی۔ بہر طور اس کے بعد آرام کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر غور کر لیا تھا۔ کانفرنس کا وقت اب زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا۔ میلسینا کے گروہ کو گرفتار کرا کر اور کانفرنس کو کامیاب بنا کر میرا یہاں سے کام ختم ہو جاتا تھا یہی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی تھی۔ بہر طور رات کو میلسینا سے ملاقات ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ تمام معمولات جاری رہے جو اس دوران جاری تھے۔ میرا ایک ایک لمحہ کٹھن گزر رہا تھا۔ بعض اوقات دل میں یہ خیال گزرنے لگتا تھا کہ ہو سکتا ہے اصل شخص کی غیر موجودگی کا علم اس کے ڈیپارٹمنٹ کو ہی ہو جائے۔ زیادہ معلومات میں حاصل نہیں کر سکا تھا۔ ویسے وہ شخص مسٹر جوڈی کی تحویل میں تھا اور مسٹر جوڈی کے بارے میں مجھے یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ انتہائی کام کے آدمی ہیں۔

غرضیکہ وقت گزرتا رہا۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا۔ میلسینا کسی کام سے باہر چلی گئی تھی اور مسٹر گیری ووڈ سے گیارہ بجے میں نے یہیں سے رابطہ قائم کیا تھا تاہم اس بات کا خیال رکھا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جس سے کسی کو شبہ ہو سکے حالانکہ ٹیلی فون کے ٹیپ ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ فون مسز میلسینا کی رہائش گاہ کا تھا لیکن اس کے باوجود احتیاطی تدابیر ضروری تھیں۔ مسٹر گیری ووڈ سے رابطہ قائم ہوا تو میں نے ان سے کہا۔

"جی مسٹر گیری ووڈ۔ ٹھیک گیارہ بجے ہیں۔"

"ہاں۔ جو کام آپ نے میرے سپرد کیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے۔"

"کوئی دقت؟۔"

"کوئی نہیں۔"

"وہ تیار ہو گئے؟۔"

"سو فیصدی تیار ہو گئے بلکہ ایک طرح سے انہوں نے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔"

"وہ کیسے؟۔"

"میری رہائش گاہ کے گرد کئی مسلح افراد موجود ہیں۔"

"گڈ۔ کسی قسم کا شبہ تو نہیں رہا آپ کو؟۔"

"نہیں مسٹر۔ قطعی نہیں۔"

"او کے۔ بس آپ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ گفتگو نہایت محتاط تھی اور مسٹر گیری ووڈ کے ان الفاظ سے میں تقریباً مطمئن ہو گیا تھا۔ اور اب اس کے بعد میرے پاس فرصت ہی فرصت تھی۔ کانفرنس کا وقت قریب آتا جا رہا تھا لیکن بہر طور میں زیادہ متجسس نہیں تھا جبکہ میلسینا کی حالت خراب تھی اور پھر بالآخر وہ وقت آ گیا جب ہمیں اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ پورے شہر میں اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ کوئی اہم بات ہے۔ چاروں طرف سیکیورٹی فورسز پھر رہی تھیں۔ ہر طرح کے انتظامات کر لیے گئے تھے۔ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ بہر طور ہم لوگ ٹورنٹو لئے کی عمارت میں داخل ہو گئے میرے ساتھ میلسینا، اس کے چار آدمی موجود تھے بجلی منزل میں میلسینا کے بقیہ افراد بھی آ گئے تھے اور یہ سب کچھ میری ہی ہدایت پر ہوا تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میلسینا کا پورا گروہ گرفت میں آ جائے بلاوجہ بعد کے لیے کوئی کام رہ جائے گا۔ میلسینا خود بہت زیادہ متجسس نظر آ رہی تھی اس نے ان چاروں آدمیوں کی ڈیوٹیاں بھی لگا دیں اور آپریشن روم میں صرف میں اور میلسینا ہی رہ گئے ہیں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ زیادہ لوگوں کا جمگھٹ میرے ساتھ نہ رہے تاکہ میں دلجمعی سے اپنا کام سرانجام دے سکوں۔ ہم لمحات گن رہے تھے۔ میلسینا نے چھت پر جو بندوبست کیا تھا اس پر قائم تھی اور ہمارا کام باحسن و خوبی جاری تھا۔ اطراف میں سناٹا پھیل گیا تھا اور چاروں طرف روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ میلسینا کا متجسس چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے میلسینا، خوفزدہ ہو؟۔"

"نہیں۔ متجسس ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کام ہماری مرضی کے مطابق ہی ہو گا۔"

"میرے خیال میں اگر ہم کانفرنس ہال کا جائزہ لے لیں تو کیا حرج ہے؟۔"

"ابھی لیے لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میرا وہ کیمرہ فضا میں بلند ہو گیا جس سے ہم اطراف کے مناظر دیکھ سکتے تھے۔ رات کے خوبصورت مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے ابھر آئے اور کیمرہ اپنا سفر

کرتا ہوا بالآخر کانفرنس ہال پر پہنچ گیا۔ یہاں چاروں طرف تیز روشنی ہو رہی تھی اور سیکیورٹی فورسز نے پورا علاقہ گھیرا ہوا تھا۔ کہیں سے بھی کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمارے اندازے کے مطابق ہیلی کاپٹر بھی فضا میں گردش کر رہے تھے۔ اپنی دانست میں مقامی انتظامیہ نے کانفرنس کی کامیابی کا پورا پورا بندوبست کر دکھا تھا لیکن یہ بھی ایک مسلم امر تھا کہ اگر میری جگہ جارج اوپل ہوتا تو کانفرنس کامیاب نہیں ہو سکتی تھی اور پھر ایک بھیانک المیہ جنم لیتا یعنی کانفرنس ہال کے تمام شرکاء ہلاک ہو جاتے۔ کانفرنس ہال میں گاڑیاں آ رہی تھیں اور سیکیورٹی فورسز ان کا مختلف آلات سے بخوبی جائزہ لے رہی تھیں۔ میں میلسینا کو تمام کارروائی دکھاتا رہا اور وہ ششدر نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"مسز میلسینا، میرا خیال ہے کہ کیمرہ ہمیں وہاں سے ہٹا لینا چاہیے کیونکہ ہیلی کاپٹر جو فضا میں گردش کر رہے ہیں کسی بھی شکل میں اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی فریکوئنسی کیمرے کی فریکوئنسی سے مل جائے اور انہیں کسی قسم کا شبہ ہو جائے۔"

"اوہ۔ یقیناً یقیناً۔" میلسینا نے جواب دیا اور میں نے کیمرے کی واپسی کا بندوبست کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد کیمرہ اپنی جگہ پہنچ گیا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟۔ میرا مطلب ہے۔"

"ہاں ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے یقینی طور پر کانفرنس کا آغاز دس، ساڑھے دس بجے سے پہلے نہیں ہو گا۔ اور اس کے بعد ہم اپنا کام کریں گے میرا مطلب ہے اس وقت اگر یہ کیمرہ ضائع بھی ہو جاتا ہے تو ہمیں اس کا افسوس نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہمارے فلائنگ ہم وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔" میلسینا نے پرجوش انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میری زندگی کا بہترین کارنامہ ہو گا۔ اور درحقیقت اس سے مجھے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں۔ میں حقیقت میں یہ چاہتی ہوں مسٹر لمبارڈنا کہ میں بین الاقوامی حیثیت اختیار کر جاؤں اور خاص طور سے اس قسم کے افراد مجھ سے رابطے قائم کریں جو ایسی کارروائیاں کرانا چاہتے ہیں یہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اور میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ یہ مقصد آپ کی وجہ سے پورا ہو جائے گا۔"

"میرا خیال ہے خود میرا گروہ تمہیں اپنا مستقل طور پر کارکن بنا لے گا۔ اور ہمارے پاس اتنا کام ہوتا ہے کہ اور کوئی کام کرنے کی تمہیں فرصت ہی نہیں ہو گی۔"

میلسینا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بہر طور وہ ایک خوش آئند مستقبل کے تصور میں گم تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ جرائم کی دنیا کا بھی ایک پہلو ہے اور جرائم پیشہ لوگ بھی اپنے لیے اس قسم کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں اور میرے کان خصوصی طور پر آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ مجھے بھی مسٹر گیری ووڈ کا انتظار تھا جو اس سلسلے میں خصوصی کارنامہ انجام دینے والے تھے۔ درحقیقت ان ہی کی کامیابی پر میری بھی کامیابی کا دارومدار تھا ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اور بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے لیے میری زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی اور کام میں اتنی آسانی نہ ہوتی جتنی آسانی میں چاہتا تھا یعنی تباہی کا وہ ذریعہ تو میری تحویل میں تھا جس سے کانفرنس میں ابتری پھیل سکتی تھی۔ میں اگر استعمال نہ کرتا تو کسی اور کی مجال بھی نہیں تھی کہ اسے چھو بھی جاتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میلسینا کے گروہ کی گرفتاری بھی لازمی تھی اور ظاہر ہے اس کے لیے میری ذمہ داریاں برقرار تھیں۔ پھر وہ ہو گیا جس کا میں انتظار کر رہا تھا نیچے کچھ آہٹیں سنائی دی تھیں اور مسز میلسینا چونک پڑی تھی۔

"یہ۔ یہ کیا ہے؟۔"

"پپ۔ پتا نہیں۔" میں نے بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں دیکھتی ہوں۔" میلسینا بولی اور اسی وقت ہلکی ہلکی آوازوں کے ساتھ کچھ چیخیں ابھریں اور میلسینا دہشت بھرے انداز میں میرے پاس پہنچ گئی۔

"اوہ۔ مسٹر لمبارڈنا۔ مسٹر لمبارڈنا، کچھ ہو گیا ہے؟۔"

"کیا؟۔"

"میں نہیں جانتی۔" میلسینا نے کہا۔

"تمہارے چاروں آدمی کہاں ہیں؟۔"

"وہ۔ وہ پتا نہیں کہاں ہیں؟۔ انہیں یہاں ہونا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاہیے تھا۔ وہ مجھے نظر نہیں آئے۔" پھر ایک دم وہ چونک پڑی۔ اور اس نے آنکھیں پھاڑ کر سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ شاید — وہ — وہ مسٹر ملباڈیا۔ خطرہ یقینی طور پر خطرہ۔ اور میں نے وہ خطرہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔ بہت سے لوگ بھرا مار کر چھت پر پہنچ گئے تھے۔ غالباً ان لوگوں کی ہلاکت کے لیے سائلینسر لگے ہوئے ریوالور استعمال کیے گئے تھے اور مسٹر ہاک نے اس سلسلے میں اپنا کام بخوبی انجام دیا تھا۔ ان لوگوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر میلسینا کے چہرے پر دہشت کے آثار پھیل گئے۔ اس نے ایک دم میرا بازو پکڑا اور بولی۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"ہم ناکام ہو گئے ہیں میلسینا" میں نے کہا اور میلسینا نے جلدی سے اس میز کے نیچے لگے ہوئے دو بٹن دبائے جو نچلے کمرے سے اوپر تک آتی اور میں بھی اسی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے خود کو سنبھالنا چاہا لیکن نہ سنبھال سکا۔ میز اور دونوں کرسیاں ایک بار پھر نیچے اترنے لگیں۔ یقینی طور پر ان کا رُخ اسی آفس کی طرف تھا جو مسز میلسینا کا آفس تھا۔ میرے چہرے پر ایک لمحے کے لیے عجیب سے تاثرات پھیل گئے لیکن بہرطور میں نے میلسینا کو اس کے اس عمل سے باز نہ رکھا البتہ یہ بات میرے لیے باعثِ حیرت تھی کہ یہ لفٹ نما کمرہ چھت پر رُکنے کے بجائے اور نیچے اترتا چلا گیا تھا اور اب مجھے احساس ہوا تھا کہ مسز میلسینا نے یقینی طور پر کوئی دوسرا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔ کمرہ نیچے اترتا رہا اور اس کے بعد ایک ایسی جگہ آگئی جسے ہم زمین دوز ہی کہہ سکتے ہیں۔ یہاں پر سامنے ہی ایک سرنگ نما جگہ نظر آ رہی تھی۔ مسز میلسینا نے کہا۔

"اسے اٹھاؤ — اسے اٹھاؤ، پلیز اسے اٹھاؤ!" اس کا اشارہ اس بریف کیس کی جانب تھا جو اب بھی کھلا ہوا میز پر رکھا تھا۔ میں نے بریف کیس اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور مسز میلسینا میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

"آؤ — فوراً میرے ساتھ آؤ۔" وہ اسی سوراخ کی جانب بڑھ رہی تھی جو تاریک نظر آ رہا تھا اور سوراخ کے اندر داخل ہو کر مجھے احساس ہوا کہ یہ گٹر لائن ہے جو کافی کشادہ ہے اور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ نیچے غلیظ پانی بھی بہہ رہا تھا جس کی بدبو اٹھ رہی تھی۔ مسز میلسینا سے میں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ بولی۔

"میں نے یہ انتظام خصوصی ضرورتوں کے لیے کر رکھا تھا۔ ہمیں اس گٹر لائن میں کافی طویل سفر کرنا پڑے گا۔"

میں ایک لمحے کے لیے کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔ اب اس صورتحال پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیکن اس وقت مسز میلسینا کے ساتھ نکل چلنا بے حد ضروری تھا۔ یہ خطرناک عورت بہرطور اتنی معصوم نہیں تھی کہ آسانی سے میرے جال میں آ جاتی۔ ابھی تک اسے مجھ پر بھروسا تھا اس لیے کام چل رہا تھا۔ لیکن آنے والے وقت میں اگر اسے مجھ پر شک ہو گیا تو پھر یقینی طور پر میں اس سے نمٹ سکوں گا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اس غلیظ اور بدبودار گٹر میں ہمیں تقریباً بیس منٹ کا سفر کرنا پڑا اور اس کے بعد مسز میلسینا ایک جگہ رُک گئی۔ اس نے سیدھے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں سے کچھ عمل کیا اور چھت میں ایک سوراخ سا کھل گیا۔ یہ یقیناً گٹر لائن کا مین ہول تھا اس نے مین ہول میں انگلیاں پھنسائیں۔ اور اوپر ابھرتی ہوئی بولی۔

"براہِ کرم یہ بریف کیس مجھے دے دو لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے کوئی نقصان نہ ہونے پائے۔"

میں نے بریف کیس میلسینا کے حوالے کر دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے سہارا دے کر مجھے اوپر نکال لیا تھا۔ حالانکہ ایک لمحے کے لیے مجھے خطرہ محسوس ہوا تھا کہ مسز میلسینا یہ بریف کیس لے کر فرار نہ ہو جائے۔ لیکن ایک بات میں جانتا تھا جو کہانی میں نے ان لوگوں کو سنائی ہے اس کے تحت ان میں سے کسی کی اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس بریف کیس کو لے کر فرار ہونے کی کوشش کرے چنانچہ میں اس طرح تھوڑا مطمئن بھی تھا۔ باہر نکلنے کے بعد میں نے دیکھا کہ یہ ایک عمارت کا احاطہ ہے۔ مسز میلسینا سے میں نے اس عمارت کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی۔

"یہ عمارت میری ہی ملکیت ہے لیکن ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ ہمارے لیے یہ بہتر ہے کہ ہم اپنی ہی رہائش گاہ پر چلیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور مسز میلسینا میرے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔ غلیظ پانی میں سفر کرتے ہوئے لباس گندہ ہو گیا تھا لیکن اس وقت ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں

مسز میلسینا کے ساتھ اس کار میں جا بیٹھا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ مسز میلسینا کی کیفیت کا اندازہ اس کی ڈرائیونگ سے ہو رہا تھا۔

"سنبھل کر مسز میلسینا۔ اگر تم ڈرائیونگ میں دقت محسوس کر رہی ہو تو ہٹ جاؤ۔" میں نے کہا مگر وہ اس کے لیے تیار نہ تھی۔ البتہ میرے خیال میں مسز میلسینا اتنی وحشت زدہ تھی کہ اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی لیکن میں پرسکون تھا۔ اپنی رہائش گاہ پہنچ کر اس نے خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہوگا مسٹر اوپل؟"

"جو کچھ ہوا ہے میرے لیے غیر متوقع ہے مسز میلسینا۔"

"آہ — میں اپنا مقام برقرار رکھنے میں ناکام رہی!"

"شاید۔"

"اور اب۔ اب میرے لیے شدید خطرات پیدا ہو جائیں گے۔ ویسے مسٹر اوپل، ہمارے پاس اب بھی وقت ہے۔"

"کیسا وقت ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ آپ اپنا کام یہاں بھی کر سکتے ہیں؟"

"ہاں میرے لیے مشکل نہیں ہے، اس لیے میں مطمئن ہوں میلسینا۔"

"مطمئن ہیں؟"

"یقیناً مسز میلسینا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کانفرنس ابھی ساری رات جاری رہے گی اور میں اپنا کام کسی بھی وقت انجام دے سکتا ہوں۔ مشکل آپ کو پیش آگئی۔"

"آپ میری کچھ مدد نہیں کریں گے مسٹر اوپل؟"

"مثلاً؟"

"آپ اپنا کام مکمل کر لیں اور میری سفارش کریں۔"

"کس سے؟"

"اپنے گروہ سے۔"

"کیسی سفارش؟"

"اب اس ملک میں تو میرا قیام مشکل ہوگا۔ آپ اپنا یہ کام سرانجام دے لیں اور مجھے اس میں شامل قرار دیں اس طرح میرے ساتھ رعایت ہو جائے گی۔"

"ہاں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کا گروہ؟"

"کیا اب بھی اس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے ان کے بچ جانے کی بالکل امید نہیں ہے۔ وہ ہلاک ہو گئے ہوں گے یا گرفتار، اب میرے ہاتھ نہیں لگیں گے۔"

"وہ تمہاری نشاندہی بھی کر سکتے ہیں میلسینا؟"

"سو فیصدی کر سکتے ہیں۔ اور وہ ایسا کریں گے۔ ظاہر ہے گرفتار ہونے والوں پر تشدد بھی ہوگا۔ یہ سوچنا بھی اب حماقت ہے کہ میں بچ سکتی ہوں بلکہ میں تو اب اس ملک میں بھی نہیں رہ سکتی۔"

"تب یہ عمارت بھی خطرناک ہو گئی۔"

"وہ کیسے؟"

"تشدد ہونے پر وہ اس کی نشاندہی کر دیں گے۔"

"ہاں۔ لیکن تشدد ہونے پر۔ اور جب تک وہ نشاندہی کریں گے۔ ہم یہاں سے دور جا چکے ہوں گے۔"

"کہاں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور میلسینا مسکرانے لگی پھر بولی۔

"میرے پاس اپنے تحفظ کے لیے بہت سے ذرائع ہیں مائی ڈیئر اوپل لیکن بس اس کا افسوس ہے کہ جو کچھ میں کرنا چاہتی تھی، اس میں رکاوٹیں پیدا ہو گئیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد اپنا کام سرانجام دینے کے بعد ہم یہاں سے نکل چلیں گے اور ایک ایسی محفوظ جگہ پہنچ جائیں گے جہاں قانون ہم تک نہ پہنچ سکے۔"

"اور آپ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گی؟"

"کیا؟"

"ٹورن ٹولائے۔ اتنی بڑی فرم۔" میں نے کہا اور میلسینا ہنس پڑی۔

"بات یہ ہے مسٹر ملباڈیا یا اوپل۔ کہ میں نے جرائم کی تربیت اپنے باپ سے حاصل کی ہے۔ وہ ایک مشہور جعلساز تھا اور اس نے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ دنیا عش عش کرتی ہے۔ ٹورن ٹولائے ایک بہترین فرم ہے، اس سے بے حد آمدنی ہوتی ہے لیکن اس کی مالیت سے چار گنا زیادہ کے شیئرز فروخت ہیں اور اس کے بعد اصل رقم میرے پاس محفوظ ہے۔ جو مجھے الگ سے منافع دیتی ہے۔ فرم کے ساتھ جو کچھ ہوگا اس سے نقصان شیئر ہولڈرز کا ہوگا۔ میرا نہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ویری گڈ۔" میں نے تعریفی انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔

"تو جانِ من، اب تم اپنا کام کر ڈالو۔ جن لوگوں نے ہمارا سراغ لگایا ہے، وہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی ناکام رہیں گے۔ وہ سب کچھ ہو جائے گا جو ہم کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح ہمیں بہترین کامیابی حاصل ہو گی۔" میلینا نے کہا۔

"او کے میلینا۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا ہوں یعنی اپنا کام کرتا ہوں۔ آپ کے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"کیا ہتھیار؟"

"میرا مطلب ہے پستول وغیرہ۔"

"ہاں۔ یہ آٹومیٹک ہے۔" میلینا نے اپنا خوبصورت پستول نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"کچھ چاہیے تمہیں؟ مگر کیوں؟"

"ہمیں کچھ کرنا ہے۔ کوئی اور ہتھیار ہو تو دیں۔" میں نے پستول اس سے لے کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یہاں رائفل، مشین گن تک مل سکتی ہے۔ کیا کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"آپ کے پاس اور کیا ہتھیار ہے؟"

"اور کچھ نہیں ہے۔"

"آپ براہِ کرم کسی کو بلائیے۔ میں اسے ہدایت دوں کہ اسے کیا کرنا ہے؟"

"یہاں اس عمارت میں اس وقت اور کون ہے؟"

"کوئی ملازم وغیرہ؟"

"نہیں، عمارت بالکل خالی ہے۔ مگر تم اپنا مقصد تو بتاؤ۔" میلینا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ محبت ہر عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے ایک نائیلون کی رسی درکار ہے۔ براہِ کرم جلدی کریں تاکہ میں اپنا کام کر سکوں۔" میں نے ناک چڑھا کر کہا۔

اور وہ جلدی سے بولی۔

"سوری۔ میں ابھی لاتی ہوں۔" وہ باہر نکل گئی اور میں اس کے پستول کو دیکھنے لگا جو جدید ساخت کا تھا۔ میری نظریں کمرے کا جائزہ بھی لے رہی تھیں۔ وہاں فون موجود تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کچھ دیر کے بعد میلینا واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں نائیلون کی ایک مضبوط رسی تھی۔ میں نے اس کا پستول جیب میں رکھا اور رسی کھولنے لگا۔ میلینا مجھے دیکھ رہی تھی۔ رسی کو سنبھال کر میں بریف کیس کی طرف پلٹا اور میلینا سوال معلوم کرنے کے لیے میرے نزدیک آ گئی۔ میں بریف کیس کے پاس بیٹھا تو وہ بھی میرے پاس بیٹھ گئی اور پھر اچانک میں نے اس کے جبڑے پر ایک زوردار ہاتھ رسید کر دیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ ایسی کوئی حرکت ہو جائے گی اور پھر ہاتھ بھی ایسا تھا کہ اچھے اچھوں کو لٹا دے۔ وہ ایک چیخ کے ساتھ لڑھک گئی۔ اور میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ وہ اتنی کمزور بھی نہیں تھی کہ آسانی سے میری گرفت میں آ جاتی لیکن چونکہ صورتحال اس کے لیے اتنی غیر متوقع تھی کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت سلب ہو گئی تھی چنانچہ میں نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر موڑ کر بری طرح کس دیے۔ وہ کراہ رہی تھی مگر اعصابی طور پر ناکارہ ہو چکی تھی۔ میں نے اسے جکڑ کر رکھ دیا۔ پھر وہ سنبھل گئی۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے؟ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"میں نے تمہیں گرفتار کر لیا ہے میلینا ڈارلنگ۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ میں جارج اوپل ہوں نہ لوئس ملباڑما۔"

"کیا؟"

"نہ میرا تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے جو اس کانفرنس کو ناکام بنانا چاہتا ہے۔"

اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"پھر تم کون ہو؟"

"ایک ایجنٹ جو تم لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ تمہاری میز کی دراز میں رکھے اس ٹیپ نے میری رہنمائی جارج اوپل تک کی جس میں اس ماہ کی تیرہ تاریخ کو اس کے آنے کی اطلاع تمہیں دی گئی تھی۔ تم نے اسے سرخ کارنگ لانے کے لیے ایئرپورٹ پر یہ کارروائی کی اور میں نے تمہاری اس کارروائی سے فائدہ اٹھا کر اسے اغوا کر لیا اور خود اس کی جگہ لے لی۔ اس کے بعد سے میں تمہارے پاس اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔"

"نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"کیوں؟"

"تم نے اس مشین کا استعمال کہاں سے معلوم کیا جو تمہارے

پاس موجود ہے۔"

"جارج اوپل سے، جو میری قید میں ہے۔ ٹورنٹو کے پر حملہ میری ایما پر ہوا تھا۔ اور حملہ کرنے والا جانتی ہو کون ہے۔ پاؤل نائیڈ ہاک۔"

"اوہ میرے خدا۔" اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر گالیاں بکنے کے علاوہ اور وہ کیا کر سکتی تھی۔ میں فون کی طرف بڑھا تھا۔ میں نے مسٹر جوڈی کے نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف مسٹر جوڈی سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"مسٹر جوڈی۔"

"بول رہا ہوں۔"

"خادم ایلس گریس۔"

"اوہ گریس مائی ڈیئر۔ کہاں ہو تم؟"

"آپ کی ضرورت پھر پیش آ گئی ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"جس طرح بھی بن پڑے تھائی انتظامیہ کے سربراہ مسٹر ہاک سے رابطہ قائم کر کے میرا ایک پیغام انہیں دے دیں۔"

"پیغام بتاؤ۔"

"ٹورنٹو کی مسز میلینا میرے پاس موجود ہیں اور مسٹر ہاک کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ آپ ان کی گالیاں سن سکتے ہیں۔ میں نے ماؤتھ پیس کا رخ میلینا کی طرف کر دیا اور اس کے گالیاں بکنے کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ مسٹر جوڈی نے کہا۔

"کافی تہذیب یافتہ گالیاں ہیں۔ پتا بتاؤ۔" میں نے پوری تفصیل سے یہ پتا دہرایا۔ اور اس کے بعد ریسیور رکھ دیا۔

مسٹر جوڈی کی برق رفتاری قابلِ داد تھی۔ ٹھیک سولہ منٹ بعد وہ خود زبردست پولیس فورس کے ساتھ یہاں پہنچ گئے تھے۔ ان کے اشارے پر میلینا کو پولیس نے قابو میں کر لیا۔ میں نے بریف کیس احتیاط سے سنبھال لیا تھا پھر میں نے کہا۔

"اور اب کچھ وقت آپ کے ساتھ قیام کرنا ہو گا۔ تاوقتیکہ مسٹر ہاک کو پوری رپورٹ نہ پیش کر دوں۔"

"آپ جیسے معزز مہمان کو اپنے ساتھ ٹھہرا کر میں اپنی خوش قسمتی پر ناز کروں گا مسٹر۔ جہانگیر جمال شاہ۔" مسٹر جوڈی نے کہا۔ اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تب مسٹر جوڈی نے ایک ننھا سا خوبصورت کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ جس پر لکھا تھا

"ڈی۔ ڈی۔ آر۔ جوڈی
چیف آف انٹرنل انٹیلیجنس بیورو
سینڈی پارک"

مسٹر جوڈی بلاشبہ میرے لیے ایک حیرت انگیز شخصیت ثابت ہوئے تھے۔ اب تک ان کے بارے میں شبہ نہیں ہو سکا تھا کہ جو کچھ وہ نظر آتے ہیں اس کے علاوہ بھی کچھ ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ انھوں نے اس سلسلے میں میری سب سے زیادہ مدد کی تھی۔ ویسے یہاں سینڈی پارک میں ایسے کئی کردار تھے جن سے میرا رابطہ رہا تھا لیکن میرے پیشے کا تقاضا تھا کہ اب ان سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے۔ چنانچہ مسٹر جوڈی نے جو رہائش گاہ میرے لیے منتخب کی تھی میں وہاں محدود ہو گیا۔ وہ انوکھا بریف کیس میرے پاس موجود تھا حالانکہ مسٹر جوڈی اس کے بارے میں اتنا ضرور جانتے تھے کہ میں نے اس کے حصول کے لیے ان سے مدد لی تھی۔ اور اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو اس کانفرنس کا خانہ خراب کرنا چاہتے تھے مگر انھوں نے اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ مقامی حکام کے لیے اور اس سلسلے میں کام کرنے والوں کے لیے جو رپورٹ میں نے تیار کرائی تھی اس میں اس بریف کیس کے بارے میں، میں نے بس اتنا لکھا کہ اس سے مجھے ان لوگوں کی شناخت میں بے حد مدد ملی۔ لیکن میرے لیے یہ مشکل تھی کہ میں اسے عام طریقے سے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا اور اس نایاب شے کو میں کسی قیمت پر کسی کے حوالے بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بہت غور و خوض کے بعد میں نے ایک ترکیب سوچ لی۔ تھوڑی سی جدوجہد سے مجھے ایک بینک میں لاکر دستیاب ہو گیا۔ میں نے جعلی طریقے سے وہ لاکر حاصل کر کے بریف کیس اس میں پوشیدہ کر دیا۔ ایک سال کی ادائیگی کر دی تھی سو اس لیے اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہاں مسٹر جوڈی کے تجسس کو ختم کرنے کے لیے میں نے بازار سے ویسا ہی دوسرا بریف کیس خرید کر اس میں الٹے سیدھے کاغذات بھر لیے تھے۔ اور یہ بروقت ہو گیا تھا کیونکہ اس کے بعد مجھ سے رپورٹ کے ساتھ بریف کیس بھی طلب کیا گیا تھا جسے میں نے پوری دیانتداری سے ان کے حوالے کر دیا۔ یعنی نقلی بریف کیس۔ کچھ روز گزارنے کے بعد بالآخر میں نے واپسی کا فیصلہ کیا اور ایک دن اپنے وطن روانہ ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہینڈری پارک میں جو وقت گزرا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا اور یہاں کی بہت سی یادیں میرے ساتھ سفر کر رہی تھیں ان یادوں میں ایسا کھو گیا تھا کہ میں خوبصورت ایئر ہوسٹس پر بھی توجہ نہ دے سکا جس کے رخساروں کے گڑھے بڑے صاحب دل کے لیے کھلے ہوئے میں ہولتے تھے۔ ذرا سی لغزش ہو تو گر پڑو۔ ہاں جب اس نے جھک کر مجھ سے کہا۔

" مسٹر پلیز!" تو میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر حیرانی سے دیکھتا رہ گیا۔

" آپ نے سیفٹی بیلٹ نہیں باندھی؟" ہوسٹس نے کہا۔

" کیوں خیریت؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

" جہاز لینڈ کر رہا ہے۔ آپ کی منزل آ چکی ہے۔"

" اوہ میرے خدا، کیا واقعی؟"

" پائلٹ کیبن سے مسلسل اناؤنس ہو رہا ہے۔" ہوسٹس مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

" آپ دورانِ سفر کہاں تھیں؟"

" میں کہیں نہیں؟"

" میں نے ایک بار بھی آپ کو نہیں دیکھا۔"

" اس میں میرا کیا قصور ہے آپ کھلی آنکھوں سے سونے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔" ہوسٹس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

" آہ اس نیند پر زندگی بھر افسوس کرتا رہوں گا۔"

" کیوں؟"

" آپ کے رخسار کے گڑھوں میں حسن کائنات چھپا ہوا ہے۔ اور میں ان کی گہرائیوں سے اتنا دور رہا۔"

" اوہ تھینک یو!" ہوسٹس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے کھڑکی کے شیشوں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ باہر گہری گاڑھی تاریکی بکھری ہوئی تھی۔ کلائی کی گھڑی پونے دو بجا رہی تھی۔ کسی کو واپسی کی اطلاع بھی نہیں تھی۔ واسطہ اپنے دیس کے ٹیکسی ڈرائیوروں سے پڑنے والا تھا اور ان کے دلوں کو تسخیر کرنا ایک مشکل ترین عمل ہوتا ہے۔ طیارہ رن وے پر اتر گیا اور مسافروں میں ہلچل مچ گئی۔ میں بھی سیڑھی پر آ گیا۔ رن وے کی روشنیاں آنکھیں ٹپٹپا رہی تھیں۔ کسٹمز والوں کے لیے کوئی خاص چیز نہیں تھی اس لیے بہت وقت نہ لگا۔ اور میں جانے کیا کیا سوچتا ہوا باہر نکل آیا۔ مشکل وقت آ گیا تھا۔ یعنی ٹیکسی کی تلاش جو ایک مشکل ترین کام ہوتا ہے، بعض اوقات یہ کام نہایت آسانی سے ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے لیے نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ایئر پورٹ کی عمارت سے باہر قدم رکھا تھا کہ کسی نے عقبی سمت سے میرے قریب پہنچ کر میرے ہاتھ میں دبا ہوا سوٹ کیس لے لیا اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر ایک خوشگوار حیرت بھری مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آفتاب کمال کو تعجبانہ انداز میں دیکھا۔

" ارے تم؟"

" سر یہ تو میری ڈیوٹی ہے۔"

" واہ اس وقت تو تم نے درحقیقت چراغ کا جن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

" سر آپ کوئی چیز رکھ لیں اپنے پاس جسے گھس کر آپ مجھے ضرورت کی ہر جگہ طلب کر لیا کریں۔ مایوسی نہیں ہوگی آپ کو۔"

" اس وقت تو مجھے شدید حیرت ہوئی ہے تمہاری آمد پر، میں نے تو تمہیں اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔"

آفتاب کمال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

" اتنے بڑے سیکرٹ ایجنٹ کا اسسٹنٹ بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔"

آفتاب کمال میرے ساتھ آگے بڑھنے لگا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

" مسٹر اسسٹنٹ یہ سوال پوچھے بغیر نہیں رہوں گا کہ تم سے کہ آخر میری آمد کے بارے میں تمہیں کیسے علم ہوا، یا پھر یہ صرف ایک اتفاق ہے؟"

" اتفاق؟" آفتاب کمال نے سوالیہ انداز میں کہا۔

" میرا مطلب ہے تم کسی اور کام سے یہاں آئے ہو اور تم نے مجھے دیکھ لیا ہو۔" میں نے کہا۔

" نہیں سر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کے استقبال ہی کے لیے آیا تھا۔"

" تب ہم اسے ایک حیرت انگیز بات قرار دے سکتے ہیں۔"

" ہم نہیں سر صرف آپ۔" آفتاب کمال نے کہا اور میں چلنے لگا۔ سرخ رنگ کی ایک بڑی سی امپالا پارکنگ لاٹ میں کھڑی ہوئی تھی اور امپالا کی عقبی سیٹ پر کوئی موجود تھا۔ یہاں چونکہ روشنی زیادہ نہیں تھی اس لیے امپالا کے عقبی حصے میں بیٹھی ہوئی شخصیت کو میں نہ دیکھ سکا، آفتاب کمال کار کی ڈگی کی جانب بڑھ گیا تھا تاکہ میرا سوٹ کیس اس میں رکھ دے اور میں کار کی عقبی سیٹ پر جھانکنے لگا تھا۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں۔

" یہ شہباز احمد صاحب تھے۔ جنھوں نے اندر سے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

" آیئے مسٹر جہانگیر اندر تشریف لے آیئے۔"

میری حیرتیں عروج پر پہنچ رہی تھیں۔ یک نہ شد دو شد اور پھر شہباز احمد صاحب جیسی شخصیت معمولی بات نہیں تھی۔ اطراف میں کوئی بندوبست بھی نہیں تھا۔ وہ ایک عام سے انسان کی حیثیت سے گاڑی کے اندر موجود تھے۔ تاہم ان کی ہدایت پر میں اندر بیٹھ گیا۔

" سر میری حیرتیں عروج پر ہیں۔"

" وہ ابھی زوال پذیر ہو جائیں گی۔" شہباز احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے ان کے قریب بیٹھنے کی جسارت میں ذرا سی جھجک کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگے۔

" بہتر ہے کہ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ بھئی ہم تمہارا استقبال کرنے آئے ہیں۔ ایک بہترین مہم جو نے اپنا کام اتنی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہے کہ ہمارے سینے فخر سے پھول گئے ہیں۔ پھر اگر ہم اس کا استقبال کرنے کے لیے چلے آئے تو کون سی ایسی بڑی بات ہے؟"

میں نے ممنونیت سے گردن ہلا دی تھی۔ آفتاب کمال نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور امپالا بے آواز آگے بڑھ گئی۔ بہت ہی شاندار اور قیمتی گاڑی تھی، شہباز احمد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں تمہیں اس شاندار کامیابی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

" شکریہ سر مجھے یقین ہے کہ اب آپ اتنے محدود وسائل بھی نہیں رکھتے کہ صورتِ حال سے آپ کو آگہی نہ ہو گئی ہو۔"

" تمہارا خیال بالکل درست ہے، واقعی ہمارے وسائل اتنے محدود بھی نہیں ہیں کہ اتنے اہم مسئلے کو ہم اس طرح نظرانداز کر دیتے اور ہمیں اس کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہوتیں۔"

" آپ کی دعائیں شاملِ حال ہیں۔ ویسے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ کے لیے اطلاع فراہم کرنے والے مسٹر تجودی ہی ہوں گے۔"

شہباز احمد صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے بعد نہ میں نے کچھ کہا اور نہ ہی وہ کچھ بولے۔ البتہ میں نے محسوس کیا تھا کہ امپالا کا رخ شہباز احمد صاحب کی کوٹھی کی جانب ہی ہے۔ میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا تھوڑی دیر کے بعد کار شہباز احمد کی کوٹھی میں داخل ہو گئی۔

چاروں طرف گہری خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ بس کچھ ملازم جاگ رہے تھے، یا پھر گیٹ پر سیکورٹی والے مستعد تھے۔ شہباز احمد صاحب مجھے اپنے ساتھ اپنے قیمتی ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ ایک ملازم سے انھوں نے کافی کے لیے کہہ دیا تھا۔

اس نشست میں آفتاب کمال بھی ہمارے ساتھ شریک تھا۔ یہ شہباز احمد صاحب کی خوبی تھی کہ وہ اپنے منصب کو صرف ایک عہدے کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی ذاتی دلچسپیاں بھی اس تمام کارروائی میں شامل رہتی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے میرے سلسلے میں بہت بڑا رسک لیا تھا۔ صوفے پر بیٹھنے کے بعد انھوں نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

" مسٹر جہانگیر جمال شاہ، آپ کو آپ کی کامیابی کی مبارک باد پیش کر دی گئی ہے اور اس مبارک باد کو پیش کرنے سے پہلے ہم بہت سی مبارک بادیں وصول کر چکے ہیں، جن میں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہمارے ملک نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کانفرنس کو پُرامن طور پر نہ صرف کامیاب بنایا بلکہ ایک ایسی یقینی کوشش کو ناکام بنا دیا گیا، جس کی بنا پر کانفرنس ہال میں بہت تباہی پھیل سکتی تھی۔"

" خدا کا شکر ہے سر کہ میں آپ کے معیار پر پورا اترا ہوں۔"

" بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں تمہاری شکل میں ایک بڑی نعمت مل گئی ہے، لیکن تاڑنے والی آنکھ کو بھی داد دو۔ جس نے ایک ایسے ہیرے کی شناخت کی، جس کی طرف کسی کی نگاہ نہیں اٹھی تھی۔ ویسے یقینی طور پر تم جیسا نوجوان اس مختصر سے سفر سے تھک نہیں سکتا۔ چنانچہ میں اخلاقاً بھی یہ کہنا نہیں چاہتا کہ تم تھک گئے ہو گے اس لیے آرام کرو۔ آج کی رات میں نے تمہارے لیے وقف کر دی ہے اور آفتاب کمال نے بھی۔ اور ہم تم سے بھی اسی کا مطالبہ کریں گے۔ چونکہ میں دل جمعی سے پوری رپورٹ لینا چاہتا ہوں۔"

میں نے گردن خم کر دی۔ ملازم نے بہت ہی نفیس قسم کی کافی مع ڈرائی فروٹس کی پلیٹوں کے ساتھ مہیا کر دی تھی۔ آفتاب کمال نے ملازم کے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور کافی بنانے لگا۔ اس نے ایک پیالی میرے سامنے رکھی دوسری شہباز احمد صاحب کے سامنے اور تیسری خود لے کر بیٹھ گیا۔ یہ بھی شہباز احمد صاحب کی بڑائی تھی کہ انھوں نے اپنے طور پر جن لوگوں کو اپنے قریب کیا تھا ان سے کسی قسم کے تکلف کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ ورنہ بہرطور آفتاب کمال کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چلو مجھے اہمیت دے دی جاتی لیکن شہباز احمد اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا دوستانہ سلوک کرتے تھے جس طرح میرے ساتھ۔ اس کے بعد میں نے آفتاب کمال اور شہباز احمد صاحب کے سامنے اپنی کارکردگی بیان کرنا شروع کی جس میں ظاہر ہے ان پردہ نشینوں کا ذکر نہیں آ سکتا تھا، جن کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ان کے سامنے شرمانا پڑتا۔ چنانچہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے انھیں درمیان سے نکال دیا۔ اور اس کے علاوہ تمام تر تفصیلات بتا دیں۔ کردار مزدور زیرِ گفتگو آئے تھے۔ لیکن ان کرداروں کے ساتھ میرے مراسم ظاہر ہے قابلِ بیان نہیں تھے۔ میں نے خصوصی طور پر اس بریف کیس کا ذکر کیا جسے میں سینڈی پارک کے ایک بینک کے لاکر میں چھوڑ آیا تھا اور اس کے حصول کا خواہش مند تھا۔ بریف کیس میں موجود اشیاء کی تفصیلات میں نے شہباز احمد صاحب کو بتائیں۔ تو نہ صرف وہ بلکہ آفتاب کمال بھی مضطرب ہو گیا۔ آفتاب کمال نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"نایاب چیز تھی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہیے اور اس بات کی پیش گوئی کرتا ہوں میں مسٹر جہانگیر جمال کہ وہ لوگ آپ سے اس بریف کیس کو حاصل کرنے کی کوشش ضرور کریں گے کیونکہ اس گروہ کے کچھ لوگ ہاتھ آئے ہیں۔ تمام لوگ ہمارے ہاتھ نہیں آسکے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بریف کیس کس حیثیت کا حامل ہے چنانچہ جہاں اس شے کی عظیم افادیت کو مدِ نگاہ رکھا جائے۔ وہاں اس بات کو بھی نظرانداز نہ کیا جائے کہ وہ لوگ بریف کیس کے حصول کے لیے نہ جانے کیا سے کیا کر سکتے ہیں۔"

شہباز احمد نے آفتاب کمال سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"یقینی طور پر اس کا حصول ان کے لیے انتہائی ضروری ہوگا اور لے ہمارے لیے بھی ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اس طرح تو ہم بڑے باکمال ہو جائیں گے۔"

"فی الحال میں نے اُسے بینک کے لاکر میں محفوظ کر دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اس کے حصول کی کوئی کوشش خطرناک ہی ہوگی۔ آفتاب کمال کی بات سے میں بھی متفق ہوں سو فیصدی ایسا ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ یہ ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ میں کسی نہ کسی طرح بہت جلد اسے تمھارے حوالے کر دوں گا۔" شہباز احمد صاحب نے کہا۔

میں نے تمام تفصیلی رپورٹ انھیں پیش کر دی اور شہباز احمد صاحب بھی دنگ رہ گئے۔ پھر انھوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بس اب بہت زیادہ کچھ کہنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ مجھے تم سے یہی امید تھی اور ظاہر ہے اس امید کی کچھ وجوہات بھی تھیں۔"

آفتاب کمال نے کہا۔ "تو پھر اب کیا حکم ہے؟"

"میرا خیال ہے اب تم مسٹر جہانگیر جمال کو ان کی رہائش گاہ پر چھوڑ دو اور جہانگیر میری طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ کچھ عرصے آرام کرو۔ اگر کوئی ایسا [illegible] ہو جائے تو میں تمھیں اُس وقت تک زحمت نہیں دوں گا جب تک تم خود میرے پاس پہنچ کر یہ نہ کہہ دو کہ اب تم مطمئن ہو۔"

"بہت بہتر جناب۔ تاہم اس کے علاوہ میں یہ درخواست بھی کرتا ہوں آپ سے کہ اگر اس سلسلے میں آپ میری ہی ذمہ داری محسوس کریں تو تکلف نہ کریں۔" شہباز احمد مسکرا دیے اور اس کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کر لی۔ آفتاب کمال نے مجھے اسی اپالا میں میرے رہائشی فلیٹ پر چھوڑ دیا تھا۔

انا اور نرم کے جھگڑے ہوتے ہوں گے کسی نکمے کے لیے۔ یہاں تو انا کو نرم بنانے کی ناقابلِ شکست صلاحیتیں تھیں اور انا ہی کو نرم بنا لیا جاتا تھا۔ مگر یہ راز کی باتیں ہیں اور کسی سڑک چھاپ مفکر کی یہ بات کسی بڑے مفکر سے کم نہیں کہ افسری "اکڑ" اور گھوڑے کی "پچھاڑی" سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

چنانچہ شہباز احمد صاحب کے دیے ہوئے اس وقفے سے فائدہ نہ اُٹھانا حماقت تھی اور ظاہر ہے میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں تھا کہ اپنے قدیم دوستوں کو بھول جاؤں اور ان دوستوں کے لیے میں نے جو بندوبست کیا تھا وہ جون کا قول تھا اور وہ اپنے طور پر مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔ بس کمی محسوس ہوتی تھی تو میری۔ ایک طرح سے میں نے انھیں اپنا خاندان بنایا ہوا تھا جس کی کفالت کی ذمہ داری مجھ پر تھی چنانچہ ان چاروں بے روزگاروں کو تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ثابت ہوا۔ توفیق، اعجاز، جون اور کشوری میرے طلب کرنے پر اس جگہ جمع ہو گئے جہاں ہماری ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے بھی اپنی ولدیت میں میرا ہی نام لکھ لیا تھا چونکہ میرا سامنا ہوتے ہی مجھ سے اس طرح لپٹ گئے جیسے کوئی ڈیڈی قسم کے آدمی دفتر سے گھر آئیں اور بچے ان کی ٹانگوں میں گھس جائیں۔

"ابے۔ کیا بدتمیزی ہے۔ سیدھے ہو جاؤ یہ کیا بدتمیزیاں شروع کر دیں تم نے؟"

"شہنشاہ۔ جہاں پناہ، عالم پناہ آپ۔ آپ اب زیادتی کرنے پر تل گئے ہیں۔"

"تمیز سے بیٹھو اور بتاؤ تم لوگوں کے ساتھ کیا کیا زیادتیاں ہوئی ہیں؟"

"پچھلے سال سے میرے وہی تین جوڑے کپڑے چل رہے ہیں۔ جو میں نے اُس سے پچھلے سال بنائے تھے اور اگلے سال کے لیے محفوظ کر دیے تھے حالانکہ بازار میں ایسی ایسی ورائٹی آچکی ہے کہ دیکھ کر آنکھیں کھلی رہ جائیں۔ لیکن

ہم ان سے محروم ہیں۔" جون نے کہا۔

"خریداری کرا دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"اور میں نے بہت عرصے سے کسی اچھے ہوٹل میں کھانا نہیں کھایا۔" توفیق بولا۔

"لعنت ہے تجھ پر پیٹو۔ تیرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی تذکرہ نہیں ہے؟"

"یار میں نے کسی نائٹ کلب کا رُخ نہ جانے کب سے نہیں کیا۔ اے آخر تم کیا سوچ کر بیٹھے ہو۔ کیا نوکری کر کے تم بالکل ہی نوکر بن گئے۔" کشوری بولا۔

"دھیرج بھائیوں دھیرج۔ اب میں تقریباً ایک ہفتے کے لیے بالکل فری ہوں۔ تم لوگ پہلے اپنی اپنی فرمائش نوٹ کرا دو تاکہ ان کی تکمیل کے بعد کوئی منصوبہ بندی کی جائے۔"

چاروں ہڑبونگ کرنے لگے اور میں اُن کے درمیان قہقہے لگاتا رہا۔ زندگی کا یہ رُخ بلاشک و شبہ زندگی کی تمام لطافتوں سے حسین تھا۔ وہ بدبخت نہ جانے کیا چیز ہوتے ہیں جو اپنے ابتدائی وقت کو بھول کر قدیم دوستوں سے اجتناب کرنا چاہتے ہیں دراصل اس میں ایک بات اور بھی پوشیدہ ہے اگر کوئی ایسا شخص جو خاندانی طور پر پسماندہ ہو اور اس کی شخصیت کے ساتھ کوئی ایسی کیفیت وابستہ ہو جسے اپنے دوسرے دور میں اگر وہ چھپانے کا خواہش مند ہو تو سب سے پہلے وہ اپنے قدیم دوستوں سے اجتناب کرتا ہے، چونکہ وہ اس کی اصلیت سے واقف ہوتے ہیں۔ نئے دوستوں کی تشکیل کر کے وہ ان کے درمیان پیدائشی طور پر بڑا آدمی کہلانا چاہتا ہے اور ظاہر ہے اس کے چھوٹے وقت کے ساتھی اس کی کیفیت کے رازدار ہوتے ہیں چنانچہ سب سے پہلے وہ انہی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسی لاتعداد مثالیں بے شمار بڑے ناموں کے ساتھ موجود ہیں لیکن میں اپنے ان دوستوں کے ساتھ صحیح معنوں میں زندگی کے وہ لمحات گزار چکا تھا جو واقعی اپنی ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ میں بھلا ان سے کیسے اجتناب کر سکتا تھا؟ غرضیکہ ان دوستوں کے ساتھ خوب قہقہے لگتے رہے اور پھر میں نے اُن کی فرمائشوں کی فہرستیں دیکھیں اور ان فہرستوں پر اپنے نوٹس لکھ دیے، سب کے لیے بہت سی خریداری بھی کرنی پڑی تھی۔ اور اس کے لیے میرے پاس اچھا خاصا فنڈ بھی موجود تھا۔ باقی اُن لوگوں کو اور کوئی تکلیف نہیں تھی۔ جہاں تک اُن کی اپنی ذات کا معاملہ تھا تو حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس بات پر آمادہ نہیں تھا کہ اپنے طور کچھ کرے۔ بہرحال اس کی ضرورت بھی نہیں تھی آخر میں یہ سب کچھ کیوں کر رہا تھا؟ بلکہ اس سلسلے میں میں نے ایک بات اور سوچی تھی۔ بیشک شہباز احمد صاحب نے مجھ پر بہت بڑا بھروسہ کیا تھا اور میں نے اُن کے اس بھروسے کی لاج بھی رکھی تھی لیکن اپنی فطرت کی اس سرکشی کو قبر میں دفن کر دینا میرے حق میں بہتر ثابت نہ ہوتا جس نے مجھے یہ منصب دلایا تھا، اُسے برقرار رکھنا یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اپنی شخصیت کو زندہ رکھنے کے مترادف تھا چنانچہ اگر ان چار یتیموں کو جن کی ولدیت جہانگیر جمال شاہ تھی نا پالا گیا تو پھر ان کا کیا ہوگا اور انھیں بہتر زندگی دینے کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ شہباز احمد صاحب کے سپرد کیے ہوئے معاملات میں ان چاروں کے لیے فنڈ بھی اکٹھا کیا جائے۔ یہ فیصلہ میں نے بہت غور و خوض کے بعد کیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ آئندہ ان لوگوں کا خصوصی طور پر خیال رکھا جائے گا۔ انھیں بھی ایک بہتر مستقبل درکار تھا۔ جون سے اس سلسلے میں بات ہوئی تو وہ کہنے لگا۔

"آخر لوگ اس دُنیا میں آتے کیوں ہیں۔ بہتر زندگی کی تلاش میں نا۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی زندگی بسر کرے۔ اب ہمیں دیکھ لو ایک محدود خرچ ملتا ہے اور اسی میں گزارا کرنا پڑتا ہے۔ تم موجود نہیں ہوتے کہ کوئی پروگرام بنایا جائے اور تمھاری غیرموجودگی میں دل نہیں چاہتا کہ کچھ کیا جائے۔ خطرہ بھی رہتا ہے کہ سوچ لو اگر اپنی مالی پریشانیوں سے مجبور ہو کر ہم کچھ کرنے پر تل گئے اور پھنس گئے تو پھر تمھاری ہی بدنامی ہوگی ہمارا کچھ نہیں جائے گا۔"

"ابے او جون کے بچے تو کبھی جوان ہوگا یا نہیں؟"

"کیا ضرورت ہے جوان ہونے کی، جس کا باپ زندہ ہو اُسے جوان ہونا ہی نہیں چاہیے۔"

"او۔۔۔ او دیسی عیسائی یہ سمجھ لے کہ تیری اپنی ہی پوزیشن خراب ہو رہی ہے یہ سارے الفاظ کہہ کر۔"

"چھوڑ یار پوزیشن کا خیال رکھے آدمی تو پیٹ کیسے بھرے؟"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب بکواس کرنے کی ضرورت نہیں تم لوگ اپنی اپنی ضرورتیں پوری کر چکے اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"آہ میری ضرورت ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔" کشوری نے کہا۔

"جی جی فرمائیے۔۔۔ فرمائیے۔"

"ایک خوبصورت نائٹ کلب جس میں انتہائی خوبصورت پروگرام ہو رہے ہیں۔ اخبارات ان پروگراموں کی تعریفیں کرتے کرتے نہیں تھکتے اور ہماری آنکھیں اُسے دیکھنے سے محروم ہیں۔"

"کون سا کلب ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پوپو..." کشوری نے عجیب سا منہ بنا کر کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہنسنے کی بات نہیں واقعی پوپو" وہ بولا۔

"او ہو وہ جو ساحل سمندر پر تعمیر ہو رہا تھا، کیا اُس کا آغاز ہو گیا؟"

"اب آج تو ہو گیا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"چلیں گے ضرور چلیں گے" میں نے کہا اور کشوری لمبی لمبی چھلانگیں مارنے لگا۔ وہ بہت خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ تیاریاں ہو گئیں اور اس کے بعد ہم لوگ پوپو کلب چل پڑے۔ ساحل سمندر پر یہ انتہائی حسین عمارت بنائی گئی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا اور تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اسی مناسبت سے وہاں کے پروگرام تھے۔ ہم لوگوں کو ایک سیٹ حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور ہم پوپو کے خوبصورت پروگرام سے محظوظ ہونے لگے۔ جوان، کشوری، توفیق اور اعجاز ہر قسم کی تفریحات میں حصہ لے رہے تھے۔ ایک غیر ملکی گلوکارہ نے اسٹیج پر آ کر کچھ نغمے پیش کیے اور اس کے بعد اس نے لوگوں کو رقص کی پیشکش کی۔ چوبی فرش آہستہ آہستہ بھرتا چلا گیا۔ یہ چاروں افراد خوبصورت لباس پہن کر آئے تھے اور ان کا پورا پورا پروگرام تھا کہ ہر تفریح میں حصہ لیں گے۔

[illegible] یا تو ان کی بختی کہا جا سکتا ہے یا پھر پوپو کی روایات کہ ان میں سے کوئی بھی اپنی ہم رقص سے محروم نہ رہا۔ اعجاز نے چلتے چلتے مجھ سے کہا۔

"یار کیا بدذوقی ہے تمہیں یہاں اپنے معیار کی کوئی ہم رقص نظر نہیں آئی؟"

"تم جاؤ اپنا کام کرو، میرا معیار میرے سامنے آ جائے گا"

"رقص نہیں کرو گے۔ رقص نہیں کرو گے" میں ایک لمحے کے لیے متحیر رہ گیا تھا۔ دعوت دینے کا یہ انداز نرالا تھا تاہم میں آہستہ آہستہ اُس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔

"تم جیسی ہم رقص اگر دعوت دے تو اس دعوت کو ٹھکرانا میرے لیے ممکن نہیں ہے"

"براہِ کرم جلدی۔ براہِ کرم جلدی کچھ ہو نہ جائے" اُس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ چوبی فرش کی جانب گھسٹتا چلا گیا۔ اُس کے گھسیٹنے کے انداز میں دلکشی اور نرمی تھی لیکن میں جس طرح اُس کے ساتھ جا رہا تھا اُس سے یہی اظہار ہوتا تھا جیسے وہ بآسانی مجھے کھینچے لیے چلی جا رہی ہو۔ چوبی فرش پر پہنچ کر وہ جوڑوں کے درمیان اندر سے اندر جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی تبھی مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ کسی سے خوفزدہ ہے تاہم میں نے اُسے سنبھال لیا اور ہم رقص کے ہلکورے لینے لگے۔ اس کے چہرے پر پھیلا ہوا خوف مجھے عجیب سے احساسات کا شکار کر رہا تھا اور اُس کی نگاہیں ہال میں بھٹک رہی تھیں۔ میں نے اُسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

"بے شک تمہارے رقص کے قدم غلط نہیں ہیں لیکن رقص کرنے کے اس انداز کو کوئی بھی محسوس کر سکتا ہے۔ کیا تم کسی سے خوفزدہ ہو؟"

"ہاں۔ مجھے معاف کرنا میں نے اپنے مقصد کے لیے تمہارا سہارا لیا ہے"

"اس مقصد کی تکمیل بآسانی ہو جائے گی اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ تمہیں کیا خوف ہے؟"

"کچھ لوگ۔ کچھ لوگ میرے ساتھ زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ... وہ میرے دشمن ہیں۔ نہ جانے کیوں وہ میرے دشمن بن گئے ہیں۔ بمشکل تمام جان بچا کر یہاں گھس آئی ہوں اور اب ان سے محفوظ رہنا چاہتی ہوں"

"یہاں اس ہال میں موجود ہیں وہ؟"

"نظر تو نہیں آ رہے لیکن میرا پیچھا کرتے ہوئے اس ہوٹل تک، میرا مطلب ہے پوپو نائٹ کلب تک پہنچے ہیں اور اندر بھی داخل ہوئے تھے"

"اُن کے چہروں کی شناخت کرا دو، تمہیں پورا پورا تحفظ فراہم کیا جائے گا" لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ واقعی دلکش رقص کر رہی تھی اور اُس کے بدن سے اٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو مسحور کن تھی۔ وہ خوشبو شاید اس لیے اور زیادہ دلکش ہو گئی تھی کہ وہ خود ایک دلکش شخصیت تھی ورنہ بعض جسموں پر نہ لباس سجتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور چیز... ہم رقص کرتے رہے۔

رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا اور میں اسے لیے ہوئے اپنی میز پر آ گیا۔ وہ اُلجھی اُلجھی سی تھی۔ میرے چاروں ساتھی ذہین تھے۔ وہ میری پسند کے شناسا تھے اور جانتے تھے کہ کیسی لڑکیوں کے ساتھ میں تنہائی پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میری میز کی طرف کوئی نہیں آیا تھا۔

میں نے اسی کے لیے کرسی گھسیٹی تھی اور وہ تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

"اب بتاؤ تمہارے لیے کیا منگواؤں؟"

"ٹیکسی!" اس نے بے اختیار کہا۔

"یہ کسی شراب کا نام ہے یا کسی اور مشروب کا؟"

"اوہ۔ سوری۔ میں جانا چاہتی ہوں"

"اس دنیا سے؟" میں نے پوری سنجیدگی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں"

"کیا وہ باہر تمہارے منتظر نہ ہوں گے؟" اس کے چہرے کا رنگ پھر بدل گیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ میں نے پھر کہا "اس جلد بازی کے بجائے اگر تم کچھ اطمینان کرو تو میں تمہارا بھرپور ساتھ دے سکتا ہوں اور تمہیں وہاں چھوڑ سکتا ہوں جہاں تم چاہو"

"کیا یہ زیادہ نہ ہو جائے گا؟"

"مطلب؟"

"تم شاید رقص کرنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ میری وجہ سے تم نے رقص کیا اور... اور... اب... اس سے زیادہ تمہیں تکلیف دینا مناسب نہیں"

"میں چاہتا ہوں تم مجھے تکلیف دو"

"اس کے صلے میں، میں تمہیں کیا دے سکوں گی؟"

"میں خود تمہیں تکلیف دے کر حساب برابر کر دوں گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پہلی بار شاید اس نے بغور میرا جائزہ لیا پھر بولی۔

"جو دل چاہے منگا لو" میں نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر اسے ایک عمدہ مشروب کا آرڈر دے دیا۔

"اب کچھ تفصیل ہو جائے"

"ضروری سمجھتے ہو؟"

"نہیں!" میں نے اطمینان سے کہا اور وہ خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"بس یوں سمجھ لو میں ایک عجیب مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں"

"وہ کون لوگ ہیں، جو تمہارے دشمن بن گئے ہیں؟"

"میرے لیے اجنبی ہیں"

"کیا چاہتے ہیں؟"

"شاید مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں"

"میں ایسا نہ کرنے دوں گا"

"کیا تم لڑائی بھڑائی کے فن سے واقف ہو؟"

"تم جیسی حسین لڑکی کے لیے ہر شخص لڑ سکتا ہے"

"دل پھینک معلوم ہوتے ہو۔ کیا نام ہے؟"

"دل پھینک!" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔

"اچھا نام ہے۔ اب تم مجھ سے میرا نام پوچھو گے"

"نہیں۔" میں نے پھر کہا اور وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اور اگر تمہیں میرا نام لے کر پکارنے کی ضرورت پیش آ جائے تو مجھے کس نام سے پکارو گے؟"

"سائیکی۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیل گئے۔ پھر اس نے کہا۔

"واہ، اس نام سے کیوں پکارو گے مجھے؟"

"کیونکہ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں اسی یونانی حسینہ کا تصور ابھرتا ہے جس کے نام کے ساتھ بہت سی حسین داستانیں وابستہ ہیں" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

"بہت رومان پسند معلوم ہوتے ہو۔ ویسے چلو ٹھیک ہی ہے۔ نہ تم نے مجھے اپنا نام بتایا۔ نہ میں نے۔ اور جانتے ہو اس کا مقصد کیا ہوتا ہے؟"

"کیا؟"

"یہ کم از کم تم مجھ سے متاثر نہیں ہوئے اور ان لمحاتی واقعات کو لمحاتی ہی رہنے دینا چاہتے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم ایک دوسرے سے خود کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں"

"کیا ان میں طوالت بھی پیدا ہو سکتی ہے" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں پلیز نہیں۔ میرے بارے میں کسی غلط انداز میں نہیں سوچنا۔ میں کوئی غلط لڑکی نہیں ہوں۔ ویسے میں خود کو لڑکی کہنا بھی نہیں چاہتی، کیونکہ میری عمر ستائیس سال کے قریب ہو چکی ہے"

"مس ہو یا مسز؟"

"نہیں، صرف سائیکی" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ چہرے اور بدن کی مناسبت سے اُس کی ہنسی بھی دلکش تھی اور وہ مجھے بار بار ہنستی ہوئی اچھی لگ رہی تھی۔ تاہم اُس کے ان الفاظ پر میں نے اسے بغور دیکھا، درحقیقت لڑکیاں یا خواتین اپنی عمر نہیں بتاتیں۔ لیکن اُس نے اپنی عمر ستائیس سال بتائی تھی، اور میں نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ حالانکہ دلکشی کے لحاظ سے وہ بہت کم سن تھی۔

مشروب آ گیا۔ اب وہ مطمئن ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن اُس کے چہرے پر بھٹکتے بھٹکتے سے خوف کے آثار آ ہی جاتے تھے۔ میں نے اُس سے کہا۔

"ڈیئر سائیکی۔ تم اگر چاہو تو یہاں سے باہر بھی میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں تم سے بالکل نہیں پوچھوں گا کہ وہ کون لوگ ہیں جو تمہارے دشمن بن گئے ہیں اور کس لیے بن گئے ہیں، کیونکہ تم یہ بتانا نہیں چاہتیں۔ لیکن بہرطور میں تمہاری زندگی کا خواہش مند ہوں" وہ مشروب کے سپ لیتی ہوئی کسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گہری سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ایک کام کر سکتے ہو؟"

"بالکل کر سکتا ہوں۔"

"اُفوہ۔ کام تو پوچھو۔ حد سے زیادہ خود اعتماد معلوم ہوتے ہو۔"

"تمہارے لیے میں ہر وہ کام کر سکتا ہوں جو تمہاری آرزو ہو۔ اور اس سلسلے میں آمادگی کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔"

"مجھے ایک رات کے لیے پناہ دے دو۔"

"واہ میں تمہیں ہزار راتوں کے لیے پناہ دے سکتا ہوں۔"

"سوچ لو۔ کانٹوں کے بستر پر لوٹنا ہوگا۔" لڑکی نے کہا۔

"یہ فیصلہ بعد میں کیا جا سکتا ہے کہ بستر کانٹوں کا ہوگا یا پھولوں کا۔"

"نہیں۔ میں نے تم سے ایک درخواست کی تھی کہ مجھے بدکردار نہ سمجھنا۔ ہاں البتہ ہم دوست کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔"

"کیا میرے ان الفاظ میں تمہارے بدکردار ہونے کا کوئی تصوّر جھلکتا ہے؟"

"نہیں پھر بھی تم ایک مرد ہو۔" اس نے کہا۔

"تم جیسی حسین خواتین کو دوست بنا لینا بھی خوش بختی کا باعث ہوتا ہے۔"

"یقین کرو۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"میں نے یقین کر لیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ نڈھال نڈھال سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"ہو سکتا ہے آنے والا وقت، ہمارے درمیان زیادہ سے زیادہ تعلقات بڑھا دے۔ اس وقت میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی۔"

"میں تمہارے بارے میں سب کچھ جان چکا ہوں اور اس سے زیادہ کچھ جاننا نہیں چاہتا۔" میں نے کہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رقص کا دوسرا راؤنڈ شروع ہوا تو میرے چاروں دوست اسی میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اُس سے کہا۔

"ناچو گی؟"

"اب نہیں۔ یہ پہلے مجبوری تھی۔ ویسے تم اگر حکم دو گے تو میں مان جاؤں گی۔"

"ہرگز نہیں۔ حکم دینے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور ہم رقص سے لطف اندوز ہوتے رہے وہ بولی۔

"تم تنہا ہو، یا کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ؟"

"میرے کچھ دوست ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں؟"

"رقص کر رہے ہیں۔"

"تو پھر میرے بارے میں کیا سوچا تم نے؟"

"تمہارے بارے میں میرے خیالات بہت اچھے ہیں۔"

"شرارت نہیں۔ پلیز یہ بتاؤ، ہے کوئی ایسی جگہ جہاں تم مجھے ایک رات کے لیے پناہ دے دو۔"

"مطمئن رہو۔ تمہیں پریشانی نہیں ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ اس کے بارے میں متجسس ہو گیا تھا۔ کون ہے کیا چاہتی ہے۔ اس سے قبل بھی میں کچھ حسیناؤں کی مدد کر چکا تھا۔ بعد میں مجھے خود مدد کی ضرورت پیش آ گئی تھی لیکن رفاہی کام تو کرنے ہی پڑتے ہیں۔ اس کی دوستی نہ جانے کس کام آ جائے۔

"کتنی دیر میں اُٹھو گے؟"

"جلدی ہے؟"

"بس گھبراہٹ ہے مجھے۔ یہاں سے کہیں اور چاہو تو چل سکتے ہو۔ کم از کم اندازہ ہو جائے گا کہ وہ لوگ میری تاک میں ہیں یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ بس دوسرے راؤنڈ کے بعد اُٹھ جائیں گے۔" میں نے کہا اور اس نے کُرسی کی پُشت سے گردن ٹکالی۔ دوسرے راؤنڈ کے اختتام کے بعد میں نے توفیق کو اشارہ کیا اور وہ دانت نکالے شرماتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ غالباً سمجھ رہا تھا کہ میں اس کا تعارف اس حسینہ سے کرانا چاہتا ہوں۔

"ہیلو۔" اس نے بڑے دلربایانہ انداز میں کہا۔ "میرا نام توفیق ہے۔"

"جب تک چاہو یہاں رہو اس کے بعد ٹیکسی سے واپس چلے جانا۔ میں ذرا ان خاتون کے ساتھ جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ ہاں ٹھیک ہے۔" توفیق بددل ہو کر بولا۔ اور پھر میری طرف سے کوئی اور پیشکش نہ پا کر وہ واپس چلا گیا۔ میں نے بل طلب کر لیا اور ادائیگی کرنے کے بعد اُٹھ گیا۔ لڑکی میرے ساتھ تھی ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میرا ایک ہاتھ جیب میں تھا جس میں اعشاریہ سات دو کا آٹومیٹک ریوالور موجود تھا۔ اب ایسی چیزیں ساتھ رکھنے کی عادت ہو گئی تھی اور یہ عادت سودمند ہی ثابت ہوتی تھی۔ بہرحال لڑکی کی بات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے اپنے

دشمنوں کے بارے میں درست ہی کہا ہو۔

پارکنگ لاٹ پر میں نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور دوسری طرف کے دروازے کا بٹن دبا دیا۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئی اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ کچھ دُور جانے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ دو روشنیاں ہمارے تعاقب میں ہیں۔ میں نے یقین کرنے کے لیے ایک لمبے سنسان راستے کا انتخاب کیا۔ دونوں روشنیاں بدستور ساتھ لگی ہوئی تھیں۔

"سائیکی۔" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں۔ کچھ کہا۔"

"ہاں۔ پولوٹنگ کیسے آئی تھیں؟"

"ٹیکسی سے۔"

"وہ لوگ کیسے تعاقب کر رہے تھے؟"

"کار میں تھے۔"

"کار کا رنگ دیکھا تھا؟"

"ہاں وہ مسٹرڈ کلر کی ٹویوٹا تھی۔" اس نے کہا اور چونک کر پیچھے دیکھنے لگی۔ ایک بار پھر اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے تھے۔ "اوہ... کیا... کیا...؟"

"ہاں مسٹرڈ ٹویوٹا پیچھے آ رہی ہے، انھیں کچھ سبق دینا ہے یا چھوڑ دیا جائے؟"

"نہیں خدا کے لیے کوئی جھگڑا مول نہ لو۔ بس یہ رات گزر جانے بعد میں، میں... میں خود دیکھ لوں گی۔"

"او کے۔ پھر بھی ہم انھیں ساتھ لے کر گھر نہیں جا سکتے۔" میں نے کہا اور ایک چوڑی گلی پر تیزی سے کار گھما دی۔ لیکن سڑک کے بجائے میں نے کار پیچھے کچے راستے پر اُتار کر فوراً روشنیاں بجھا دیں اور انجن بند کر دیا۔ لڑکی کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

"کک کیا... کیا ہوا؟" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ میرا پستول میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ مسٹرڈ کار نے چوڑی گلی گھومی تھی اور پھر اُس کے بریک چرچرائے تھے۔ آگے کوئی کار نہیں تھی اور انھیں ہمارے رُک جانے پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ جیسے ہی رُکے میرے پستول سے دو فائر ہوئے اور ساتھ ہی مسٹرڈ کار کے دونوں پچھلے ٹائر برسٹ ہو گئے۔ میں نے سیلف لگا کر کار اسٹارٹ کی اور فوراً اسے سڑک پر لا کر ایکسلریٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ کار نے لمبی چھلانگ لگائی اور اس کے بعد ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ لڑکی نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ جما دیے تھے۔ مسٹرڈ کار کا میں نے معقول بندوبست کر دیا تھا اس لیے اب اس کے تعاقب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لڑکی کسی قدر مطمئن نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"تم بہت ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"کیوں؟"

"تم نے بہت عمدگی سے انھیں ناکارہ کر دیا۔"

"شکریہ۔ اب یہ بتاؤ تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"میں کچھ نہیں۔"

"یہ احساس ہو جانے کے بعد کہ اب تمہارا پیچھا تمہارے دشمنوں سے چھوٹ گیا ہے۔ تمہارا دوسرا قدم کیا ہوگا؟" میرے ان الفاظ پر وہ سوچ میں ڈوب گئی پھر کچھ دیر کے بعد بولی۔

"میں جن حالات کا شکار ہوں ان کے تحت میں خود کو خطرات سے دُور نہیں سمجھتی۔ ہاں اگر تمہیں میرے سلسلے میں کچھ اُلجھن درپیش ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"اب میں کہوں گا کہ میں سمجھا نہیں۔"

"تم مجھ سے ایک رات کی پناہ کا وعدہ کر چکے ہو۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تمہارے خیالات جاننا چاہتا تھا۔" میں نے کہا اور وہ گردن موڑ کر مجھے دیکھنے لگی پھر مسکرا دی۔

"تم واقعی ایک آئیڈیل انسان ہو۔ چالاک پھرتیلے اور زندگی سے بھرپور۔"

"مزید شکریہ۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کار کا رُخ میں نے اپنے فلیٹ کی طرف کر لیا تھا۔ شہباز احمد کے عشرتِ احاطہ میں یہ فلیٹ بھی شامل تھا اور میں نے اسے خصوصی طور پر ڈیکوریٹ کیا تھا۔ اس کے بارے میں میرے ان چاروں دوستوں کو بھی نہیں معلوم تھا۔ ویسے بھی سارے راز کسی کو نہیں دیے جا سکتے تھے کیونکہ اب جس پیشے سے میرا تعلق تھا اس کے اہم مسائل میرے سامنے آ چکے تھے اور میں اس کے اسرار و رموز جانتا تھا۔ اس کے علاوہ تجربات نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ایک لمحہ چوک جانے تو اس کے نتائج بڑے بھیانک ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنی زندگی کا یہ اہم ترین تجربہ مجھے یاد تھا جب اسی لڑکی کی مانند ایک نے مجھے دھوکا دیا تھا اور میری کوٹھی میں پہنچ کر جناب تیمور جمال کو ایک ایسی مصیبت میں گرفتار کر دیا تھا کہ اگر میں زبردست پیمانے پر اس کے خلاف کارروائی نہیں کرتا تو جناب تیمور صاحب کی ساری عزّت خاک میں مل جاتی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس نے مجھے بے ہوش کر کے تیمور جمال صاحب کی تجوری سے ایک اہم راز چرا لیا تھا بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ وہی لڑکی مجھے اس زندگی میں لانے کا باعث بنی تھی۔

چنانچہ اس تجربے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے فلیٹ کی ڈیکوریشن اس طرح کی تھی کہ اگر کوئی اس فلیٹ کے چپّے چپّے کی تلاشی لے ڈالے تب بھی اُسے ایسی کوئی چیز دستیاب نہ ہو جس سے میری شخصیت منظرِ عام پر آ جائے اور اس قسم کے معاملات کے لیے یہ فلیٹ بہترین تھا۔ وہ میرے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوئی اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے وہی لمحات یاد آ گئے۔ بہر طور احتیاط ضروری تھی اور پھر یہ لڑکی تو سو فیصدی پُراسرار تھی۔ اس نے مجھے نہ اپنے ان دشمنوں کے بارے میں بتایا تھا جن سے خوفزدہ ہو کر وہ میری پناہ میں آئی تھی اور نہ ہی مجھے اپنے بارے میں کچھ تفصیلات بتائی تھیں تاہم میں یہ تفصیلات جاننے کا خواہش مند تھا لیکن اب اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اپنے فلیٹ کی پُرکشش ڈیکوریشن اور اس ڈیکوریشن میں ایک حسین اضافے کو نظر انداز کر دیتا اور دوسرے چکروں میں پڑ جاتا۔

وہ میرا فلیٹ دیکھ کر بہت متاثر ہوئی تھی، اس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہاں تم اکیلے رہتے ہو؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"یہ ایک دلچسپ سوال ہے جس کا جواب دینے کے لیے غور کرنا پڑے گا۔"

"نہیں میرا مطلب ہے تمھارے اہلِ خاندان؟"

"اہلِ خاندان تو ہیں۔ لیکن میں ان کے درمیان رہنے کا اہل نہیں ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

"ہر سوال کیوں سے شروع ہوتا ہے اور اب اس کیوں کا کیا جواب دوں میں؟"

"تم درحقیقت بہت چالاک ہو۔ بدلہ لے رہے ہو مجھ سے۔ جس طرح میں نے تمھیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا اسی طرح تم بھی اپنے آپ کو مجھ سے چھپانے کے خواہش مند ہو۔"

"اصولی طور پر یہ غلط تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے نا۔" وہ ایک محبوبانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"آہ یہاں یہ کیوں میرے مُنہ سے نکلنے والا ہے، کیا اسے روک دوں۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"مطلب یہ ہے کہ میں تو ایک مشکل کا شکار ہو کر تمھارے پاس پہنچی اور میرے لیے یہ مشکل ناگزیر تھی۔ تم بڑی دلچسپی سے پولو کی تفریحات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اور تمھاری زندگی میں ایسا کوئی دشمن نہیں ہے اس لیے تمھارا اپنے آپ کو چھپانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"بس یہی تو راز ہوتے ہیں انسان کی زندگی میں۔ جو وہ دوسروں کو دینا پسند نہیں کرتا۔"

"خیر میں تم کو مجبور نہیں کروں گی۔ بس ایسے ہی یہ سوال کر لیا تھا تم سے۔ حالانکہ اتفاقیہ طور پر تم تک جا پہنچی تھی۔ تم ہی میرے سامنے آئے تھے۔ تمھاری جگہ کوئی اور ایسی شخصیت نظر آ جاتی جس سے مجھے یہ امید ہوتی کہ وہ میری مدد کرے گی تو میں اُسے بھی نظر انداز نہ کرتی۔ لیکن تم واقعی قریب سے دیکھنے پر بہت دلکش، بہت پُراسرار اور بہت عجیب نظر آئے ہو مجھے۔" اس نے کہا۔

"دلکش، پُراسرار اور عجیب۔ اس کا مطلب ہے کہ میں تمھاری توجہ اپنی جانب مبذول کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

وہ پھر ہنس پڑی اور چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"اس فلیٹ میں کسی عورت کا گزر نہیں معلوم ہوتا۔"

"اب تو ہے۔"

"ہاں۔ اور میں پریشانی کا شکار ہوں۔"

"وجہ؟"

"تمھارا کیا خیال ہے کیا یہی لباس پہن کر مجھے یہ رات یہاں گزارنا ہو گی؟"

"اوہو۔ واقعی بڑی کمی ہے اور کیونکہ میں اس قسم کے واقعات کا عادی نہیں ہوں اور مجھے یہ بات بالکل نہیں معلوم تھی کہ ایک حسین خاتون کسی دن اس طرح حالات کا شکار ہو کر اس بدنما سے فلیٹ میں آئیں گی اور انھیں لباس کی ضرورت ہو گی۔ کاش میں یہ کمی پوری کر لیتا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"کمی پوری کی جا سکتی ہے۔"

"کیسے؟"

"کیا تمھارے پاس ایک بھی فالتو سلیپنگ سوٹ نہیں ہو گا؟"

میری آنکھوں میں چمک آ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی فالتو سلیپنگ سوٹ ہوتا تو میں تمھیں قطعی نہ دیتا۔"

"کیا مطلب؟"

"فالتو چیزیں ایسے لوگوں کو دی جاتی ہیں، جن کی شخصیت کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تم جیسی حسین خواتین کو قیمتی سے قیمتی چیز بڑی نیاز مندی سے پیش کی جانی چاہیے اور کوئی بھی قیمتی چیز فالتو نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر تم میرا لباس پہننا پسند کرو، تو تمھارے جانے کے بعد میں اس لباس کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھوں گا اور ایک یادگار کے طور پر وہ ہمیشہ میرے لیے باعثِ کشش رہے گا۔"

"تمھاری باتوں میں شرارت بھی ہے اور دلکشی بھی۔ براہِ کرم مجھے ایک لباس دے دو۔" اس نے کہا اور میں کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے اس کے لیے ایک خوبصورت سلیپنگ سوٹ نکالا اور اُسے دیتا ہوا بولا۔ "بعض چیزیں بڑی عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ لیکن ڈیڑھ سائیکی ان کی تقدیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً یہ لباس تمھارے جسم پر ڈھیلا ڈھالا ہو گا اور تمھیں اس میں دقت ہو گی۔ لیکن اب یہ اس لباس کی تقدیر ہے۔ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

وہ مسکراتی ہوئی ملحقہ غسل خانے کی جانب چلی گئی تھی اور میں صوفے پر دراز ہو کر آنے والے دلکش لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ویسے ذہن میں پیدا ہونے والے تجسس کو نظر انداز کرنا اب ممکن نہیں رہا تھا۔ پہلے یہ بات نہیں تھی۔ جب زندگی کے کھنڈر سے دور میں تھا تو کبھی ایسے لمحات پر غور نہیں کیا کرتا تھا اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی تصور ہوتا۔ ایک حسین اور دلکش تصور۔ لیکن موجودہ حالات میں ہر تصور کی دلکشی کے ساتھ اُس کی گہرائیاں بھی ذہن کی گہرائیوں پر اُتر آتی تھیں۔ کون ہے یہ لڑکی اور کیا چاہتی ہے۔ حالانکہ مسٹر ڈکلر کی کار میں جو لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے، وہ میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہے تھے اس کے باوجود اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ لڑکی میرے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ البتہ فلیٹ پر ایسا کوئی خطرہ درپیش نہیں تھا، سوائے زندگی کے خطرے کے۔ اور اس کا جائزہ میں لے سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لڑکی باتھ روم سے برآمد ہو گئی اور میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ اُس کی دلکشی میں تو پہلے بھی کوئی کلام نہیں تھا۔ لیکن میرے اس ڈھیلے ڈھالے سلیپنگ سوٹ نے اس کے حسن کو جو نکھار بخشا تھا وہ ناقابلِ بیان ہے، گو اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ لڑکی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے، لیکن میں خود بھی کافی حد تک محتاط تھا۔ ڈھیلے ڈھالے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس لڑکی مجھے اس طرح دیکھتے پا کر مسکرا دی اور بولی۔

"عجیب لگ رہی ہوں نا؟"

"ہاں۔ اس سے پہلے اس لباس کو میں نے اتنی گہری نگاہ سے نہیں دیکھا تھا حالانکہ یہ کئی بار میرے جسم پر آ چکا ہے لیکن یوں لگتا ہے کہ اسے اس کی صحیح جگہ نہیں ملی تھی۔"

"کچھ کھلاؤ مجھے۔" اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ بڑی اپنائیت تھی اس کے اس انداز میں۔ اور زندگی کے لاتعداد تجربات میں یہ ایک انوکھا تجربہ میری زندگی میں ایک انوکھی حیثیت رکھتا تھا۔ عورت کے اندر اگر محبوبیت کے ساتھ ساتھ اپنائیت بھی پیدا ہو جائے تو پھر مرد کے لیے بڑی مشکلات پیش آ جاتی ہیں اور اس کا ذہن بھٹکنے لگتا ہے۔ یہاں اس فلیٹ میں کھانے پینے کی لاتعداد اشیاء موجود تھیں۔ فرج پھلوں وغیرہ سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ میں کچن کی جانب بڑھ گیا اور فرج کھول کر اس میں موجود اشیاء کا جائزہ لینے لگا۔ تب ہی مجھے اپنے عقب میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ گھوم کر دیکھا تو وہ حسینہ موجود تھی، اندر آئی اور کہنے لگی۔

"ہٹو پیچھے۔"

"کیوں؟"

"مردوں کو عورتوں کا کام نہیں سنبھالنا چاہیے۔"

"فرمائش تو تم نے ہی کی تھی۔" میں مسکرا دیا۔

"ہاں دراصل اجنبی ہوں نا اس لیے۔" اس نے کہا اور میں نے اُسے جگہ دے دی۔ پھر اس نے کافی کے لیے پانی چڑھا لیا اور اس کے بعد فرج کو اُلٹ پلٹ کرنے لگی۔ میں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر اُسے دیکھنے لگا تھا۔ تیمور جمال صاحب نے تو مجھ سے رابطے منقطع کر ہی لیے تھے اور درحقیقت یہ ایک ظلم تھا۔ ایک گھریلو انسان بننے کے لیے مجھے بہر طور گھر والوں کا سہارا درکار تھا، لیکن اُنھوں نے مجھ سے میرے یہ حقوق چھین لیے تھے۔ کچھ غلطیاں میری بھی تھیں۔ لیکن ان کے نتیجے میں جو سزا مجھے دی گئی تھی وہ بہت زیادہ تھی البتہ اس وقت میں ان کی دی ہوئی سزا کو دعائیں دے رہا تھا جس نے زندگی میں نئے نئے اور انوکھے رنگ بکھیر دیے تھے۔

اس نے کھانے پینے کی اشیاء تیار کیں اور پھر ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمت رکھی ہوئی ٹرالی میں سجا کر میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"آئیے۔" اور میں اس کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ وہ کہنے لگی۔

"یہ زندگی درحقیقت بہت دلکش ہے۔ مگر میں کیا کروں۔ بعض اوقات انسان سے اس کی تمام خواہشات چھین لی جاتی ہیں۔"

"ایسا کوئی تذکرہ نہ کرو ڈیئر سائیکی، جو ذہن میں تجسس پیدا کر دے اور اس کے بعد طبیعت میں اضمحلال پیدا ہو جائے اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ جس شخص سے وہ اتنی اپنائیت محسوس کر رہا ہے وہ اپنے بارے میں کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اور خاموشی سے صوفے پر بیٹھ کر کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"کھاؤ۔"

میں نے اس کی اس خواہش پر عمل کیا تھا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ خاموشی سے کھانے میں مصروف رہی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ بھی لیتی جا رہی تھی وہ۔ ڈھیلے ڈھالے سلیپنگ سوٹ میں اس کی دلکشی ناقابل بیان تھی، اور پھر اس طرح اس کی اپنائیت کا اظہار میرے لیے بہت ہی انوکھا تھا، چند لمحات کے بعد وہ بولی۔

"کسی سے ہلکا پھلکا تعارف ہو جانا الگ بات ہے اور اس کے بعد اسے اپنی زندگی کے اہم ترین رازوں میں شامل کر لینا دوسری بات۔ ہمارا تعارف واقعی بہت ہلکے پھلکے انداز میں ہوا تھا، جیسا کہ میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں کہ تمھاری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو میں اس وقت اپنی جان بچانے کے لیے اس کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتی، لیکن اب یہ محسوس ہو رہا ہے کہ تم کچھ زیادہ ہی داخل ہو گئے ہو میری زندگی میں۔ لیکن مجھے وقت دینا ہو گا تمھیں، سوچنے کے لیے۔ میں تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔ میں جانتی ہوں تمھیں اس سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں ہو گی اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ بتانا تم پر احسان۔ بلکہ احسان تو تم نے مجھ پر کیا ہے کہ مجھے سہارا دیا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ ہماری زندگی کے یہ لمحات کچھ آگے بڑھ جائیں۔ ہو سکتا ہے میں تمھارا مزید سہارا لینے پر مجبور ہو جاؤں۔ میری تو ایک اُلجھن ہے، ایک پریشانی ہے ایک مجبوری ہے کہ میں تمھیں اپنے بارے میں بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ لیکن کیا تم بھی اپنے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"یہاں تم فطرت کی بات کہہ سکتی ہو۔ جب تم مجھ پر اعتبار کر لو گی تو میں بھی تمھیں اپنے بارے میں بہت سی تفصیلات بتا دوں گا۔" اس نے خاموشی سے گردن ہلائی اور کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے عارضی طور پر ہمارے درمیان یہی رشتہ قائم رہنے دو، مجھے یقین ہے کہ تم اس کا برا نہیں مانو گے۔"

"میں نے اب تک اس کا برا نہیں مانا۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں اسی قسم کی گفتگو کرتے رہے۔ کافی کا دور ختم ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے لہرانے لگے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"غالباً تمھیں نیند آ رہی ہے؟"

"ہاں، بس کیا کہا جائے ان معاملات کے بارے میں۔ ہزاروں بار کہا جا چکا ہے، نیند اور سولی کا تصور بھی بارہا پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ میں شدید ذہنی انتشار کا شکار ہوں لیکن آنکھیں بوجھل ہونے لگی ہیں۔"

"تو پھر تکلف کیوں کر رہی ہو، آرام کرو۔" میں نے کہا، اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"یوں تو ہر کمرہ خوابگاہ بن سکتا ہے۔ لیکن تم اطمینان سے میری خوابگاہ میں آرام کرو۔" میں نے اُسے ساتھ لیا اور اپنی خوابگاہ کی جانب بڑھ گیا۔

مہمان یوں بھی قابل احترام ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی اقسام مختلف ہوتی ہیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں، جو باقاعدگی سے مہمان بنتے ہیں اور میزبان کے اوپر کچھ فرائض عاید ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ میزبان ان کے آرام کا پورا پورا خیال رکھے، جو مہمان حادثاتی مہمان ہوتے ہیں وہ ان کی اخلاقیات پر منحصر ہے کہ وہ صاحب خانہ کو کس حد تک پریشان کرتے ہیں۔ خوابگاہ میں داخل ہونے کے بعد اس نے ایک پُر اخلاق مہمان ہونے کا ثبوت دیا اور کسی بھی طور یہ پسند نہ کیا کہ اس کی وجہ سے مجھے کوئی تکلیف ہو۔ چنانچہ میں نے بھی شانے ہلا دیے۔ ظاہر ہے اب میں بھی اتنا بااخلاق نہیں تھا۔ ایک تکلفاتی پیشکش دیگر چیز ہوتی ہے لیکن اس کے پس پردہ بھی بہت سے سوالات کارفرما ہوتے ہیں اور ان سوالات کا صحیح جواب رضامندی ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی اخلاقی برتری قبول کر لی اور اس قسم کے پُرخلوص مہمانوں کو ہر اس چیز کی اجازت ہوتی ہے جو ان کے لیے پسندیدہ ہو۔ بلکہ اگر سماجی اجازت

دے تو اپنے گھر کے دروازوں پر ایک بورڈ آویزاں کر دیا جائے کہ بااخلاق مہمانوں کے لیے یہ دروازے ہمیشہ ہمیشہ کھلے ہیں اور انھیں حق حاصل ہے کہ وہ آئیں اپنی پسند سے وقت گزاریں اور اس کے بعد بغیر بتائے ہوئے چلے جائیں۔ شرط یہ ہے کہ مہمانوں کا معیار پر پورا اُترنا ضروری ہے۔ زمانہ قدیم میں شہنشاہوں، بادشاہوں یا شہزادوں یا شہزادیوں کو صبح کی آمد کا پیغام دینے کے لیے کنیزیں بربط بجاتی تھیں اور صبح کے نغمے گایا کرتی تھیں، چڑیوں کی حسین آوازوں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ تب شہزادگان عالی آنکھیں کھولتے تھے اور اس کے بعد ان کی صبح اور روزمرہ زندگی کا آغاز ہوتا تھا۔ وہ وقت تو زمانہ جدید کو نصیب ہے لیکن خصوصی طور پر جو انتظامات ہو سکتے تھے وہ ہر ذی روح کے لیے ہیں۔ سورج کی وہ کرنیں جو کہیں نہ کہیں سے اپنی آمد کا راستہ بنا لیتی ہیں، میری خواب گاہ کے اس بستر تک بھی پہنچ گئیں اور کچھ ایسی ہلچل مچائی انھوں نے کہ جاگنا ہی پڑا۔

نیند ساری کہانیاں ذہن سے محو کر دیتی ہے اور صبح جاگنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہوتا کہ رات کی کہانیاں ذہن میں دُہرائی جائیں لیکن بعض کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جو خود بخود یاد آتی ہیں اور پوری آنکھیں کھول دیتی ہیں۔ میں نے پوری آنکھیں کھول کر اپنے نزدیک دیکھا اور بستر میں چند شکنوں کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ ان شکنوں میں، میں رات کی کہانی تلاش کرنے لگا اور پھر پورے کمرے کا جائزہ لے کر کرسی سے اُٹھ گیا۔ حالات وہی تھے جو ایک بار مجھے پہلے ایک عظیم حادثے سے دوچار کر چکے تھے لیکن ان حالات میں ایک دلکش شخصیت شامل تھی، جس کا نام روبیلہ تھا اور بعد میں روبیلہ کا جو حشر ہوا تھا وہ آپ سے بھی پوشیدہ نہ ہو گا لیکن یہ لڑکی کیا کر گئی۔ میں چند لمحات سوچتا رہا۔ بظاہر ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا، جس کے لیے مجھے تشویش ہوتی۔ اب یہاں نہ کوئی ایسی تحریر تھی جس میں کوئی سرکاری راز پوشیدہ ہو اور نہ ہی اس قسم کا سامان جس کے چوری ہو جانے سے مجھے کوئی افسوس ہو بلکہ اس حسین رات کا اختتام تو اتنا قیمتی تھا کہ کوئی بھی شے اس کے مقابلے میں دی جا سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ کچن میں ہو اور میں خواہ مخواہ غلط فہمی کا شکار ہو رہا تھا کیونکہ رات اس نے جس طرح خوبصورت ہونے کا ثبوت دیا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت بھی اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ کچن میں ناشتا تیار کر رہی ہو۔ میں چائے یا کافی کی سوندھی خوشبو کی تلاش میں کمرے سے باہر نکل آیا لیکن چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ کوئی آہٹ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کچن میں جھانکا اور اس کے بعد دوسرے کمروں کی تلاشی لینے لگا پھر آخر میں صدر دروازے پر پہنچا اور دروازہ اندر سے کھلا ہوا ملا۔ ایسے کھلے دروازے بہت سی باتیں بتا دیتے ہیں چنانچہ مجھے علم ہو گیا کہ وہ جا چکی ہے لیکن کیا میرے دیے ہوئے سلیپنگ سوٹ میں یہ ایک احمقانہ سوچ تھی۔ تاہم میں اس غسل خانے کی جانب چل پڑا جہاں وہ رات کو اپنے کپڑے لٹکا آئی تھی اور وہاں سے سلیپنگ سوٹ پہن کر برآمد ہوئی تھی۔ غسل خانے میں داخل ہوا تو مجھے اپنا سلیپنگ سوٹ لٹکا ہوا نظر آیا اور میں گردن جھٹک کر واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ وہ یقینی طور پر جا چکی تھی۔

باتھ روم کے ٹب کے ایک گوشے سے مجھے کوئی رنگین چیز جھلکتی ہوئی نظر آئی تو میں رُک گیا۔ ٹب کا یہ حصہ وہ تھا جس کے پاس کپڑے لٹکانے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ میں نے اس جھلکتی ہوئی چیز کو دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ یہ اُس کا چھوٹا سا پرس تھا جسے میں نے اس کے پاس رات کو بھی دیکھا تھا۔ پرس باتھ روم کے اس ٹب کی آڑ میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے پھرتی سے یہ پرس اٹھا لیا۔ صورت حال کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اس جگہ کپڑے ٹانگے تھے اور پرس بھی انھی کپڑوں میں رہنے دیا ہو گا پھر وہ برق رفتاری سے لباس پہن کر یہاں سے چلی گئی اور پرس یہیں گر رہ گیا۔ میں نے پرس سنبھالا اور واپس اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔ یہاں بیٹھ کر میں نے پرس کا جائزہ لیا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ پرس کسی خاص وجہ سے یہاں چھوڑا گیا ہے یا پھر واقعی یہ ایک اتفاقی واقعہ ہے لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ پرس جان بوجھ کر یہاں نہیں چھوڑا گیا بلکہ وہ خود دھوکا کھا گئی ہے۔ چونکہ پرس میں ہزار ہزار کے نوٹ کچھ سو سو کے نوٹ پڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت انگوٹھی تھی جسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے سے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ انتہائی قیمتی ہے۔ غالباً پلاٹینم کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ایک لپ اسٹک تھی، چار پانچ کارڈ پڑے ہوئے تھے جو ایک ہی نام کے تھے۔ یہ تمام چیزیں اس پرس میں موجود تھیں۔ ایک ہیئر کلپ بھی دستیاب ہوا تھا۔ ان قیمتی اشیا کی موجودگی اس بات کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اظہار کرتی تھی کہ انھیں جان بوجھ کر نہیں چھوڑا گیا۔ میرے لیے سب سے زیادہ قابلِ توجہ وہ کارڈ تھے جن کی تعداد چار پانچ تھی۔ میں نے ان کارڈوں کو سامنے رکھا اور ان پر لکھی ہوئی تحریر پڑھنے لگا۔ کارڈ پر آذر ناصری کا نام تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا رہائشی پتا، البتہ اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں تھی کہ یہ آذر ناصری ہیں کیا چیز۔ چونکہ تمام کارڈ ایک ہی جیسے تھے اس لیے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی کا دیا ہُوا کارڈ نہیں تھا بلکہ لڑکی سے اس نام کا کوئی خاص تعلق ہے۔ ویسے یہ نام کسی مرد ہی کا ہو سکتا تھا۔ یہ ذرا اُلجھا دینے والی بات ہو گئی تھی۔ بہر طور اس پتے کو ذہن میں رکھ کر میں نے آئندہ کے بارے میں سوچا۔ یوں تو اس لڑکی کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا کیونکہ بے چاری مجھ سے کچھ بھی نہ لے گئی تھی بلکہ صحیح معنوں میں، میں نے اس کی جو تھوڑی بہت مدد کی تھی اس کا مجھے بھرپور معاوضہ وصول ہو گیا تھا اور یہ ساری چیزیں جو پرس میں تھیں میرے لیے کسی طور باعثِ توجہ نہیں تھیں بلکہ میری خواہش تھی کہ میں یہ اُسے واپس کر دوں اگر وہ مجھے بتا کر بھی جانا چاہتی تو شاید میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ بنتا کیونکہ ظاہر ہے اس سے زیادہ میں خود بھی اس کا قرب کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ لڑکی کے لیے میرے دل میں کوئی بُرائی نہ پیدا ہوئی سوائے اس کے کہ وہ خاموشی سے چلی گئی اور میرے پاس سے کچھ بھی نہ لے گئی۔ فلیٹ کا ایک جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے رو بیلہ کی طرح کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا ہے جو میرے لیے باعثِ دقت ہو۔ زندگی میں کبھی کبھی تبدیلیاں کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا چنانچہ آج صبح کا ناشتا خود ہی اپنے فلیٹ پر بنایا۔ ناشتا کر ہی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف آفتاب کمال تھا۔

"ہیلو چیف! کیا ہو رہا ہے؟"

"ناشتا ہو رہا ہے، تم چاہو تو اس ناشتے میں شریک ہو سکتے ہو۔"

"سوری سر! ایسی کوئی ترکیب میرے علم نہیں ہے کہ میں بذریعہ ٹیلی فون ناشتا کر سکوں۔" آفتاب کمال نے پُرمزاح انداز میں کہا پھر بولا۔

"میرے لیے کوئی خاص حکم تو نہیں ہے؟"

"کچھ عرصے کے لیے تمام احکامات منسوخ کر دیے گئے ہیں اور تمھیں مکمل اجازت ہے کہ تم اپنے طور جو چاہو کرو۔"

"بہت بہتر! اس کا مقصد ہے کہ میں آپ کے طلب کرنے سے پہلے آپ کو ڈسٹرب نہ کروں۔"

"نہیں اگر کوئی اہم ہی مسئلہ ہو اور میں تمھیں دستیاب ہو جاؤں تو تم مجھے ڈسٹرب کر سکتے ہو۔"

"او کے سر! تھینک یو ویری مچ۔" آفتاب کمال نے کہا اور اس کے بعد ٹیلی فون بند کر دیا۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے لباس تبدیل کیا اور نیچے آ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ گاڑی کا بھی میں نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ وہ پرس میں نے اپنے پاس ہی محفوظ کر لیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ اس پتے پر میں ٹرائی کروں گا اور اگر وہ مل گئی تو اُسے یہ پرس واپس کر دوں گا۔ ویسے آذر ناصری کا نام میرے لیے نیا تھا۔ اب یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ ہر نام بہت ہی جانا پہچانا ہو اور آفتاب کمال یعنی مسٹر انسائیکلو پیڈیا کو اس کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہوں۔ سب سے پہلے اپنے ان دوستوں کا جائزہ لینا تھا جو آج کل میرے ساتھ مصروف تھے اور جن سے میں نے وعدہ کیا ہُوا تھا کہ ان کے ساتھ کافی وقت گزاروں گا چنانچہ پہلی ہی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ وہ چاروں وہیں موجود تھے جہاں ہماری اس قسم کی ملاقاتیں ہُوا کرتی تھیں۔ مجھے دیکھ کر چاروں نے مُنہ بنا لیے اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی خیریت، یہ کیا بات؟"

"یہ غلط ہے۔" توفیق نے گھونسا تانتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے، میں نے کبھی تمھاری کسی غلطی پر تمھیں ٹوکا ہے؟"

"تم ہمیں وقت دے چکے ہو۔"

"مان لیا لیکن کیا خیال ہے کیا اس کی جگہ تم میں سے کوئی پُر کر سکتا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن..."

"نہیں ہمارے درمیان بہت پہلے کچھ معاہدے ہوئے تھے۔ کیا تم وہ معاہدے تھوپنے جا رہے ہو؟" چاروں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر اعجاز نے کہا۔

"بات تو بالکل درست ہے خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا رہا؟"

"جو ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ ہم لوگوں کا تو اس کے بعد دل ہی نہ لگا۔"

"کیوں؟"

"بس تمھارے بارے میں سوچتے رہے اور گھر واپس آ گئے۔"

"اپنے بارے میں سوچا کرو، میرے بارے میں سوچ کر تمھیں کبھی کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔" میں نے کہا۔ ان لوگوں کو منا لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کافی وقت ان کے ساتھ گزارا آج رات کا پروگرام طے کیا اور اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ آذر ناصری کو آج ہی ٹرائی کر لینا تھا۔ وہ کوٹھی جس کا پتا اس کارڈ میں دیا گیا تھا بہت ہی خوبصورت تھی اور بلاشبہ اسے ایک معیاری کوٹھی کہا جا سکتا تھا۔ میں کوٹھی کے صدر گیٹ پر پہنچ گیا۔ چوکیدار نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور میرے قریب آ گیا۔

"جی صاحب، کس سے ملنا ہے؟"

"مس ناصری!" میں نے جواب دیا اور چوکیدار مجھے غور سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"آپ کا کارڈ ہے صاحب؟"

"نہیں، کارڈ نہیں ہے۔ مس ناصری سے کہو کہ کوئی ان سے ملنے آیا ہے، وہ مجھے ضرور طلب کریں گی۔" چوکیدار نے پورا گیٹ کھول دیا اور میں گاڑی کو اندر لیتا چلا گیا۔ پورچ میں گاڑی روکی تو چوکیدار میرے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے کہا۔

"معاف کرنا صاب! آپ کو ادھر ہی ٹھہرنا ہو گا ابھی میں اطلاع دے دوں اس کے بعد ڈرائنگ روم کھولوں گا۔" میں نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد چوکیدار واپس آیا اور اس نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر مجھے اندر بُلا لیا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ یہ ایک تُکّا مارا تھا میں نے مس ناصری کے نام کا لیکن بہر طور کچھ نہ کچھ تعلق تو ہونا ہی چاہیے تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور پھر ایک شاندار شخصیت اندر داخل ہو گئی۔ دراز قامت فرنچ کٹ بھوری داڑھی والا یہ شخص دیکھنے ہی میں بہت ایکٹو معلوم ہوتا تھا حالانکہ عمر اچھی خاصی تھی لیکن جسمانی طور پر بہت ہی فٹ شخصیت تھی۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"جی فرمائیے میرے خیال میں آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

"معافی چاہتا ہوں، کیا آپ مسٹر ناصر آفندی ہیں؟" میں نے کہا۔

"جی نہیں میرا نام آذر ناصری ہے۔"

"جی ہاں... جی ہاں وہی۔"

"جو لوگ صحیح نام بھول جائیں اُن پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ کیسے آنا ہُوا؟"

"جی وہ مس ناصری نے مجھے طلب کیا تھا۔"

"مس ناصری نے۔" آذر ناصری نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

"جی۔"

"افسوس یہاں اس پوری کوٹھی میں کوئی مس نہیں ہے جتنی خواتین یہاں ہیں اگر تم چاہو تو میں تمھیں ان سے ملا سکتا ہوں۔"

"جی مجھے تعجب ہے مس ناصری نے مجھے یہی بتایا تھا کہ وہ آپ کی صاحبزادی ہیں۔"

"کب بتایا تھا آپ کو یہ؟"

"جی یہ کارڈ بھی دیا تھا مجھے۔" میں نے ایک کارڈ نکال کر آذر ناصری کے حوالے کر دیا اور آذر ناصری کارڈ دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یہ کارڈ میرا ہی ہے لیکن جس نے تمھیں دیا ہے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ عزیزم میں غیر شادی شدہ ہوں اور شادی جیسے جھنجھٹ میں نہیں پڑا اگر اس کے بغیر کوئی مس ناصری پیدا ہو سکتی ہیں تو براہِ کرم مجھے ذرا اس کے بارے میں تفصیلات بتا دو۔"

"جی نہیں، ظاہر ہے یہ ناممکن ہے۔"

"ہوں مزید کیا خدمت کی جا سکتی ہے آپ کی؟"

"کچھ نہیں جناب بے حد شکریہ۔"

"ویسے ایک بات بتاؤ، یہ مس ناصری نے تمھیں کس سلسلے میں میرا حوالہ دیا تھا۔ دراصل میں اس کارڈ کے بارے میں تشویش کا شکار ہو گیا ہوں۔ خیر یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، ہو سکتا ہے میں نے کسی کو یہ کارڈ دیا ہو اور اس نے تم تک پہنچا دیا ہو۔ بہرحال کوئی ایسی بات تو نہیں جس کے لیے تمھیں کوئی اُلجھن ہو۔"

"جی نہیں... جی نہیں دراصل میں ان سے ملنا چاہتا تھا۔"

"افسوس! اگر کوئی ایسی شخصیت یہاں ہوتی تو میں تمھیں ضرور اس سے ملا دیتا۔ ویسے اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ کون ہو تم؟"

"معافی چاہتا ہوں جناب! اب ان تمام چیزوں کی کیا ضرورت ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"چلو معاف کردیا میں نے۔" اُس نے کہا اور میں نے واپسی کے لیے قدم اٹھا دیے۔ طویل القامت شخص مجھے بغور دیکھتا رہا تھا باہر آ کر میں اپنی کار میں بیٹھا اور کار اسٹارٹ کرکے واپسی کے لیے موڑ دی۔ بہر طور یہ ایک کوشش تھی اس سلسلے میں اور اس میں مجھے کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی البتہ یہ بات ذرا باعث حیرت تھی کہ لڑکی کے پاس اتنے سارے کارڈ مسٹر آذر ناصری کے کیسے آ گئے کیا وہ اس سے کوئی تعلق رکھتی ہے۔ یقینی طور پر کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہونا چاہیئے تھا اگر صرف یہ کارڈ ہوتا تو میں کسی اور بات پر بھی غور کر سکتا تھا یعنی یہ سوچ سکتا تھا کہ مجھے ہو سکتا ہے کسی خاص وجہ سے اس جانب متوجہ کیا گیا ہو لیکن اس کے ساتھ جو کچھ وہ چھوڑ آئی تھی، وہ ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا، لڑکی سے دوبارہ ملنا اب ذرا مشکل ہی نظر آتا تھا لیکن اب کوئی ایسی اُلجھی ہوئی بات بھی نہیں تھی کہ وہ مجھے دوبارہ ضرور مل جائے چنانچہ میں نے اُسے ذہن سے نکال دیا اور اس کے بعد اپنی دن بھر کی تفریحات کا پروگرام بنانے لگا۔ توفیق اور اعجاز وغیرہ سے آج کا پروگرام بھی طے ہو گیا تھا۔ دن گزارا اور رات کو تیار ہو کر چل پڑا۔ ویسے گزری رات کی کہانی ابھی تک مجھ پر سحر طاری کیے ہوئے تھی تاہم ایسی کہانیاں بے شمار ہوتی ہیں اور کسی ایک کہانی کے چکر میں پڑ کر بہت زیادہ وقت نہیں ضائع کیا جا سکتا تھا۔ میرے چاروں دوست بے حد خوش تھے۔ یہ دن اُن کے عیش کے دن تھے چنانچہ آج ہم نے ایک نئی جگہ کا پروگرام ترتیب دیا اور پانچوں وہاں پہنچ گئے۔ یہ بھی ایک نائٹ کلب ہی تھا اور یہ ایک دلچسپ بات تھی کہ یورپ کے مقابلے میں یہاں کے پروگرام زیادہ دلچسپ تھے۔ آج میں نے ان لوگوں سے بھرپور تعاون کیا اور رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک ہم لوگ ساتھ ساتھ رہے۔ میرے دوستوں کی شکایت دور ہو گئی تھی۔ وہ ان دنوں بہت زیادہ مسرور تھے پھر دوسرے دن کے پروگرام کو طے کرنے کے بعد میں نے انھیں اس جگہ اتارا جہاں وہ جانا چاہتے تھے اور اس کے بعد واپس اپنے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔ راستے میں یونہی گھر کا خیال آیا تھا۔ گھر کے معاملے میں جذباتی نہیں تھا کیونکہ وہاں کے لوگ میرے سلسلے میں جذباتی نہیں تھے تاہم پھر بھی اس گھر سے میرا گہرا تعلق تھا اور میں اُسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دل میں سوچا کہ کم از کم ان لوگوں کی خیریت تو معلوم کر ہی لی جائے۔ جناب ... تیمور جمال صاحب بہت ہی سخت گیر انسان تھے اور یہ بات ان کے علم میں نہیں آنی چاہیئے تھی کہ میں گھر سے اب بھی کوئی دلچسپی رکھتا ہوں۔ انھوں نے اپنی دانست میں مجھے اپنی فہرست سے خارج ہی کر دیا تھا۔

فلیٹ ہی کا رُخ کیا گیا تھا گاڑی کھڑی کرنے کے بعد میں مدھم سُروں میں سیٹیاں بجاتا ہوا اپنے فلیٹ کے دروازے پر پہنچا، لاک کھولا، اندر داخل ہو کر روشنی کی اور جیسے ہی میں نے روشنی کی میری چھٹی حس نے مجھے بتایا کہ کوئی ایسی انہونی بات ضرور ہوئی ہے جو فوری طور پر سمجھ میں نہیں آ رہی لیکن کچھ نہ کچھ مسئلہ ضرور ہے اور یہ مسئلہ اس ہلکی سی خوشبو کا تھا جو میرے فلیٹ میں پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اس پر توجہ بھی نہیں دے سکتا تھا لیکن اب میرا معاملہ ذرا مختلف ہو گیا تھا میں نے اپنے لباس میں رکھا ہوا پستول نکال لیا اور اس کے بعد آہستگی فلیٹ کا دروازہ بند کرکے اسے لاک کر دیا تاکہ اگر کوئی اندر ہو تو دروازہ کھول کر باہر نہ بھاگ سکے۔ میں نے اس انداز میں قدموں کی آہٹ پیدا کی تھی کہ کوئی بھی ہو وہ یہ محسوس نہ کر سکے کہ میں کسی خطرے کو بھانپ چکا ہوں اور پھر پہلے میں اپنی خواب گاہ ہی میں گیا تھا، جس میں اندھیرا پڑا ہوا تھا ظاہر ہے روشنی میری موجودگی کے بغیر نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ خواب گاہ کے دروازے کو بھی میں نے آواز کے ساتھ ہی کھولا تھا لیکن پستول میرے ہاتھ میں اس طرح موجود تھا کہ ذرا سی کسی بھی جنبش پر میں اُسے استعمال کر سکوں۔ اس کے بعد میں نے تیز روشنی جلدی اور دوسرے لمحے اپنی جگہ بھی چھوڑ دی تاکہ جو کوئی اندر موجود ہے اسے مجھ پر صحیح انداز سے حملہ کرنا مشکل ہو جائے لیکن حملہ آور کوئی نہیں تھا البتہ میری خوبصورت مسہری کے اونچے سے تکیے سے ٹیک لگائے وہی محترمہ تشریف فرما تھیں اور آج ان کے جسم پر ایک عمدہ شب خوابی کا لبادہ بھی موجود تھا۔ بالوں کا اسٹائل بھی تبدیل کر لیا گیا تھا اور آنکھوں میں ایک کامیاب سی چمک رقصاں تھی۔ میں نے عجیب سے انداز میں مُنہ بنا کر اسے دیکھا تو اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تاہم میں جواب میں نہیں مسکرایا تھا۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو۔"

"کیا خیال ہے مجھے بھی تمھیں ہیلو کہنا چاہیئے؟"

"نہ کہو بعد میں، میں تمھیں منا لوں گی۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ویسے دروازہ کھولے بغیر آپ کی یہاں آمد میرے لیے باعث تعجب ہے۔"

"میں نے کوریڈور کی بغلی کھڑکی استعمال کی ہے جسے شاید تم نے کھلا چھوڑ دیا تھا۔"

"اور تم نے اسے اتنی آسانی سے تلاش بھی کر لیا۔"

"دروازہ کھولنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا میرے پاس بس قسمت آزمائی کی تھی کھڑکی کھلی مل گئی اور اس میں سلاخیں بھی نہیں ہیں۔"

"خوب، اس کا مقصد ہے کہ تم کھلی کھڑکیوں سے اندر آنے میں ماہر ہو۔"

"طنزیہ گفتگو کرتے رہو گے یا تھوڑا سا لہجہ نرم بھی کرو گے؟"

"لباس تبدیل کر آؤں اس کے بعد اس موضوع پر غور کر لیا جائے گا۔" میں نے کہا اور خواب گاہ کی الماری سے شب خوابی کا لباس لے کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ غسل خانے میں جا کر لباس تبدیل کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ آج اس کے جسم پر شب خوابی کا لبادہ ہے ظاہر ہے یہ لباس پہن کر تو وہ یہاں نہیں آئی ہوگی۔ بہرحال مدھم سی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس کا دوبارہ یہاں آنا میرے لیے بہت ہی دلچسپ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ دلچسپ انکشافات کی توقع بھی تھی ویسے اس کی آمد کی وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ کافی قیمتی چیزیں یہاں چھوڑ گئی تھی اور وہ اتنی قیمتی تھیں کہ ان کے لیے یہاں آنے کا خطرہ مول لیا جا سکتا تھا۔ واپسی میں، میں نے اس کا پرس اپنے لباس میں رکھ لیا تھا پھر میں واپس اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ وہاں موجود نہ تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کمرے سے باہر نکل کر جائزہ لیا، کچن سے آوازیں آ رہی تھیں اور وہاں روشنی بھی تھی۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس کمرے میں آ گیا ویسے مجھے اس کی یہ ادا پسند آئی تھی۔ خوبصورت لڑکیوں کے لیے دل ویسے بھی کچھ نرم ہو جاتا ہے۔ وہ بہت اپنائیت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی حالانکہ رات بہت ہو چکی ہے مگر میں تمھارا انتظار کر رہی تھی اور میں نے سوچا تھا کہ کافی تمھارے ساتھ ہی ہوں گی۔

"تم کھانا کھا چکی ہو؟"

"ہاں، تم نے کھایا؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں، میں کھانا کھا چکا ہوں۔"

"گڈ! کافی دورانِ خون تیز کرتی ہے لیکن تمھیں خود کو ٹھنڈا رکھنا ہوگا۔" اُس نے مسکرا کر مجھے کافی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ناراض تو نہیں ہو مجھ سے؟"

"اس کا کوئی حق ہے مجھے؟"

"ہاں ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"جب میں تمھارے فلیٹ میں اس طرح داخل ہو سکتی ہوں، اسے اپنی پسند کے مطابق استعمال کر سکتی ہوں تو تمھیں بھی ناراض ہونے کا حق ہے۔"

"اس منطق پر خاموش ہوا جاتا ہوں۔"

"اگر خاموش نہ ہوتے تو کیا کہتے؟"

"خاموش ہی رہتا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ میں نے لباس سے اس کا پرس نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "جس چیز کے لیے تمھیں واپس آنا پڑا وہ پیشِ خدمت ہے۔"

وہ کافی پیتے پیتے رک گئی پھر اُس نے کہا۔ "اب تم مجھے ذلیل کرنے پر اتر آئے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تھوکتی بھی نہیں ہوں پرس پر۔"

"اس میں کافی قیمتی چیزیں ہیں۔"

"میں اتنی فقیر بھی نہیں ہوں۔"

"ویری گڈ، چلی کیوں گئی تھیں؟"

"ذہنی خلفشار کا شکار تھی۔"

"مجھے بتا کر جانے میں حرج تھا؟"

"نہیں۔"

"پھر۔"

"بس غلطی ہو گئی، معاف کر دو۔"

"کر دیا، یہ آذر ناصری کون ہے؟" میں نے پوچھا اور وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سنبھل کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"میرا باس ہے۔"

"باس!"

"ہاں، میں اُس کی سیکرٹری ہوں بلکہ یہ سمجھو کہ سیکرٹری تھی۔" اُس نے جواب دیا۔

"نوکری چھوڑ دی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، باقاعدہ استعفیٰ نہیں دیا ہے۔"

"پھر!"

"وہاں سے فرار ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"وجہ!"

"یہ وجہ ایک طویل کہانی ہے۔"

"کہانی سناؤ گی؟"

"ہاں، سنانا تو چاہتی ہوں۔"

"تو پھر سناؤ۔" میں نے کہا اور وہ کسی سوچ میں گم ہوگئی پھر اُس نے کہا۔

"کیا تم آذر ناصری سے ملے ہو؟"

"ہاں۔"

"وہ کارڈ میرے پرس میں دیکھ کر۔۔۔"

"ہاں بالکل یہی بات ہے، میں تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"وجہ بتاؤ گے؟"

"بس وجہ تم ہی ہو۔"

"میرا مطلب ہے میرے اس طرح چلے جانے سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا؟"

"سو فیصد۔"

"اوہ سوری! کیا تم مجھے اس نقصان کے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔"

"تم اسے ذہنی نقصان کہہ سکتی ہو۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"وضاحت کرو۔"

"تم مجھے پسند آئی تھیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تم اس طرح جاؤ۔ ظاہر ہے تمہیں روکنے کا بھی کوئی جواز نہیں تھا میرے پاس لیکن تم سے دوستی چاہتا تھا۔"

"ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں، بس یوں سمجھو کہ ایک عجیب سی ذہنی خرابی ہوگئی تھی مجھ میں اور میں اس طرح نکل بھاگی حالانکہ بعد میں مجھے اس کا افسوس بھی ہوا تھا۔ آذر ناصری سے ملاقات ہوگئی تمہاری؟"

"ہاں ہوئی ہے۔"

"کیا تم پہلے سے اُسے جانتے تھے؟"

"نہیں۔"

"کیا پوچھا تھا تم نے اُس سے میرے بارے میں؟"

"میں نے مس ناصری کے بارے میں پوچھا تھا، کیا وہ غیر شادی شدہ ہے؟"

"ہاں۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"بس چند لمحات کی گفتگو رہی، میں نے اُس سے تمہارے میں پوچھا اور جب کچھ معلوم نہ ہو سکا تو واپس آگیا۔"

"اُس نے تو تم سے کچھ نہیں کہا؟"

"کیا کہہ سکتا تھا؟"

"ہوں۔" وہ پُرخیال انداز میں بولی پھر کہنے لگی "کہو میں اپنے ذہنی خلفشار کی کہانی تمہیں سناؤں، بور تو نہیں ہو گے؟"

"تمہارے بدن سے اُٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو مجھے اتنی پسند ہے کہ میں تمہاری کسی بات سے بھی بور نہیں ہو سکتا۔" وہ خاموشی سے کسی سوچ میں گم ہوگئی اور چند لمحات کے بعد اُس نے کہا۔

"اگر تم آذر ناصری کے بارے میں نہیں جانتے تو میں تمہیں یہ بتاؤں کہ وہ کوئی بہت اچھا آدمی نہیں ہے کچھ خاص صلاحیتوں کا مالک ہے۔ جوانی کی عمر میں محکمہ آثارِ قدیمہ میں کام کرتا تھا اور ایک عام آدمی تھا، یہ معلومات مجھے بعد میں حاصل ہوئی تھیں۔ یقینی طور پر ایک عام آدمی اچانک ہی بہت بڑا آدمی بن جائے تو اس کے پس پردہ کچھ عوامل ہوتے ہیں۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے محکمہ آثارِ قدیمہ میں کام کرتے ہوئے یقینی طور پر اُسے کوئی ایسی مالی مدد حاصل ہوئی جس کی بنا پر اس نے اپنے خیالات بدل لیے، ملازمت چھوڑ دی اور اس کے بعد اپنی پسند کی زندگی گزارنے لگا۔ یہ کام تھوڑی بہت رقم سے نہیں ہوتا اور اس بات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسے اپنے دوران ملازمت کوئی ایسا بڑا خزانہ مل گیا جس نے اس کی شخصیت ہی بدل دی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ ایک مہم جُو کی حیثیت سے مشہور ہوا اور اب وہ ایک کافی مشہور شخصیت کا مالک ہے، اس کے بارے میں تحقیقات کرو گے تو یہ پتا چل جائے گا کہ اس کا کوئی باقاعدہ

ذریعہ معاش نہیں ہے لیکن رئیسوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ عموماً مہمات پر جاتا رہتا ہے اور اوباش طبع آدمی ہے اس بنا پر اُس نے شادی بھی نہیں کی۔"

"تمہارا اس کا ساتھ کب سے ہے؟"

"کافی عرصہ ہوگیا۔ یوں سمجھ لو چھ سات سال گزار چکی ہوں اس کے ساتھ۔"

"مجھوں، تو تمہارا اپنا خاندان؟"

"کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔ اپنے طور پر تنہا زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

"شادی نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"بس شادی کرنے کے لیے جو احساسات و جذبات درکار ہوتے وہ میرے اندر نہیں تھے یا یوں سمجھ لو کہ جو عمر شادی کی تھی اس عمر میں میرے حالات ایسے نہیں تھے کہ میں شادی کے بارے میں سوچتی یوں بات ہی ٹل گئی۔"

"کہاں رہتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اب اس وقت کہیں نہیں رہتی۔ چند روز پہلے آذر ناصری کی کوٹھی میں ہی رہتی تھی۔"

"وہاں سے نکل آنے کی وجہ؟"

"وہی کہانی جو تمہیں سنانے جا رہی تھی۔"

"جاری رہو۔" میں نے کہا اور وہ میرا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی "تم پر بے حد اعتماد ہوگیا ہے مجھے، وجہ مت پوچھنا، تھوڑی سی پاگل ہوں، کئی بار اس طرح اعتماد کر چکی ہوں، کوئی دھوکا نہیں کھایا، اس لیے مسلسل اعتماد کرتی رہتی ہوں۔ اب ہم آذر ناصری کی طرف آجاتے ہیں۔ یہ مہم جُو شخص دنیا کے بیشتر ممالک میں جا چکا ہے، کیا کیا کرتا رہا ہے مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم لیکن بہت سے غیر ملکی دوست بھی ہیں اس کے اور اس سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔ میں بس اس کی کوٹھی تک ہی محدود رہتی ہوں۔ میرا مطلب ہے رہتی تھی۔ تقریباً سارے ہی معاملات جو اس کی زندگی سے متعلق تھے، میرے علم میں رہتے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ کسی اُلجھن کا شکار تھا اور مجھے کچھ پریشان سا نظر آتا تھا ظاہر ہے ایک سیکرٹری کی حیثیت سے میں اس کی پریشانی کی وجوہات نہیں پوچھ سکتی تھی پھر ایک دن اُس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اس دن میں نے اُسے ڈاک میں جو خطوط دیے تھے ان میں لارک پاؤل نامی ایک شخص کا خط تھا، جو میں نے پڑھا نہیں تھا۔ جب آذر ناصری نے یہ خط پڑھا تو وہ بہت خوش نظر آنے لگا پھر اُس نے مجھے ہدایات دیں کہ اس کے چند دوست آرہے ہیں۔ ان کے قیام کے لیے تین کمرے درست کرا دوں۔ میں نے اُس کی ہدایات پر عمل کیا اور لارک پاؤل جو شاید آسٹریلیا کا باشندہ ہے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا پھر آذر ناصری نے اُس کا ایئرپورٹ پر استقبال کیا تھا اور میں بھی اُس کے ساتھ تھی۔

لارک پاؤل گٹھے ہوئے بدن کا ایک مضبوط آدمی ہے اور چہرے ہی سے مکار اور خطرناک نظر آتا ہے، مجھ سے کوئی باقاعدہ تعارف نہیں کرایا گیا اُس کا لیکن ان لوگوں کی گفتگو کے دوران مجھے معلوم ہوگیا کہ لارک پاؤل بھی ایک مہم جو اور سیاح ہے اور اس بار وہ کسی خاص پروگرام کے تحت یہاں آئے ہیں۔ میں کسی تجسس کا شکار نہیں ہوئی تھی اور وقت معمول کے مطابق گزرتا رہا پھر مجھے علم ہوگیا کہ آذر ناصری اپنے ان دوستوں کے ساتھ کسی مہم پر جانے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ اُس نے مجھے ہدایات بھی دیں تھیں اور میں اس کی ہدایات کے مطابق اس کے سفر پر روانگی کا بندوبست کر رہی تھی کہ ایک دن مجھے ان لوگوں کی گفتگو سُننے کا موقع مل گیا۔ وہ خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ خزانے کی جگہ کے بارے میں کچھ معلومات لارک پاؤل کے پاس تھیں اور کچھ آذر ناصری کے پاس، دونوں کے درمیان اس سے پہلے کوئی سمجھوتا نہیں ہو پا رہا تھا لیکن اب سمجھوتا ہو چکا ہے اور اس سمجھوتے کے تحت وہ لوگ اس مہم پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میرے ذہن میں کوئی کھوٹ نہیں تھی، کوئی احساس نہیں تھا، بس یہ اتفاق تھا کہ ان لوگوں نے وہاں جانے کے لیے جو نقشہ ترتیب دیا وہ میرے اپنے کام کے دوران میرے سامنے آگیا۔ میں نے آذر ناصری کی میز کی دراز سے وہ نقشہ نکال کر دیکھا اور صرف دلچسپی کی خاطر دیکھتی رہی کہ اچانک آذر ناصری میرے سامنے پہنچ گیا۔ میرے ذہن میں چونکہ کوئی خاص بات نہیں تھی، اس لیے میں نے اس پر توجہ نہیں دی لیکن اُسے گہری نگاہوں سے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے محسوس کر کے میں چونک پڑی تب آذر ناصری نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ چیزیں راز رکھنے کے لیے ہوتی ہیں لیکن تم اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آپ کو حد سے زیادہ واقف رکھنا چاہتی ہو۔ میں تمھاری اس حرکت کو کیا سمجھوں؟"

"معافی چاہتی ہوں جناب، میں کبھی نہیں۔"

"یہ کاغذات خفیہ تھے، جنھیں تم بڑے اطمینان سے میز پر پھیلائے دیکھ رہی ہو۔"

"مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا جناب۔"

"لیکن اب تم ان کاغذات سے واقف ہوگئی ہو۔" اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے سر؟" میں نے اچنبھے سے سوال کیا۔

"بہت فرق پڑتا ہے۔" آذر ناصری نے کاغذ میرے سامنے سے اٹھایا اور اس کے پُرزے پُرزے کر کے اُسے ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔ وہ کسی قدر غصے میں نظر آرہا تھا۔ میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"جناب آپ نے کبھی۔ مجھے محدود نہیں کیا اور میں ہر چیز سے صرف اس لیے واقفیت حاصل کر لیتی ہوں کہ نہ جانے کب آپ کو کس شے کی ضرورت پیش آجائے۔ ایسی حالت میں اگر میں نے یہ کاغذ دیکھ لیا تو یقین کریں، میری اس میں کوئی بددیانتی شامل نہیں ہے۔" آذر ناصری نے سرد لہجے میں کہا۔

"تاہم تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا لیکن اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے جہاں میں موجود تھی۔ میں متوحش ہو کر کھڑی ہوگئی اور دروازے کو پیٹنے لگی لیکن آذر ناصری نے شاید ملازموں کو ہدایت کر دی تھی کہ دروازہ نہ کھولا جائے۔ میں سخت پریشان تھی اور پھر مجھے مارک پاؤل اور آذر ناصری کے درمیان ہونے والی گفتگو یاد آئی۔ تب مجھے احساس ہُوا کہ درحقیقت آذر ناصری میری اس حرکت سے کیوں چراغ پا ہوگیا ہے۔ وہ نقشہ ایک خزانے کا تھا اور اس کی تفصیلات کا علم مجھے ہوگیا تھا۔ تب ہی مائی ڈیئر گمنام! میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر آذر ناصری مجھ سے اس قدر بدظن ہے تو میں بہت زیادہ شرافت کا ثبوت کیوں دوں۔ میں کیوں نہ اپنے طور پر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ میں نے انتہائی برق رفتاری سے کاغذات کے وہ پُرزے جمع کیے جو اس نے ڈسٹ بن میں ڈال دیے تھے اور ان کا ایک پیکٹ بنا کر اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ پھر میں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگی، جہاں سے فرار ہُوا جا سکے۔ اس کمرے میں ایک باتھ روم موجود تھا اور باتھ روم میں ایک باقاعدہ کھڑکی بنی ہوئی تھی جس میں بہت ہی ہلکی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ بہت فینسی قسم کی کھڑکی تھی وہ۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور اس کھڑکی کو نکالنے کے لیے جدوجہد کرتی رہی۔ اس کمرے میں مجھے کچھ ایسے اوزار مل گئے تھے جن کی مدد سے بالآخر وہ کھڑکی نکالنے میں کامیاب ہوگئی۔ شکر تھا کہ آذر ناصری نے ابھی میری طرف اور زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ میں کھڑکی کے راستے باہر نکل آئی اور پھر انتہائی خاموشی سے اپنے کمرے میں پہنچی اور وہاں سے اپنا قیمتی سامان سمیٹ کر بہت احتیاط سے باہر نکل آئی۔ میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ نقشے کے وہ ٹکڑے میں نے ایک کاغذ پر جوڑے اور اس بار میں نے انھیں ایک خاص نگاہ سے دیکھا اور یہ اندازہ لگایا کہ جس خزانے کے بارے میں وہ گفتگو کر رہے تھے وہ کہاں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنے طور پر کچھ اندازے قائم کیے۔ نقشہ اتنا واضح تھا کہ مجھے اس جگہ کے بارے میں اندازہ ہوگیا تھا لیکن یہ میں جانتی تھی کہ آذر ناصری جیسے گھاگ کے مقابلے میں، میں یہ کام آسانی سے نہیں کر سکوں گی اور میں یہ بھی جانتی تھی کہ میرے وہاں سے نکل آنے کے بعد آذر ناصری کو یقیناً کاغذ کے ان پُرزوں کی تلاش ہوگی اور وہ انھیں نہ پا کر پوری طرح میرے خلاف کمربستہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے تحفظ کا بھی خیال رکھا۔ تین دن تک تو میں اپنے ہوٹل ہی سے نہیں نکلی تھی پھر میں یہ منصوبہ بندی کرتی رہی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال آیا تھا وہ یہ کہ مجھے کسی کو اپنا ساتھی بنانا چاہیے، چنانچہ میں اس خیال کے تحت باہر نکل آئی۔ اس دُنیا سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا، جس میں اس قسم کے لوگ دستیاب ہو جاتے ہیں۔ بہت سے منصوبے بنائے میں نے اپنے ذہن میں لیکن کسی سے ایسی شناسائی نہیں تھی، جو میرے اس مقصد میں میرے کام آسکے۔ ابھی پریشانیوں میں سرگرداں تھی کہ آذر ناصری نے مجھے دیکھ لیا اور اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرا تعاقب کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں تمھارے

پاس پہنچ گئی تھی اور میں نے تمھاری پناہ حاصل کی تھی۔ بہت ہی پریشان کن حالات کا شکار تھی میں، اسی لیے میں نے وہ رات تمھارے ساتھ گزاری۔ تم نے میری جس طرح مدد کی، میں اس کے لیے تمھاری شکرگزار ہوں، ویسے مجھے ایک بات پر تعجب ہے۔" اُس نے کہا۔

میں خاموشی سے اُس کی کہانی پر غور کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے اُس کے رُک جانے پر توجہ نہیں دی تو وہ خود ہی بولی۔

"جس وقت میرا تعاقب کیا جا رہا تھا اُس وقت آذر ناصری بھی اس سٹرڈزنگ کی کار میں موجود تھا جس میں اس کے بقیہ تین ساتھی بھی موجود تھے اگر اس نے پولوناٹ کلب میں تمھیں میرے ساتھ دیکھا تھا تو جب تم اُس سے جا کر ملے تو وہ تمھیں پہچان کیوں نہیں پایا؟"

"ہوں، تمھیں یقین ہے کہ اس وقت آذر ناصری بھی ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا؟"

"پورا پورا یقین ہے۔" اُس نے جواب دیا اور پھر مسکرا کر بولی۔ "سنو میں بہت سی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کے ان الفاظ پر میں اُسے چونک کر دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں؟"

"نہیں، میرا ذہن کچھ آگے بڑھ گیا تھا۔ ویسے ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔"

"کیا؟"

"آذر ناصری اور اس کے ساتھی پولو کے ہال میں نہیں داخل ہوئے تھے ممکن ہے آذر تمھیں صورت سے نہ پہچانتا ہو۔"

"ہاں، ہو سکتا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم مجھے اپنا نام نہیں بتاؤ گے۔ کیا اب بھی ہمارے درمیان اتنا کچا رشتہ ہے؟"

"تم مجھے جمال کہہ سکتی ہو۔"

"میرا نام شہناز شاہ ہے اور تم مجھے صرف شہناز کے نام سے پکارو گے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ آنے والے وقت میں ہمارا طویل ساتھ رہے گا۔" میں خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر جمال ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہوں۔"

"تم نے جس طرح ان لوگوں کو ڈاج دیا تھا جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا تم نے اُسے دیکھ کر ایک خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیا تم اس مسئلے میں کوئی دلچسپی لے سکتے ہو؟"

"کیسی دلچسپی؟"

"کیا تم اس خزانے کے حصول میں میرا ساتھ دے سکتے ہو؟"

"تمھیں خزانے سے دلچسپی ہے؟"

"کیسے نہیں ہوگی۔"

"مجھ پر اعتبار کرو گی؟"

"کر لیا ہے۔"

"اگر دھوکا دے دوں تو؟"

"میری تقدیر، اگر آذر ناصری مجھ پر شک نہ کرتا اور میرے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا تو شاید خواب میں بھی اس بارے میں نہ سوچتی مگر اب یہ سب کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"خزانوں کے حصول کی کوششوں کے جو نتائج نکلتے ہیں ان کے بارے میں کبھی علم ہوا ہے تمھیں؟"

"ہاں میں جانتی ہوں اس سلسلے میں خون خرابے ہوتے ہیں، زندگی چلی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود لوگ کوششیں تو کرتے ہیں، میں بھی یہ کوشش کرنا چاہتی ہوں۔ دیکھو میں نے زندگی میں کبھی بہت زیادہ اچھا وقت نہیں گزارا۔ تم سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتی کہ آذر ناصری کے ہاں ملازمت کرتے ہوئے مجھے زندگی کے وہ تمام تعیشات حاصل ہوگئے تھے جن کی زیادہ سے زیادہ مجھ جیسی کسی لڑکی کو خواہش ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک اچھا وقت گزارا ہے اس کے ساتھ۔ وہ تحفے تحائف دینے کا عادی تھا اور اس کے علاوہ مجھے ایک بہتر تنخواہ بھی دیتا تھا۔ میں اب اگر کہیں دوبارہ ملازمت کی کوشش کروں گی تو مجھے وہ مراعات نہیں مل سکیں گی۔ اس کے علاوہ میرے سلسلے میں ایک بے مقصد سی دشمنی بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس کے نتائج خطرناک بھی نکل سکتے ہیں چنانچہ ان حالات میں کیوں نہ میں ایک بار قسمت آزمائی کر لوں۔ تقدیر نے ساتھ دیا تو ٹھیک ہے ورنہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم سے میں نے یہ بات کہی ہے مائی ڈیئر مسٹر جمال لیکن تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو، یہ ایک پیشکش ہے اگر تم اس سلسلے میں میرا ساتھ دینا چاہو تو میں پورے خلوص سے یہ بات کہتی ہوں کہ جو کچھ حاصل ہو اس میں سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آسنا مجھے مرے دینا کہ میں بھی اپنی زندگی سکون سے گزار سکوں باقی تمہارا اپنا حق ہوگا۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں کہ تنہا میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتی اور یہ بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ قابلِ اعتماد ساتھی کا ملنا انتہائی مشکل کام ہے تاہم میں نے یہ پہلا بھروسا تم پر کیا ہے اور اس کے نتائج کا جائزہ لینا چاہتی ہوں۔" میں چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔ سوچتا رہا پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ یہ ایڈونچر بھی کر لیا جائے جہاں تک خزانے وغیرہ کا تعلق ہے میں نے کبھی اس سلسلے میں بہت زیادہ دلچسپی کا احساس نہیں کیا تھا لیکن اگر ایسی کوئی شے حاصل ہو ہی جاتی ہے تو کم از کم اس سے میرے دوستوں کا مستقبل ہی بن سکتا ہے اور پھر زندگی میں تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں اگر خزانہ نہ ملا تب بھی فرصت کے یہ لمحے جو میں نے شہباز احمد صاحب سے طلب کر لیے تھے، اس لڑکی کے ساتھ کافی دلچسپ رہیں گے البتہ اس کی کچھ خوبیاں بھی میں نے محسوس کی تھیں مثلاً یہ کہ اس نے اس تمام گفتگو کے دوران اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر بہر طور وہ اس قدر دلکشی کی حامل تو تھی کہ میں اسے اتنے عرصے اپنے ساتھ رکھ لیتا چنانچہ میں نے اچھی طرح غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

"مجھے تمہاری پیش کش منظور ہے مائی ڈیئر شہناز شاہ۔"

اُس کے چہرے پر مسرت کے آثار دوڑ گئے۔ اُس نے محبت بھری نگاہ سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"اور مجھے یقین ہے کہ تم جیسی شاندار شخصیت کامرانی ہی کی جانب سفر کرتی ہے۔ ویسے جمال مجھے تمہارے بارے میں بھی کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ تمہارا اپنا طرزِ زندگی کیا ہے؟"

"جو کچھ تم دیکھ رہی ہو۔"

"آذر ناصری کے بعد تم مجھے دوسرے ایسے آدمی نظر آئے ہو جس کا بظاہر کوئی ذریعہ معاش نہیں معلوم ہوتا یا پھر ہو سکتا ہے میرے علم میں نہ ہو۔"

"اتنے مختصر وقت میں تم نے میرے بارے میں یہ اندازے کیسے قائم کر لیے؟"

"یہاں سے جانے کے بعد میں نے سب سے پہلے اپنے لیے ایک اور ہوٹل میں کمرہ حاصل کیا اور اپنا مختصر سا سامان وہاں منتقل کر دیا اور اس کے بعد تمہاری کھوج میں لگ گئی۔ تمہاری پورے دن کی تفریحات میرے علم میں ہیں بعد میں آخری فیصلہ کر کے میں اپنے مختصر سے سامان سمیت یہاں آ گئی ہوں۔" اُس نے کہا اور میں بُری طرح چونک پڑا۔

"مختصر سے سامان سمیت۔"

"ہاں میرا سامان دوسرے کمرے میں رکھا ہوا ہے جو صرف ایک سوٹ کیس پر مشتمل ہے۔" مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ شہناز اگر میں تمہاری یہ پیشکش مسترد کر دیتا تو؟"

"جو کچھ کہوں گی مان لو گے اسے؟"

"تم کہتی ہو تو مان لوں گا۔"

"میں اپنا یہ ارادہ ترک کر دیتی اور تم سے صرف ایک درخواست کرتی کہ مجھے کچھ عرصے کے لیے تحفظ مہیا کرو اور میری زندگی کو خطرے سے بچاؤ۔ مجھے یقین تھا کہ تم کم از کم اس سے انکار نہ کرتے۔"

"ہوں بہر طور تم نے مجھ پر حیرت انگیز طور پر اعتبار کر لیا ہے۔ خیر کوشش کروں گا کہ تمہارے اس اعتماد کو دھوکا نہ دوں۔"

"تمہیں یہ الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے دھوکا نہیں دو گے معصوم نہیں ہوں، نو عمر نہیں ہوں، زمانے کو تھوڑا سا دیکھ بھی لیا ہے۔ انسانوں کی شناخت کسی حد تک آتی ہے۔ اس کے باوجود اگر میری تقدیر میرا ساتھ نہیں دیتی تو تم ایک کام ضرور کرنا۔"

"کیا؟"

"اگر ہم خزانے کے حصول میں کامیاب ہو بھی جائیں اور تمہارا دل چاہے تو وہ خزانہ مجھے نہ دو تو مجھے قتل نہ کرنا میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گی۔" میں ہنسنے لگا اور پھر میں نے کہا۔

"میں تو خود مقتول ہوں تمہیں کیا قتل کروں گا۔" میرے اس انداز پر اس کی محبت کا اظہار اور بڑھ گیا۔ بالآخر میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ یہ ایڈونچر ضرور کیا جائے گا وہ آہستہ سے بولی۔

"اگر تم چاہو تو میں وہ نقشہ تمہارے سامنے پیش کروں جو میرے پاس موجود ہے۔"

"کل کا دن مجھے یقین ہے کہ تمہارے بغیر نہیں گزرے گا کیونکہ اب تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ میرا مطلب سمجھ کر مسکرا دی اور اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں اب یہاں سے جانے کا کیا سوال ہے تم نے میری ساری ذہنی کوفت دور کر دی ہے۔"

میں بھی مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ بہر طور اس کے بعد ہماری گفتگو کا موضوع بدل گیا اور پھر رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی۔ اس نے یہ دوستی اتنی پختہ کر دی کہ خود میرے ذہن میں اسے دھوکا دینے کا تصور ختم ہو گیا۔ ویسے بھی ظاہر ہے دھوکا دینے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا اگر وہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے تو یہ ایڈونچر کیا جا سکتا ہے جبکہ میں نے تو زندگی انہی راستوں پر منتقل کر دی تھی۔ دوسری صبح اس نے اسی اپنائیت کا ثبوت دیا جس کا اظہار وہ کرتی رہی تھی اور ناشتا وغیرہ تیار کر کے میرے سامنے آ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ غسل کر کے اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور بڑی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی ایسے نکھرے چہرے مجھے ہمیشہ سے پسند ہیں۔ ناشتے کے بعد وہ دوسرے کمرے میں گئی اور اپنے سوٹ کیس سے ایک بڑا سا کاغذ نکال لائی جو مسلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس بڑے کاغذ پر چپکا دیے گئے تھے اور ان ٹکڑوں پر تمام تفصیلات مختصر نوٹ کے ساتھ لکھی گئی تھیں۔ میں بھی دلچسپی سے ان تفصیلات میں گم ہو گیا۔ شام گڑھ کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ایک بار وہاں جا بھی چکا تھا۔ سیاحوں کے لیے وہ جگہ خصوصی طور پر باعثِ دلکشی تھی۔ ایک اچھا خاصا پہاڑی قصبہ تھا جس کی آبادی آٹھ نو لاکھ کے قریب تھی۔ اس آبادی میں سیاحوں کے لیے کئی ہوٹل بھی قائم کیے گئے تھے اور جب میں شام گڑھ گیا تھا تو وہاں کا ہوٹل ونگ ڈونگ مجھے بہت پسند آیا تھا۔ شام گڑھ برفانی علاقہ تھا اور ہر موسم میں ہی سیاحوں کے لیے باعثِ دلچسپی رہا کرتا تھا۔ سردیوں کے موسم میں خاص طور سے وہاں رش ہو جایا کرتا تھا اور غیر ملکی سیاحوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی جبکہ گرمیوں کے موسم میں مقامی لوگ وہاں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے کافی تعداد میں پہنچ جاتے تھے۔

نقشے میں شام گڑھ کے وہ برفانی میدان دکھائے گئے تھے اور ان کے بارے میں نوٹ بھی لکھے گئے تھے۔ برفانی میدانوں کو عبور کر کے کالڑا کے جنگلات شروع ہوتے تھے۔ کالڑا کے ان جنگلات میں ان کھنڈرات کی کہانیاں بھی مشہور تھیں جو کسی زمانے میں کالڑا کی آبادی کہلاتے تھے لیکن شاید یہ بہت پرانی بات تھی۔ یہ کھنڈرات ابھی تک جوں کے توں موجود تھے اور ان میں خوبی یہ تھی کہ یہ تمام کھنڈرات درختوں میں چھپے ہوئے تھے اور اسے ایک پُراسرار داستان تصور کیا جاتا تھا۔ وہاں بعض اوقات جرائم بھی ہوتے تھے اور اس کے بارے میں تفصیلات بھی آتی تھیں لیکن بعد میں سیاحوں کے بڑے خطرات کے پیشِ نظر وہاں کئی بڑے آپریشن ہوئے تھے اور اس علاقے کو جرائم سے پاک کر دیا گیا تھا۔ ان دنوں وہ ایک اچھی تفریح گاہ میں شمار ہوتا تھا اور اس خزانے کے حصول کے لیے ہمیں کالڑا ہی کے جنگلات کا سفر کرنا تھا۔ اتنا مشکل مرحلہ بھی نہیں تھا جس کے لیے بہت زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا چنانچہ میں ذہنی طور پر تیار ہو گیا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس نے کہا۔

"اس علاقے سے واقفیت ہے؟"

"کافی حد تک اور پھر یہ نقشہ بہت واضح ہے۔"

"ہاں، ان غیر ملکیوں کے لیے یہ ایک مشکل جگہ تھی لیکن ایک ملکی شخص نے ان کی یہ مشکل حل کر دی۔ انھوں نے اس جگہ کا تعین کیسے کیا ہے، مجھے اس بارے میں نہیں معلوم یا اس نقشے کے بارے میں انھیں تفصیلات کہاں سے ملیں، یہ بھی میں نہیں جانتی لیکن ان کی گفتگو سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ سو فیصد یہی وہ علاقہ ہے جہاں وہ جانا چاہتے ہیں۔"

"گڈ! تو پھر اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے اُس سے سوال کیا۔

"یہ تم پر منحصر ہے اب جب میں نے یہ ذمے داریاں تمہیں سونپ دی ہیں تو باقی کام تمہیں خود کرنا ہوں گے مثلاً یہ کہ تم اپنے طور پر آذر ناصری کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اس وقت میرا جہاں تک خیال ہے، میں ہی آذر ناصری کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہوں وہ میری تلاش جاری رکھے گا اور اگر مجھے تمہارا تحفظ باقاعدگی سے حاصل ہو گیا اور میں اس کے ہاتھ نہ لگی تو پھر وہ یقینی طور پر کچھ تیاریاں کر کے وہاں کا سفر شروع کر دے گا اور زیادہ وقت ضائع نہیں کرے گا کیونکہ معاملہ اس کے غیر ملکی دوستوں کا بھی ہے۔ ہم اس کا تعاقب کریں گے یا اگر تم اس سے پہلے وہاں پہنچنا چاہو تو پھر فوری طور پر یہ بندوبست کر لو۔ اس کا تعاقب کرنے سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ اپنے طور پر ہمیں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور ہم اس جگہ تک پہنچ جائیں گے۔"

"اگر ہم اس وقت وہاں پہنچے جب آذر ناصری بھی وہاں ہو گا تو کیا ہمیں اس کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا؟"

"وہ تو کرنا پڑے گا لیکن اب یہ سب کچھ تم پر منحصر ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اگر تم اس سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ تو میں سمجھتی ہوں کہ جانے حق میں بہتر ہوگا ویسے تمہاری کیا رائے ہے اس سلسلے میں؟“

”ذرا غور کرنا پڑے گا اگر ہم آذر ناصری سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور وہ یہاں تمہاری تلاش میں مصروف رہتا ہے تو ہمیں زیادہ آسانیاں حاصل ہو جائیں گی اور اگر ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک جاتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے جو فیصلہ کیا ہے، وہاں کہاں تک درست ہے، دونوں صورتوں میں ہمیں آسانی ہو سکتی ہے۔ خیر اب اس بارے میں معلومات حاصل کریں گے ہم، تم مطمئن رہو اب جبکہ میں نے تم سے اس کام میں تمہاری مدد کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تو بہت سی ذمے داریاں بھی میں قبول کروں گا تمہیں اس کے لیے متردد نہیں ہونا چاہیے۔“ وہ ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

”یہ نقشہ اب تمہارے پاس ہے تم اس کو اپنے طور پر بہتر بنا لو مجھے تمہاری کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ بہر طور ایک دلچسپ مشغلہ میرے ہاتھ آیا تھا۔ حالانکہ اب دلچسپ مشاغل کا حصول میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ شہباز احمد صاحب کسی وقت بھی کوئی مہم میرے سپرد کر سکتے تھے لیکن انھوں نے مجھے جو مراعات دی تھیں ان سے میں پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ بعد میں، میں نے اس سلسلے میں اپنے طور پر بھی کچھ منصوبے بنائے تھے اور ان منصوبوں کے تحت میں یہ چاہتا تھا کہ میرے چاروں دوست بھی اس میں میرا ساتھ دیں غرض یہ کہ میں نے اپنے طور پر لڑکی سے مکمل طور پر تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، وہ بھی بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔

”کیا خیال ہے مسٹر جمال، کیوں نہ اس نقشے کو بہتر بنا لیا جائے؟“

”تم نے اب تک یہ کام کیوں نہیں کیا؟“

”اوہ، مجھے اس کا موقع ہی کب مل سکا ہے؟“

”اوکے۔“ میں نے کہا اور پھر ہم تیاریاں کرنے لگے۔

ایک بڑے کاغذ پر وہ نقشہ اتارا گیا اور ایک ایک تفصیل واضح کی گئی۔ شہناز اس سلسلے میں کافی ماہر ثابت ہو رہی تھی، اس نے کہا۔

”ہر انسان کو زندگی میں ایک ساتھی کی ضرورت پیش آتی ہے۔“

”ہاں بعض لوگ اس سے محروم بھی رہتے ہیں۔“

”تمہاری شمولیت سے مجھے جس قدر ڈھارس ہوئی ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ ایک سوال کروں؟“

”ہوں۔“

”تمہارے مالی حالات کیسے ہیں؟“

”بس مناسب ہیں۔“

”میرے پاس بھی کافی پیسے بینک میں پڑے ہیں، ہمیں اخراجات کی ضرورت پیش آئے گی۔“

”سو فیصد مگر یہ مشکل مرحلہ نہیں ہے۔“

”تم پوری توجہ سے کام شروع کر دو۔“

”کام تو شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے یہ عمدہ نقشہ تیار کر لیا ہے میرے خیال میں یہ پرانا نقشہ ضائع کر دیا جائے۔“

”ظاہر ہے۔“ اس نے کہا۔ ”نیا نقشہ احتیاط سے محفوظ کر لیا گیا تھا۔“

بعد کے کام مجھے خود کرنے تھے اور ظاہر ہے شہناز کو ان میں شریک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ توفیق وغیرہ کو فون کر کے میں نے کہا کہ آج کوئی پروگرام نہیں بنایا جا سکتا، وہ لوگ بھی آرام کریں، مجھے ضرورت ہوئی تو ان سے خود مل لوں گا۔ اس کے بعد میں شہناز سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ ڈیپارٹمنٹ تھرٹی فور کی عمارت میں مجھے آفتاب کمال کی کار نظر آ گئی تھی، وہ یہاں موجود تھا۔ میری آمد کو اس نے دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

”مجھے آپ کی آمد کی امید نہیں تھی چیف۔“

”کیا کر رہے ہو؟“

”بس سارے ریکارڈ ترتیب کر رہا ہوں۔ کچھ نئے کام کر رہا ہوں۔“

”یہ اخبارات کے پلندے؟“ میں نے اس کے اطراف پرانے اخبارات کے بنڈل دیکھ کر حیرت سے کہا اور آفتاب کمال مسکرانے لگا۔

”یہ میرا اسرمایہ ہے چیف۔“

”زندگی کے آخری ایام میں ردی فروشی کا کام کرنا چاہتے ہو؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں سر، آپ ذرا ایک نگاہ دیکھیے انھیں۔ یہ دنیا بھر کے تیس ملکوں میں شائع ہونے والے اخبارات کے دس سالہ فائل ہیں۔ میں ان میں شائع ہونے والی اہم خبروں کا ریکارڈ تیار کروں گا تاکہ ہماری کسی ضرورت پر ہمارے کام آ سکے۔“

”اوہ، ونڈرفل، بہرحال میری اس حیثیت کو برقرار رکھنے میں تمہارا بہت بڑا ہاتھ ہے آفتاب! اب تم کچھ دیر کے لیے فارغ ہو جاؤ مجھے تم سے کام ہے۔“

”جی سر۔“ وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

”آذر ناصری۔“ میں نے کہا۔

”آذر ناصری ایک ناکام مصور ہے، ایک مرتبہ جعلی نوٹ چھاپنے کے الزام میں سزا پا چکا ہے۔ آذر ناصری ایک مشکوک مہم جو ہے جو ایک شاندار کوٹھی میں شاندار زندگی گزارتا ہے، بہت سے ملازم رکھتا ہے، غیر شادی شدہ ہے، اب تک چھ عشق کر چکا ہے مگر اس کی محبوبائیں دوسروں سے شادی کر لیتی ہیں، وجہ نامعلوم ہے۔ بہت سے شیئرز خریدے ہیں مگر خیال یہ ہے کہ شیئرز کا یہ کاروبار اس نے دکھاوے کے لیے کر رکھا ہے، اس کے پیچھے اس نے دو ملازم رکھ چھوڑے ہیں۔ اکثر ملک سے باہر جاتا رہتا ہے لیکن کسی جرم میں ملوث نہیں پایا گیا۔ بہت پہلے محکمہ آثار قدیمہ میں نوکری کرتا تھا، اس کے بعد سے کچھ نہیں کرتا۔“

”شالم گڑھ۔“ میں نے کہا۔

”جنوبی علاقہ ہے، خوبصورت پہاڑی مقام قرار دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ درجے کے ہوٹل ہیں وہاں، خصوصیت کا ارڈاکے جنگلات جن کے درختوں میں کھنڈرات چھپے ہوئے ہیں، پراسرار علاقہ تصور کیا جاتا ہے اور وہاں جانے کے لیے وہاں کی انتظامیہ نے سیاحوں کو ہوشیار کرنے کے بورڈ آویزاں کیے ہوئے ہیں۔“ آفتاب کمال شروع ہو گیا۔ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

”بس... بس کافی ہے۔ سنو آفتاب کمال، آذر ناصری اپنے چند غیر ملکی دوستوں کے ساتھ شالم گڑھ کا سفر کرنے والا ہے، اس پر نگاہ رکھ کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کب یہ سفر کر رہا ہے اور اس کے لیے اس کے کیا انتظامات ہیں، جس وقت وہ روانہ ہو، اس سے پہلے مجھے علم ہونا چاہیے اور کسی بھی ذریعے سے مجھے چھٹیں شالم گڑھ کے لیے فراہم کی جائے۔ نیز یہ کہ مجھے یہاں جو بھی سہولتیں فراہم ہو سکتی ہیں، فراہم کی جائیں۔“

”بہتر ہے چیف۔“ آفتاب کمال نے جواب دیا۔

”بس یہی کام تھا تم سے۔“ میں نے کہا اور پھر وہاں سے اٹھ گیا۔ واپسی میں، میں آفتاب کمال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس ناقابل یقین صلاحیتوں کے مالک شخص کے بارے میں، میں نے آج تک نہیں سوچا تھا۔ اسے اس کی صلاحیتوں کا صلہ ملنا چاہیے۔ بہرحال اس کے بعد مجھے اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری دینی تھی کہ میں انھیں ایک خوبصورت مقام کی سیر کرانے لے جا رہا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ وہ کس قدر خوش ہوں گے چنانچہ میری کار ان کی طرف چل پڑی۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے کہاں ملیں گے۔

چاروں مسخرے یکجا تھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا تو چاروں مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

”کیسے کیسے ہیں آپ؟“ توفیق نے زنانہ آواز بناتے ہوئے کہا۔

”موٹے بدمعاش کیا ہو رہا ہے؟“ میں ایک صوفے پر دراز ہو کر بولا۔

”سرتاج کا انتظار کر رہے تھے۔“ اعجاز نے بھی زنانہ آواز بنا کر کہا، اور میں شرارت آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر گردن ہلا کر بولا۔

”خوشی ہوئی تم لوگوں میں یہ تبدیلی دیکھ کر۔“

”ہم کچھ نہیں ڈارلنگ۔“ جون بھی اپنے طور پر زنانہ آواز میں بولا تھا۔

”بھئی چار چار ہو تم اور تمہاری جنس بیک وقت بدل گئی ہے۔ میرے تو عیش ہی عیش ہو گئے۔“

”نہیں سرتاج ہم تو ہمیشہ سے آپ کے خادم ہیں درحقیقت ہمارا اور آپ کا رشتہ اب کچھ ایسی ہی نوعیت اختیار کر گیا ہے کہ ہم چاروں اپنے آپ کو آپ کی بیویاں کہتے ہیں۔ ہماری تمام تر دلچسپیاں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔ آپ آ جاتے ہیں تو دل میں سرور، آنکھوں میں نور وغیرہ وغیرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ ہماری کفالت کرتے ہیں درحقیقت ہمارے اور آپ کے درمیان شوہر بیویوں کا سا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔“

”بیک وقت چار چار بیویاں رکھنا آسان کام تو نہیں ہے۔“

”رکھا ہی ہوا ہے آپ نے سرتاج، آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ ہم سب کے ساتھ ایک سا سلوک رکھتے ہیں۔“

”اس مسخرے پن کی وجہ؟“

”نہیں بس اس وقت کچھ ایسی ہی صورت حال پیدا ہو گئی ہے، ہم آپ ہی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔“

”یہی کہ جب پیا کی نظریں اچھی ہوں تو کتنی خوشی ہوتی ہے مگر کیا کریں آپ کی مصروفیات بھی تو ہیں۔“

”اچھا اب مسخرہ پن بند کرو، کچھ بات کرنی ہے تم سے۔“ میں نے کہا اور وہ چاروں سنجیدہ صورت بنائے مجھے دیکھنے لگے وہ میرے بہترین دوست تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مجھے ملے کے ساتھی اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ے کہہ سکتی ہوں کہ مسٹر آذر ناصری اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں جائیں گے اور اپنا کام شروع کر دیں گے۔ اگر ہم پہلے سے وہاں پہنچ جائیں تو اپنی پوزیشن مستحکم کر سکتے ہیں اور اس کے بعد آذر ناصری ہماری نگاہوں سے دُور نہیں ہوں گے۔"

"اور اگر آذر ناصری نے یہاں سے جانے میں زیادہ وقت صرف کر دیا تو؟"

"تب بھی کیا فرق پڑتا ہے شاہم گڑھ بہت خوبصورت جگہ ہے اور وہاں کی زندگی میں بڑی دلکشی ہے۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ تو اس نے چونک کر پوچھا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"ہاں کوئی خاص بات تو ہے۔"

"کیا؟"

"زندگی کی دلکشی بے شک بہت سی خوبصورت جگہوں پر ہوتی ہے لیکن ایک حسین ساتھی کی قربت اگر میسر نہ ہو تو پھر ہر جگہ کی دلکشی بے معنی ہو جاتی ہے۔" شہناز کے چہرے پر کسی قدر جھجک کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ چند لمحات نگاہیں جھکائے سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"فرحت کے بھی تو رنگ ہوتے ہیں مسٹر جمال۔"

"ہاں۔ لیکن ہر انسان کی پسند کا کوئی نہ کوئی رنگ ہوتا ہے کچھ لوگ سفید پسند کرتے ہیں، کچھ سبز رنگ کے رسیا ہوتے ہیں کچھ سرخ اور نارنجی کے، تمہارا کیا خیال ہے کیا ہر شخص کو ایک ہی رنگ پسند ہوتا ہے۔؟"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"چلو چھوڑو اس گفتگو کو۔ بہر طور اگر تم اس بات کی خواہش مند ہو کہ ہم پہلے سے شاہم گڑھ پہنچ جائیں تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس طرح تھوڑی سی دقتیں پیش آسکتی ہیں انتظار بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے اور پھر انتظار کی کیفیت کے ساتھ تفریحات میں بھی کچھ لطف نہیں آتا۔"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے اگر تم چاہو تو انتظار کر لو مگر آذر ناصری پر نگاہ رکھنا ایک مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"اس مشکل کام کو حل کرنے کے لیے میں نے اپنے ساتھ چار آدمی شامل کر لیے ہیں۔"

"اوہ ویری گڈ، ویری گڈ یہ تم نے بہت اچھا کیا یقینی طور پر وہ چاروں آدمی تمہارے بھروسے کے ہوں گے؟"

"سو فی صدی کسی غلط آدمی کو لینے کا کیا سوال ہے" شہناز خاموش ہو گئی بہر طور میری رہائش گاہ میں وہ بہت خوش تھی اور اس نے تقریباً تمام ہی منصب سنبھال لیے تھے۔ میں بھی اس کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ آفتاب کمال کے بارے میں مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اس کے سپرد جو ذمہ داری کر دی جائے وہ اس سے کسی طور غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس کا ٹیلیفون مجھے چوتھے دن موصول ہوا تھا اور اس نے مجھے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا تھا۔

"چیف آذر ناصری آج رات شاہم گڑھ کے لیے ساڑھے سات بجے ٹرین سے روانہ ہو رہا ہے۔"

ٹرین سے۔"

"ہاں چیف اس نے چار ٹکٹ منگوائے ہیں۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کے اور اس کے ساتھ تین غیر ملکی شامل ہیں۔ جو آج ہی اس کی کوٹھی میں منتقل ہوئے ہیں۔"

"گڈ۔ تمہیں مکمل یقین ہے کہ وہ ٹرین ہی سے سفر کر رہا ہے۔"

"ہاں چیف اس میں شبہے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہوں۔ اب تم یوں کرو آفتاب کہ شاہم گڑھ سے رابطہ قائم کر کے وہاں ہوٹل ڈنگ ڈونگ میں ہمارے لیے دو کمرے بک کرا دو۔"

"ہو جائیں گے چیف اس سلسلے میں کوئی خاص ہدایت؟"

"نہیں! کوئی خاص ہدایت نہیں ہے۔"

"کیا میں کمرے بک کرا کر آپ کو اطلاع دوں؟"

"ظاہر ہے ان کے نمبر وغیرہ کے بارے میں تو معلومات حاصل کرنا ہی ہوں گی۔"

"او کے چیف" آفتاب کا فون سننے کے بعد میں نے شہناز کو اس بات سے آگاہ کیا تو وہ حیران رہ گئی۔

"مسٹر ناصری بذریعہ ٹرین سفر کر رہے ہیں یہ تعجب کی بات ہے۔"

"مجھے کوئی خاص تعجب نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے اس نے بغرض تفریح یہ فیصلہ کیا ہو۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" شہناز پُر خیال انداز میں گردن ہلا کر خاموش ہو گئی۔ بہر طور ہم لوگوں نے بھی اپنی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ وہ لفنڈ میرے پاس محفوظ تھا جو شہناز کی مدد سے بنایا گیا تھا اور میں اپنے طور پر اپنے ذہن میں بھی بہت سی سوچیں رکھتا تھا غرض یہ کہ تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ بھلا آفتاب کمال کے لیے وہ کام کیا مشکل تھا جو میں نے اسے سونپا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ڈنگ ڈونگ کی تیسری منزل پر کمرہ نمبر تین سو ایک اور تین سو دو ہمارے لیے مخصوص کر دیئے گئے ہیں اور وہاں جہانگیر جمال شاہ کے نام سے یہ دونوں کمرے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ میں ذہنی طور پر اس کام کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ شہباز احمد صاحب

میں کوئی شک نہیں تھا کہ جب سے شہباز احمد صاحب نے یہ ذمہ داریاں مجھے سونپ دی تھیں میں ان میں مصروف ہو گیا تھا۔ اور ان لوگوں سے ذرا کم ہی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں بہر حال یہ اس وقت کے ساتھی تھے جب راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ میں انہیں کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

کشوری نے کہا۔ "جی جہاں پناہ حکم عالیہ۔"

"تم لوگوں کو شہر میں رہتے رہتے اکتاہٹ نہیں ہو گئی ہے؟"

"آہ۔ یہ نہ پوچھیے میرے سرتاج بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کی نگاہ کرم کے منتظر رہتے ہیں۔ آپ کے حکم کے بغیر ہم کہیں جا بھی تو نہیں سکتے۔"

"میں نے تم لوگوں کو ایک برفانی علاقے کی سیاحت پر لے جانے کا پروگرام ترتیب دیا ہے۔" میں نے کہا اور جواب میں وہ چاروں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر انہوں نے کمر پر ہاتھ رکھ کر تھرکنے لگنے شروع کر دیے تھے۔ دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا اور میں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا تو خود ہی رُک گئے۔

"دیکھتے نہیں ہو جون انہیں ہمارا یہ رقص پسند نہیں آ رہا۔"

"بدقسمتی ہے ہماری نجانے کون کلموہی انہیں اپنے رقص سے رجھاتی ہے ہماری طرف تو توجہ دینا ہی چھوڑ دیا ہے۔"

"سنجیدہ نہیں ہو گے تم لوگ تو میں چلا جاؤں گا۔" میں نے کہا اور وہ چاروں دھم دھم کرتے میرے سامنے بیٹھ گئے۔ توفیق نے کہا۔

"خبردار ہوشیار سنجیدگی زندگی کی ضمانت ہے تو جہاں پناہ کیا فیصلہ فرمایا ہمارے بارے میں اور وہ کون سی جگہ ہے جہاں ہم جا رہے ہیں؟"

"شاہم گڑھ۔" میں نے کہا اور توفیق فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھا۔

"آہ برف زاروں کی وہ جنت جہاں سفید پریاں پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر رقصاں رہتی ہیں اور جہاں زندگی سفید سفید روئی کے گالوں کی شکل میں دوڑتی پھرتی ہے۔ خوش ہو جاؤ دوستو خوش ہو جاؤ۔ ہمارا دوست اپنی دُنیا میں واپس آ چکا ہے۔" جون نے آگے بڑھ کر دوزانو بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہم کہاں چل رہے ہیں عالم پناہ؟"

"مسخرہ پن جاری رہا تو کبھی نہ جا سکیں گے۔" میں نے کہا اور جون جلدی سے اُٹھ کر اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گیا۔

"کب جانا ہے چیف؟" اعجاز نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں کسی بھی وقت بس یوں سمجھ لو کہ آدھے گھنٹے کے نوٹس پر چل پڑیں گے۔"

"طے نہیں کیا چیف کہ کب چلنا ہے؟" کشوری نے پوچھا۔

کچھ لوگ کہ تم لوگ میرے ماتحتوں کی حیثیت سے کام کرو گے۔ ہو سکتا ہے تمہیں کچھ جاسوسی واسوسی بھی کرنا پڑے۔ کچھ مجرموں کا تعاقب کرنا پڑے۔ تفریحات کے ساتھ ساتھ کام بھی جاری رہے گا۔" توفیق ایک بار پھر پُرجوش انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہمیں تو دکھ ہے چیف کہ تم نے ہمیں زندگی کے ایک مرحلے میں ہمیشہ ساتھ رکھا۔ لیکن جب سے سرکاری نوکری کی ہمیں بھول گئے حالانکہ ہم سے شاندار اسسٹنٹ تمہیں کوئی نہیں مل سکتا دشمن کی گردن چبانا ہمارا محبوب مشغلہ ہے اور مجرم کا خون پینا ہماری ہابی ہے۔ بس یوں سمجھ لو چیف کہ میری رگوں میں پارہ بھر گیا ہے یہ سوچ کر کہ اس بار کہ تم ہم سے بھی کوئی کام لینا چاہتے ہو۔"

"تم لوگ اگر مسخرہ پن سے باز آ جاؤ تو میں تم سے کوئی کام بھی لوں۔"

"کمال ہے چیف۔ یعنی ہم مسخرے ہیں ہم پچھلے پندرہ مہینوں سے مسکرائے تک نہیں ہیں۔ پھر بھلا۔"

"میری ہدایت نوٹ کر لیں تم نے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر تیار رہو۔ وہاں تفریحات کی اجازت بھی مل جائے گی تمہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں میرے لیے کام بھی کرنا ہو گا۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں چیف ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے ان لوگوں کو تمام تفصیلات سمجھا کر اور یہ بتا کر کہ شاہم گڑھ میں موسم سرد ہو گا اور ان لوگوں کو اپنے لباس اس مناسبت سے رکھنا ہوں گے۔ میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ رُخ اپنی رہائش گاہ کی جانب ہی کیا تھا جہاں شہناز موجود تھی۔ میں نے بیل بجائی تو اس نے کسی گھریلو خاتون کی طرح دروازہ کھولا اور اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بھی مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔ شہباز کی یہاں موجودگی مجھے کافی اچھی لگ رہی تھی۔ ویسے وہ ابھی تک میرے مقصد پر پوری نہیں اُتری تھی۔ تاہم اس کی قربت بھی دلکش تھی اور میں اپنے دل میں اس کے لیے ایک خاص کشش محسوس کر رہا تھا۔ ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ شہناز نے کہا۔

"کیا انتظامات کرتے پھر رہے ہیں مسٹر جمال۔"

"بس تمہاری ہدایت کے مطابق ہی عمل کر رہا ہوں جب تک آذر ناصری یہاں سے روانہ نہیں ہو گا ہمارا شاہم گڑھ پہنچنا بے معنی ہے۔"

"بالکل اس میں کوئی شک نہیں ہے ظاہر ہے ہم اسے نگاہوں میں رکھیں گے۔ لیکن اگر مناسب سمجھو تو ایک ترمیم کر لو اپنے پروگرام میں۔"

"کیا؟"

"ہم لوگ شاہم گڑھ پہنچ جاتے ہیں میں یہ بات تو وثوق سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو میں نے ٹیلیفون پر ہی اطلاع دی کہ کچھ دن کے لیے شہر سے باہر جا رہا ہوں۔"

"کیا ملک سے بھی باہر۔؟" شہباز احمد صاحب نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ بس شالم گڑھ تک کا ارادہ ہے وہاں پر ہوٹل ڈونگ ڈونگ میں قیام کروں گا۔"

"گڈ۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تم سے رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔ ویسے آج کل بالکل امن چین ہے" گویا شہباز احمد صاحب نے مجھے اس مصروفیت کی اجازت دے دی تھی اور یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہاں جانے کا اصل مقصد کیا ہے

دوسرے دن میں نے ان چاروں دوستوں کو تیار کیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ عارضی طور پر مجھ سے بے تعلقی ہی ظاہر کریں۔ اور جس کمپارٹمنٹ میں چاہیں سفر کریں۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا البتہ اسٹیشن پر مجھے ان کی صورتیں ضرور نظر آ جانی چاہئیں۔ انہیں یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے اپنے دوسرے کاموں کا آغاز کیا۔" شہناز سے میں نے کہا۔

"تم جانتی ہو مسٹر آذر ناصری اس ٹرین سے سفر کر رہے ہیں جس سے ہمیں جانا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب ان سے تمہارا سامنا ہو جائے چنانچہ تمہارے چہرے میں کچھ تبدیلیاں ضروری ہیں۔" شہناز چونک کر میری صورت دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر جال۔؟"

"ہاں۔ میں اسے ممکن بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے اپنے سامان سے میک اپ بکس نکالا اور اس کے بعد شہناز کو اپنے سامنے بٹھا کر اس کے چہرے کی مرمت میں مصروف ہو گیا۔ میک اپ مجھے بہت اچھا تو نہیں آتا تھا لیکن اب جب میں نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا تو تھوڑا بہت اس کے بارے میں بھی جان لینا ضروری تھا۔ اور آفتاب کمال کا خیال تھا کہ میں اس سلسلے میں کمال کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ کمال شہناز کے چہرے پر منتقل کر دیا۔ اس کی ناک کی بناوٹ میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی۔ آنکھوں کے پپوٹوں پر پلاسٹک کے تختے چپکائے تو اس کی آنکھیں خواب ناک ہو گئیں اور اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آہ۔ میری آنکھوں پر یہ بوجھ تو مستقل ہی رہے گا۔"

"آنکھوں کا میک اپ سب سے خطرناک ہوتا ہے شہناز اور یہی بات یہ ہے کہ انسان کہیں سے بھی نہ پہچانا جا سکے۔ لیکن آنکھیں چغلی کھا لیتی ہیں اور بہت سے مرحلے مشکل ہو جاتے ہیں تمہاری آنکھوں پر یہ ہلکا سا بوجھ جو میں نے ڈالا ہے، یہ تمہاری آنکھوں کے اسٹائل کو ہی تبدیل کر دے گا۔ اور آذر ناصری انہیں نہ پہچان سکے گا۔"

"میں اپنا چہرہ دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔"

"ابھی کچھ دیر اور رکو۔" میں نے کہا اور پھر ایک مخصوص انداز میں اس کے ہونٹوں کے ابھار کو تھوڑا سا اور ابھار دیا۔ ٹھوڑی میں ایک ننھا سا خم پیدا کرنے کے لیے میں نے ایک لوشن استعمال کیا تھا۔ اور یہ چہرہ میرا پسندیدہ چہرہ تھا۔ ٹھوڑی کا ننھا سا خم ایسا حسین لگتا تھا کہ میں ہمیشہ ایسی لڑکیوں کو ترجیح دیتا تھا جن کی ٹھوڑیاں خم دار ہوں۔ پھر بالوں کے اسٹائل میں تبدیلی کر کے میں مطمئن ہو گیا۔ شہناز کی صورت میں نے بالکل بدل کر رکھ دی تھی۔ پھر جب میں نے آئینہ اس کے سامنے کیا تو اس کے منہ سے حیرت کی ایک چیخ نکل گئی۔

"اوہ۔ میرے خدا۔ میرے خدا۔ کیا واقعی یہ میں ہی ہوں؟" میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ دلچسپی سے آئینہ میں اپنا جائزہ لیتی رہی۔ پھر اس نے آئینہ رکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ہو سکتی میں اچانک ہی جس شخص کے پاس میں امداد کے لیے پہنچ گئی ہوں وہ اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو گا۔ تم نے مجھے اس وقت حیران کر دیا تھا جب میرے دشمن دھوکا کھا گئے تھے اور یقین کرو دوسری بار تم نے مجھے اس وقت حیران کیا ہے۔ تم نہایت پراسرار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا ذریعہ معاش بھی میرے علم میں نہیں ہے۔ کرتے کیا ہو آخر۔؟"

"کیا یہ وقت ان باتوں کے لیے موضوع ہے شہناز؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں نہیں۔ بس اتنی حیران ہو گئی تھی کہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ چلو چھوڑو۔ میرے ساتھی بن چکے ہو اب اور کیا چاہیے مجھے۔"

"اپنے لباس وغیرہ درست کر لیے ہیں تم نے۔؟"

"ہاں بالکل کیوں کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ آذر ناصری کسی طور تم پر شک نہ کرنے پائے۔ بعض لباس اس کے شناسا ہوں گے ان سے گریز کرنا ہو گا۔" شہناز نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میں نے پہلے نہیں سوچی تھی لیکن یہ اتفاق ہے کہ میں نے جن لباسوں کا انتخاب کیا ہے ناصری ان سے ناواقف ہے اور جب میں یہ لباس پہن کر اس کے سامنے بھی پہنچ جاؤں گی تو یقیناً وہ میری شناخت نہ کر سکے گا۔ واقعی میک اپ کا یہ کمال بہت انوکھا ہے۔ اور یہی بات یہ ہے کہ میرا چہرہ پہلے سے کہیں

زیادہ خوبصورت ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن تمہارے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں شہناز۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"خطرات!"

"ہاں۔ یہ چہرہ میری کمزوری ہے۔"

"اوہ۔" وہ ہنس پڑی اور اس نے مزید کچھ نہ کہا۔ وقت مقررہ پر ہم باہر نکل آئے اور باہر نکلنے کے بعد ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ ناصری کی طرف سے ایک تصور میرے ذہن میں بھی تھا کہ ایک بار وہ میری صورت دیکھ چکا ہے۔ اگر میں چاہتا تو اپنے چہرے میں بھی تھوڑی بہت تبدیلیاں پیدا کر سکتا تھا۔ لیکن فی الحال یہ ضروری نہیں تھا۔ میک اپ کا سامان میرے پاس موجود تھا اور کسی وقت بھی میں اپنے چہرے کو ہلکا سا ٹچ دے کر تبدیل کر سکتا تھا۔ اس لیے اس بات سے مطمئن تھا۔ آذر ناصری یا اس کے غیر ملکی ساتھیوں کو تو میں ریلوے اسٹیشن پر نہیں دیکھ پایا تھا۔ لیکن وہ چاروں بدمعاش موجود تھے۔ اور بڑی مستعدی سے شاید میرا ہی انتظار کر رہے تھے۔ میں نے انہیں غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا اور وہ اپنے منتخب شدہ کمپارٹمنٹ میں جا بیٹھے۔ میں شہناز کے ساتھ ایک کمپارٹمنٹ میں پہنچ گیا تھا اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد شہناز نے کسی قدر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آذر ناصری یا اس کے ساتھی نظر نہیں آ رہے۔"

"تم تو اس سے بہت پہلے شالم گڑھ پہنچ جانے کی خواہش مند تھیں شہناز۔ اگر وہ نظر نہیں آ رہے تو بہرحال ہم انہیں شالم گڑھ میں تلاش کر لیں گے۔"

"کیا تمہیں کسی طرح اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ آذر ناصری اپنے سفر پر روانہ ہو گیا ہے۔ میں کچھ ایسا ہی سوچ رہی ہوں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"جب تم نے یہ ذمہ داری مجھے سونپ دی ہے تو پھر تمام فکرات کو ذہن سے نکال دو۔" وہ خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مسکرا پڑی۔ اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"ہاں میں نے تم پر مکمل بھروسہ کر لیا ہے۔ لیکن تم اپنے چار ساتھیوں کے بارے میں بھی بتا رہے تھے۔ کیا وہ اس ٹرین سے سفر نہیں کر رہے۔؟"

"وہ اسی ٹرین سے سفر کر رہے ہیں۔" شہناز میرے ان الفاظ پر چونک پڑی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"تم واقعی بہت پراسرار انسان ہو۔" ٹرین نے ریلوے پلیٹ فارم چھوڑ دیا اور اس کے بعد میں اور شہناز وقتاً فوقتاً گفتگو کرتے رہے۔ یہ سفر خوشگوار تھا اور پھر کوئی ایسی خاص بات نہ ہوئی پورے سفر کے دوران جو قابل ذکر ہوتی۔ شالم گڑھ کا اسٹیشن سیاحوں کی وجہ سے کافی خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔ ویسے یہاں ایئرپورٹ بھی موجود تھی اور اندرونی پروازوں کے لیے یہ ہوائی اڈہ خاصا معروف رہتا تھا۔ ہم لوگ ریلوے اسٹیشن پر اتر گئے تھے۔ ٹرین یہاں زیادہ دیر نہیں رکتی تھی۔ بہرطور اس کے بعد میں نے اشارہ کیا اور وہ چاروں میرے نزدیک پہنچ گئے۔ تبھی شہناز نے آہستہ سے میرا ہاتھ دبایا اور ایک سمت اشارہ کر دیا۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ سے آذر ناصری اور اس کے تینوں ساتھی نیچے اترے اور وہ پلیٹ فارم کے اس سمت بڑھ گئے جہاں سے باہر جانے کا راستہ تھا۔ اس دوران توفیق، اعجاز اور دونوں ساتھی میرے نزدیک آ گئے تھے۔ ان چاروں کی نگاہوں میں، میں نے پہلے ہی شرارت دیکھ لی تھی۔ توفیق انتہائی بے تکلف انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اور اس کی نظریں شہناز کا طواف کر رہی تھیں۔

"ڈونگ ڈونگ کمرہ نمبر تین سو دو۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تر۔ تین سو دو۔ مطلب ہے کہ تین سو دو۔"

"بکواس بالکل بند۔ یہاں سے جو بھی سواری مل سکے اس میں بیٹھ کر ڈونگ ڈونگ کمرہ نمبر تین سو دو میں پہنچ جاؤ۔ وہ تمہارے لیے ریزرو کرا دیا ہے۔"

"آپ، آپ چیف کہیں اور۔؟"

"توفیق۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور توفیق جلدی سے شانے ہلا کر سیدھا ہو گیا۔ پھر وہ باقی ساتھیوں کے ساتھ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتا رہا اور بڑے دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔

"یہ لوگ تمہارے دوست ہیں؟" شہناز نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے اس سے کہا اور اس کے بعد میں بھی باہر نکل آیا۔ باہر آذر ناصری کا پتا تھا اور نہ ہی میرے ان چاروں ساتھیوں کا البتہ سامنے ہی ٹیکسیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے چل کر میرے سامنے آ رکی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مودبانہ انداز میں ہمارا مختصر سا سامان ٹیکسی کے پچھلے حصے میں رکھا۔ اس دوران ہم اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ڈونگ ڈونگ۔" اور ٹیکسی چل پڑی۔ شہناز کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ ماحول کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ شالم گڑھ اپنی تمام پہاڑی روایتوں کے ساتھ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ یہاں کے گلی کوچے مختصر مگر نہایت صاف ستھرے تھے۔ خاص طور سے شالم گڑھ جیسے پہاڑی مقام پر سیاحوں کی آمد کے لیے خاصے انتظامات کیے گئے تھے۔ اور غالباً انہی کو مدنظر رکھتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئے یہاں عمدہ قسم کے ہوٹلوں کی بھی کافی تعداد موجود تھی ڈونگ ڈونگ میرا شناسا سا ہوٹل تھا۔ اور یہاں کے بہت سے ہوٹلوں میں، میں اسی کا انتخاب کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈونگ ڈونگ پہنچ گئے، پورٹر نے ہمارا سامان کمرہ نمبر تین سو ایک میں پہنچا دیا اور میں اس وسیع و عریض کشادہ کمرے کو دیکھ کر شہناز کی صورت دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔

"بہت عمدہ جگہ ہے یہ۔"

"اس سے پہلے تمہارا شام گڑھ آنا ہوا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔" وہ اپنا سوٹ کیس کھول کر اس کا سامان الماری میں سجاتے ہوئے بولی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"دیکھو میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا مسٹر جمال کہ میرے پاس کچھ رقم موجود ہے، تم تمام ذمہ داریاں سنبھالنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"جس خزانے کے حصول کے لیے تم مجھے یہاں لائی ہو شہناز اگر وہ ہمیں حاصل ہو گیا تو میرا خیال ہے کہ یہ تھوڑا سا خرچ بے معنی ہو گا چنانچہ تم اس سلسلے میں کسی تردد کا اظہار نہ کرو۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے۔؟"

"تم اسی یقین کے ساتھ مجھے یہاں لائی ہو نا۔"

"ہوں۔ گویا امکانات ہیں اس بات کے جو خزانہ میری نگاہوں میں اس مدفون خزانے سے زیادہ قیمتی ہے کبھی مجھے حاصل ہو سکتا ہے۔"

"کیا ہم بیکار باتوں میں نہیں اُلجھ گئے۔ ہم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ آذرناصری نے کون سے ہوٹل میں قیام کیا ہو گا۔؟"

"بات ٹالنا مجھے بھی آتا ہے۔ لیکن بہرطور میں تمہاری اس خواہش کا احترام کروں گا کہ اب اس موضوع پر بات نہ کی جائے۔ میرا خیال ہے مجھے غسل خانے کا رُخ کرنا چاہیے۔" وہ بے اختیار ہنس پڑی تو میں رُک کر بولا۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"اس سرد موسم میں غسل خانے کی طلب کچھ عقل سے بعید بات معلوم ہوتی ہے۔"

"بعض باتوں کی تفصیلات الفاظوں میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔ اور غسل خانے کی جانب بڑھ گیا۔ واپس آیا تو کمرے میں کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو پھیلی ہوئی تھی میں ایک گہری سانس لے کر اس کے سامنے آ بیٹھا۔ شہناز نے کافی کی پیالی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ذہن میں تو شاید یہ خیال نہ آیا ہو لیکن اس سرد موسم میں کسی غسل کرنے والے کے لیے گرم کافی بے حد ضروری ہوتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کافی کی پیالی اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں آذرناصری کے بارے میں پتا چلا لینا چاہیے اور اس کے لیے مجھے اپنے دوستوں ہی کو پکارنا ہو گا۔"

"ان لوگوں سے میرا تعارف بھی نہیں ہوا۔ بلاؤ تو سہی کس قسم کے لوگ ہیں۔" اس نے کہا اور میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ باہر نکل کر میں نے کمرہ نمبر تین سو دو پر دستک دی اور توفیق نے دروازہ کھولا۔

"یس چیف۔" اس نے پھولے ہوئے منہ کے ساتھ کہا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"جھک مار رہے ہیں۔" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلا اور اس کے ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔ باقی تینوں نے مجھے دیکھ کر آہیں اور سسکیاں بھرنا شروع کر دیں۔ کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر میں ان کی صورتیں دیکھنے لگا اور پھر میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہاں آ کر بھی تم لوگ اسی قسم کی حرکتوں کا مظاہرہ کرتے رہو گے۔"

"کیا کریں چیف ہم لوگ بالکل لاوارث ہو کر رہ گئے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اب دیکھئے نا چیف آپ نے ہم چاروں کو اس ڈربے میں بند کر دیا ہے اور لیپٹ ساتھ اپنے ساتھ۔" توفیق نے کہا۔ اور بھوں بھوں کر کے رونے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے ایک دھپ اس کی گردن پر رسید کر دی تھی۔

"ہوش میں آؤ، اور ہوش میں آ کر میرے ساتھ چلو۔"

"ک۔ کہاں چیف؟"

"کسی کائی ہاؤس میں چھوڑ کر آؤں گا تمہیں۔"

"چیف یہاں ہم چاروں اپنے آپ کو کسی کائی ہاؤس ہی میں محسوس کر رہے ہیں۔ بھلا یہ خوبصورت ماحول، خوبصورت موسم شام گڑھ دیکھ کر ہی ہماری آنکھیں چمکنے لگی تھیں مگر بعد میں ہم نے سوچا کہ ہم چاروں ایک دوسرے کو بھلا کیا سہارا دے سکیں گے۔" میں نے آپ لوگوں کے لیے کافی منگوائی ہے۔"

"ایں۔" وہ چاروں چونک کر شہناز کو دیکھنے لگے۔ پھر میری طرف رُخ کر کے اعجاز نے کسی قدر سرگوشی کے سے انداز میں کہا لیکن یہ سرگوشی بھی ایسی تھی کہ شہناز اسے سُن لے۔

"کیا ہم انہیں بھابی کہہ سکتے ہیں؟"

"تو فیق میں تم سے سنجیدہ رہنے کی بات کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر ان خاتون کا حدود اربعہ تو بتا دیا جائے۔"

"میرا نام شہناز ہے اور میں آپ کے دوست جمال کی دوست ہوں۔"

"دوست کی دوست۔ اس کا مقصد ہے کہ ہماری کیا ہو؟" توفیق نے مُڑ کر جون سے پوچھا۔

"دوست۔"

"واہ۔ یہ بات ہے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔"

"شہناز یہ توفیق ہے۔ یہ کشوری ہے۔ یہ جون ہے اور اس کا نام اعجاز ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"ہم میں سے کسی خاص آدمی سے مل کر آپ کو خوشی ہوئی میڈم یا ہم چاروں سے۔"

"نہیں، آپ چاروں سے مل کر۔"

"اوہ۔ اور زیادہ خوشی ہمارے دوست جمال سے مل کر ہوئی ہو گی۔" اعجاز نے کہا اور شہناز ہنس کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے ان چاروں کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہاں ہمیں صرف تفریح ہی نہیں کرنی ہے بلکہ مس شہناز کے لیے ایک اہم کام بھی سرانجام دینا ہے۔"

"ہمیں۔ یعنی صرف ہمیں یا آپ کو بھی چیف۔" توفیق نے سوال کیا۔

"نہیں صرف تمہیں۔"

"اور آپ یہاں اس کمرے میں۔ میرا مطلب ہے کافی، کافی آ گئی۔" توفیق دروازے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لا رہا تھا۔ کافی کا سامان اس نے سینٹر ٹیبل پر سجا دیا اور شہناز نے ان چاروں کو کافی بنا کر پیش کی۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

"اور اب تم لوگ کافی پی کر یہاں سے کھسک لو گے۔ مس شہناز دراصل یہ چاروں میرے پالتو ہیں اور ان کے تمام اخراجات چونکہ ہمیں ہی اٹھانا پڑتے ہیں۔ چنانچہ براہ کرم آپ ان لوگوں کے لیے جیب خرچ کا بندوبست کر دیجیے۔"

"تم لوگ بھی مستعد ہو جاؤ۔ ہم پالتوؤں کو ہڈی دی جا رہی ہے۔"

"جی نہیں۔ گڈی میں کافی رقم ہے اور یہ آپ چاروں ہی کے لیے ہے۔ شہناز نے ان لوگوں کی فطرت سمجھتے ہوئے کہا۔ اور توفیق نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں گڈی جیب سے نکال لی۔ پھر اس نے اُسے چار حصوں میں تقسیم کیا اور تین حصے ان تینوں میں بانٹ دیئے۔ سب نے اپنے اپنے نوٹ لے کر رکھ لیے تھے۔

"تم لوگ آج اور کل یہاں سیر و سیاحت کر سکتے ہو اس کے بعد تمہیں پروگرام بتایا جائے گا کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے چیف۔ اب جا سکتے ہیں؟"

"کافی ختم ہو گئی ہو تو چلے جاؤ۔" اور اس کے بعد وہ چاروں ہی اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کیا۔ شہناز مسکرا رہی تھی۔

"یہ تمہارے ماتحت ہیں میرا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھ ان کا طرزِ گفتگو بتاتا ہے کہ یہ تم سے بے تکلف بھی ہیں اور تمہاری بات بھی مانتے ہیں۔"

"بس یوں سمجھو چاروں میرے بچپن کے دوست ہیں ان کا انداز ایسا ہی ہے۔"

"وہ یہ کہ اگر ان لوگوں کو آذرناصری کے پیچھے لگا دیا جائے تو وہ ان کا چہرہ شناس نہیں ہے یہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ معلومات میرا خیال ہے میں اور تم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو ابھی ہم اس سلسلے میں سامنے نہیں لانا چاہتے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے میرا چہرہ تو بدل چکا ہے اگر مجھے اجازت دو تو میں چلی جاؤں معلومات حاصل کر کے تمہیں اطلاع دوں گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یا پھر تم بھی میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے۔؟"

"نہیں ابھی نہیں، اور اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا۔؟" شہناز نے سوال کیا۔

"تمہاری تلاش میں ایک بار اس کے پاس جا چکا ہوں وہ میرا صورت آشنا ہے تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر مشکوک نہ ہو جائے۔"

"اوہ واقعی یہ خیال میرے ذہن میں نہ رہا تھا۔ پھر ٹھیک ہے میں ہی چلی جاتی ہوں۔" شہناز نے کہا اور اس کے بعد وہ باہر جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔

شہناز کے جانے کے بعد میں کچھ دیر بیٹھا صورتِ حال پر غور کرتا رہا۔ مجھے کسی خزانے کے حصول سے دلچسپی نہیں تھی بس شہناز کی پُراسرار شخصیت اور اس کی دلکشی نے مجھے یہ سفر کرنے پر مجبور کر دیا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس خوبصورت اور پُرفضا مقام پر شہناز جیسی حسین لڑکی کا قرب بہت ہی مسرور کُن تھا۔ لیکن اس قرب میں وہ سب کچھ موجود نہ ہو جس کے لیے ایسے قرب کی خواہش کی جاتی ہے تو پھر بیوقوفوں کی فہرست میں اپنا نام سرِفہرست میں آ جاتا ہے۔ اصل بات یہ سوچتی تھی کہ شہناز کو شیشے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کیسے اُتارا جائے۔ بہت دیر تک میں خاموش بیٹھا سوچتا رہا پھر دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کون ہے اندر آجاؤ۔" آنے والے وہی چاروں تھے جو میری زندگی کے گاہک تھے اور جب کبھی کسی مسئلے میں پریشان ہوتے تھے تو مجھے زچ کرکے ڈال دیتے تھے۔ میں نے گہری سانس لے کر توفیق وغیرہ کو دیکھا اور وہ میرے سامنے چہرے لٹکا کر بیٹھ گئے۔

"اب تم پر یہ سوگ کیوں طاری ہے میں نے تمہیں ہر طرح کی آزادی تو فراہم کر دی ہے۔"

"کوئی سوگ طاری نہیں ہے چیف۔ بس اجازت لینے آئے ہیں۔"

"کیا واپس جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں نہیں۔ واپس جانے کی اجازت نہیں بلکہ یہ پوچھنے آئے ہیں چیف کہ تفریحات پر کوئی پابندی تو عائد نہیں ہے چیف۔"

"ہے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور وہ سب سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر کشوری نے کہا۔

"کوئی حد مقرر ہے ہمارے لیے۔"

"ہاں۔ تم لوگ اپنے طور پر تمام تفریحات کر سکتے ہو لیکن رات کو ساڑھے دس بجے تم سب کی اپنے کمرے میں موجودگی ضروری ہے۔"

"سسس ساڑھے دس بجے۔ نہیں چیف ایسا ظلم نہ کرو۔" توفیق نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ساڑھے دس بجے کا وقت ہی تو تفریحات کے آغاز کا وقت ہوتا ہے چیف۔" اور پھر ہم چاروں اپنے کمرے میں آ گئے۔ توفیق نے دانتوں میں انگلی دبا کر شرمانے کی اداکاری کی اور میں نے پاؤں سے جوتا اُتار لیا وہ جلدی سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"میرا مطلب ہے چیف۔"

"نہیں۔ کوئی مطلب نہیں ہے ساڑھے دس بجے ہوٹل میں واپسی ضروری ہے۔"

"تم۔ مگر چیف آپ غور کریں، ذرا آپ خود غور کریں۔"

"ابے توفیق۔ کیوں چیف کو پریشان کر رہے ہو ابھی تم نے سنا نہیں چیف نے کیا کہا۔ یعنی ساڑھے دس بجے ہوٹل میں واپسی ضروری ہے کمرے میں نہیں۔"

"ہوں۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" توفیق نے کہا۔

"کیوں؟" میں نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"اب خواہ مخواہ گستاخی پر آمادہ کر رہے ہو چیف۔ اگر کسی سے دوستی ہو جائے تو کیا یہ تینوں میرے سر پر بیٹھ کر بین بجائیں گے۔" توفیق نے ایسے لہجے میں کہا کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ مجھے ہنستے دیکھ کر توفیق کے بھی دانت باہر نکل آئے۔

"مطلب بس اتنا ہی سا تھا چیف کہ جب یہاں لائے ہو تو ذرا کھل کر کھیلنے کی اجازت دے دو۔"

"کسی مصیبت میں گرفتار ہوئے تو میں کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت پیش آ جائے۔"

"تب پھر ایک بات کا تعین کر دو چیف اور میں یہ بڑے اعتماد سے کہہ رہا ہوں تم اسے مسترد نہیں کرو گے۔"

"کیا؟" میں نے اسے بغور دیکھا۔

"ہم لوگوں کی اس کمرے میں موجودگی میرا مطلب ہے کمرہ نمبر تین سو دو میں دن کو ٹھیک نو بجے ہونی چاہیے۔ تمام احکامات دینے کے لیے دن کے نو بجے کا وقت مقرر کر لیا جائے۔" میں کچھ دیر توفیق کو پُرخیال نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"نو بج کر دس منٹ پر اس شخص کو گروپ سے نکال دیا جائے گا جو اپنے کمرے میں موجود نہیں ہوگا۔"

"دل و جان سے منظور ہے چیف۔ ہم سب اس کے لیے آمادہ ہیں کیوں دوستو۔" تینوں گدھوں نے گردن ہلا دی تھی۔ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ایک بات جو میں نے پہلے کہی ہے اسے ذہن میں ضرور رکھنا۔ تم میں سے کوئی بھی مصیبت میں پڑا تو میں مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"بالکل چیف۔ ہم ایسی مصیبتوں میں پڑیں گے ہی نہیں۔" توفیق نے کہا اور اس کے بعد وہ چاروں ہنستے کھلکھلاتے ہوئے وہاں سے باہر چلے گئے۔ میں خود بھی دیر تک مسکراتا رہا تھا۔

بہرحال اس کے بعد میں نے ہوٹل ہی میں وقت گزارا۔ ڈنگ ڈونگ میرا پسندیدہ ہوٹل تھا اور جس مقام پر واقع تھا اسے حسین ترین کہا جا سکتا تھا۔ کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا تو بھیگا بھیگا سا دن تھا۔ سورج کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ کہر پہاڑوں پر اُتری ہوئی تھی اور اس کی چھاؤں میں ماحول میں ایک عجیب سی گداز کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے بہت دیر تک کھڑکی سے باہر کا نظارہ کیا اور پھر ایک گہری سانس لے کر وہاں سے واپس کمرے میں آ گیا۔ شہناز کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کب تک واپس آئے۔ ویسے اس کا مجھ سے اجتناب میرے لیے ایک ناپسندیدہ کیفیت کا حامل تھا۔ اب تک تو بڑی خوش

اسلوبی سے وقت گزر گیا تھا لیکن اگر اس کا انداز یہی رہا تو پھر کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ میں بہت دیر تک کچھ کرنے کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ شہناز واپس آ گئی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"مجھے بھی اچھی خاصی جاسوسی کرنا آتی ہے مسٹر جمال۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ آذر ناصری کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل ہو گئیں۔"

"ہاں۔ وہ اسنوبال کے کمرہ نمبر تین سو ستائیس اور تین سو اٹھائیس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"گڈ۔ ان کے پروگراموں کے بارے میں پتا چل سکا۔"

"نہیں۔ تم نے میرے چہرے پر جو میک اپ کر دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتنا ہی معلوم کر سکی ہوں لیکن ان کے قریب جانے کی ہمت ابھی میرے اندر نہیں ہے۔"

"بہتر ہے کہ ان کے قریب نہ جانا۔ حالانکہ وہ تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔ لیکن ان کا سامنا کر کے تم پر جو کیفیت طاری ہو جائے گی وہ ان کے لیے شک کا باعث بن سکتی ہے ویسے ذرا یہ تو بتاؤ یہ لارک پاول کس قسم کا آدمی ہے۔"

"تم نے اسے دیکھا نہیں۔"

"ابھی کہاں؟"

"کافی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے ساتھی۔" میں نے سوال کیا۔

"دوستوں کے دوست جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی وہ بھی ہیں۔"

"ہوں۔ بہرحال اب یہ بتاؤ آئندہ کا پروگرام کیا ہوگا؟"

"مسٹر جمال تم اس سلسلے میں اب تک بہترین ثابت ہوتے رہے ہو۔ اپنے طور پر تم جس انداز میں چاہو کام کا آغاز کر سکتے ہو میں نے تمہیں ساری صورت حال بتا دی ہے۔"

"تم اگر چاہو تو ہم اپنے طور پر اس دوران کالرز کے جنگلات کی سیر کر لیں۔" میرے ان الفاظ پر وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ بہت دیر تک خاموشی سے دیکھتی رہی پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"کیا یہ مناسب رہے گا؟"

"کیوں؟"

"کالرز کے جنگلات کافی مشکوک قرار دیے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے عام لوگ وہاں نہ جاتے ہوں یا پھر یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ ہم اس کے بارے میں اپنے طور پر معلومات حاصل کر لوں کچھ پتا تو چلے کہ وہاں جانے کے ذرائع کیا ہو سکتے ہیں پھر ہم یہ سوچیں اس کے علاوہ یہ بھی خدشہ رہے گا کہ کہیں آذر ناصری ہماری لاعلمی میں اِدھر نہ نکل آئے۔"

"یہ خدشہ تو اب بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں سو فی صدی ہو سکتا ہے اور میں اس سلسلے میں تم سے یہ کہنے والی تھی کہ اپنے آدمیوں کی ڈیوٹی اس پر لگا دو۔"

"اوہ۔ تمہارا مطلب ہے کہ اس کی نگرانی کرائی جائے۔"

"بے حد ضروری ہے جمال۔ وہ کب اور کس وقت نکل جاتا ہے ہمیں اس کا علم تو ہونا چاہیے ابھی تک تو صرف اس لیے بات یونہی چھوڑ دی تھی کہ اس کے یہاں آکر فوراً ہی کالرز کے جنگلات کی طرف نکل جانے کے امکانات نہیں تھے۔ لیکن یہاں وہ ٹک کر انتظامات کرے گا اور اس کے بعد وہ یقینی طور پر کام کا آغاز کر دے گا ہمیں اس کے ارادوں سے باخبر ہونا چاہیے۔"

"یہ کام آج تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آج رات کو یا کل دن میں، میں کچھ لوگوں کی وہاں ڈیوٹی لگا دوں گا۔ یہ ہمیں فوری طور پر اطلاع دیں گے۔ ویسے اگر تم چاہو تو اب سے تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے نکلیں اور اطراف کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

"اس کام کو اگر کل تک ملتوی کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے اس کے لیے کوئی اصرار نہیں کروں گا۔" وہ خاموش ہو گئی پھر اس نے کہا۔

"ہاں۔ اتنا تو میں بھی جانتی ہوں کہ آذر ناصری فوراً ہی کام شروع نہیں کر دے گا۔" میں نے شانے ہلا دیے تھے۔ شام ہو گئی اور پھر رات۔ میرے چاروں ساتھیوں کا کوئی پتا نہیں تھا ویسے ان بدمعاشوں کے بارے میں جانتا تھا کہ انتہائی باصلاحیت ہیں اور کہیں نہ کہیں سے اپنے لیے کچھ نہ کچھ تلاش کر لیں گے چنانچہ ان سے دوسرے دن صبح نو بجے ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔ رات کو ہم دونوں تیار ہو کر ڈنگ ڈونگ کے ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ڈنگ ڈونگ اپنی نظیر آپ تھا۔ ڈائننگ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہماری میز مخصوص تھی۔ چوبی فرش پر جوڑے رقص کر رہے تھے۔ آرکسٹرا کی مدہم دھنیں ماحول میں پھیلی ہوئی تھیں اور ماحول بے حد خوابناک محسوس ہو رہا تھا۔ ہم اپنی میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور میں نے ویٹر سے ایک مشروب منگوا لیا۔ شہناز چاروں طرف دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا۔ میں نے اس سے رقص کی درخواست نہ کی۔ اور نہ ہی اُس نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی گفتگو کی۔ یونہی ہمارا وقت گزرتا رہا۔ ویسے میرے ہونٹ سُکڑ گئے تھے۔ پھر جب میں نے رات کا کھانا منگوایا تو شہناز نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اس قسم کی تفریحات میں حصہ نہیں لیتے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"مگر تم نے اس کا اظہار نہیں کیا۔"

"میں تفریحات میں حصہ ضرور لیتا ہوں شہناز لیکن اپنی طرف سے کسی بھی کیفیت کا اظہار نہیں کرتا۔" اس نے میرے لہجے کی ناخوشگواری کو محسوس کیا۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"دیکھو دوست ہمارے درمیان دوستی کے تمام رشتے طے ہو چکے ہیں اور پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہے کہ حدود کو پھلانگنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔"

"تم جو کچھ کہہ رہی ہو شہناز میں اس کو بہ خوشی تسلیم کیے لیتا ہوں لیکن جہاں تک کسی وعدے کا تعلق ہے تو تم ایسی کوئی بات مجھ پر مسلط نہ کرو۔ میں نے تم سے یہ وعدہ کب کیا ہے۔"

وہ ہنس پڑی اتنی دیر میں ویٹر نے ہمارے سامنے کھانا لگانا شروع کر دیا تھا۔ پھر ہم خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ شہناز نے وہ تذکرہ ہی گول کر دیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے میں نے اپنے چاروں ساتھیوں کو ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔ چاروں اپنی اپنی میزوں پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن اس کے بعد پھر جب رقص کے لیے نیا راؤنڈ شروع ہوا تو انہوں نے باآسانی اپنی اپنی ہم رقص تلاش کر لیں۔ شہناز نے نہ اس وقت کچھ کہا اور نہ ہی میں نے اسے رقص کی دعوت دی، تقریباً سوا بارہ بجے میں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم مزید بیٹھنا چاہو تو ضرور بیٹھو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"میں تو صرف تمہاری وجہ سے بیٹھی ہوئی تھی ورنہ نیند تو مجھے بھی آ رہی ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہم دونوں اُٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئے چونکہ میں نے اپنا کمرہ شہناز کے ساتھ ہی رکھا تھا اس لیے یہاں دو بیڈ پڑے ہوئے تھے۔ ان چاروں کے لیے چار بیڈ کا ایک سوئٹ تھا۔ اس لیے وہ ان کے لیے کافی تھا۔ شہناز نے باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ ویسے لباس کے معاملے میں وہ محتاط تھی اور اس کے لباس ایسے نہیں تھے جنہیں دیکھ کر ذہن خراب ہو جائیں۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ اس کے لہجے میں کوئی لرزش نہیں تھی۔ میں نے بھی اس کی بات کا جواب اس کے انداز میں دیا اور پھر اس نے منہ پھاڑ کر جمائی لی۔ تو میں نے اسے سونے کی اجازت دے دی۔ البتہ میں خود دیر تک جاگتا رہا تھا اور ان حالات پر نظر ثانی کرتا رہا تھا۔ بہرحال اب جب یہاں تک پہنچا تھا تو بات تو آگے بڑھانی ہی تھی۔ دوسرے دن معمولات جوں کے توں رہے البتہ میں نے صبح کو اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ پھر جون اور اعجاز کی ڈیوٹی اسنوہال پر لگا دی جہاں آذر ناصری کا قیام تھا۔ اعجاز اور جون نے کسی قدر ناخوشگوار نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا پھر اعجاز نے پوچھا۔

"اس نگرانی سے فائدہ کیا ہو گا۔" میں نے سخت نگاہوں سے اسے دیکھا تو جلدی سے بولا۔

"نہیں نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں رپورٹ کس طرح دینی چاہیے۔"

"تم دو آدمی ہو اگر کوئی خاص بات دیکھو تو تم میں سے ایک ہم سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ میں ہوں یا مس شہناز، تم یہ اطلاع دے سکتے ہو کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے۔" اعجاز نے گردن ہلا دی تھی۔ شہناز مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"آج کا پروگرام کیا ہے؟"

"کیا ہو سکتا ہے مس شہناز۔"

"نہیں میرا مطلب ہے باہر نکل کر سیر و سیاحت کا جائزہ لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں مس شہناز تو یہی سہی۔"

"تم مجھے کچھ روٹھے روٹھے سے لگتے ہو۔ اس کی وجہ۔" شہناز نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔ بہرطور ہم دونوں تیار ہوئے اور باہر نکل آئے۔ شالم گڑھ کا حسن بے مثال تھا اور میں یہاں سے اچھی طرح واقف تھا۔ ہم مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت کرتے رہے اور نواحی علاقوں کے بارے میں بہت سی معلومات بھی حاصل کیں ہم نے اور خاص طور سے کالڑ کے جنگلات کے بارے میں۔ ویسے یہاں سیاحوں کی بہتات تھی۔ اور بہت سے غیر ملکی سیاح نظر آ رہے تھے۔ موسم بھی واقعی قابل دید تھا۔ بس اتنا سا فرق تھا کہ میں ایک اُلجھن میں گرفتار ہو گیا تھا۔ یعنی شہناز۔ اور اس کا حل بالآخر میں نے تلاش کر لیا بات

کو ہم ایک اور خوبصورت ہوٹل میں داخل ہو گئے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شالم گڑھ ویسے تو ایک پسماندہ سی جگہ تھی لیکن یہاں ہوٹل بہت خوبصورت خوبصورت تعمیر کیے گئے تھے۔ اور یہ صرف ان صنعت کاروں کی گہری نگاہوں کا نتیجہ تھا جنہوں نے یہ جائزہ لے لیا تھا کہ شالم گڑھ میں وہ تمام جاذبیتیں موجود ہیں جو سیاحوں کو اپنی جانب کھینچ سکتی ہیں۔ چنانچہ ہوٹلوں کا کاروبار یہاں بہت ہی عمدگی سے چل رہا تھا۔ رات کو ہم نے جس ہوٹل کا رُخ کیا تھا وہ بھی انتہائی خوبصورت ہوٹل تھا اور اس میں کافی رونق نظر آ رہی تھی۔ ہر چیز سے نفاست جھلکتی تھی۔ ہم بہت دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ پھر چوبی فرش پر رقص کا آغاز ہوا تو جوڑے اُٹھ کر اس طرف جانے لگے۔ شہناز نے نہ مجھ سے رقص کی درخواست کی اور نہ میں نے اس سے۔ البتہ مجھے اس سے کوفت ضرور ہو رہی تھی ویسے بھی اس لڑکی کے ساتھ اب رقص کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اپنے آپ کو بہت ہی پارسا ظاہر کر رہی تھی۔ تبھی میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور تھوڑے ہی فاصلے پر تنہا نظر آ رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ تیار ہوا اور میں اُٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔ وہ تو جیسے اس کے لیے تیار ہی تھی۔ فوراً میرے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہم چوبی فرش پر پہنچ گئے۔ شہناز سے نہ میں نے اجازت لی تھی اور نہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا البتہ یہ میں جانتا تھا کہ وہ اس حرکت پر حیران رہ گئی ہو گی۔ لڑکی کے ساتھ چوبی فرش پر رقص کرتے ہوئے میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ غیر ملکی تھی اور سیاحت کے لیے آئی ہوئی تھی۔ وہ مجھے اپنے بارے میں بتاتی رہی اور میں اس سے بہت ہی پُرمحبت انداز میں گفتگو کرتا رہا۔ دوران گفتگو بس ایک بار میری نگاہ شہناز پر پڑی تھی۔ وہ ہمیں گھورے جا رہی تھی چنانچہ میں نے اپنی ساتھی لڑکی سے اور زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"ایک بہت ہی معمولی سے ہوٹل میں۔ دراصل میں سیاح ہوں اور بہت سے ملکوں کی سیاحت کرتی ہوئی یہاں پہنچی ہوں چنانچہ ہمارے پاس اتنے ذرائع نہیں ہوتے کہ ہم اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کر سکیں۔ یہاں پر قیام کے لیے اور کوئی جگہ بھی نہیں تھی اور یہ چھوٹا سا ہوٹل جس کا نام سمارا ہے میرے لیے بہتر ثابت ہوا ہے اور میں وہیں مقیم ہوں۔"

"تنہا ہو؟"

"ہاں۔ ویسے تو میرا پورا گروپ ہے لیکن ہم لوگ اپنی تمام ذمہ داریاں اپنے اپنے طور پر ہی سنبھالتے ہیں۔"

"اگر تم پسند کرو تو رات کا تھوڑا حصہ تمہارے ساتھ گزار دوں۔"

"تھوڑا حصہ کیوں۔ سمارا کا وہ کمرا اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے کہ ہم وہاں ایک رات نہ گزار سکیں۔"

"ٹھیک ہے اگر تم پسند کرو۔" میں مسکراتا ہوا بولا۔ اور اس کے بعد جب ہم رقص کے پانچ راؤنڈ ناچ چکے تو میں نے لڑکی سے کہا۔

"کیا خیال ہے اب چلا جائے۔؟"

"ہاں۔ اس نے کہا اور ہم دونوں شہناز کے پاس آ گئے جو اب بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کی کیفیت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ میں نے مسکرا کر گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"سوری مائی ڈیئر شہناز۔ میری دوست ہیں اور شاید آج رات میں انہی کے ساتھ بسر کروں۔ تم ہوٹل واپس چلی جاؤ۔ سوری مائنڈ نہ کرنا۔" شہناز نے جواب نہیں دیا۔ میں سمارا کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ بہر طور دوسرے دن صبح نو بجے جب میں اپنے ہوٹل پہنچا تو شہناز ہوٹل میں موجود نہیں تھی۔ صبح ہی صبح نکل گئی تھی آہ۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ رات کو ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میری اس حرکت سے خاصی پریشان ہو گئی ہے اور اب ظاہر ہے اسے اپنی ناراضگی کا مظاہرہ تو کرنا ہی تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد توفیق اور کشوری میرے پاس پہنچ گئے۔ اعجاز اور جون بیچارے اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھے۔ توفیق میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ سب کچھ ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے چیف۔ تم یہاں آ کر زندگی کے عیش لوٹتے پھر رہے ہو اور ہم بے وقوفوں کی طرح اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے ہیں۔"

"عجیب گدھے آدمی ہو تم۔ جو معاہدہ میرے اور تمہارے درمیان ہوا ہے کیا اس سے بھی منحرف ہونا چاہتے ہو۔"

"نہیں چیف یہ بات نہیں ہے میرا مطلب ہے کہ کوئی تعین تو ہو جائے۔ ہمیں یہاں کام کرنے کے لیے بلایا گیا ہے یا سیر و سیاحت کے لیے۔"

"کام کرنے کے لیے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ کہا جائے نہ کام کے بعد آرام کے لمحات بھی ملتے ہیں یا نہ۔"

"وہ بالکل ملتے ہیں توفیق اور کام ختم ہونے کے بعد میں تمہیں آرام کے لمحات ضرور دوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ اب ہم پوری خوشی سے سب کچھ کرنے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے تیار ہیں۔ چنانچہ ایڈوانس میں ایک اطلاع نوٹ کرو چیف۔"

"ہاں ہاں کہو؟"

"تم رات کو ایک ہوٹل میں گئے تھے جہاں تم نے ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ رقص کیا تھا۔ مس شہناز تمہارے ساتھ تھیں اور تم انہیں ہوٹل میں ہی چھوڑ آئے تھے۔"

"ہاں ہاں۔ مگر یہ بات تمہیں کیسے معلوم؟"

"شام گڑھ بہت زیادہ بڑی جگہ نہیں ہے چیف۔ گھوم پھر کر آدمی وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو تم ہماری نگاہوں میں آگئے تھے۔ ایک بار، دوسری بار، تیسری بار ہم بھی اس ہوٹل میں موجود تھے جہاں تم نے اس لڑکی کے ساتھ رقص کیا تھا۔"

"ہوں، پھر؟"

"یہ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن پھر خاص بات ہوگئی۔ تم لڑکی کے ساتھ رقص کر رہے تھے کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے تمہاری ساتھی لڑکی شہناز کو اشارہ کیا تھا۔ شہناز نے وہ اشارہ محسوس کر کے اسے جواب دیا اور اس کے بعد وہ شخص باہر نکل گیا تھا۔ لیکن جانتے ہو وہ کون تھا؟"

"کون تھا؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"پنٹو۔ پنٹو کو تم جانتے ہی ہو نا باس۔ کئی بار کا سزا یافتہ بدمعاش آدمی ہے۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد لڑکی باہر نکل آئی جب تم اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ چلے گئے تھے۔ باہر پنٹو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پنٹو کو ہم پہچانتے ہیں۔ چنانچہ اسے دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ تم نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ تم تو جا چکے تھے لڑکی پنٹو کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑی دوسری ٹیکسی میں ہم نے اس کا تعاقب کیا۔ پنٹو بھی یہاں ایک ہوٹل میں مقیم ہے۔ ہم نے اس ہوٹل کے کمرے میں پنٹو کے ساتھ ہی جنگی لالا اور ایک اور اجنبی آدمی کو دیکھا ہے۔ لڑکی پنٹو کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے تک بات چیت کرتی رہی اور اس کے بعد وہ وہاں سے یہاں ہوٹل واپس آگئی۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے وہ دوبارہ واپس نکل گئی ہے۔" میں حیرت زدہ انداز میں توفیق کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو توفیق؟"

"نہیں چیف۔ چونکہ تم کام کر رہے ہو اور یقیناً تمہارے کام کی کوئی نہ کوئی اہمیت ہوگی اس لیے تم سے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔" میں ششدر رہ گیا تھا۔ بہت دیر تک اس بات پر غور کرتا رہا کہ پنٹو کا یہاں کیا کام اور خاص بات یہ تھی کہ شہناز کا پنٹو سے رابطہ کیوں ہے۔ اس چیز نے میرے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا پہنچایا تھا لیکن بہرطور اس سے پہلے بھی ایسے معاملات سے دوچار ہو چکا تھا۔ یہ بہت اچھی بات ہوئی کہ توفیق نے یہ تمام اطلاع مجھے دی۔ بہت دیر تک سوچنے کے بعد میں نے توفیق سے کہا۔

"اب تمہیں مستعد ہو جانا چاہیے توفیق۔ درحقیقت ہمیں یہاں ایک انتہائی اہم کام سر انجام دینا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرے کام بے مقصد نہیں ہوتے۔ اس کی تکمیل کے بعد تمہیں بہت سے مواقع دوں گا۔ لیکن فی الحال تم شہناز پر نگاہ رکھو گے اور اب یوں سمجھ لو کہ سیر و سیاحت ختم پہلے کام کیے لیتے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن تم اپنے طور پر؟"

"نہیں۔ توفیق ایسی بات نہیں ہے۔ میں بھی کام کو ترجیح دیتا ہوں۔ بعد میں پھر تمام معاملات سے دلچسپی رکھتا ہوں بہرطور تمہیں شہناز کی بھرپور طریقے سے نگرانی کرنی ہے۔ اس کے سامنے تم اپنی وہی حیثیت برقرار رکھو گے۔ لیکن اس کے پیچھے تمہیں اس کا انتہائی مہارت سے تعاقب کرنا ہے۔"

"کسی لڑکی کا تعاقب کرنے کے سلسلے میں کبھی دھوکا کھایا ہے چیف؟" توفیق نے کہا۔

"نہیں بالکل نہیں۔" میں مسکرا کر بولا۔ اور توفیق مسکرا دیا میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارے پاس پیسے وغیرہ تو ہیں نا؟"

"ہاں چیف۔ تمہارا دیا ہوا ابھی تک بہت کچھ ہے۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو۔" اس نے کشوری کی طرف دیکھا اور کشوری نے اس کی پیٹھ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ توفیق نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے چیف تمہاری ہدایات سر آنکھوں پر مگر اب ہم اسے کہاں تلاش کریں۔ ایسا کرتے ہیں چیف وہ واپس آ جائے گی تمہارے ساتھ رہے گی۔ اور جب بھی یہاں تنہا ہوگی یا کہیں جائے گی ہم اس کا پیچھا کریں گے۔"

"یقیناً اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔" میں نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ لیکن میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گئے تھے۔ اگر اب آنا احمق تو میں تھا نہیں کہ صرف یہ سوچ لیتا کہ جو واقعات پیش آئے ہیں۔ ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے اور جو کچھ شہناز شاہ نے کہا ہے مجھ سے وہی اصلیت ہے۔ لیکن اب یہ شبہ یقین میں بدل گیا تھا مجھے تو اب یہ دیکھنا تھا کہ اس کے پس پردہ کیا ہے۔ اور اس کے لیے میں نے منصوبہ بندی فوری طور پر کی۔ میرے سامنے پنٹو کا نام آیا تھا۔ درحقیقت اس شخص کو میں بھی جانتا تھا۔ ایک پڑھا لکھا غنڈہ تھا اور اپنا کام بخوبی چلا لیا کرتا تھا۔ شہناز سے اس کا کیا تعلق ہے یہ بات معلوم کرنے کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ سیدھے سیدھے پنٹو پر

ہاتھ ڈال دیا جائے اور اس خیال کی تکمیل کے لیے میں نے فوری طور پر تیاریاں کیں اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی نے مجھے سمارا کے سامنے اتار دیا۔ ہوٹل سمارا میں پنٹو کو تلاش کرنے کے لیے میں نے کاؤنٹر مین ہی کا سہارا لیا تھا۔ اور تھوڑی سی رقم نے کاؤنٹر مین کو میری جانب متوجہ کر دیا تھا۔

"مجھے پنٹو کی تلاش ہے جو تمہارے ہوٹل میں مقیم ہے۔"

"ابھی ان کے بارے میں، میں آپ کو تفصیلات بتائے دیتا ہوں۔" کاؤنٹر مین نے کہا اور رجسٹر کھول کر بیٹھ گیا پھر اس نے پنٹو کی آمد کا دن وہی بتایا جس دن ہم لوگ یہاں پہنچے تھے پنٹو کے ساتھ اس نے تین آدمیوں کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن آخری بات جو اس نے بتائی وہ پریشان کن تھی۔ اس نے کہا کہ مسٹر پنٹو آج صبح صبح ہوٹل چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میں چونک پڑا میں نے اس سے کہا۔

"کیا اپنے ساتھیوں کے ساتھ؟"

"جی ہاں۔ وہ چاروں آج ہوٹل چھوڑ کر جا چکے ہیں۔"

"کہاں؟ یہ معلوم ہو سکتا ہے؟"

"نہیں جناب۔ ہم لوگ اس سلسلے میں اتنی چھان بین نہیں کرتے۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اب وہ کہاں گیا ہوگا؟"

"نہیں جناب اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ پنٹو کی آمد اور اس کی واپسی بھی میرے لیے خاصی پراسرار تھی۔ یہ راستہ بند ہو گیا تھا۔ اب مجھے اور ہی کرنا ہوگا۔ دیر تک میں یہاں کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر میں نے کالڑا کے جنگلات کے بارے میں سوچا اور اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے چل پڑا۔ یہاں ٹورسٹ کے لیے بہت سے کیمپ لگائے گئے تھے۔ جہاں سے انہیں اس شہر میں رہنے کی آسانیاں فراہم کی جاتی تھیں۔ ایک ایسے ہی کیمپ سے میں نے کالڑا کے جنگلات کے سفر کے بارے میں معلوم کیا تو جس شخص سے میں نے یہ پوچھا تھا اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ لومڑیوں کا شکار کرنا چاہتے ہیں جناب؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑا بامعنی جملہ تھا حالانکہ اس نے سادگی سے یہ الفاظ کہے تھے لیکن حقیقت تو یہی تھی کہ مجھے کچھ چالاک لومڑیوں کا شکار کرنا تھا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں خواہش تو یہی ہے میرے دل میں۔"

"میں آپ کو غلط سمت نہیں بتاؤں گا۔ دراصل لومڑیوں کے شکار کے افسانے یہاں بہت مشہور ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کسی زمانے میں یہ لومڑیاں دستیاب ہو جاتی ہوں۔ اب جو لوگ کالڑا کے جنگلات جاتے ہیں وہ ناکام واپس آتے ہیں۔ کیونکہ وہاں پر بندروں کی بہتات ہے اور اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے ایسے جانور مل جاتے ہیں۔ جو برفانی علاقوں میں رہ سکتے ہوں۔ لومڑیاں کبھی ہاتھ نہیں آئیں یا تو وہ یہاں سے دور چلی گئی ہیں یا پھر اب یہاں ان کا وجود ہی نہیں ہے۔"

"یہ کہہ کر تم اپنا نقصان نہیں کر رہے دوست؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اگر بات میرے ذاتی نقصان کی ہے تو میرے خیال میں یہ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ ان معلومات کی فراہمی پر آپ مجھے تھوڑا بہت انعام ضرور دیں گے اور جہاں تک کیمپنگ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں آپ سے بعد میں یہ بھی عرض کرنے والا تھا کہ کالڑا کے جنگلات کی سیر خاص طور سے ہم جو قسم کے لوگوں کے لیے بہت دلچسپ ہوتی ہے یہاں کے خوبصورت مناظر یقینی طور پر قیمت وصول کر دیتے ہیں۔"

"وہاں تک جانے کے ذرائع کیا ہیں؟"

"ہم آپ کو بہترین گھوڑے فراہم کر سکتے ہیں اور ان کا معقول معاوضہ لیا جاتا ہے اس کے علاوہ وہ برف سے بچاؤ کے لیے جو اشیاء درکار ہوتی ہیں وہ سب آپ کو یہاں مل سکیں گی۔" میں نے اس سلسلے میں اس سے مزید تفصیلات معلوم کیں اور پھر اسے اس کی خواہش کے مطابق ٹھیک ٹھاک ٹپ دے کر وہاں سے واپس پلٹ آیا۔ اب اس کے بعد ہوٹل ہی کی جانب رخ کیا جا سکتا تھا۔ ہوٹل پہنچا تو شہناز کمرے میں موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے ہلکی سی گردن خم کی لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں ابھری تھی۔

"ہیلو شہناز۔ کہاں چلی گئی تھیں صبح ہی صبح؟"

اس نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"بس یونہی آوارہ گردی کرنے۔ تمہارے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ کب تک واپس آؤ گے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ایک کرسی پر دراز ہو گیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے کچھ تھکی تھکی سی ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس یہ اطلاع دینی تھی تمہیں کہ کل وہ لوگ کالڑا کے جنگلات جا رہے ہیں۔"

"اور نادھری؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"تمہیں یقین ہے؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔ میری یہاں آمد کا مقصد اور کیا ہو سکتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے ؟"

"ہوں۔ پھر تو ہمیں بھی فوری طور پر یہ تیاریاں کرنی ہوں گی۔ کیا تم نے یہ معلوم کر لیا ہے شہناز کہ کالرڈا کے جنگلات میں داخلے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے ؟"

"نہیں کوئی اہم نہیں ہے یہاں ٹورسٹ کیمپ بنے ہوئے ہیں اور ان کیمپوں میں ہر چیز مل جاتی ہے۔ میرا مطلب ہے سفر کے انتظامات وہاں سے ہو جاتے ہیں۔"

"گڈ۔ تو پھر ہم کب چل رہے ہیں وہاں کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ مسٹر آذر ناصری کس وقت وہاں کا سفر کر رہے ہیں ؟"

"صحیح وقت میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ یہ معلومات بھی مجھے بڑی مشکل سے حاصل ہوئی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"خیر کالرڈا کے جنگلات کا ایک ہی راستہ ہے اور ظاہر ہے وہ بھی وہاں سے سفر کریں گے اور ہم ان پر نگاہ رکھ سکتے ہیں۔"

"اس کے لیے ہمیں کل صبح زیادہ سے زیادہ آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک کیمپنگ کی جانب روانہ ہو جانا پڑے گا۔" وہ بولی۔

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ کیا خیال ہے کھانا منگوا لیا جائے ؟"

"یقیناً۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ روم سروس کو ٹیلیفون کر کے کھانے کا آرڈر نوٹ کرانے لگی۔ اس کے بعد غسل خانے کی جانب بڑھ گئی۔ شاید منہ ہاتھ دھویا تھا اس نے۔ واپس آئی اور میرے سامنے خاموش سی بیٹھ گئی۔ میں نے بھی بے پروائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے ہمارے سامنے کھانا سرو کر دیا تھا شہناز کھانے میں مصروف ہو گئی۔ کھاتے کھاتے اچانک اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"اس خاموشی کی وجہ ؟"

"میں کچھا نہیں۔" میں چونک کر بولا۔

"سب کچھ سمجھ رہے ہو تم۔ اور میں بھی۔"

"شاید میں اتنا باخبر نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کس وقت چھٹی ملی تھی وہاں سے ؟"

"کہاں سے ؟" میں نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"اسی اپنی دوست کے پاس سے جہاں تم نے رات گزاری۔"

"صبح کو آیا تھا۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا یہ مناسب تھا ؟"

"کیوں ؟"

"کیا اس سے میری توہین نہیں ہوئی ؟"

"خوب۔ توہین کا کون سا پہلو نکلتا ہے محترمہ ؟" میں نے طنزیہ انداز میں سوال کیا اور وہ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی پھر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا اس سے کہا۔

"تم نے بتایا نہیں ؟"

"کچھ نہیں بس کچھ نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے۔ میں خاموشی سے کھانے میں مصروف تھا۔ وہ ایک بار پھر باتھ روم میں گئی اور ہاتھ دھونے کے بعد اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔ ویٹر برتن اٹھانے آ گیا تھا۔ اور میں بھی اپنے بستر پر جا کر آرام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی۔

"تم یقینی طور پر مجھ سے کچھ ناراض ہو۔"

"نہیں شہناز ناراضگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ تم نے میرے اور اپنے درمیان تعلقات کی ایک حد مقرر کر دی تھی۔ میں نے اس حد کو قائم رکھا ہے جہاں تک میرا اپنا معاملہ ہے تو کیا مجھ پر اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے تمہاری طرف سے ؟"

"میں پابندی عائد کرنے والی کون ہوتی ہوں ؟"

"تو پھر اس سلسلے میں ناراضگی کیا معنی رکھتی ہے ؟"

"بس کچھ نہیں۔ میں خود ہی بے وقوف ہوں۔"

"دیکھو شہناز تم نے مجھ سے ایک معاہدہ کیا تھا اور اس میں یہ بھی کہا تھا کہ میں کسی بھی طور تمہاری جانب سے کوئی غلط تصور قائم نہیں کروں گی۔ میں نے اس پر پورا پورا عمل درآمد کیا ہے۔ اب اس میں میرا کوئی قصور ہے تو تم مجھے بتا دو۔" وہ چند لمحات چپ رہی پھر بولی۔

"میں ذہنی طور پر تم سے متاثر ہو گئی ہوں جمال۔"

"اس کا اظہار تمہاری طرف سے کبھی نہیں ہو سکا۔"

"ہاں۔ اس سلسلے میں، میں بزدل ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میں نے اپنی طرف سے کوئی اظہار اس لیے نہیں کیا کہ تم برا مان جاؤ گی۔" اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن باتوں سے میں نے ایک نتیجہ اخذ کیا اور اس نتیجے کا نتیجہ بھی برآمد ہو گیا شہناز کے اندر۔ یہ خود سپردگی کا انداز نمایاں تھا اور اس کی پایہ تکمیل اسی رات ہو گئی۔ ہم دونوں کے تعلقات پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہو گئے تھے۔ لیکن وہ واقعی بے وقوف تھی یہ نہیں جانتی تھی کہ میرا تعلق کون سے شعبے سے ہے۔ اول تو مجھے اس بات پر ہی حیرت تھی کہ اس نے بالکل احمقانہ انداز میں میرا ساتھ کیوں اختیار کر لیا ہے اسے یہ معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میں کون ہوں اور اس کے لیے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہوں۔ یا تو اس سلسلے میں عدم واقفیت ہی کارفرما ہے یا پھر مزید گہرائیاں ہیں اس میں اور یہ زکم شہناز جیسی کسی لڑکی کے بس کی یہ بات نہیں تھی کہ وہ

مجھے مستقل طور پر بے وقوف بنا دے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات بے وقوف بننے میں ہی زیادہ دلچسپیاں برقرار رہتی ہیں میرا تمام تر معاملہ بالکل ذاتی ہو گیا تھا۔ میرے چاروں دوست رات کو یکجا ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے دن بھر کی رپورٹیں دے دی تھیں۔ جو میرے لیے انتہائی کارآمد تھیں۔ دوسرے دن صبح کے لیے میں نے انہیں ہدایات کر دیں اور ان بے وقوفوں نے اس مہم جوئی کے لیے اپنے پاس باقاعدہ لباس رکھے ہوئے تھے۔ چست پتلونیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی چمڑے کی جیکٹ اور ایسے فلیٹ ہیٹ جو عام طور سے کاؤ بوائے استعمال کرتے ہیں۔ شہناز انہیں دیکھ کر مسکرا دی تھی اس نے کہا۔

"یہ لوگ تو باقاعدہ تیاریاں کر کے گئے ہیں۔"

"ہاں میں نے انہیں ہدایت کر دی تھی۔ ایک کیمپنگ سے ہم نے اپنے لیے گھوڑے وغیرہ حاصل کر لیے اور انہیں تیار کر کے ایک جانب کھڑا کر دیا۔ پروگرام کے مطابق اس وقت پہنچ گئے تھے جب دوسروں کے روانہ ہونے کا امکان نہیں تھا اور دن کو تقریباً پونے گیارہ بجے کے قریب ہم نے آذر ناصری اور اس کے تینوں غیر ملکی ساتھیوں کو دیکھا جن کے پاس چمڑے کے بڑے بڑے تھیلے تھے اور شاید ان تھیلوں میں آگے کے سفر کے تمام انتظامات کیے گئے تھے انہوں نے بھی ایک کیمپنگ سے گھوڑے حاصل کیے تھے گویا ہمارا سارا کام انتہائی مناسب طور پر چل رہا تھا لیکن میری نگاہیں کچھ اور تلاش کر رہی تھیں اور یہ کچھ اور میری نگاہوں میں نہیں آ رہے تھے۔ میں نے جب آذر ناصری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ خود شہناز نے بھی ایک بہترین لباس پہنا ہوا تھا۔ جو گھوڑے کے سفر کے لیے موزوں ترین تھا۔ سیاحوں کی اور بھی ٹولیاں ہمارے ساتھ ساتھ کالرڈا کے جنگلات کی طرف روانہ ہوئی تھیں۔ یہاں سے حاصل کیے جانے والے گھوڑے لمبی مدت کے لیے ہوا کرتے تھے۔ یعنی جب تک شکاری چاہیں ان برفانی علاقوں میں رہ سکتے تھے۔ انہیں اسی مناسبت سے کرایہ بھی ادا کرنا ہوتا تھا۔ غرض ہر چیز سے تمام آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ہم لوگ سست رفتاری سے سفر کرتے رہے۔ آذر ناصری کا فاصلہ ہم سے تقریباً ایک فرلانگ کا تھا۔ اور زمین پر بچھی ہوئی چادر پر ان کے گھوڑے رواں دواں نظر آ رہے تھے۔ سیاحوں کی دوسری ٹولیوں میں بیشتر غیر ملکی سیاح تھے۔ اور کہیں کہیں ان کے ساتھ ملکی گائیڈ بھی نظر آتے تھے۔ یہ سفر انتہائی خوشگوار تھا۔ موسم بہت ہی مناسب اور کسی بھی طور تکلیف دہ نہیں تھا۔ خاموشی سے ہم یہ سفر کر رہے۔ سیاح برف کے میدانوں میں اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے۔ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے خیمے نظر آتے تھے۔ جہاں زندگی کی تمام تفریحات جاری تھیں۔ ان خیموں میں کیا کیا کچھ ہوتا تھا یہ تو ان کے قریب ہی جا کر دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن دور سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ سیاحوں کے لیے یہ جگہ باعث دلکشی کیوں ہے۔ بعض آوارہ گردوں کے غول بھی نظر آئے جو زندگی کا لطف اٹھانے کے لیے یہاں منشیات کے ساتھ موجود تھے بعض جگہ دھوئیں بھی اٹھتے نظر آ رہے تھے۔ غرض ایک عجیب ماحول تھا ایک عجیب منظر تھا۔ اور بلاشبہ شام گرھ میں اس سے پہلے میں آیا تھا لیکن میں نے کالرڈا کے جنگلات کی جانب یہ سفر اس سے پہلے نہیں کیا تھا تھوڑا سا فاصلہ تو بس یونہی چھوڑ دیا گیا تھا اور وہاں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے ماحول دلکش ہوتا جا رہا تھا کئی جگہ ہمیں چھوٹے چھوٹے تالاب نظر آئے جو کہ برفانی پانی سے بن گئے تھے۔ راستوں کا تعین کر دیا گیا تھا اور ان سے ہٹ کر سفر کرنا خطرناک قرار دیا گیا تھا۔ پہلا بورڈ ہمیں تقریباً شام گرھ سے چلنے کے بعد کوئی تین میل کے فاصلے پر نظر آیا تھا اس پر لکھا تھا کہ ایسے بورڈ دیکھ لیے جائیں یہ بورڈ ان علاقوں میں آویزاں ہیں جہاں برف کی سطح ہلکی ہوتی ہے اور اس کے نیچے بعض جگہ گڑھے بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ یہ سیاحوں کی راہنمائی کے لیے تھا ویسے جن لوگوں کے ساتھ گائیڈ موجود تھے وہ لوگ زیادہ مطمئن تھے اور آذر ناصری اور اس کے ساتھی رکے بغیر سفر کر رہے تھے۔ میں نے نقشے کی مناسبت سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ہمارا مطلوبہ علاقہ شام گرھ سے کوئی بتیس میل کے فاصلے پر نکلنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور اصل میں کالرڈا کے جنگلات کا [illegible] نہیں ہے جو سیاحوں کے لیے ہیں۔ کیونکہ یہ سفر گھوڑوں پر اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ برف کو دیکھ کر چلنا پڑ رہا تھا گو یہ گھوڑے برف پر سفر کرنے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود گھوڑے سوار عادی نہیں معلوم ہوتے اور وہ انہیں محتاط انداز میں ہی چلا رہے تھے۔ اب نیلے رنگ کے چمکتے ہوئے بورڈ جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ اور سیاح انہی راستوں کو اختیار کر رہے تھے جہاں سے آگے بڑھنے کی آسانی حاصل تھی۔ رات جھک آئی۔ شام اتنی تیزی سے ڈھلی تھی کہ حیرت ہوئی تھی اور اس کے بعد فوراً ہی زمین پر اندھیرے اترنے لگے تھے ہم نے ایک جگہ منتخب کی اور وہاں رک جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ دیکھ لیا تھا ہم نے کہ آذر ناصری ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے وہ لوگ گھوڑوں سے اتر گئے تھے اور انہوں نے ایک خیمہ لگا لیا تھا ہمارے پاس ایک انتہائی نفیس چھولداری تھی جسے چند منٹوں میں لگایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ یہ چھولداری لگائی گئی دوسری چھولداری ان چاروں کے لیے تھی۔ اور انہوں نے بھی ہماری چھولداری کے بالکل برابر ہی چھولداری لگائی تھی۔ رات کو البتہ یہاں خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔ کھانے پینے کا سامان مشترک ہی تھا۔ ہم سب بیٹھ گئے شہناز خاموش خاموش سی تھی لیکن چونکہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پچھلی رات میرے اور اس کے درمیان ذرا گہرے روابط قائم ہو گئے تھے اس لیے وہ غیر مطمئن نظر نہیں آتی تھی۔ وہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میرے نزدیک ہی کینوس کے بستر پر لیٹ گئی۔ اور گہری گہری سانسیں لیتی ہوئی بولی۔

"یہاں تک کا سفر تو ہو چکا ہے اور اس مرحلے کا آغاز بھی جس کے لیے ہم نے یہ سفر اختیار کیا ہے لیکن اب میں آگے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"مسٹر جمال ظاہر ہے، آذر ناصری خزانے کے حصول کے لیے تمام تر کوششیں کرے گا اور ہو سکتا ہے وہ خزانے تک پہنچ بھی جائے۔ ایسی صورت میں اگر خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"اگر وہ ہم سے پہلے خزانے تک پہنچ جائے تو پھر ظاہر ہے خزانے کے حصول کے لیے ہمیں اس سے جدوجہد کرنا ہوگی۔"

"کیا تم خزانے کی بجائی سے واقف ہو؟ آذر ناصری کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ ایک مہم جو ہے۔ اور یقینی طور پر خطرناک حالات سے نمٹنا جانتا ہوگا۔ لیکن اس کے تینوں ساتھیوں میں خاص طور سے اس لمبی ناک والے شخص کے بارے میں، میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ اس کے بقیہ ساتھی بھی معمولی نہیں ہوں گے۔ اگر ہمیں ان سے جھگڑنے کی ضرورت پیش آ گئی تو کیا تمہارے ساتھی اس سلسلے میں کارآمد ہو سکتے ہیں؟"

"ہاں ظاہر ہے ان کا ساتھ میں نے اس لیے اختیار کیا ہے۔"

"ویسے تمہارا پروگرام کیا ہے۔ کیا ان سے پہلے اس نقشے کی مدد سے پہنچنا چاہتے ہو یا ان پر نگاہ رکھے ہوئے؟"

"میرا خیال ہے ان پر نگاہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر ہم نے اپنے طور پر اس نقشے کے مطابق اس خزانے کی تلاش شروع کر دی تو ہو سکتا ہے بھٹک جائیں اور آذر ناصری ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائے کیونکہ وہ تحقیق کیے ہوئے ہیں اور انہیں اس کام میں ہمارے برابر دقت نہیں ہوگی۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔" شہناز نے کہا پھر بولی۔

"ویسے تمہارے چاروں ساتھی الگ الگ ہی رہتے ہیں۔ کیا تم ان سے اس سلسلے میں مشورہ نہیں کر سکتے؟"

"وہ صرف عمل کرنے کی مشین ہیں۔ مشورے سے ان کا تعلق نہیں ہوتا۔" میں نے جواب دیا اور اسی وقت توفیق کی آواز سنائی دی۔

"اب ایسی بات بھی نہیں اگر ہم سے کوئی مشورہ طلب کرے تو کیا ہم اتنے بے وقوف ہیں کہ مشورہ نہ دے سکیں۔" میں نے چونک کر یہ آواز سنی اور وہیں سے کڑک کر بولا۔

"تم لوگوں کو دس منٹ کے اندر اندر اپنی یہ چھولداری یہاں سے دور لے جانی ہے مجھے ورنہ اس کے بعد میں [illegible] اس پر چھینک دوں گا۔"

"ارے رے۔ باپ رے نہیں چیف۔ بہرے ہو جائیں اب اگر تمہاری کوئی بات سننے کی کوشش کریں تو۔" توفیق کی کھسیائی ہوئی آواز سنائی دی۔ شہناز کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد دوسری طرف بھی گہرا سکوت چھا گیا تھا۔ برف کے ویرانے میں جوں جوں رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ٹھنڈک بڑھتی جا رہی تھی۔ ہواؤں کی سرسراہٹیں عجیب سی آوازیں پیدا کر رہی تھیں شہناز کافی دیر تک خاموش کینوس کے بستر پر لیٹی رہی۔ اور پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا تم سو گئے جمال؟"

"نہیں کیوں کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں میرا مطلب تھا کیسی عجیب رات ہے۔ کیا تم اس سے پہلے ایسی کسی رات سے دوچار ہو چکے ہو؟" میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا شہناز کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ میں مسکرا کر بولا۔

"اگر تم تنہائی محسوس کر رہی ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے۔" شہناز چند لمحات خاموش رہی اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ دوسری صبح بھی کافی ٹھنڈ تھی۔ اس وقت تک ہم لوگوں نے سفر کا دوبارہ آغاز نہیں کیا جب تک سورج نہ نکل آیا۔ سورج بہت مدھم تھا۔ اور اس پر بادلوں کے ٹکڑے بار بار چھا جاتے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ کہیں بھی سورج پھر چھپ سکتا ہے۔ بہرطور ہم نے تیاریاں کیں گھوڑوں کو باہر ہی چھولداری کے پاس رکھا گیا تھا۔ برف کے عادی گھوڑے ٹھیک ٹھاک تھے۔ اور ان پر رات کی سردی کے اثرات نظر نہیں آتے تھے۔ آذر ناصری کے کیمپ پر نگاہ دوڑائی تو وہاں چھولداریاں غائب تھیں لیکن شکر تھا کہ ان لوگوں کو آگے بڑھتے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی چنانچہ ہم نے بھی بہت تیزی سے تیاریاں کیں اور اس کے بعد اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ توفیق نے کہا۔

"چیف مہم جوئی کا تو مزہ ہی نہیں آ رہا نہ کوئی ہنگامہ نہ کوئی غل غپاڑہ۔ برف کے میدانوں پر سفر کرتے ہوئے تو بڑی ہنگامہ خیزیاں ہونی چاہیے تھیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لوگ چلتے رہے اور آج کا تقریباً پورا ہی دن گھوڑوں کی پشت پر بسر ہو گیا۔ اس کے بعد ہمیں برفانی ڈھلان نظر آئی ان ڈھلانوں پر بھی سیاح موجود تھے۔ ویسے یہ اچھی بات تھی کہ اس علاقے میں کہ یہاں سیاحوں کی کافی تعداد آ جاتی تھی۔ اور خاموشی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ شکار کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز ہی نظر نہیں آ رہی تھی جس کو شکار کیا جائے۔ ڈھلانوں کے اختتام پر کافی رقبے کے جنگلات شروع ہو جاتے تھے اور سفید سفید برفانی علاقوں کو عبور کرنے کے بعد یہ جنگلات بہت

عجیب محسوس ہوتے تھے کیونکہ یہ کافی گھنے تھے۔ گو ان میں چیڑ کے درختوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی دوسرے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آ رہے تھے ہم نے ان جنگلات کو دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھا۔ شہناز کہنے لگی۔

"برف کے ان ویرانوں میں ان جنگلات کا وجود واقعی حیران کن ہے۔ لیکن ذرا دیکھو برف کی یہ سفیدی ان پر کس طرح نظر آ رہی ہے۔ بہت حسین منظر لگ رہا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شام یہاں واقعی تیزی سے جھلکتی تھی۔ اور ہم لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ رات ہونے سے پہلے پہلے ان درختوں کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ رات میں ان ڈھلانوں کو عبور کرنا کافی مشکل ہوگا۔ تاہم وہ لوگ یہاں آوارہ نہیں تھے جو خطرات سے آگاہ کرتے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ان ڈھلانوں کو آسانی سے عبور کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے گھوڑے ڈھلانوں سے گزر کر درختوں کے سلسلے کے قریب آ گئے۔ اور درختوں کی قطاروں کا آغاز ہوتے ہی یہاں نئے نئے انکشافات ہونے لگے۔ مثلاً لال اینٹوں کے بچے کھچے ٹکڑے جو ان کھنڈرات کی موجودگی کا پتا دیتے تھے جو روایتی حیثیت کے حامل تھے۔ تاہم کنارے کنارے کوئی ایسا کھنڈر نہیں نظر آ رہا تھا۔ میں نے شہناز سے مشورہ کیا۔

"قیام کے لیے کیا خیال ہے۔ درختوں کے تنوں کے پاس جگہ مناسب رہے گی یا پھر ہم کسی کھنڈر کو تلاش کریں؟"

"اوہ۔ میرے خدا کسی کھنڈر میں قیام کرنا میرے لیے انتہائی ہولناک ہوگا۔ پتا نہیں اس کی تاریخی نوعیت کیا ہو اور پھر تمہارا کیا خیال ہے ان ویران کھنڈرات میں حشرات الارض نہیں ہوں گے کیڑے مکوڑے، سانپ اور دوسرے جانور ان کھنڈرات میں با آسانی چھپ سکتے ہیں ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ جو روایتیں سنی تھیں وہ یہیں سے درست نظر آ رہی ہیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تو خود بھی اس ماحول میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس کی سنسنی خیز کیفیت کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بہرطور اس کے باوجود ہم نے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کی کوشش ختم کر دی اور درختوں کے جھنڈ میں دور تک گھس گئے۔ آذر ناصری درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گیا تھا۔ یہ بات خاص طور سے قابل غور تھی کیونکہ آذر ناصری کو بہرطور نگاہوں میں رکھنا ضروری تھا پھر درختوں کے جھنڈ میں ہی ایک ایسی جگہ تلاش کر لی گئی جس کے اطراف درختوں کے جھنڈ تھے لیکن وہ جگہ کافی صاف ستھری تھی اور یہاں ہم نے قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ توفیق اور دوسرے افراد البتہ کسی قدر پریشان نظر آ رہے تھے۔ اعجاز نے سرسراتی آواز میں مجھ سے کہا۔

"چیف کیا قیام کے لیے یہ جگہ خطرناک نہیں ہوگی؟ ہو بھی سکتی ہے لیکن کیا تم اور کوئی بہتر مشورہ دے سکتے ہو یہاں قیام کے لیے؟"

"دے سکتا ہوں چیف۔" اعجاز نے کہا۔

"کیا؟"

"واپس چلے جائیں۔ بیکار ان درختوں میں منہ چھپانے سے کیا فائدہ؟" اعجاز نے مسخرے پن سے کہا۔

"بکواس بند فوراً انتظامات کرو۔" میں نے کہا اور وہ سب میری ہدایت پر کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ شہناز تھوڑی دیر کے بعد بولی۔

"کیا خیال ہے میں کھانے پینے کی تیاریاں کروں؟"

"ظاہر ہے ضروری ہوگا۔"

اس کے بعد میں نے اس رات کے لیے ان لوگوں میں سے کسی ایک کی یا پھر دو افراد کی ڈیوٹی آذر ناصری پر لگا دی جائے کہیں ایسا نہ ہو وہ راتوں رات یہاں سے آگے بڑھ جائے۔ ان کھنڈرات اور جنگلات میں اسے تلاش کرنا انتہائی مشکل ہوگا۔ میں نے شہناز سے اتفاق کیا اس کے بعد جون اور کشوری کی ذمہ داریاں اس بات پر لگا دیں۔ دونوں نے بڑی آفت مچائی لیکن وہ جانتے تھے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعمیل کی جائے۔ لہٰذا وہ دونوں چل پڑے میں نے انہیں خصوصی ہدایات دے دی تھیں توفیق اور اعجاز البتہ اس بات سے بہت خوش تھے۔ بلکہ توفیق نے تو میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ دونوں انتہائی حرام خور ہیں چیف کبھی کبھی ان پر سخت ذمہ داریاں لگا دیا کرو۔"

"اگر کل رات یہاں قیام کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو کل یہ نگرانی تمہارے سپرد کی جائے گی۔"

"ارے ارے۔ نگ۔ کیوں چیف؟"

"تمہیں ان پر کیا فوقیت حاصل ہے؟"

"نن۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ فف۔ فوقیت تو نہیں ہے م۔ مگر۔"

"بکواس بند کرو اور اب آرام کرو۔" میں نے کہا اور وہ دونوں خرگوشوں کی طرح دبکتے ہوئے اپنی چھولداری میں جا گھسے۔ شہناز آج کچھ زیادہ متفکر نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"کیا بات ہے پریشان ہو؟"

"نہیں۔ بس میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ سارا کام ہماری توقع کے مطابق ہو۔"

"اب تک تو میرا خیال ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو باعث تشویش ہو۔"

"تم نے نہایت ذہانت سے اب تک کی کارروائیاں جاری رکھی ہیں۔ میں آئندہ کی بات کر رہی ہوں۔" میں نے کوئی جواب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں دیا۔ بہت دیر تک میں خاموش رہا۔ شہناز کسی قدر نیند کی سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ باقی ساری باتیں تو اپنی جگہ درست ہیں لیکن آخر پنٹو کہاں ہے۔ شہناز کا اس سے کیا تعلق ہے اور پنٹو کی پراسرار گمشدگی کیا معنی رکھتی ہے۔ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ پنٹو اور شہناز کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے تو ہو سکتا ہے کہ پنٹو بھی کہیں آس پاس موجود ہو۔ دیر تک اس موضوع پر سوچتا رہا تھا اور پھر نیند آ گئی تھی۔ دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو میں نے توفیق اور کشوری وغیرہ کی آوازیں سنیں۔ کشوری کی آواز سن کر خاص طور سے چونک پڑا تھا۔ خیمے میں شہناز موجود نہیں تھی۔ باہر نکل کر دیکھا تو وہ باقیوں باہر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ شہناز بھی ان سے خوب گھل مل گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر کشوری نے برا سا منہ بنایا۔ جون بھی ناخوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ویسے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رات بھر جاگتے رہے ہیں۔

"تم واپس آ گئے؟"

"کیا ہمیں ان کی آغوش میں جا کر سو جانا چاہیے تھا؟" جون نے کرخت لہجے میں کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور جون اور کشوری اٹھ کر میرے ساتھ خیمے میں آ گئے۔ ان کے پیچھے ہی پیچھے شہناز بھی اندر آ گئی تھی۔

"تم کب واپس آئے؟" میں نے سوال کیا۔

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" جون بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"رات کی رپورٹ کیا ہے؟"

"وہ لوگ رات کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے لمبی لمبی ٹارچیں لے کر اپنے خیمے سے نکل آئے۔ اور اس کے بعد تقریباً صبح ساڑھے چار بجے تک آوارہ گردی کرتے رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہیں کسی چیز کی تلاش ہو۔ ہم دونوں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ درختوں میں چھپے ہوئے کھنڈرات کا جائزہ لیتے رہے تھے۔ اور شاید کچھ نشانات لگاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ واپس آ کر اپنے خیمے میں سو گئے۔ اور ہم غصے کے مارے وہیں سردی میں بیٹھے انتظار کرتے رہے کہ اب کیا ہو گا۔ صبح کو واپس آئے ہیں ہم۔"

"ہوں، ٹھیک ہے جاؤ آرام کرو۔" میں نے کہا اور وہ دونوں منہ بناتے ہوئے باہر نکل گئے۔ شہناز میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ اس نے کام کا آغاز کر دیا ہے۔"

"ہاں۔ ظاہر ہے وہ یہاں تفریح کرنے نہیں آیا۔"

"پھر اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"اس کا تعاقب اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے وہ جو انداز قائم کر رہا ہے ہم بھی اس سے محروم نہیں ہیں۔ نقشے کے مطابق ابھی ہمیں آگے بائیں سمت کا سفر کرنا ہے اور اس جانب بڑھنا ہے۔ لکیریں اسی سمت اشارہ کرتی ہیں۔"

"فی الحال ہم لکیروں کے چکر میں پڑنے کے بجائے اس کے چکر میں پڑے رہیں تو ہمارے لیے زیادہ مناسب ہے۔" شہناز نے بھی اتفاق کیا تھا۔ ویسے یہ بہتر ہوا کہ وہ لوگ بھی رات کو جاگتے رہے تھے۔ کیونکہ اگر صبح ہی صبح سفر کا آغاز ہو جاتا تو جون اور کشوری بہت برا واویلا مچاتے۔ لیکن انہوں نے بھی تقریباً ایک بجے اپنے سفر کا آغاز کیا اور ان کے آگے بڑھتے ہی ہم لوگ بھی تیار ہو گئے۔ جون اور کشوری اب بھی سو رہے تھے۔ میں نے انہیں زبردستی جگا یا اور وہ بے دلی سے اس کے بعد باقی کام انہوں نے بد دلی سے کیا تھا۔ البتہ توفیق اور اعجاز کے چہرے پر آج ذرا پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ہم نے کامیابی سے آدھا میل کا تعاقب شروع کر دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے توفیق سے پوچھا۔

"تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے، بھئی؟"

"کک۔ کچھ نہیں چیف۔ بس سوچ رہا ہوں کہ تم غلطی سے تو کہہ گئے ہو کہیں اس پر عمل ہی نہ کر ڈالو۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم کہہ رہے تھے نا چیف کہ اگر آج رات بھی ضرورت پیش آئی تو پھر ان کی نگرانی کی ڈیوٹی ہمیں دی جائے گی۔"

"ہاں کہا تھا میں نے۔"

"یہی خوفناک بات ہے چیف ذرا خود سوچو یہ سرد موسم، سرد ترین راتیں اور جاگ کر نگرانی کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ جب تک سر پر کوئی چھت نہ ہو بھلا جیا سکتا ہے۔"

"درختوں کی چھتیں تمہارے سر پر موجود ہیں موت نہیں آ جائے گی تمہیں۔"

"موت آ جائے گی چیف آ جائے گی۔ درختوں کی چھت بھی کوئی چھت ہوتی ہے۔" توفیق نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔ پھر میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم لوگ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہو کہ میں یہ عہدہ حاصل کرنے کے بعد بدل گیا ہوں تم نے یہ پیشکش بھی کی ہے کہ میں تمہیں اپنے ماتحتوں کی حیثیت سے استعمال کروں۔ اور اب تم یہی کیفیت دیکھ رہے ہو کیا مجھے ایسے ہی ماتحت درکار ہوں گے جن کے سپرد ایک معمولی سا کام کیا جائے اور ان کے چہرے چوہوں کی طرح لٹک جائیں۔" توفیق تیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"مسٹر سردی کی بات ہے چیف اور کوئی خاص بات نہیں ہے خیر اللہ مالک ہے۔" ہمارا یہ سفر بھی شام تک ہی جاری تھا۔ اور جب فضا میں شام کے سائے پھیلنے لگے تو آذر نامی

نے ایک جگہ قیام کر لیا۔ ہم بھی ایک مناسب جگہ دیکھ کر وہاں رک گئے تھے۔ ویسے اس سفر کے دوران میں نے وہ روایتی کھنڈرات دیکھے تھے جن کی کہانیاں بہت مشہور تھیں اور میں نے دل ہی دل میں یہ سوچا تھا کہ بلاشبہ اب بھی جب کہ حکومت یہ اعلان کر چکی ہے کہ یہ کھنڈرات جرائم سے پاک کر دیے گئے ہیں۔ یہاں جرائم کے بے شمار اڈے قائم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے بہتر پناہ گاہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ رات ہو گئی اور میں نے معمول کے مطابق توفیق اور اعجاز کی ڈیوٹی پر روانہ کر دیا۔ وہ دونوں خاموشی سے چلے گئے تھے۔ البتہ اتنا میں جانتا تھا کہ اب جب کہ وہ چلے گئے ہیں تو اپنی ذمہ داری سرانجام دینے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ شہناز بھی کچھ خاموش خاموش سی نظر آ رہی تھی۔ کشوری اور جون البتہ بہت خوش تھے۔ ان کے آرام کی رات تھی یہ سوچ کر کہ کہیں اور کوئی احکام نہ صادر کر دوں وہ جلدی سے اپنے خیمے میں جا گھسے۔ شہناز میرے قریب دراز ہو گئی تھی۔ اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ رات کو غالباً ڈیڑھ پونے دو بجے تک ہم لوگ جاگتے رہے اور اس کے بعد شہناز کروٹ بدل کر سو گئی۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وقت گزرتا چلا گیا اور نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کسی آواز سے کھلی تھی میں اس آواز پر غور کرنے لگا۔ اور پھر رفتہ رفتہ میرے حواس جاگ اٹھے۔ وہ بھیڑیوں کی آواز تھی۔ وقفے وقفے سے جو بھونک رہے تھے میں کسی قدر حیران سا ہو گیا۔ کیونکہ ان اطراف میں، میں نے بھیڑیوں کے بارے میں نہیں سنا تھا۔ شہناز نے بھی یہ آواز سنی اور اس کے بعد اس نے مجھے دیکھا لیکن چونکہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس لیے وہ یہ اندازہ نہ لگا سکی کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں میں نے بھی اس سے کچھ کہنے کے بارے میں سوچا لیکن پھر خاموش ہی ہو گیا۔ شہناز دیر تک خاموشی سے ان آوازوں کا جائزہ لیتی رہی۔ میں بھی آوازیں سن رہا تھا اور جب میرے حواس پوری طرح جاگ گئے تو میں نے ایک بات محسوس کی۔ بھیڑیوں کی آوازیں ایسی نہیں ہوتیں یہ آوازیں کچھ مصنوعی سی معلوم ہو رہی تھیں اور اس احساس نے مجھے چوکنا کر دیا۔ شہناز بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ غالباً میرا جائزہ لے رہی تھی اور میرے ذہن میں ایک عجیب سی سرسراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ بھیڑیوں کی آوازیں کچھ عجیب سے انداز میں آ رہی تھیں۔ میں نے شہناز کو کھڑا ہوتے ہوئے دیکھا اس نے ایک شال اپنے شانوں پر ڈالی اور اس کے بعد چوروں کی طرح خیمے سے باہر نکل گئی۔ گویا میرا اندازہ درست ہی تھا میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے بعد میں نے خیمے کے دروازے سے دوسری جانب دیکھا۔ سامنے ہی برف کی سفید چادر پر شہناز آہستہ قدموں سے سفر کر رہی تھی اور کچھ فاصلے پر میں نے سبز روشنی کو جلتے بجھتے ہوئے دیکھا۔ فاصلہ ایک فرلانگ کے قریب تھا۔ گویا میرا اندازہ درست ہے یہ بھیڑیوں کے بھونکنے کی آواز نہیں ہے بلکہ بھیڑیوں کے انداز میں غالباً کوئی اشارہ دیا جا رہا تھا۔ اور میرا ذہن عجیب و غریب خیالات کا شکار ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے سفید جھلاہٹ انتشار کر رہی تھی۔ اور یہ جھلاہٹ ہمیشہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ میں شہناز کا تعاقب کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سبز روشنی کے قریب پہنچ گئی۔ تب میں ذرا کچھ آگے بڑھا تو میں نے شہناز کو وہاں سے غائب دیکھا۔ بہرحال نگاہوں سے ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا لیکن شہناز آس پاس کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ البتہ بائیں سمت درختوں میں چھپے ہوئے کچھ کھنڈرات میری نگاہوں کے سامنے نمایاں ہو گئے تھے ہو سکتا ہے شہناز ان ہی کھنڈرات میں داخل ہو گئی ہو۔ میں نے سوچا اور آہستہ آہستہ دبے قدموں کھنڈرات کی جانب چل پڑا۔ ہولناک کھنڈرات واقعی رات کے اس حصے میں بہت خوفناک نظر آ رہے تھے۔ میں سانس روکے آگے بڑھتا رہا۔ کوشش یہ کر رہا تھا کہ قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی نہ پیدا ہو۔ پھر میں ان کھنڈرات میں داخل ہو گیا۔ باہر سے انتہائی ہیبت ناک نظر آنے والے یہ کھنڈرات اندر سے اتنے گندے نظر نہیں آتے تھے پھر ایک طرف مجھے مدہم سی روشنی کی پیلاہٹ نظر آئی اور میں دبے قدموں اسی جانب بڑھ گیا۔ میں نے اس پیلاہٹ کے قریب پہنچ کر اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی اور اس کے بعد پھر وہاں جھانکا۔ وہاں ایک کمرہ تھا جس میں ایک لیمپ روشن تھا اور اس لیمپ کی مدہم سی روشنی میں تھوڑا بہت سامان وہاں نظر آ رہا تھا۔ البتہ وہاں کسی انسان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ میں چند لمحات گم صم کھڑا رہا۔ اور اس کے بعد آگے بڑھ کر اس سامان کے قریب پہنچ گیا ایک فولڈنگ پلنگ بچھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مٹی کے تیل کا چولہا کچھ برتن وغیرہ تھوڑے سے خوراک کے ڈبے اور ایسی ہی چند چیزیں موجود تھیں۔ میرے ذہن میں صرف پنٹو ہی آیا تھا۔ ظاہر ہے شہناز سے اس کے رابطے کے بارے میں سن چکا تھا۔ پنٹو کے ساتھ اور بھی افراد تھے۔ اس لیے میرا یہاں رکنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے پنٹو کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی سفر کر رہا ہے اور اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ شہناز کا پنٹو سے کوئی گہرا رابطہ ہے۔ کھنڈرات سے باہر نکل کر میں یہ سوچنے لگا کہ شہناز اس کے ساتھ کہاں غائب ہو گئی اور پھر ایک چوڑے تنے والے درخت کے دوسری سمت ہلکی سی سرسراہٹ سن کر میں ٹھٹک گیا۔ ادھر سے مدہم مدہم سرگوشیوں میں گفتگو کرنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ میں ایک ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں سے دوسری سمت کا جائزہ لے سکوں میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جو اس درخت سے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے یقیناً یہ پنٹو کے ساتھی تھے۔ مجھے کوئی ایسی جگہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دستیاب نہ ہو سکی۔ جہاں سے میں ان کے قریب پہنچ کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر سکتا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک شہناز پینٹو کے ساتھ رہی اور اس کے بعد میں نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ میں تذبذب کا شکار ہو گیا تھا کیا کرنا چاہیے مجھے کس انداز میں اپنے آپ کو شہناز سے پوشیدہ کروں۔ یہاں رُک کر پینٹو سے معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی دل چاہ رہا تھا اور یہ خیال بھی ذہن میں تھا کہ شہناز جب مجھے وہاں نہ پائے گی تو مشکوک ہو جائے گی۔ اس طرح تو سارا کھیل ہی بگڑ جائے گا چنانچہ یہی فیصلہ کیا کہ پینٹو کو نظر انداز کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ شہناز آخر اس سے کیا بات کر رہی تھی اور اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ شہناز سے پہلے اپنے خیمے میں لیٹ جایا جائے تاکہ اسے شبہ نہ ہو سکے۔ بہرطور اس میں کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس کے لیے دوڑ لگانا پڑی تھی۔ اور برف کے اس ویرانے میں دوڑ لگانا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن میری آنکھوں میں چھائی ہوئی جھنجلاہٹ میری معاون تھی۔ اور میں شہناز سے پہلے اپنے خیمے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ خیمے میں پہنچ کر میں آرام سے لیٹ گیا۔ اور میں نے اس انداز میں کروٹ بدل لی جیسے گہری نیند سو رہا ہوں۔ شہناز اندر داخل ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ لیٹ کر سو گئی تھی۔ پھر دوسری صبح میں نے اپنے آپ کو بالکل پُرسکون رکھا تھا۔ توفیق اور اعجاز واپس آ گئے تھے اور انہوں نے بھی وہی کہانی سنائی تھی یعنی یہ کہ راتوں کو وہ لوگ راستوں کا تعین کر کے نشانات لگاتے ہیں اور اس کے بعد واپس آ جاتے ہیں آذر ناصری اپنا کام بڑی سرانجام دے رہا تھا۔ اب میرے ذہن میں بہت نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ آذر ناصری کا تعاقب تو کرنا ہی تھا لیکن شہناز کو بھی ذہن میں رکھنا تھا اور اس کے لیے میں اپنے دماغ میں منصوبے تیار رہا تھا۔ معمول کے مطابق سفر کا آغاز اس وقت ہوا جب آذر ناصری وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ابھی تک آذر ناصری کو ہم لوگوں کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ بہرطور ہم لوگ خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ اور وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ راستوں میں کو کھنڈرات آتے رہے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کھنڈرات کس نوعیت کے ہیں بس یہی اندازہ قائم کیا جا سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کبھی زمانہ قدیم میں یہاں بھی کوئی باقاعدہ آبادی ہو اور اس کے بعد کسی وجہ سے یہ آبادی ختم ہو گئی ہو۔ مکانات قربانی کی شکل میں رہ گئے تھے ان کے اردگرد درخت اُگ آئے تھے۔ جنہوں نے انہیں چھپا کر پُراسرار بنا دیا تھا۔ ٹھیک اس وقت جب شہناز اعجاز اور کشوری سے باتیں کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے توفیق سے کہا۔

"توفیق تمہارے سپرد میں ایک اور اہم ذمہ داری کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر چیف آج رات کی ڈیوٹی تو جون اور کشوری کی ہے؟"

"تم مجھے یہ احساس مت دلاؤ توفیق کہ تمہیں اپنے ساتھ لا کر میں نے غلطی کی ہے۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور توفیق سمجھ گیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"سوری سائی ڈیئر سوری۔ واقعی ہم لوگ ضرورت سے زیادہ بدمزاجی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

"دیکھو نا کام ہے میرا اور میں ایک مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ تفریحات اپنی جگہ لیکن بہرطور کام تو کام ہوتا ہے۔"

"یار معافی مانگ تو لی۔ بس اب اس کے بعد کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔"

"شکریہ توفیق۔ اب ہمیں ایک کام اور کرنا ہے۔"

"اور پھر میں نے توفیق کو مختصراً تفصیل بتا دی اور پینٹو کے بارے میں بتایا کہ وہ ہمارے ساتھ سفر کر رہا ہے اور ہم سے کچھ فاصلے پر کھنڈرات میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"رات کو جب جون اور کشوری آذر ناصری کے تعاقب کے لیے چل پڑیں تو تم اطراف میں چھپے کھنڈرات میں پینٹو کو تلاش کرنا۔ اور اس کے بارے میں مجھے اطلاع دینا۔"

"اوکے چیف۔ ہو جائے گا یہ کام۔ لیکن ایک بات بتایئے۔ آذر ناصری کے تو کچھ معمولات ہیں وہ معمول کے مطابق ہی اپنا کام جاری رکھے گا ہم ہر رات اس کی نگرانی کیوں کریں؟"

"اس لیے توفیق کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب آذر ناصری اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ جائے۔ اور اپنا کام کر جائے اس لیے اسے نگاہ میں تو رکھنا ہی ہے۔"

"سمجھ گیا چیف کیا اپنے ساتھ اعجاز کو بھی لے لوں؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اعجاز کو یہ بات بتانا بھی نہیں۔"

"اوکے چیف۔ ایسا ہی ہو گا۔" توفیق نے کہا۔ چنانچہ اس رات کی کہانی بدل گئی۔ جون اور کشوری معمول کے مطابق آذر ناصری کی نگرانی کے لیے چل پڑے اور میں شہناز کے ساتھ خیمے میں آ کر سو گیا۔ ہم لوگ دیر تک باتیں کرتے رہے تھے اور اس کے بعد میں نے سونے کی سی اداکاری شروع کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے شہناز بھی کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ لیکن توفیق کے بارے میں میرا ذہن سوچوں میں اُلجھا ہوا تھا۔ پھر رات کا نجانے کون سا حصہ تھا جب توفیق میرے خیمے میں داخل ہوا اس نے میرا پاؤں ہلایا۔ میں غنودگی کی کیفیت میں تھا۔ لیکن توفیق کا انتظار کرتے کرتے میری یہ کیفیت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کے پاؤں ہلانے پر میں چونک کر جاگ گیا اور پھر خاموشی سے ہم دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔ توفیق نے باہر نکل کر مجھے بتایا کہ بائیں سمت کچھ کھنڈرات ہیں

نہیں وہ موجود ہے۔" اس نے کہا۔

"چیف پینٹو اور اس کے تین ساتھی مستعدی سے ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ اب یہ بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے توفیق سے کہا۔

"میرا خیال ہے توفیق ان لوگوں سے ملاقات کیے بغیر کوئی حل نہیں نکل سکتا۔ کم از کم ان کی موجودگی کے بارے میں معلوم تو کر لیا جائے۔"

"اوکے چیف۔ آپ جیسا بھی حکم دیں۔ ویسا ہی کیا جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہیں رات میں شہناز کی آنکھ نہ کھل جائے۔ اور وہ مجھے نہ پا کر حیران نہ ہو جائے۔"

"اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے چیف؟"

"کچھ نہیں۔ خطرہ مول لینا پڑے گا۔" میں نے کہا۔ اور اس کے بعد میں تیار ہو کر توفیق کے ساتھ اس سمت چل پڑا۔ جہاں کھنڈرات میں اس نے پینٹو کی نشاندہی کی تھی۔ یہ بات ہمارے ذہن میں تھی کہ پینٹو کے ساتھ اس کے تین ساتھی اور بھی ہیں اور ہمیں ان سب کا سامنا کرنا ہو گا۔ لیکن توفیق جیسا مضبوط آدمی میرے ساتھ تھا۔ اور پھر میں خود بھی اس سلسلے میں زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے ہر خطرے کو ذہن سے نکال دیا۔ اور اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان کھنڈرات کے قریب پہنچ گئے۔ ہلکی اور مدھم روشنی اس طرح کی گئی تھی کہ دور سے اسے نہ دیکھا جا سکے۔ بہرطور پینٹو نے بڑی ہوشیاری سے اپنا یہ ٹھکانہ بنایا تھا جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہ چاروں سردی سے سکڑے گہری نیند سو رہے تھے۔ گویا آج رات کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا پینٹو کا کہ وہ شہناز سے ملاقات کرے۔ اس کے بعد تو کچھ بھی ہوا ہماری مستعدی سے ہوا۔ میں نے پینٹو کے ٹھوکر ماری تو وہ ہڑبڑا کر جاگ گیا۔ توفیق نے اس دوران ان تینوں پر پستول تان لیا تھا اور جب وہ سہم کر جاگے تو توفیق نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم تینوں اس گوشے میں جا کر بیٹھ جاؤ اور سنو پستول پر سائیلنسر لگا ہوا ہے اس لیے گولی کی آواز کہیں نہیں سنائی دے گی۔ اور کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔ اس لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبانیں بند رکھنا۔" وہ چونکہ سہمے جاگے تھے اس لیے ان پر خوف سوار ہو اور وہ تھرتھر کانپنے لگے۔ انہوں نے توفیق کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے پینٹو کا گریبان پکڑ کر اٹھایا۔ اور پھر میرے ایک زوردار گھونسے نے اس کے حواس درست کر دیے۔ وہ دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے سیدھا کیا اور اسے زبردستی زمین پر بٹھا دیا۔ پینٹو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر وحشت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے سرد لہجے میں کہا۔

"تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو پینٹو۔"

"کک۔ کون ہو تم۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"اتنا تو جانتے ہو گے کہ تم ہم لوگوں کا تعاقب کر رہے ہو۔"

"تت۔ تمہارا۔ نن نہیں۔ بب بالکل نہیں۔"

"بکواس کی تو حلق میں چھ گولیاں اتار دوں گا۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور پینٹو بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ روتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم کیا چاہتے ہو آخر کیا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"جو کچھ چاہتا ہوں اس کے بارے میں ابھی بتا دوں گا پہلے تم اپنے ہوش و حواس درست کر لو۔"

"تم۔ میں۔ میں۔" اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور دوسرے لمحے میری نگاہ رسی کے ایک ٹکڑے پر پڑی جو پینٹو کے سامان میں موجود تھا میں نے یہ ٹکڑا اٹھایا اور اس کے بعد پینٹو کے ہاتھ مضبوطی سے اس کی پشت پر کس دیے۔ پھر پیروں کو بھی رسی کے ایک ٹکڑے سے باندھ دیا۔ اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ یہ میں نے اس لیے کیا تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر پائے جس سے مجھے میرے کام میں اُلجھن ہو۔ اُدھر توفیق اپنے کام میں مستعد تھا۔ شاید پینٹو کے ایک آدمی نے کچھ گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ دوسرے لمحے توفیق کا گھونسہ اس کی کنپٹی پر پڑا۔ اور پستول کا دستہ اس کے سر کی پشت پر اس کے منہ سے چیخ نکلی۔ اور وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا رہا۔ یقینی طور پر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ پینٹو نے خوفزدہ نگاہوں سے اِدھر دیکھا۔ تو توفیق نے غراتے ہوئے لہجے میں بقیہ دو افراد سے کہا۔

"اگر تم لوگوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو ان کھنڈرات میں تمہیں موت کی نیند سُلا دینا ہمارے لیے مشکل نہیں ہو گا۔" ان کی ہمت اب جواب دے گئی تھی۔ اِدھر میں نے پینٹو کو ٹھیک کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر میں نے پینٹو سے کہا۔

"اور اب تم مجھے جو کہانی سناؤ گے وہ سچ پر مبنی ہو گی۔ ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو ہم یہ فیصلہ کر کے یہاں آئے ہیں کہ گرداب سے نجات حاصل کر لیں۔ لیکن تمہارے لیے نجات کا راستہ ایک ہی ہے اور وہ ہے کہ سچ بولو اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہے۔ اس کے لیے تیار ہو جاؤ اگر تم نے ایک لفظ بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو تم سے نجات حاصل کر لینا ہمارے لیے فائدہ مند ہی ثابت ہو گا۔"

"نہیں نہیں۔ ایسی کوشش نہ کرنا ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے بس یوں سمجھ لو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ وہی ہم بھی کر رہے ہیں۔"

"اس طرح نہیں میرے دوست تمہیں پوری کہانی سنانا پڑے گی۔ ایک ایک لفظ کے ساتھ پینٹو ہراساں نگاہوں سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مجھے دیکھنے لگا۔ خوف و دہشت کے مارے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا پھر وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"شہناز شاہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور پنٹو ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ وہ آذر ناصری کی سیکرٹری ہے؟"

"یہ تو میں جانتا ہوں لیکن تم سے اس کا کیا رشتہ ہے؟"

"پہلے مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم خود کون ہو؟" پنٹو نے کہا اور میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"دیکھو پنٹو اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم لوگ آپس میں تعاون بھی کر سکتے ہیں۔"

"اگر تم ایسا کرو تو یقین کرو میں خلوصِ دل سے تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں" پنٹو بولا۔

"میں تم سے صرف وعدہ ہی کر سکتا ہوں۔ تمہیں یقین دلانا میرے لیے مشکل ہے۔"

"نہیں۔ اب جب ایسی صورتِ حال پیش آ گئی ہے کہ ہم تمہارے رحم و کرم پر ہی ہیں بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم اس وقت ہمارے لیے مصیبت بن سکتے ہو۔"

"البتہ پنٹو ایک بات ذہن میں رکھنا میں سچ کو خود تلاش کر لوں گا۔"

"تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ سچ بات کو کہنے میں" پنٹو نے بیزار سے انداز میں کہا۔ اور میں گردن ہلانے لگا پھر وہ بولا۔

"شہناز شاہ آذر ناصری کی سیکرٹری ہے۔ یہ کہانی اس نے مجھے پورے خلوص سے سنائی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کوئی جھوٹ ہے یہ پوری کی پوری سچ پر مبنی ہے۔"

"کہانی کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آذر ناصری کے غیر ملکی دوست کوئی ایسا نقشہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ جس کی مدد سے وہ ان کھنڈرات میں ایک ایسی چیز تلاش کر رہے ہیں جسے کوئی سائنسی فارمولا کہا جا سکتا ہے کسی ملک کا سیکرٹ فائل بھی ہو سکتا ہے غرض کوئی ایسی چیز ہے۔ جس کی قیمت بہت زیادہ لگ سکتی ہے۔ شہناز نے مجھے جو کہانی سنائی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آذر ناصری کو اپنے دوست لارک پاؤل کے ساتھ کسی وقت یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ ایک غیر ملکی ایجنٹ نے کا... [illegible] ...چھپایا ہے۔ جس کی تلاش میں دنیا کے کئی ملک سرگرداں ہیں۔ جنیوا میں ایک بار اس سلسلے میں چند سیکرٹ ایجنٹ آپس میں بھڑ گئے تھے اور اس سیکرٹ ایجنٹ نے جس نے یہاں یہ کارروائی کی تھی مرتے ہوئے یہ انکشاف کیا تھا کہ وہ فائل یا نقشہ کاروا کے جنگلات کے ان ہی کھنڈرات میں کہیں چھپا دیا گیا ہے۔ اس نے ایک نشان بھی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں کو یہ تفصیلات حاصل ہوئیں ان کا تعلق لارک پاؤل سے تھا۔ اور لارک پاؤل اور آذر ناصری نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس قیمتی چیز کو حاصل کر کے اسے فروخت کر دیں گے اس کی کچھ تفصیلات لارک پاؤل نے اپنے پاس رکھیں اور کچھ آذر ناصری کے پاس پہنچ گئیں۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ لارک پاؤل انتظامات کرنے کے بعد اس نقشے کے حصول کے لیے یہاں آئے گا۔ اور دونوں مل کر اسے حاصل کریں گے اور اس کے بعد اس کی فروخت کا بندوبست کریں گے۔ آذر ناصری یہاں معلومات حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ لیکن چونکہ پورا نقشہ اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ اس لیے اسے مجبوراً لارک پاؤل کا انتظار کرنا پڑا۔ لارک پاؤل وہاں پہنچا تو آذر ناصری اور لارک پاؤل مل جل کر اس کی تیاریاں کرنے لگے کہ کاروا کے جنگلات کا سفر کیا جائے اور یہاں سے وہ چیز حاصل کی جائے اتفاق کی بات کہ شہناز شاہ کو بھی اس بارے میں علم ہو گیا اور اس نے وہ نقشہ بھی خفیہ طور پر حاصل کر لیا جو ان لوگوں نے اپنے طور پر بنایا تھا ادھر آذر ناصری اس چالاکی میں مصروف تھا کہ کسی طرح اس چیز پر پوری طرح اس کا تسلط ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس میں اپنے ساتھ اپنی سیکریٹری شہناز شاہ کو بھی شریک کر لیا۔ اس نے منصوبہ یہ بنایا کہ شہناز شاہ کسی طرح نقشے کا وہ حصہ لے کر غائب ہو جائے جس میں پوری تفصیل درج کی گئی ہے اور اس کے بعد آذر ناصری اس کی تلاش کرے اور بظاہر یہ کوشش کرے کہ شہناز کو قتل کر دیا جائے درحقیقت ایسا نہ کیا جائے۔ پھر شہناز کو اس سلسلے میں احکامات دیے گئے کہ وہ کسی ایسے گروپ کو تیار کرے جو اس کے ساتھ وہاں تک کا سفر کرے اور جب وہ چیز آذر ناصری اور لارک پاؤل کو حاصل ہو جائے تو وہ گروپ کسی طرح ان لوگوں سے وہ چیز حاصل کرے لارک پاؤل یہ سوچ کر مجبور ہو جائے کہ ظاہر ہے آذر ناصری نے تو پوری دیانت کے ساتھ کام کیا تھا کوئی اور گروپ اس نقشے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس سلسلے میں تمہارا انتخاب کیا گیا تھا میں نہیں جانتا کہ شہناز شاہ نے تمہارا یہ انتخاب کیوں کیا تھا لیکن بہرطور وہ تمہیں اس بات کے لیے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ تم آذر ناصری کا تعاقب... [illegible] ...سے حاصل کر لو۔ جب تم وہ نقشہ فائل یا جو کچھ بھی تھا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو پھر میری ذمہ داریوں کا آغاز ہوتا تھا یعنی مجھے یہ حکم تھا کہ میں وہ چیز تم سے جس طرح بھی بن پڑے حاصل کر لوں۔"

"گڈ" دیری گڈ۔ اس کے بعد؟"

"دراصل یہ ڈبل چال شہناز شاہ نے چلی تھی۔ تمہارے ذریعے وہ آذر ناصری کا کام کر رہی تھی۔ اور میرے ذریعے اپنا کام۔"

"اپنا کام؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں یہ نقشہ، فارمولا یا فائل حاصل کروں تو اسے لے کر روپوش ہو جاؤں۔ شہناز شاہ اس کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرتی اور میرے ذریعے یہ نامعلوم شے فروخت کرنے کا بندوبست کیا جاتا اور اس میں میرا بڑا حصہ ہوتا یہ کام شہناز شاہ آذر ناصری کو دھوکا دے کر کر رہی تھی۔"

"ظاہر ہے آذر ناصری کی ہدایت پر اس نے تمہارا انتخاب کیا تھا اور اپنے لیے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔ اور جیسے ہی وہ نقشہ یا جو کچھ بھی وہ ہے حاصل ہو جاتا ہم اسے تم سے چھیننے کی کوشش کرتے اور اس کے بعد اسے لے کر یہاں سے فرار ہو جاتے پھر بعد میں شہناز شاہ سے ہمارا رابطہ ہو جاتا۔ اس دوران ظاہر ہے باقی کام تو آذر ناصری کی پسند کے مطابق ہی ہوتا آذر ناصری یہ کہتا کہ فائل کسی اور گروپ نے حاصل کر لیا ہے اس کے بعد تھوڑی سی ہنگامہ آرائی ہوتی اور آذر ناصری یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جاتا کہ اب اس میں اس کا کیا قصور کوئی اور بھی اس فائل یا نقشے کی تاک میں تھا لارک پاؤل مجبور ہو جاتا یہاں سے واپس چلا جاتا تو آذر ناصری شہناز کی مدد سے فروخت کرنے کی کوشش نہ کرتا لیکن اس دوران جب ہم لوگ تم سے وہ نقشہ حاصل کر لیتے اور کبھی نہ کسی طرح تم کو منظرِ عام پر لے آیا جاتا تو ظاہر ہے آذر ناصری بھی مجبور ہو جاتا وہ چیز شہناز شاہ کی ملکیت بن جاتی ہمارا کام نہایت خفیہ انداز میں ہوتا یہ تھا ہمارا منصوبہ۔" میں سنسنی خیز نگاہوں سے پنٹو کو دیکھ رہا تھا اور پنٹو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارا تو بہت بڑا نقصان ہو گیا۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب میں نے پنٹو سے کہا۔

"مگر اب دوست جب یہ صورتِ حال تمہارے علم میں آ گئی ہے اور تم ہماری نگاہوں میں تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں نہیں جانتا" پنٹو نے جواب دیا۔

"ہمارے ہی بہتر ہے کہ ہم تمہیں ہٹ کر دیں۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ تو ظاہر ہے ہم تمہیں اس سے نہیں روک سکتے۔"

"دوسرا کام ایک اور بھی ہو سکتا ہے مسٹر پنٹو۔"

"کیا؟"

"سارے کام اسی طرح جاری رہنے دیے جائیں تو شہناز شاہ کے بجائے ہم سے تعاون کرو۔"

"مطلب؟"

"یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ نقشہ ہم سے چھیننا اب تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر تم صرف اتنا ہی تعاون کرو کہ ہمارا ساتھ دو تو تمہیں ایک مخصوص رقم دینے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔"

"دیکھو دوست میں نے جرم کی دنیا میں زندگی گزاری ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی ایک کا ساتھ دینا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ رقم جہاں سے آسانی سے حاصل ہو جائے وہاں سے حاصل کرنی چاہیے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے تعاون سے تمہارا کوئی کام بن سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری صورت میں اگر تم میری زندگی ہی بخش دو تو سمجھتا ہوں میرے لیے یہی بہت ہے۔ میں اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ خاموشی سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"نہیں۔ اگر تم واپس چلے گئے تو شہناز شاہ کے منصوبے کی تکمیل نہیں ہو سکے گی۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"خاموشی سے میرا تعاقب کرتے رہو اور ایک بات کو ذہن میں رکھو کہ کسی بھی لمحے کسی بھی سمت سے چلنے والی گولی تمہاری زندگی چھین سکتی ہے۔ میرے ساتھ صرف یہ چند افراد نہیں ہیں بلکہ ایک پورا گروپ ہے جو ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور ان اطراف میں دور دور تک پھیل کر ہماری نگرانی کر رہا ہے۔ اسی گروپ نے ہمیں تمہارے بارے میں اطلاع دی تھی۔" پنٹو کے ہونٹ و تو اس رخصت ہو گئے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اگر تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے لیے قابلِ اعتماد ہوں تو جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے اس پر عمل کر سکتا ہوں تم میری زندگی بخش دو۔ میں کسی معاوضے کے لالچ میں نہیں بلکہ زندگی کے شوق میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"لیکن انحراف کا نتیجہ تم اچھی طرح سمجھ لینا۔ میں ایک مختلف فطرت کا آدمی ہوں۔ جو کام نہیں کر پاتا اس کے لیے شدید جدوجہد نہیں کرتا۔ زندگی قیمتی شے ہے۔ اور دولت آنی جانی چیز۔ چنانچہ اگر تم مجھ پہ بھروسہ کر سکو تو یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے ساتھ پوری طرح کے لیے تیار ہوں۔"

"اوکے صاف ڈیئر۔ میں تم پر بھروسہ کیے لیتا ہوں۔ لیکن اپنی زندگی بچانا صرف تم پر فرض ہے۔"

"مطمئن رہو۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو ایسا ہی ہوگا۔" میرے لیے دراصل اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں پنٹو کو چھوڑ دوں۔ کسی کی زندگی لینا ایک بے مقصد کام تھا جب کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو اگر پنٹو نے اس سلسلے میں بدمعاشی کی تو پھر ان سب ہی کو دیکھ لیا جائے گا۔ اب میں اتنا کمزور بھی نہیں تھا۔ توفیق نے اس دوران کوئی مداخلت نہیں کی تھی اور خاموشی سے ان لوگوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بر پستول تانے کھڑا رہا تھا میں نے پنٹو کے ہاتھ اور پاؤں کھولے اور اس کے بعد اس سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔

"اگر کسی دھوکا دہی کا منصوبہ ذہن میں ہو پنٹو تو پھر ایسا کریں گے کہ ایک دوسرے کو آزمائیں گے۔ ورنہ دوسری صورت میں میری دوستی تمہارے لیے فائدہ مند ہی ثابت ہوگی" پنٹو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم اطمینان رکھو تو کچھ تم کہہ رہے ہو، میں اس سے مختلف نہیں کروں گا۔" چنانچہ میں نے توفیق کو اشارہ کیا اور پھر ہم دونوں وہاں سے واپس چل پڑے۔" توفیق نے راستے میں کہا۔

"کیا پنٹو وعدہ خلافی نہیں کرے گا باس؟"

"اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ ہم دونوں خیمے میں واپس گئے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شہناز بدستور گہری نیند سو رہی ہے۔

سارا کھیل سمجھ میں آگیا تھا بس یہ اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ شہناز میرے بارے میں کیا جانتی ہے۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ اس نے مجھے اپنا ساتھی بنا لیا ہے یا اسے میرے بارے میں کچھ معلوم تھا۔ یہ بات ہر دل جتنا نہیں تھا کہ وہ میری حقیقت سے واقف تھی۔ بس اتنا سوچ لیا ہوگا اس نے کہ میں اس کے لیے کارآمد ہو سکتا ہوں۔ اس بات کے بھی امکانات تھے کہ پہلی بار جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی اور میں نے جس طرح مسٹر آذر ناصری کی کار کو دھوکا دیا تھا اس سے اس نے میرے بارے میں یہ اندازہ لگایا ہو کہ میں اس کے لیے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا ہوں۔ بہر طور مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ میرے بارے میں کیا جانتی ہے مجھے تو بس صرف اس بات سے دلچسپی تھی کہ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جان گیا تھا۔ اور شہناز یقیناً ایک چالاک لڑکی تھی۔ پنٹو کی بتائی ہوئی ساری کہانی ذہن میں گردش کر رہی تھی اور میں اس کے مطابق اپنے آئندہ منصوبوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ توفیق سونے چلا گیا تھا اور شہناز بے خبر سو رہی تھی۔ آج رات اسے بھی شاید کوئی کام نہیں تھا۔ وہ میرا سہارا لینے کے بعد مطمئن تھی بہر طور میں بھی گھاٹے میں نہیں رہا تھا اس نے میرا سہارا لیا تھا تو میرا سہارا بھی بنی تھی اور میرے لیے اس کے علاوہ اور کیا چیز باعث دلچسپی ہو سکتی ہے کہ میں اپنی تفریحات بھی جاری رکھوں اور مجھے کام بھی ہو جائے۔ اس کے بعد میرا ذہن اس فائل یا فارمولے کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جس کے لیے یہ لوگ سرگرداں تھے۔ کسی غیر ملکی جاسوس کا معاملہ تھا جس کو صورت حال سے متاثر ہو کر وہ فارمولا یا فائل کا ٹرا کے جنگلات میں چھپا دیا تھا۔ یقینی طور پر اس کی کوئی ایسی ہی اہمیت ہوگی جس سے یہ تمام متاثر ہوئے ہیں اور اس کے حصول کے لیے ایسے اعلیٰ پیمانے پر کارروائی کی جا رہی ہے۔

بظاہر ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا تھا جو اس سمت میں دلچسپی لے رہا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مجھے آگے کیا کرنا چاہیے۔ کام جس انداز میں ہو رہا ہے اسی انداز میں مناسب تھا۔ پنٹو کے بارے میں جہاں تک میری رائے تھی وہ اسی قسم کے آدمیوں میں سے تھا جو موقع ملنے پر ہر قسم کا کام کر لیتے ہیں کسی سے غداری ان کے لیے ناممکن نہیں ہوتی اور اس وقت تو پنٹو کی جان پر بن گئی تھی۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا اس نے پنٹو کو کافی خوف زدہ کر دیا تھا۔ چلو جو نگا ہوں کے سامنے ہو اس سے تو آدمی نمٹ سکتا ہے۔ لیکن نادیدہ گولیوں سے بچاؤ کون کر سکتا ہے اور یہی کیفیت پنٹو کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے اختلاف کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ البتہ یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں وہ فرار ہی نہ ہو جائے اپنی جان بچا کر بھاگ جائے اس طرح شہناز کے لیے فی الحال الجھنیں پیش آسکتی تھیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ شہناز کا اپنا کوئی پروگرام متاثر ہو کیونکہ اب اس طرح وہ میرے لیے ایک اور دلچسپی کا باعث بن گئی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ فائل حکومت ہی کے لیے باعث توجہ ہو چنانچہ اس بات کا بھی خیال رکھنا تھا بہر طور صبح کو میں دیر تک سوتا رہا۔ شہناز ہی نے مجھے جگایا۔

"بڑی گہری نیند سو رہے ہو کیا بات ہے۔ کیا رات کو نیند نہیں آئی ہے؟" میں نے شہناز کو مسکرائی نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

"ہاں۔ تمہیں سوتا ہوا دیکھتا رہا۔"

"کیا مطلب؟"

"سوتی ہوئی لڑکیاں مجھے بے حد خوبصورت لگتی ہیں۔"

"تمہاری ہر بات میں شرارت ہوتی ہے۔"

"اس میں شرارت کی بات نہیں کبھی تم خود کسی سوتی ہوئی لڑکی کو دیکھو۔"

"مجھے بھلا اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟" شہناز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں بس حُسن خوابیدہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔ بات صرف اتنی ہی سی تھی۔" شہناز مسکرانے لگی اور پھر بولی۔

"مجھے اب اس ماحول سے وحشت ہونے لگی ہے کیا کرنا چاہیے کوئی ترکیب بتاؤ۔"

"یہاں سے واپس چلیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ چونک کر میری صورت دیکھنے لگی۔

"کبھی نہیں رہا۔"

"واپس چلنے کا مطلب واپس چلنا ہی ہوتا ہے۔"

"مگر ایسے کیسے واپس جا سکتے ہیں؟"

"تو پھر۔"

"میرا مطلب ہے پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم میری کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔"

"تم کچھ الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہو شہناز؟"

"ہاں کہہ تو رہی ہوں کہ اب بوریت ہونے لگی ہے۔"

"مجھ سے، اس ماحول سے یا آذر ناصری سے؟" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر گردن جھٹک کر بولی۔

"چلو" ناشتے کا بندوبست کر لیا ہے میں نے۔ ناشتا کرتے ہیں۔ اس کے انداز میں بڑا ناز تھا۔ بہر طور میں نے اس کے ساتھ ناشتا کیا۔ توفیق وغیرہ کو ناشتا دے دیا گیا تھا۔ شہناز کافی دیر تک ناشتے کے بعد یونہی خاموش بیٹھی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"پتا نہیں اس کمبخت کو کیا مصیبت درپیش ہے یہ اپنا کام کیوں نہیں کر ڈالتا؟"

"کون؟"

"آذر ناصری کی بات کر رہی ہوں۔"

"تمہارا باس ہے وہ اس کے بارے میں اس انداز سے گفتگو؟" میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے ایسے باس پر۔" شہناز نے جواب دیا۔

"ہوں۔ ویسے شہناز تمہارے اور آذر ناصری کے تعلقات کیسے رہے ہیں؟"

"مطلب۔؟" اس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے ایک باس اور سیکرٹری کی حیثیت سے تم لوگوں کی ڈیلنگ آپس میں کیسی رہی ہیں؟"

"فضول۔ بس یوں سمجھ لو نوکری برائے نوکری تھی۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے بھئی اب کیا کیا جا سکتا ہے بہر طور ہر آدمی کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔ جیسے تم مجھے برداشت کر رہی ہو۔"

"خیر تم میری اور اپنی بات مت کرو۔ تم نے نہایت چالاکی سے مجھے پھانسا ہے۔"

"اچھا۔" میں نے مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور کیا۔ میں ساری چالاکی سمجھتی ہوں تمہاری۔" اس رات تم نے اس لڑکی کے ساتھ وقت گزار کر مجھے ذہنی طور پر الجھا دیا تھا کیوں یہی بات ہے نا؟"

"پتا نہیں۔" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا اور شہناز ہنسنے لگی اور پھر بولی۔

"پتا نہیں کیوں عورت اس قدر بے وقوف بن جاتی ہے۔"

"بنی بنائی چیزوں میں بھلا بننے کی کیا گنجائش ہے؟"

"تو تمہارا مطلب ہے عورت ہوتی ہی بے وقوف ہے۔"

"ارے بابا میں نے یہ بات کب کہی تم سے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو کوئی ایسی بات کرو جس سے ذہن کچھ صاف ہو۔"

"ہوں، یہ موسم بہت خوشگوار ہے۔ زمین کے سینے پر بکھری ہوئی برف کتنی رومانی لگتی ہے اور آسمان کتنا صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"شاعری کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں مسرت... وہ تو ان ہی وہ باتیں ہوں گی جس سے تمہیں ذہنی طور پر اطمینان ہو۔" شہناز گہری گہری سانسیں لیتی رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد توفیق نے خیمے کے دروازے سے کہا۔

"چیف کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اور میں خیمے سے باہر نکل آیا۔" توفیق خاموش کھڑا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"رپورٹ ملی ہے چیف رات کو وہ لوگ آدھی رات کے بعد مصروف عمل رہے ہیں۔ اور پھر ایک کھنڈر میں داخل ہو گئے ہیں اور اس کے بعد سے اب تک وہیں ہیں۔"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔ "اس کا مطلب ہے ان کا کام ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے توفیق اس کھنڈر کی نگرانی ہو رہی ہے نا؟"

"ہاں۔ بالکل اعجاز اور کشوری اپنے کام میں مصروف ہیں۔"

"اور پنٹو کی کیا رپورٹ ہے؟"

"اس کے بارے میں تو کچھ نہیں معلوم ہو سکا چیف۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ اس جگہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرا خیال ہے، ہمیں فوراً وہاں چلنا چاہیے کہیں وہ نکل نہ جائیں ہمارے ہاتھ سے۔" شہناز نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اس کے بعد یہاں سے آگے بڑھنے کے لیے ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا تھا۔ ہم نہایت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے اور ہماری راہنمائی کی جا رہی تھی۔ کافی فاصلے پر جا کر ہماری ملاقات اعجاز اور کشوری سے ہوئی اور ان لوگوں نے ہمیں بتایا کہ آذر ناصری اور اس کے غیر ملکی ساتھی اس کے سامنے والے کھنڈر میں موجود ہیں جو ان درختوں کی آڑ میں چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں سے ان کی نگرانی کا بندوبست کر لیا گیا اور تقریباً پورا دن ہی ان کے انتظار میں صرف ہو گیا۔ اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے، سورج پر بادلوں کا غلاف چڑھا ہوا تھا اور برف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی سنجیدگی نمایاں نظر آ رہی تھی تب ہم نے آذر ناصری کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ واپس آتے ہوئے دیکھا اور ان کے چہروں کا جائزہ لینے لگے۔ شہناز نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"آذر ناصری کا اطمینان دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"اس کا اندازہ ان کا پیچھا کرنے سے لگ جائے گا۔" شہناز نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ آذر ناصری اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں چل پڑے۔ بہت احتیاط سے یہ سارا عمل کیا جا رہا تھا میں نے اپنے چاروں ساتھیوں کو پوری طرح ہوشیار کر دیا تھا کہ اگر عقب سے پنٹو کو غلط حرکت میں مبتلا دیکھیں تو پھر اس نے بچنے کا معقول بندوبست کر لیں لیکن دُور دُور تک پنٹو یا اس کے ساتھیوں کا نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ واپسی کا سفر بہت زیادہ طویل نہیں ہوا کیونکہ رات ہو گئی تھی۔ بادلوں کی وجہ سے ماحول اور زیادہ تاریک ہو گیا تھا۔ ہم نے آذر ناصری اور اس کے تینوں ساتھیوں کو کیمپ لگاتے ہوئے دیکھا یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمیں عمل کرنے کے لیے ایک رات مل گئی تھی۔ اگر دن کا وقت ہوتا تو شاید آذر ناصری شام گڑھ کی آبادی پہنچ کر ہی دم لیتا۔ کیونکہ اس وقت وہ یہاں سے نکل جانے کی فکر میں ہوگا۔ لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں پنٹو کی سنائی ہوئی کہانی بھی محفوظ تھی۔ آذر ناصری کو یہ رات یہاں گزارنی ہی تھی کیونکہ اس کے بعد ہی اس کا کام مکمل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے آذر ناصری سے کافی فاصلے پر ایک نشیب میں اپنا کیمپ بھی لگا دیا۔ شہناز بے حد متجسس نظر آ رہی تھی ویسے میں نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا اور اس کے چہرے سے اس بات کا صاف اندازہ لگا لیا تھا کہ شہناز اس سلسلے میں بہت زیادہ مضطرب ہے۔ ظاہر ہے اسے ڈبل کھیل کھیلنا تھا اور دوسرے کھیل کی کامیابی پر اس کی کامیابی کا انحصار تھا چنانچہ پنٹو وغیرہ کا معاملہ یقینی طور پر اس کے ذہن میں ہوگا۔ ویسے مجھے ایک ڈر شبہ ہو رہا تھا وہ یہ کہ پنٹو اب سرے سے یہاں موجود ہی نہیں تھا۔ کہیں نہ کہیں تو اس کے نشانات ملتے یا پھر اگر وہ مجھ سے مخالفت مول لینے کے چکر میں ہے تو یقینی طور پر اس نے اپنے آپ کو اس خیال کے تحت زیادہ محفوظ رکھا ہوگا کہ میں اس کی اصلیت جان چکا ہوں۔ البتہ ایک بات کا مجھے پورا پورا یقین تھا بلکہ یہ بات میری نگاہوں کے سامنے تھا وہ یہ کہ مجھ سے پنٹو کی ملاقات کے بعد شہناز سے پنٹو کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا شہناز کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کی دوسری سازش میرے علم میں آ چکی ہے۔ رات زیادہ سے زیادہ گہری ہوتی جا رہی تھی خطرہ یہ تھا کہ رات میں کہیں برف باری نہ شروع ہو جائے

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ البتہ ماحول پر ایک عجیب سی سرد سرد کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ شہناز نے رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے کہا۔

"اگر تم مجھے اجازت دو تو میں کچھ کام کر دکھاؤں؟"

"مثلاً۔" میں نے سوال کیا۔

"ان لوگوں کو غیر مسلح کرنا ضروری ہے۔"

"تمہاری مراد آذر ناصری وغیرہ سے ہے نا؟"

"ہاں۔"

"مگر تم اس سلسلے میں کیا کرو گی؟"

"کیا تم مجھے بالکل ہی ناکارہ سمجھتے ہو۔ مائی ڈیئر مسٹر جمال۔" شہناز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"قطعی نہیں تم جیسی دلیر اور اعلیٰ کارکردگی کی مالک لڑکی میری نگاہوں سے بہت کم گزری ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہناز بھی مسکرا دی۔ پھر اس نے کہا۔

"ہر چند کہ تمہارے بغیر میرا کوئی بھی کام ہونا ممکن نہیں تھا لیکن بہر طور میں بھی کچھ نہ کچھ کر کے ہی دکھاؤں گی تمہیں۔ میں ان لوگوں کو غیر مسلح کیے دیتی ہوں تاکہ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ ہم پر فائرنگ وغیرہ نہ کر سکیں۔ ہم کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

"تمہارا یہ خدشہ درست ہے شہناز۔ لیکن میں تمہارے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"میرے لیے۔"

"ہاں بھئی ظاہر ہے تم ان کے قریب تو پہنچ نہیں جاؤ گی اور ان کے نزدیک جا کر انہیں غیر مسلح نہیں کر سکو گی تو تمہیں بھی اس کے لیے جدوجہد کرنا ہی ہوگی۔"

"کچھ تو کرنے دو مجھے۔"

"اور اگر کوئی خطرہ در پیش آ گیا تو؟"

"تم جو موجود ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ تم یہ کام زیادہ بہتر طور پر کر سکتی ہو۔"

"کیوں نہیں؟" شہناز نے کہا۔

"پھر جیسے تمہاری مرضی۔"

"البتہ یہ کر سکتے ہو تم کہ دو آدمی میری نگرانی کے لیے آس پاس چھپا دو۔ تاکہ اگر مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو اور میں انہیں اشارہ دوں تو وہ میری مدد کریں۔" شہناز نے کہا اور میں نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ میں خود توفیق کے ساتھ اس کی نگرانی کے لیے چل پڑا تھا۔ جب شہناز ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے مسکراتے ہوئے توفیق سے کہا۔

"اس لڑکی کا ڈرامہ کتنا بے کار ہے توفیق؟"

"سمجھا نہیں چیف۔ ویسے تو میرے خیال میں لڑکیاں ڈرامہ کر ہی نہیں سکتیں۔"

"لڑکیوں سے زیادہ ڈرامہ باز اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں چیف۔ سارے کھیل یہ مرد ہی لڑکیوں سے کرواتے ہیں۔ ورنہ وہ بیچاریاں تو معصوم معصوم۔ سادہ۔ سادہ سی ہوتی ہیں۔" توفیق نے کہا۔

"خیر تم یہاں لڑکیوں کی ترجمانی نہ کرو۔ وہ جو کچھ بھی کر رہی ہے اپنی دانست میں چالاکی سے کر رہی ہے اور اگر ہم اس سے ہوشیار نہ ہو جاتے اور پنٹو ہماری نگاہوں میں نہ آ جاتا تو یقیناً ہمیں نقصان پہنچ سکتا تھا۔ نہ صرف نقصان پہنچتا بلکہ شاید ہمیں کچھ خطرات بھی درپیش ہو سکتے تھے۔" توفیق نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے پھر کہا۔

"اور اب وہ یہ کہہ کر یہاں سے گئی ہے کہ وہ ان لوگوں کو غیر مسلح کر دے گی۔ جانتے ہو وہ وہاں جا کر کیا کرے گی؟"

"میں نہیں جانتا چیف وہ تمہاری دریافت ہے۔ تم ہی اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو گے۔" توفیق نے کہا۔

"تم پر بیزاری کیوں طاری ہے؟"

"یہ بھی کوئی سوال ہے چیف۔ تم اس کے ساتھی ہو اور ہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں بے زاری طاری نہ ہو گی تو پھر اور کیا ہوگا؟"

"تجھ پر خدا کی لعنت ہو توفیق۔ ہر وقت اپنے ہی مطلب کی بات سوچتا رہتا ہے۔ میں نے تو دراصل یہ سوچا تھا کہ اس قسم کے چھوٹے موٹے معاملات میں اگر تم لوگ میرے ساتھ تعاون کر لیا کرو تو تمہارے بھی اخراجات چلتے رہیں بلکہ ہو سکتا ہے کسی موقع پر میں تمہیں باقاعدہ اپنے محکمے میں شامل کر دوں۔ لیکن اب مجھے اس بات کا تجربہ ہو گیا کہ تم اس کے لیے قطعی موضوع نہیں ہو۔"

"ارے۔ ارے چیف کیا ہو گیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟" توفیق نے کہا۔

"ہر مسئلے میں بیزاری کا مظاہرہ کرتے ہو حالانکہ کام کے اوقات میں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہوتا۔"

"سوری چیف۔ سوری دراصل ذہن پر بس خوبصورت چہرے سوار رہتے ہیں۔ چیف تم کسی اچھے ڈاکٹر سے میرا علاج کرا دو۔"

"ہاں۔ ہاں۔ اب میری تمام کمائی تمہی لوگوں پر تو خرچ ہو جائے گی۔ صرف تمہارا علاج کرنے سے کیا ہوگا۔ تم چاروں ہی ایک مرض کا شکار ہو۔"

"ارے چیف تم موضوع سے ہٹ گئے۔ کچھ کہہ رہے تھے تم۔"

"بکواس مت کرو۔"

"یار ناراض ہو گئے اور وہ بھی توفیق سے۔" توفیق نے خوشامدانہ انداز میں کہا اور اس طرح سے کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ ہنسی اس بات کی علامت ہے کہ ناراضگی اگر تھی بھی تو دور ہو گئی۔"

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے؟"

"چیف تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ آذر ناصری تک پہنچے گی بھی نہیں بلکہ تھوڑا بہت وقت گزارنے کے بعد واپس آ جائے گی اور کہے گی کہ وہ لوگ غیر مسلح ہو چکے ہیں۔"

"مطلب۔ میں سمجھا نہیں چیف۔" توفیق نے کہا۔

"بے وقوف۔ احمق۔ گدھے۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ وہ تو آذر ناصری شکل ہی سے نظر آتا ہے۔"

"کیا نظر آتا ہے؟"

"وہی جو آپ نے کہا۔ میرے خیال میں آپ نے اجتماعی طور پر کہا ہے۔ چنانچہ آپ کا یہ خیال ان چاروں کے بارے میں ہے۔"

"کن چاروں کے بارے میں۔" میں نے توفیق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میری مراد آذر ناصری اور اس کے تینوں ساتھیوں سے ہے۔" توفیق بولا۔

"جی نہیں۔ یہ میں آپ چاروں کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔"

"او ہو۔ اُفوہ۔ اُفوہ۔ اچھا۔ اچھا چیف تم جو کچھ بھی کہو ٹھیک ہی ہو سکتا ہے مگر کہہ کیا رہے تھے۔"

"یہ کہہ رہا تھا احمق آدمی کہ دراصل خود آذر ناصری اپنے باقی تینوں ساتھیوں کو غیر مسلح کر دے گا اور خود بھی اپنے ہتھیار ضائع کر دے گا یا پھینک دے گا یا کوئی بھی حرکت کرے گا۔"

"خود۔" توفیق نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں۔"

"کیوں چیف؟ میں سمجھا نہیں؟"

"بے وقوف آدمی پنٹو نے جو کہانی سنائی ہے ابھی تک اس کے شواہد مل رہے ہیں وہ درست ہی کہہ رہا تھا۔ شہناز نے ڈبل چال چلی ہے اگر وہ لوگ مسلح ہوں گے تو ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے اور اس کے بعد اگر ہم مسلح ہوں گے تو پنٹو وغیرہ کو۔"

"کک۔ کیا مطلب ہے تمہارا چیف۔ گویا اس کے بعد ہم غیر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مسلح کر دیے جائیں گے؟"

"سو فی صدی۔"

"لیکن اس طرح تو ہمیں خود بھی خطرہ درپیش ہو سکتا ہے چیف۔"

"اسی خطرے سے تو بچنا ہے احمق توفیق۔"

"جی۔ جی۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔"

"یہ شہناز گئی کہاں؟"

"پتا نہیں چیف کہاں گئی۔ جہاں بھی ہے جہنم میں جائے" توفیق نے برا سا منہ بنا کر کہا اور پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"نہیں چیف میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔"

"کوئی مطلب نہیں۔ مجھے اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں ایک جگہ رک کر شہناز کا انتظار کرتے رہے اور پھر کافی دیر کے بعد ہم نے اسے واپس آتے ہوئے دیکھا وہ مسکراتی ہوئی ہمارے پاس پہنچ گئی اور اس نے پرجوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنا کام کر دیا مسٹر جمال۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ یعنی۔"

"یعنی یہ کہ ان سب کے ہتھیار خالی کر دیے۔ اس کے لیے مجھے بڑی احتیاط سے کام کرنا پڑا۔ ویسے ان کی گفتگو سے مجھے ایک اور بات کا علم بھی ہو گیا۔"

"کیا؟" میں نے شہناز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان کے پاس کوئی فائل موجود ہے جس کا رنگ سبز ہے اور جو بڑی احتیاط سے یہاں محفوظ کی گئی تھی یہی فائل ہے جس کے لیے وہ اس قدر کوششیں کرتے رہے ہیں۔"

"گویا وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔"

"سو فیصدی۔" شہناز کا چہرہ شدت جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔

"تو پھر اب ہم اپنا کام کب شروع کریں؟"

"میرا خیال ہے انہیں آرام سے سو جانے دو۔ یہ رات وہ یہیں گزاریں گے اور صبح سفر کا آغاز کریں گے۔"

"تو پھر میں توفیق کو بھیجے دیتا ہوں۔ یہ جگہ تو بہت بہتر ہے ہمارے لیے۔ یہاں سے ہم ان کی نگرانی کر سکتے ہیں اور یہیں سے اپنے کام کا آغاز کریں گے۔" شہناز نے گردن ہلا دی میں نے توفیق کو اشارہ کیا مقصد یہ تھا کہ اپنے ساتھیوں کو بلا کر یہاں لے آئے۔ توفیق چلا گیا اور شہناز نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ ہم کامیابی کے بالکل قریب ہیں۔ اب سے کچھ دیر کے بعد وہ قیمتی فائل ہمارے قبضہ میں ہوگی اور پھر۔ اور پھر جمال ہم، ہم بے حد دولت مند لوگ بن جائیں گے۔ ویسے تمہارا مستقبل کا کیا ارادہ ہے۔؟"

"بس تمہارے ساتھ شادی کر کے کسی خوبصورت سی جگہ ایک مکان بناؤں گا اور وہاں ہم لوگ زندگی گزاریں گے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے۔ چھوٹے چھوٹے۔ چھوٹے چھوٹے۔ اتنے اتنے۔" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور شہناز ہنس پڑی۔

"کمال کے آدمی ہو تم۔ میں نے کب یہ کہا کہ میں تم سے شادی کروں گی۔"

"تم مت کرنا، میں خود کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور شہناز ہنسنے لگی۔ ہم لوگ اپنے ساتھیوں کا انتظار کرتے رہے اور کچھ دیر کے بعد توفیق باقی لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ دوسری طرف کیمپ میں تاریکی چھا چکی تھی۔ اس قدر شدید مشقت کرنے کے بعد وہ تھک گئے تھے یا پھر یہ ساری کوشش آذر ناصری کی تھی۔ وہ شہناز کو کام کرنے کے لیے مناسب موقع دینا چاہتا تھا۔ تاہم کچھ دیر اور انتظار کیا گیا اور اس کے بعد میں نے شہناز سے کہا۔

"میرا خیال ہے اب مناسب وقت ہے ہمیں اپنا کام کر لینا چاہیے۔" شہناز نے گردن ہلا دی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو رہی ہے۔ لیکن اچھے دل و دماغ کی مضبوط عورت تھی۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھی۔ ہم نے پروگرام ترتیب دیا، چہروں پر خاص قسم کے کپڑے لپیٹ لیے گئے۔ شہناز ہمارے مشن میں دور دور ہی سے شریک تھی اور اس کے بعد ہم پستول ہاتھ میں لیے آگے بڑھ گئے۔ خیموں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا اور اندر سے تیز تیز سانسوں کی آوازیں آ رہی تھیں، چنانچہ ہم منتشر کر طور پر اس بڑے خیمے میں داخل ہو گئے جہاں وہ چاروں آرام کی نیند سو رہے تھے۔ ان میں ایک غیر ملکی شاید نیم غنودہ کیفیت میں تھا کیونکہ اس نے ہمارے قدموں کی آہٹ سن لی اور اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟ کون ہے؟" اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک خاص قسم کا لیمپ روشن کر دیا جو تیز روشنی دیتا تھا اور غالباً بیٹری سیل سے چلتا تھا۔ خیمے میں روشنی پھیل گئی۔ اس کی آواز پر باقی تینوں افراد ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔ ہماری

پستول ان کی جانب تنی ہوئی تھیں۔ ان کے چہروں پر خوف کے آثار پھیل گئے اور پھر آذر ناصری نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کک۔ کون ہو تم؟ کک۔ کیا چاہتے ہو؟"

"فائل نکالو مسٹر آذر ناصری۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کک۔ کون سی فائل؟" آذر ناصری نے پیچھے سرکتے ہوئے کہا۔

"وہ جو تمہارے پاس محفوظ ہے۔"

"مم۔ میرے پاس تت۔ تو کوئی فائل نہیں ہے۔" اس نے کہا، پیچھے کھسکتے ہوئے وہ غالباً کسی خاص چیز تک پہنچنا چاہتا تھا اور یہ خاص چیز پستول کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جسے تکیے کے نیچے سے نکال کر اس نے فوراً ہی اس کا ٹریگر دبا دیا۔ رخ میری جانب تھا۔ درحقیقت اگر پستول خالی نہ ہوتا تو میں زخمی ہو چکا ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ ایک ڈرامہ تھا۔ پستول سے ہلکی ہلکی آوازیں نکل کر رہ گئیں اور آذر ناصری کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر آذر ناصری، ہمارا کھیل اتنا کچا نہیں ہوتا" باقی تینوں غیر ملکی بری طرح سہمے ہوئے نظر آ رہے تھے اور شاید ان کے اعصاب تک جواب دے گئے تھے۔ ان کے جسموں میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ میں نے ایک بار پھر غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر فائل نکال کر میرے حوالے نہ کر دی تو اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ یہاں اس برفانی زمین پر دور دور تک کوئی تمہاری چیخیں سننے والا بھی نہیں ملے گا۔ میں تمہیں اسی برف میں دفن کر دوں گا۔" آذر ناصری نے خوف زدہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ان غیر ملکیوں میں سے ایک نے وہ سبز رنگ کی فائل نکال کر میری جانب بڑھا دی جو ایک پلاسٹک کے کور میں محفوظ تھی اور کافی ضخیم نظر آ رہی تھی۔ میں نے فائل اپنے ہاتھ میں لی توفیق، اعجاز، کشوری وغیرہ اپنے اپنے پستول ان لوگوں پر تانے ہوئے تھے۔ میں نے فائل کور سے نکال لی اس کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ان سب کی تلاشی لے ڈالو۔"

"اس۔ اس فائل کے علاوہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے" آذر ناصری نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن میرے ساتھیوں نے انہیں گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا تھا۔ پھر ان کی اور ان کے سارے سامان کی تلاشی لے لی گئی۔ کرنسی کافی مقدار میں ان کے پاس موجود تھی۔ باقی جو ہتھیار وغیرہ تھے وہ بھی انہی کے پاس چھوڑ دیے گئے۔ کیونکہ وہ خالی تھے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی قیمتی چیز جو ان کے پاس تھی نہ چھوئی گئی اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہی وہ فائل ہے جس کے لیے اب تک یہ تمام کارروائی ہوئی ہے۔ میرے ذہن میں ابھی فائل کے بارے میں تجسس تھا کہ آخر اس میں ایسی کیا چیز ہے۔ تاہم میں نے اسے اپنی جیکٹ میں رکھ کر اوپر سے زپ لگا لی اور پھر آذر ناصری سے بولا۔

"خبردار ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کرو گے تم ورنہ اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے۔" آذر ناصری سکوت کے عالم میں کھڑا ہوا تھا اور تینوں غیر ملکی بیٹھ گئے تھے۔ تب میں واپس پلٹا اور میرے ساتھ میرے ساتھی بھی باہر نکل آئے۔ پھر یہاں سے واپسی کا سفر ہمارے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ چاروں اپنے خیمے کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ شہناز بھی ہمارے پاس تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس اپنے کیمپ تک پہنچ گئے تھے اور اس کے بعد اسی وقت خیمہ اٹھا دیا گیا۔ شہناز اس کے حق میں تھی کہ اب یہاں رکنا انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمارے گھوڑے برق رفتاری سے چل پڑے اور شہناز نے سرسراتے ہوئے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں وہ فائل مل گئی؟"

"ہاں۔ وہ میرے پاس محفوظ ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم لوگ پُراطمینان انداز میں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے شالم گڑھ کی آبادی کی جانب چل پڑے۔ شہناز نے کئی بار پلٹ پلٹ کر ادھر ادھر تاریکیوں میں دیکھا تھا لیکن جو کچھ وہ دیکھ رہی تھی وہ اس کے سامنے نہیں آ سکا اور اس کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار پھیل گئے۔ وہ سخت بے چین نظر آ رہی تھی اور میں اس کی بے چینی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر ایک طویل فاصلہ طے کرکے ہم صبح ہونے کے قریب شالم گڑھ کی آبادی پہنچ گئے۔ گھوڑوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا گیا۔ یہاں خاصے اچھے انتظامات تھے اور اس وقت بھی وہ لوگ مستعد تھے جو کرائے پر اس قسم کی چیزیں دیا کرتے تھے۔ ادائیگی وغیرہ کرنے کے بعد بالآخر ہم اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔ شہناز نے اس دوران مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ بہرطور اپنے ہوٹل کے کمرے میں آنے کے بعد ہم لوگ آرام کرنے لگے۔ شہناز آنکھیں بند کیے ہوئے صوفے کی پشت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے تھکی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"میرے خدا یہ ہم کتنی خطرناک ثابت ہوئی۔ لیکن لیکن ہم کامیاب ہو گئے۔"

"ہاں۔ ہاں ہم کامیاب ہو گئے شہناز۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اب یوں سمجھو کہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ ہم بہت جلد دولت مند سے دولت مند ہو جائیں گے۔ آج میں کتنی خوش ہوں، انہیں بتا نہیں سکتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اس کے بعد میں نے کہا۔

"اگر اجازت دو شہناز تو میں یہ فائل دیکھ لوں۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم فوراً ہی یہاں سے واپسی کا بندوبست کر لیں، حالات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا کروٹ بدل لیں۔"

"ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیا اتنی جلدی واپسی کے انتظامات ممکن ہو سکتے ہیں شہناز؟"

"ہاں اگر تم اجازت دو تو میں بندوبست کر لوں؟"

"بھئی پھر وہی بات آ جاتی ہے کہ تم صنف نازک ہو تمہیں اس قسم کے سخت کام نہیں کرنے چاہییں۔"

"تم نے کبھی مجھے صنف نازک محسوس کیا؟" شہناز نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"ہاں ہاں" میں شرارت آمیز لہجے میں بولا اور وہ میری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"تو میرا خیال ہے مجھے نکل جانا چاہیے۔ صبح ہو چکی ہے۔ ہم اولین فرصت میں یہاں سے نکل چلتے ہیں۔" میں نے شانے ہلا دیے اور پھر کہا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ چلوں؟"

"ضرورت نہیں ہے اس کی۔ تم اطمینان رکھو میں بہت جلد واپس آ جاؤں گی اور شاید ناشتا تمہارے ساتھ ہی کروں" میں نے گردن ہلا دی تھی اور اس کے بعد شہناز باہر نکل گئی تب میں نے وہ فائل کھولا اور دیکھ گیا۔ لیکن فائل کے پہلے صفحے پر نگاہ پڑتے ہی میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئی تھیں سانس تیز۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ایک سائنسی فارمولا نہیں تھا۔ بلکہ وہ میرے ملک کے اہم ترین راز تھے جنہیں بہت عمدگی سے ترتیب دیا گیا تھا۔ یہ ہمارے ملک کے فوجی راز تھے اور ان میں اتنا کچھ موجود تھا کہ اگر یہ غیروں کے ہاتھ لگ جاتے تو ہمیں خاصے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا۔ میرے چہرے پر سنسنی پھیل گئی تھی اور میں سخت متجسس ہو گیا تھا۔ فائل کی جلدی جلدی ورق گردانی کر کے میں نے اسے بند کیا اور اس کے بعد میں نے توفیق وغیرہ کو آواز دے ڈالی۔

"یہاں سے واپسی کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"ہٹتے ہوئے چلتے ہیں چیف۔" توفیق نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس کرتے ہو؟"

"نیند کے مارے برا حال ہے ہمارا اور تم یہاں سے چلنے کے بارے میں کہہ رہے ہو۔"

"اگر اس وقت تم یہاں سے نہ گئے توفیق تو پھر زندگی میں کبھی واپس نہیں جا سکو گے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا چیف؟"

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ہوٹل پر حملہ ہونے والا ہے اور تقریباً بیس مسلح افراد ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر ہم پر گولیاں چلائیں گے۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے۔" توفیق کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے دروازے کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

"تو دیر کیوں کر رہے ہو چیف نکلو جلدی نکلو یہاں سے۔" اور اس کے بعد بادل نخواستہ ہوٹل چھوڑ کر وہاں سے باہر نکل آئے تھے۔ یہ سارا کام انتہائی جلد بازی میں ہوا تھا۔ فائل دیکھنے کے بعد میں نے پورا منصوبہ ہی تبدیل کر دیا تھا۔ حالانکہ مجھے افسوس تھا کہ شہناز بیچاری دو طرفہ ماری گئی۔ یہ بات بھی میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ یہاں سے واپسی کا انتظام نہیں کرنے گئی ہوگی بلکہ پنٹو وغیرہ کی تلاش میں گئی ہوگی اور اسے یقیناً حیرت ہوئی کہ آخر پنٹو کہاں مر گیا۔ یہ کام جو اب تک ہوا تھا یہ تو درحقیقت آذر ناصری کا کام تھا۔ اصل کام جو اس کا اپنا تھا وہ تو ہو ہی گیا تھا۔ ویسے اس بات کا اندازہ اب مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ پنٹو موقع غنیمت جان کر نکل گیا ہوگا، ہم لوگ اسے اتنا خطرناک نظر آئے کہ انہوں نے مزید کمائی کا فیصلہ ملتوی کر دیا اور سارے کے سارے واپس بھاگ گئے۔ بہر طور وہاں سے واپسی کے لیے ہمیں ٹرین ہی کا سفر اختیار کرنا پڑا تھا اور ہمارا یہ اندازہ درست تھا کہ شہناز وغیرہ واپسی کا بندوبست کرنے نہیں گئی تھی بلکہ پنٹو وغیرہ کی تلاش میں گئی تھی۔ ٹرین نے شام گڑھ چھوڑ دیا اور ہم مزے سے سفر کرتے رہے۔ توفیق، عجاز اور کشوری آنکھیں بند کر کے گہری نیند سو گئے تھے، جون البتہ جاگ رہا تھا اور مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔

"چیف آخر اس فائل میں ہے کیا؟"

"بس اس فائل میں جو کچھ ہے یوں سمجھو بہت قیمتی ہے ہمارے لیے۔"

"کہاں بیچو گے اسے۔؟" جون نے پوچھا۔

"بکواس مت کرو اور آنکھیں بند کر کے تم بھی سو جاؤ۔" اس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ٹرین کا یہ سفر جاری رہا اور اس کے بعد بالآخر ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ ان لوگوں کو میں نے آرام کرنے کے لیے کہا اور خود فائل لے کر اپنے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔ جو معاملہ تفریحاً شروع ہوا تھا اب اس نے ایک سنجیدہ حیثیت اختیار کر لی تھی۔ یہ فائل اہم ترین ملکی رازوں کی فائل تھی اور یقیناً اس کی چوری سے کھلبلی مچ گئی ہوگی۔ بہر طور یہ میرے ہاتھ لگ گئی تھی۔ اور اب اس کی واپسی متعلقہ محکمے کو ضروری تھی۔ فلیٹ میں پہنچنے کے بعد میں مزید تفصیل سے اس فائل کا جائزہ لینے لگا۔ منصوبہ یہ تھا کہ فوری طور پر اس کے سلسلے میں رابطہ قائم کروں۔ ویسے یہ سلسلہ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کے مترادف تھا۔ یعنی معاملہ ایک تفریحی مشغلے سے شروع ہوا تھا۔ شہناز اپنی دانست میں مجھے بے وقوف بنا کر واپس شام گڑھ سے گئی تھی اور وہاں میں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تھا اس دوران منافع میں جو کچھ ملا تھا اس کی تشریح بیکار ہے۔ مقصد یہ تھا کہ تفریح ہو جائے۔ میں نے اور میرے دوستوں نے اچھی طرح تفریحات کی تھیں اور اس کے بعد جو کچھ میرے ہاتھ لگا تھا وہ میرے مقصد کی تکمیل کرتا تھا یعنی یہ فائل جس کا حصول میرے لیے بھی بہت ضروری تھا۔ بشرطیکہ مجھے اس کی ہدایت ملتی۔ یہ وقت بڑے سکون سے گزرا شہناز کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا اس کی حالت تو کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہوگی اسے دہرا نقصان ہوا تھا نہ تو وہ آذر ناصری کے لیے کام کر سکی تھی اور نہ ہی اس کا مقصد پورا ہو سکا تھا۔ کافی دیر آرام کرنے کے بعد جب اتنا وقت ہو گیا کہ میں آفتاب کمال سے رابطہ قائم کر سکوں تو میں نے ٹیلیفون کا ریسیور سنبھال لیا اور آفتاب کمال کو رنگ کرنے لگا۔ اس سے ملاقات کرنے میں کوئی مشکل نہ پیش آئی۔ چند ہی لمحات کے بعد اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"جی۔ کون صاحب ہیں؟"

"مسٹر آفتاب کمال سے گفتگو کرنی ہے۔" میں نے اس کی آواز پہچاننے کے باوجود کہا لیکن وہ میری آواز پہچان کر فوراً ہی بولا۔

"اوہ سر آپ واپس آ گئے۔"

"ہاں تم بھی واپس آ جاؤ۔"

"جی جی۔ میں سمجھا نہیں سر۔" اس نے کہا۔

"بھئی میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"حاضر ہو جاتا ہوں۔ لیکن کہاں؟"

"فلیٹ پر آ جاؤ۔" میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ آفتاب کمال کے بارے میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ میری اس ہدایت کے ملنے کے کتنی دیر کے بعد فلیٹ پر پہنچ جائے گا چنانچہ انتظار کرتا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے تک پہنچ گیا پھر میں نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے آفتاب کمال کھڑا تھا۔ اور اس کا ہاتھ کال بیل بٹن کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے اس نے کہا۔

"سر آپ دروازے پر کیا کر رہے تھے؟"

"تمہارے لیے دروازہ کھولنے آیا تھا۔"

"مگر میں نے تو کال بیل بٹن بھی نہیں دبایا۔"

"تمہاری لہریں مجھ سے ٹکرا رہی تھیں اور یقینی طور پر تمہارے جسم کی لہریں اتنی تیز ہیں کہ وہ دروازے کو عبور کر کے مجھ تک پہنچ گئی تھیں۔" آفتاب کمال مسکرا دیا پھر بولا۔

"چیف آپ کب واپس آئے؟"

"بس یوں سمجھو آج ہی۔ کہو تم سناؤ کوئی خاص بات؟"

"نہیں۔ اتفاق سے شہر میں خاص باتیں ہونا بند ہو گئی ہیں۔"

"شہباز احمد صاحب کا کیا حال ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہیں اپنے معمولات میں مصروف ہیں۔"

"میرے سلسلے میں تو کوئی گفتگو نہیں ہوئی؟"

"نہیں چیف کوئی خاص نہیں۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ اس فائل کے پہلے صفحے پر اس کا نام ملٹری اسٹار فائل لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے آفتاب کمال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ملٹری اسٹار فائل کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟" میرے سوال پر آفتاب کمال چونک پڑا پھر بولا۔

"کیوں نہیں سر۔ اس کا تعلق تو ہمارے محکمے سے ہی ہے۔"

"مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اب سے کافی عرصے قبل یہ فائل محکمہ خارجہ کے انتہائی خفیہ ریکارڈ روم سے چوری ہو گیا ہے اور اس سلسلے میں تقریباً ڈھائی ماہ تک مسلسل کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ بہت سے لوگ سرکاری عتاب کا شکار ہوئے تھے۔ کیونکہ اس فائل میں ہماری خارجہ پالیسی کے اہم ترین نکات تھے اور اس کے علاوہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور بھی ایسے بہت سے مسائل کا ریکارڈ موجود تھا۔ جن کے بارے میں غیر متعلق لوگوں کو معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بہرطور یہ فائل دستیاب نہیں ہو سکی۔"

"اوہ۔ تو یہ فائل تھنڈری اسٹار فائل کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

"جی سر۔ مگر سر آپ نے اس کے بارے میں سوالات کیوں کیے ہیں؟"

"آفتاب کمال تم اس فائل کو پہچان سکتے ہو؟"

"نہیں سر۔ میرا تعلق اس سے براہِ راست نہیں رہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہمارے فارن سیکرٹری جناب شہباز احمد صاحب کا تعلق بھی اسی فائل سے ہوگا۔ کیا یہ انہی کے دور میں ہوا تھا۔ میرا مطلب ہے اس واقعہ کی بات کر رہا ہوں۔"

"جی سر۔ انہی کے دور میں ہوا تھا لیکن ذمہ دار وہ نہیں تھے۔"

"ہوں۔ اچھا چلو۔ چلو پھر شہباز احمد صاحب سے ملاقات ہی کر ڈالی جائے۔"

"سر کیا آپ کو اس فائل کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"ہاں وہ فائل اس وقت میرے پاس موجود ہے۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ وہ دیر تک کچھ نہیں بول سکا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ۔ آپ۔ مذاق تو نہیں کر رہے جناب؟"

"نہیں آفتاب کمال حقیقت ہے کہ وہ فائل اس وقت میرے پاس موجود ہے۔ تم چاہو تو اسے دیکھ سکتے ہو۔"

"سر اگر یہ بات ہے تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ آپ نے اب تک جو کچھ کیا ہے ان میں سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔ لیکن آخر وہ فائل آپ کے پاس پہنچ کیسے گئی اور آپ کو اس کی تفصیلات کیسے معلوم ہوئیں؟"

"بس آفتاب کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو خود بخود ہو جاتی ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اس فائل کے حصول میں میری جدوجہد کو کوئی خاص دخل نہیں تھا اتفاق ہی سے مجھے اس کا علم ہوا اور بالآخر یہ میرے پاس پہنچ گیا۔"

"تب پھر میں ایک بات ضرور کہوں گا چیف' وہ یہ کہ تقدیر آپ کو اس فیلڈ میں بہت زیادہ بلندی پر دیکھنا چاہتی ہے۔ اور آپ کی غیبی امداد ہو رہی ہے۔"

"ہاں۔ حالات کچھ ایسے ہی لگتے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا! اس وقت شہباز احمد صاحب سے کہاں رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔؟"

"میرا خیال ہے سر اگر آپ انہیں اس فائل کا ہلکا سا کلیو بھی دے دیں تو وہ اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے آپ سے ملاقات کریں گے۔"

"تجربہ کیا جائے؟"

"ضرور کیا جائے چیف۔" آفتاب کمال نے کہا اور ہم محکمہ خارجہ کے وہ خصوصی نمبر ڈائل کرنے لگے۔ جن کے ذریعہ وی آئی پی ٹیلیفون سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے اور اس طرح بغیر کسی خاص مقصد کے شہباز احمد صاحب سے گفتگو کی جا سکتی تھی۔ ایک خوبصورت آواز نے فون ریسیو کیا۔ اور میں نے اس آواز کو نظر انداز کر کے شہباز احمد صاحب سے رابطے کی درخواست کی۔ اپنا نام بتایا تو ان خاتون نے فوراً ہی مجھے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا۔ اور چند منٹ کے بعد مجھے شہباز احمد صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ جہانگیر جمال شاہ۔ کہو کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں جناب آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں؟"

"یقیناً کوئی اتنی ہی اہم بات ہوگی کہ تم نے فوری طور پر ملاقات کی خواہش کی؟"

"جی جناب۔ آپ مجھ سے کب مل سکتے ہیں؟"

"کہاں ملنا چاہتے ہو پہلے یہ بتاؤ۔ یہاں وزارت خارجہ کے دفتر میں یا کہیں کوئی پرائیویٹ ملاقات ہونی چاہیے؟"

"سر۔ جیسا آپ حکم دیں۔ دراصل میں آپ سے تھنڈری اسٹار فائل کے بارے میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال کو آنکھ مار دی۔ دوسری طرف اس کا ردِعمل توقع کے مطابق ہی ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے شہباز احمد صاحب کی آواز بند ہو گئی تھی۔ پھر انہوں نے کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تھنڈری اسٹار فائل ہی کہا ہے نا تم نے؟"

"جی سر۔"

"تت۔ تم۔ تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"سر۔ میں اس کے سلسلے میں آپ سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کی گمشدہ فائل آپ کو واپس مل جائے۔"

"اوہ۔ میرے خدا تو پھر۔ تو پھر یہ بتاؤ تم کہاں مل رہے ہو مجھ سے؟"

"یہ آپ کے حکم پر منحصر ہے؟"

"فوراً میری کوٹھی پہنچ جاؤ۔ میں واپس پہنچ رہا ہوں بس دس سے پندرہ منٹ کے اندر اندر۔" انہوں نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور جواب دیا۔

"جی بہت بہتر۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ آفتاب کمال کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے۔ وہ جانتا تھا کہ تھنڈری اسٹار فائل کا حوالہ شہباز احمد صاحب کو کس طرح مضطرب کر سکتا ہے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اٹھا جائے چیف۔"

"ہاں شہباز احمد صاحب نے مجھے اپنی کوٹھی پر طلب کیا ہے۔"

"او کے چیف۔" آفتاب کمال نے کہا۔ پھر ہم دونوں ہی فلیٹ سے ساتھ ساتھ باہر آ گئے تھے۔ میں نے وہ فائل اپنے لباس میں محفوظ کر لیا تھا۔ زیادہ رسک نہیں لے سکتا تھا اس کے لیے کیونکہ جانتا تھا شہباز میرے اس فلیٹ سے بخوبی واقف ہے اور کسی بھی طرح وہ یہاں پہنچ سکتی ہے۔ آفتاب کمال میرے ساتھ ساتھ چلتا ہوا شہباز احمد صاحب کی کوٹھی پر پہنچا جب ہماری گاڑی اندر داخل ہوئی تو شہباز احمد صاحب اپنی کوٹھی کے پورچ میں اپنی گاڑی سے نیچے اتر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ وہیں رک گئے اور میں نے نیچے اتر کر انہیں سلام کیا۔ آفتاب کمال کو میں نے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور شہباز احمد صاحب کے ساتھ چلتا ہوا ان کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ شہباز احمد صاحب تجسس نگاہوں سے میرا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔

"بیٹھو۔ تم نے اس فائل کا تذکرہ کر کے مجھے اتنا مضطرب کر دیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ آخر تمہیں اس فائل کے بارے میں تفصیلات کیسے معلوم ہوئیں؟ جبکہ یہ تمہارے دور کی بات نہیں ہے۔" میں نے خاموشی سے اپنے لباس سے وہ فائل نکالا اور شہباز احمد صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ شہباز احمد صاحب پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فائل کو گھور رہے تھے پھر انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے اسے اٹھایا اور اس کا پہلا صفحہ کھول دیا اور اس کے بعد آخری صفحے تک اس میں لگے ہوئے تمام کاغذات دیکھتے چلے گئے۔ ان کا چہرہ گہرا سرخ ہو رہا تھا۔ دوران خون تیز ہو گیا تھا اور ان کی آنکھوں میں بے پناہ چمک نظر آنے لگی تھی۔ فائل کو آخری صفحے تک دیکھنے کے بعد انہوں نے اسے میز پر رکھا اور صوفے کی پشت سے ٹک کر مجھے دیکھنے لگے۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی ان کی۔ میں خاموش اور مودب بیٹھا ہوا تھا یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ کم از کم شہباز احمد صاحب کا احترام میرے لیے انتہائی ضروری ہے جب وہ بولنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے سیدھے ہو کر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ فائل میرے سامنے رکھ کر مجھے دنیا کی سب سے بڑی حیرت سے دوچار کیا ہے۔ کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ یہ تمہیں کہاں سے ملا اور تم نے اس کے سلسلے میں کام کب اور کیسے شروع کیا۔ ظاہر ہے میری طرف سے تمہیں اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں ملی تھی۔"

"میں آپ کو پوری تفصیل بتا دوں گا جناب لیکن اس سے پہلے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ضرور۔ شہباز احمد صاحب کے چہرے پر اچانک خوشی نظر آنے لگی تھی۔

"یہ فائل کتنے عرصے قبل چوری ہوا؟"

"میرے خیال میں تقریباً گیارہ ماہ ہو چکے ہیں ممکن ہے اس سے کچھ زیادہ ہوں۔"

"کیا یہ آپ کی تحویل میں تھا؟"

"نہیں۔ خوش بختی سے یہ میری تحویل میں نہیں تھا بلکہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں اسے انتہائی احتیاط سے محفوظ کیا گیا تھا اور اس کی تمام تر ذمہ داری خود وزیر خارجہ پر تھی۔ شاید تمہیں یاد ہو اس وقت تم ہمارے درمیان موجود نہیں تھے۔ وزیر خارجہ نے استعفیٰ دیا تھا جسے نامنظور کر دیا گیا تھا۔ دراصل یہ سب کچھ اس فائل کی چوری کے بعد ہوا تھا کیونکہ یہ فائل بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کے سلسلے میں بے شمار محکموں نے کوششیں کیں لیکن اس کا حصول ممکن نہیں ہو سکا اور اس کی وجہ سے ہم ہمیشہ ایک خوف کا شکار رہے۔ کئی اہم میٹنگیں ہوئیں کہ اگر یہ کاغذات کسی اور کے سامنے پہنچ گئے ہیں تو پھر ہماری خارجہ پالیسی پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ اس سلسلے میں اب تک کام ہو رہا ہے اور جائزہ لیا جا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ سیکرٹ فائل باہر نکل کر متعلقہ ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے تو اسے بین الاقوامی نتائج کیا برآمد ہو رہے ہیں۔ ابھی تک اس سلسلے میں ہمیں کوئی ایسا سراغ نہیں مل سکا جس سے ہم یہ سمجھ سکتے کہ فائل کسی ایسی جگہ پہنچ گیا ہے۔ تاہم اس بات پر گہری نگاہ رکھی جا رہی ہے اور مسلسل ایک محکمہ اس کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"تب تو واقعی یہ ایک غیبی امداد ہوئی ہے۔ بہرحال میں آپ کو اس کے بارے میں مختصر تفصیل یوں بتائے دیتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں باقاعدہ کام نہیں شروع کیا تھا بلکہ کچھ اور عمل کرتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئے اس کے بارے میں مجھے معلومات ہو گئیں۔ چند لوگ اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے جن میں رابرٹ ہاک نامی ایک شخص بھی تھا اور اس نے ایک مقامی آدمی کا تعاون بھی حاصل کیا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں جس قدر معلومات ہیں ان کی تفصیل یہ ہے جناب کہ ایک غیر ملکی ایجنٹ نے یہ فائل یہاں سے حاصل کیا اور اس کے بعد کسی اور مشکل کا شکار ہو کر وہ یہاں سے فرار ہوا اور شام گڑھ پہنچ گیا۔ شام گڑھ میں کالزا کے جنگلات کا علاقہ ان کھنڈرات کے لیے مشہور ہے جو درختوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس غیر ملکی ایجنٹ نے انہی کھنڈرات میں پناہ لی اور اس کے بعد اس کے ساتھ کچھ ایسے حادثات پیش آئے کہ وہ یہ فائل اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا۔ البتہ اس نے اس کے پوشیدہ ہونے کی جگہ کے بارے میں ایک نقشہ ترتیب دے دیا تھا۔ پھر کچھ ایسے لوگ اس فائل کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے جو اسے حاصل کر کے کسی غیر ملکی طاقت کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ یہاں آئے اور میری نگاہوں میں آ گئے۔ میں نے کالزا کے جنگلات تک ان کا تعاقب کیا اور عین اسی وقت جب وہ اس فائل کو لے کر فرار ہونے والے تھے میں نے یہ فائل ان سے حاصل کر لیا۔ بعد میں مجھے اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ ہو سکا کہ یہ کس اہمیت کا حامل ہے۔" شہباز احمد صاحب عقیدت مند نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے زندگی میں ایک ہی بڑا کام کیا ہے اور وہ بڑا کام ہے تمہاری شناخت۔ تمہیں حاصل کر کے درحقیقت میں نے اپنا بہت بڑا فرض پورا کر دیا ہے۔ میں تم پر فخر کرتا ہوں جہانگیر جمال شاہ۔ یقین کرو، میں تم پر فخر کرتا ہوں۔"

"نیاز مند ہوں آپ کا جناب اور انشاء اللہ کوشش یہی کرتا رہوں گا کہ آپ کو میری ذات سے فائدہ ہی پہنچے۔"

"تم نے میرا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے۔ یہ فائل اعلیٰ حکام کو پیش کرتے ہوئے درحقیقت میں دنیا کی سب سے بڑی خوشی محسوس کروں گا۔ البتہ تم نے اس آدمی کا نام مجھے نہیں بتایا جو اس کام میں ملوث تھا۔"

"جناب عالی میں آپ کو اس کا نام بتا سکتا ہوں، لیکن میرا خیال ہے اسے نظر انداز ہی کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کریں۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ صرف ایک آلۂ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے نہ اس مجرم ایجنٹ کے بارے میں کچھ معلوم تھا جس سے یہ فائل حاصل کی اور نہ ہی وہ اس سلسلے میں تمام تفصیلات جانتا تھا۔ بس یوں سمجھ لیں دولت کا حصول یا کچھ لوگوں کے ساتھ تعاون اس کا مقصد تھا تاہم میں اس کا نام آپ کو بتائے دیتا ہوں اس کا نام آذر ناصری ہے۔ وہ ایک مہم جو کی حیثیت سے مشہور آدمی ہے۔"

"اوہ، ہاں، میں آذر ناصری کے بارے میں جانتا ہوں۔" شہباز احمد صاحب نے کہا۔

"مگر اب جس طرح یہ فائل میرے پاس پہنچا ہے اس کے سلسلے میں میرا خیال ہے کہ آذر ناصری کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ بلکہ اس بات کو نظر انداز ہی کر دیا جائے۔ البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ شخص خود بھی اس فائل کی حقیقت سے واقف نہیں تھا۔" شہباز احمد صاحب سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اس سلسلے میں آذر ناصری کا نام نہ آئے تو نہیں آئے گا۔ مجھے تو صرف اس بات کی خوشی ہے کہ یہ فائل جو اہم فائل ہے میں اپنے محکمے کے حوالے کروں گا۔"

"تو اب مجھے اجازت ہے۔"

"ہاں۔ تم جاؤ۔ میں اس سلسلے میں کام شروع کرتا ہوں میری تمام عقیدت و محبت تمہارے ساتھ ہے۔"

"بے حد شکریہ جناب۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور شہباز احمد صاحب نے مجھ سے پُرجوش مصافحہ کیا اور اس کے بعد خود مجھے چھوڑنے باہر تک آئے۔ میں انہیں سلام کر کے وہاں سے واپس چل پڑا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے جن الفاظ میں میری پذیرائی کی تھی وہ میری تمام محنتوں کا پھل تھا اس کے بعد راوی پھر چین ہی چین لکھتا تھا اور کوئی خاص مشغلہ ہاتھ میں نہیں تھا۔ توفیق وغیرہ کو بھی اچھی خاصی سیر و سیاحت کرا ڈالی تھی۔ اب ان کے ساتھ مزید وقت گزارنا ذرا بے مقصد سا لگ رہا تھا۔ ویسے میری فطرت کا اندازہ لگایا جا چکا ہو گا۔ میں بس زندگی میں تبدیلیوں کا خواہاں تھا فلیٹ ہی واپس آیا تھا اور اس کے بعد وہیں پر کاہلوں کے سے انداز میں وقت گزار رہا تھا۔ وہ چاروں بدمعاش اپنی اپنی جگہ موجود تھے۔ میں جانتا تھا کہ ان کے مشاغل کیا ہوں گے۔ بہر طور میں ان کے مشاغل میں کوئی دخل دینا نہیں چاہتا تھا وہ دن گزر گیا دوسرے دن صبح ہی صبح میرے فلیٹ کے دروازے کی کال بیل بجی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت کون آیا ہو گا لیکن آنے والی شہناز تھی۔

اسے اس طرح اچانک دیکھ کر میرے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا ضرور لگا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال لیا اور ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا وہ بھی خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا۔

"فرمایئے میڈم آپ کو کس سے ملنا ہے؟" میرے اس لہجے پر شہناز چونک پڑی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں اندر آنا چاہتی ہوں؟"

"تشریف لایئے۔" میں نے پُراخلاق لہجے میں کہا۔ اپنا رویہ میں نے فوراً ہی متعین کر لیا تھا۔ میں اسے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں آیا اور وہ ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں اب بھی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ بھی میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں؟"

"آپ کا تعارف براہ کرم۔"

"دیکھو جمال اس طرح نہ پیش آؤ میرے ساتھ۔ دنیا میں سب سے بڑی چیز دولت ہی نہیں ہے اور بھی بہت سے مسائل ہیں اس دنیا میں۔"

"میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ خاتون آپ کون ہیں؟"

"تو تم مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر رہے ہو؟"

"اور کیا ہماری ملاقات اس سے پہلے ہو چکی ہے؟"

"میں صرف ایک بات جاننا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اب تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہے۔ اتنا تو میں سمجھ چکی ہوں کہ تم بدعہدی پر آمادہ ہو۔ لیکن یقین کرو میں اس بات سے بہت افسردہ ہوں۔ تمہارے ساتھ وقت گزارتے ہوئے میرے دل میں تمہارے لیے محبت پیدا ہو گئی تھی جمال اور۔ اور میں نے نہ جانے کیا کیا سوچا تھا۔" میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"شہناز کیا تاریخ کی اس بات کی گواہ نہیں ہے کہ مرد ہمیشہ عورت سے زیادہ ذہین رہا ہے اور بہت کم ایسے مواقع آئے ہیں۔ جب ایک عورت اسے فریب دے گئی ہو۔ حالانکہ عورت کا فریب بہت مشہور ہے لیکن جب بھی کبھی کسی مرد نے اس کے فریب کے پردے چاک کرنا چاہے اسے دقت نہ ہوئی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم۔ میں کچھ سمجھی نہیں؟"

"کیا میرے سلسلے میں تم اتنی ہی مخلص تھیں جتنے خلوص کا تم اظہار کر رہی ہو؟"

"تمہیں اس پر شک ہے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے ابتدا ہی سے میرے ساتھ فریب کیا ہے۔"

"مجھے اس فریب کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"ضرور بتاؤں گا۔ تاکہ کم از کم تم ان الفاظ میں اپنے اس غم کا اظہار نہ کرو جو تمہارے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ شہناز کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم نے ابتدا ہی سے مجھے فریب کیا۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم آذر ناصری کے کہنے پر ہی میری جانب متوجہ ہوئیں۔ آذر ناصری کو اپنے غیر ملکی دوستوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک ایسے گروپ کی تلاش تھی جو عین اس وقت جب رابرٹ ہاک اور آذر ناصری وہ فائل وغیرہ حاصل کر لیں، انہیں دھوکا دے کر کسی بھی شکل میں وہ فائل ان سے لے لیں تاکہ آذر ناصری یہ بات انہیں بتا سکے کہ فائل کھو گیا اور غیر ملکی ایجنٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی اس طرح وہ اس فائل کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم کو اپنی تحویل میں رکھے اور ان غیر ملکیوں کو سیدھے سیدھے چلتا کر دے۔ ایسے وقت میں تم اس کی آلۂ کار تھیں۔ اور جو ڈرامہ وہاں ہوا وہ سو فی صدی ڈرامہ تھا۔ یعنی کالزا کے جنگلات تک اس نقشے کا حصول اس کے بعد وہاں سے تمہارا فرار پھر مجھ تک پہنچنا اس کے بعد آذر ناصری کا تمہارے تعاقب میں آنا اور تمہارا میری پناہ حاصل کرنا۔ بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ ایک ڈرامے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا اور اسی طرح تم نے مجھے آذر ناصری کے تعاقب پر آمادہ کر لیا۔ کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گی شہناز کہ تم آذر ناصری کو بھی ڈبل کراس کر رہی تھیں یعنی تم نے پنٹو اور اس کے ساتھیوں کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ جب میں آذر ناصری سے وہ فائل حاصل کر لوں تو پنٹو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھ پر حملہ کرے اور وہ فائل مجھ سے بھی چھین لیں اس طرح تم آذر ناصری سے یہ بات کہہ سکتی تھیں کہ تمہارے متعین کیے ہوئے لوگوں نے کام تو کر لیا لیکن کوئی اور گروپ بھی موجود تھا جو اس کی تاک میں تھا اور تم اس طرح آذر ناصری کو بھی اس فائل سے محروم کر دینا چاہتی تھیں۔ اگر یہ بات تم مجھے بالکل صحیح طور پر بتا دیتیں شہناز تو اس کا مقصد یہ تھا کہ تم مجھ سے مخلص ہو لیکن یہ سارا کھیل تم نے کھیلا اور مجھے بھی بے وقوف بنانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ تم پر کوئی بھروسہ کروں؟" شہناز پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ کافی دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی۔ پھر اس نے کہا۔

"تمہیں۔ تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"ان باتوں کو جانے دو۔ اب مجھے یہ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"کیا تم مجھے اس غلطی پر معاف نہیں کرو گے جمال؟"

"میں نے تمہیں شہناز معاف کر دیا ہے۔ لیکن اس کے بعد کوئی مزید گنجائش نہیں ہے میرے پاس۔"

"تم اس فائل کا کیا کرو گے؟"

"یہ تمہیں بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کیا میرے اور تمہارے درمیان مفاہمت کا کوئی ذریعہ ہے؟"

"اب اس مفاہمت کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"فائل سے حاصل شدہ رقم تم تنہا ہضم کرنا چاہتے ہو؟"

"شاید۔"

"یہ ممکن نہیں ہوگا۔ اس بات کو ذہن نشین کر لینا۔"

"سمجھا نہیں۔"

"میں نے کہا نا۔ میں نے بھی اپنی زندگی میں یہ پہلا ہی کھیل کھیلا ہے اور میں اس کھیل کی تکمیل کرنا چاہتی تھی۔ اگر تم تنہا اس سلسلے میں اپنا کام کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں باآسانی ایسا نہ کرنے دوں گی۔ سا بھی تو آذر ناصری بھی موجود ہے۔ میں اپنی گردن صاف بچا سکتی ہوں۔"

"ہوں۔ گویا تمہارا خیال ہے کہ آذر ناصری میرا کچھ بگاڑ سکے گا۔"

"بس اب اس بارے میں، میں مزید تم سے کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ ہاں آخری بات یہ ضرور کہوں گی کہ اگر تم چاہو تو اب بھی چند لمحات میں مجھ سے مفاہمت کا فیصلہ کر سکتے ہو۔"

"یہ فیصلہ صرف اس حد تک کیا جا سکتا ہے کہ تم کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہو۔ ہمارے تمہارے درمیان اور بھی کچھ رشتے قائم ہوئے ہیں۔ میں ان رشتوں کو یاد کر سکتا ہوں۔" شہناز کے چہرے پر سخت غصے کے آثار ابھرے اور اس نے کھڑے ہوتے ہوتے کہا۔

"مسٹر جمال اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ عورت جب چوٹ کھاتی ہے تو ناگن بن جاتی ہے۔ اور اس کا ڈسا پانی نہیں مانگتا۔"

"واہ اچھا جملہ ہے پسند آیا۔ ویسے پرانا ہے اور بار بار دہرایا جا چکا ہے۔ چنانچہ مس شہناز آپ جا سکتی ہیں۔" میں نے دروازے کی جانب اشارہ کرکے کہا۔ اور وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے اور پھر میرے فلیٹ سے باہر نکل گئی۔ میں مسکرانے لگا تھا۔ بہر طور یہ دھمکی میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ جہاں تک شہناز کا معاملہ تھا تو درحقیقت وہ میرے ایک

جھٹکے کی بھی نہیں تھی۔ جب چاہتا اُسے کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار کر سکتا تھا۔ لیکن خوبصورت لڑکیوں کو میرے خیال میں ایسی ہی مصیبت میں گرفتار ہونا چاہیے۔ باقی اُن کے لیے اور اُلجھنیں پیدا کرنا کوئی مناسب بات نہیں ہوتی۔ چنانچہ میں نے اُسے ذہن سے نکال دیا اور اس کے بعد ہمارے مشاغل جوں کے توں چلتے رہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، لیکن صرف تین دن تک چوتھے دن ایک خاص بات یہ ہوئی کہ مسٹر آذر ناصری میرے فلیٹ پر پہنچ گئے۔ بڑے بڑے ڈھنگ آ رہے تھے۔ آذر ناصری کو دیکھ کر میں نے اجنبیت کا اظہار کیا تھا۔ لیکن وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

"میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی تعریف؟"

"تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو؟ ایک بار میری کوٹھی میں بھی آ چکے ہو۔ اور دوسری بار میری تمہاری ملاقات کالرا کے جنگلات میں ہو چکی ہے۔"

"ویری گڈ۔ اصل میں میری یادداشت کمزور ہے جناب آپ کا اسم شریف۔؟"

"آذر ناصری کہتے ہیں مجھے۔" وہ کرخت لہجے میں بولا اور میں اسے اپنے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی مسٹر آذر ناصری براہ کرم تشریف رکھیے۔"

"میں تم سے بہت کھل کر اور صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا نام جمال ہے نا؟"

"جی۔ جی کمال ہے آپ کو میرا نام معلوم ہے۔"

"دیکھو لڑکے میں نے کبھی زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے کسی انسانی جسم کو تکلیف پہنچی ہو۔ میں ایک مہم جو ہوں اور میں نے زندگی بھر جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی ہے بڑے بڑے شاطروں سے میرا مقابلہ ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ شاطرانہ چالوں سے میں نمٹنے کا عادی ہوں۔ میں تمہیں صرف ایک پیش کش کرنے آیا ہوں۔ فون پر گفتگو کر سکتا تھا میں تم سے لیکن میں نے براہِ راست تم سے بات کر لینا مناسب سمجھی۔"

"پیشکش کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کچھ تم اس فائل کے سلسلے میں کرنا چاہتے ہو وہ تنہا نہیں کر سکو گے۔ بہت اُلجھا ہوا معاملہ ہے۔ اور بہت سی مشکلات پیش آ سکتی ہیں تمہیں۔"

"تو پھر اس کا کیا حل دریافت کیا جا سکتا ہے مسٹر آذر ناصری؟"

"میرے ساتھ شامل ہو جاؤ اور جو کچھ اس سے حاصل ہو اس کا آدھا حصّہ وصول کرو۔"

"حالانکہ فائل میرے پاس موجود ہے اور میں اس کی پوری پوری پوری قیمت بھی وصول کر سکتا ہوں۔ جب ایک کام میں اس طرح کر سکتا ہوں مسٹر آذر ناصری تو آپ کو آدھے کا حصّہ دار کیوں بناؤں میرا آپ کا تعلق ہی کیا رہا ہے۔ یا پھر یہ کہ آپ نے اس سلسلے میں میری کیا مدد کی ہے؟"

"کیا تم ان نقشوں کے حصول کے بغیر تم یہ فائل حاصل کر سکتے تھے۔؟"

"شاید نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ اس پر تمہارا ہی حق ہے۔ ہم نے جس انداز میں محنت کی ہے اس طرح تم نہیں کر سکتے تھے اور اس کے بعد تم بلا شرکت اس کے مالک بن بیٹھو ایسا ممکن نہیں ہوگا مائی ڈیئر مسٹر جمال۔"

"اصل میں، میں نے اسے جس طرح آپ سے حاصل کیا ہے مسٹر آذر ناصری اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بقیہ کام بھی میرے لیے بہت مشکل نہیں۔ چنانچہ میں اس بات کے لیے معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو کسی بھی منافع میں حصے دار نہیں بنایا جا سکتا۔"

"بلی کی ایک صفت کے بارے میں پڑھا ہے تم نے؟"

"جی ہاں شاید آپ کھانے اور نہ کھانے کی بات کر رہے ہیں؟"

"ہاں تم اطمینان رکھو تنہا تم اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکو گے۔"

"مجھے اطمینان ہے۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور پھر آذر ناصری کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور پھر اُٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے تم نے تعاون نہیں کیا مجھ سے اور اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوگا اس کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔"

"جی بہت بہتر۔ ویسے آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"تمہارا خون۔" آذر ناصری نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوری میرا خون خراب ہے۔ اس لیے معذرت چاہتا ہوں۔" میں نے دروازے کی جانب اشارہ کرکے گردن خم کی اور آذر ناصری بھی بالکل اسی طرح دروازے سے باہر نکلا جس طرح شہناز شاہ نکلی تھی۔ میں اس وقت تک اسے دیکھتا رہا جب تک اس کی کار میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو گئی اور اس کے بعد میں

اس دلچسپ گفتگو پر غور کرنے لگا جو آذر ناصری نے مجھ سے کی تھی اپنی دانست میں آذر ناصری مجھے بہت بڑی دھمکی دے کر گیا تھا۔ لیکن بے وقوف تھے یہ لوگ۔ میں سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے ان دنوں زندگی کچھ ڈھیلی ڈھیلی سی ہو گئی تھی۔ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی ضروری تھی۔ ان چاروں احمقوں کے ساتھ وقت گزارنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ وہی لگا بندھا انداز ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ پھر کوئی بے تکا پروگرام بن جائے جو بعد میں میرے لیے مشکل ثابت ہو۔ پھر فیصلہ کیا کہ ڈیپارٹمنٹ ڈرامے فوری میں کچھ کیا جائے۔ کوئی ایسی تبدیلی جو نمایاں حیثیت رکھتی ہو لیکن اس سلسلے میں کچھ سوچنا ضروری تھا۔ چنانچہ ان دنوں میں سوچنے کا کام کرنے لگا تھا۔ آذر ناصری سے ملاقات کو غالباً تین دن گزر چکے تھے یہ چوتھا دن تھا اور میں اپنے فلیٹ پر ہی تھا اور کہیں جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ فلیٹ کی بیل بجی اور میں چونک کر باہر کی سمت دیکھنے لگا۔ کون ہو سکتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا دروازہ کھولا تو ایک لمبے چوڑے پولیس آفیسر کو اپنے سامنے کھڑے ہوئے پایا۔ پوری وردی میں تھا اور اس کے عقب میں دو سب انسپکٹر اور شاید چار پولیس والے بھی تھے۔ میری نگاہوں میں نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سامنے کھڑے ہوئے لمبے چوڑے پولیس آفیسر نے کہا۔

"میرا نام انسپکٹر دلبر زمان ہے۔"

"جی زمان صاحب فرمائیے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"کیا تم ہی جہانگیر جمال شاہ ہو؟"

"جی ہاں یہی نام ہے میرا۔"

"تو پھر میرے پاس تمہارے لیے گرفتاری کا وارنٹ موجود ہے۔"

"اوہو۔ یہ گرفتاری کس سلسلے میں ہے انسپکٹر صاحب؟"

"سلسلہ تمہیں پولیس ہیڈ آفس چل کر ہی معلوم ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے انسپکٹر صاحب آپ ایک پُر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ پڑھے لکھے آدمی ہیں اور ایک پڑھے لکھے آدمی کو گرفتار کرنے آئے ہیں کم از کم اسے یہ تو بتانا چاہیے کہ یہ گرفتاری کس سلسلے میں عمل میں آئی ہے۔"

"تمہارا کہنا بالکل درست ہے لیکن افسوس مجھے یہی ہدایت ملی ہے کہ تمہیں کچھ بتائے بغیر پولیس ہیڈ آفس لے آیا جائے۔"

"ہوں۔ اور اس سلسلے میں کسی تشدد کی اجازت بھی دی گئی ہے آپ کو؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں۔ میں نے تم پر کوئی تشدد تو نہیں کیا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ ایک فون کرنے کی اجازت ہے مجھے؟" میں نے سوال کیا اور انسپکٹر زمان کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"لیکن براہ کرم کوئی ایسی حرکت مت کرنا جس کے لیے مجھے تمہارے ساتھ کوئی سختی کرنا پڑے۔ تاہم فون تک میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

"آیئے۔" میں نے کہا اور انسپکٹر دلبر زمان اپنے ساتھ ایک انسپکٹر کو آنے کی ہدایت کرکے میرے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ میں ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ فون یہاں بھی موجود تھا۔ میں نے انسپکٹر سے کہا۔

"آپ براہ کرم پستول ہاتھ میں لے کر میری نگرانی کیجیے فون کے قریب نہ آیئے۔" انسپکٹر دلبر زمان سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک تھا اس نے گردن ہلادی۔ پستول وغیرہ تو اس نے نہیں نکالا تھا لیکن بہر طور وہ دروازے میں کھڑا رہا۔ میں نے فون پر آفتاب کمال کے نمبر ڈائل کیے اور کہا۔

"جمال بول رہا ہوں۔ جہانگیر جمال۔"

"جی۔ جمال صاحب خیریت؟"

"ایک انسپکٹر ہیں دلبر زمان صاحب وہ مجھے وارنٹ لے کر گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اور پولیس ہیڈ آفس لے جا رہے ہیں میں جا رہا ہوں تم ذرا صورت حال کو اپنے علم میں رکھنا۔"

"او کے چیف۔ آپ اطمینان رکھیں۔" دوسری طرف سے آفتاب کمال کی آواز سنائی دی اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں مسکراتا ہوا انسپکٹر دلبر زمان کے پاس پہنچ گیا۔

"چلیے انسپکٹر صاحب۔" دلبر زمان میرے ساتھ خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔ میں نے فلیٹ میں تالا لگایا اور نیچے اتر کر دلبر زمان کے ساتھ اس کی جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ میں بیٹھنے کے بعد دلبر زمان نے میری تلاشی لی تھی۔ لیکن میرے پاس سے کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی جو قابل اعتراض ہوتی۔ جیپ پولیس ہیڈ آفس چل پڑی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پولیس ہیڈ آفس پہنچ گئے۔ یہاں سے مجھے اتار کر ایک کمرے میں لے جایا گیا اور ایک سب انسپکٹر کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ انسپکٹر دلبر زمان نے کہا۔

"میں آپ کے خصوصی تعاون کی وجہ سے آپ کو لاک اپ میں بند نہیں کر رہا۔ لیکن براہ کرم کوئی ایسی حرکت نہ کیجیے گا جس سے آپ کو تکلیف ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ انسپکٹر دلبر زمان چلا گیا۔ سب انسپکٹر میرے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اس سے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے جناب۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔ غالباً آپ کے سامنے ہی آپ کے آفیسر نے میرا نام لیا تھا۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ وہ تو مجھے یاد ہے لیکن کہاں دیکھا تھا یہ یاد نہیں آرہا۔"

"جو بات یاد نہ آئے اس کے بارے میں کریدنا بیکار چیز ہے۔" میں نے کہا اور پرخیال انداز میں داہنا رخسار کھجانے لگا۔ تقریباً بیس منٹ انتظار کرنا پڑا تھا اس کے بعد انسپکٹر دلبر زمان خود میرے پاس آیا اور مجھ سے بولا۔

"تشریف لے چلیے جناب۔"

"کہاں؟"

"ڈی آئی جی صاحب کے کمرے میں۔ آپ کو ڈی آئی جی صاحب نے طلب کیا ہے۔"

"ڈی۔ آئی۔ جی۔ تیمور جمال شاہ نے؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہت دن کے بعد ڈیڈی سے سامنا ہو رہا تھا۔ بہرحال خود کو مطمئن کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈی آئی جی صاحب کے شاندار آفس میں داخل ہوگیا۔ وہاں آذر ناصری کو بیٹھے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ڈی آئی جی تیمور جمال صاحب نے مجھے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ ان کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر انہوں نے دلبر زمان سے واپس جانے کے لیے کہا اور جب دلبر زمان چلا گیا تو ایک کرسی کی طرف اشارہ کرکے بولے۔

"بیٹھ جاؤ۔" میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ اپنی مجرمانہ حرکتیں ترک کردو۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں میرے ہی ہاتھوں کسی بدترین سزا سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ کوٹھی چھوڑ دینے کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تم میری گرفت سے بھی بچ سکو گے۔ مجھے انتظار تھا ایسے لمحات کا جب تم کوئی بڑا جرم کرکے مجھ تک پہنچو اور میں تمہیں سمجھاؤں کہ جرم کی سزا کیا ہوتی ہے۔" میں خاموشی سے ڈی آئی جی صاحب کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر انہوں نے کہا۔

"ان صاحب کو جانتے ہو۔ ان صاحب کا نام آذر ناصری ہے۔"

"جی میں نے شاید پہلی بار انہیں دیکھا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ غلط ہے مسٹر تیمور جمال شاہ صاحب۔ میرا اور ان کا کافی واسطہ رہ چکا ہے۔" آذر ناصری نے کہا۔

"ہوں۔ مسٹر آذر ناصری کا کہنا ہے کہ وہ ایک اہم جو کی حیثیت سے ایک ایسے قومی مسئلے پر کام کر رہے تھے جس سے ملک کو ایک بڑا فائدہ حاصل ہونے والا تھا۔ انہوں نے اپنی کوششوں میں کامیابی حاصل کرلی لیکن عین وقت پر تم نے مجرمانہ طریقے سے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور وہ فائل ان سے چھین لی جو درحقیقت سرکاری ملکیت ہے اور بڑی اہمیت کی حامل۔ انہوں نے یہ فائل تم سے مانگا تو تم نے ان کے ساتھ بدتمیزی کا سلوک کیا اور یہ کہا کہ تم اس فائل سے اتنی رقم حاصل کرسکتے ہو جو تمہارے مستقبل کے لیے کافی ہو۔ تم جانتے ہو آذر ناصری ایک نیک نام انسان ہیں اور ملکی مفادات کے لیے اکثر کام کرتے رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ کم از کم میں جھوٹی نہیں سمجھتا۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں جہانگیر کہ وہ فائل فوری طور پر حکومت کی تحویل میں دے دو ورنہ تم کسی طرح نہ بچ سکو گے۔"

"کمال ہے ڈیڈی آپ نے ایک ایسے شخص کی بات پر بھروسہ کرلیا جس کے پاس اس کے کہے ہوئے الفاظ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میں مسٹر آذر ناصری کو جانتا بھی نہیں۔ کبھی میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے ان کا نام بھی پہلی بار سنا ہے۔ اگر یہ کسی وجہ سے مجھ پر کوئی الزام لگا رہے ہیں تو کم از کم آپ جیسے نیک نام افسر کو تو اس سلسلے میں ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ یا تو ان کے پاس کوئی ثبوت ہوتا اور یہ میری نشاندہی کرتے۔ بغیر کسی ثبوت کے آپ نے مجھے باقاعدہ گرفتار کرکے یہاں بلایا ہے۔ اس کے نتیجے سے واقف ہیں آپ ڈی آئی جی صاحب؟" ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کا چہرہ شدت غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔ انہوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ کون سی حیثیت کے مالک ہو تم جو مجھ پر ہتک عزت کا دعویٰ کرو گے۔ ہیں؟ ایک معزز آدمی ایک بات کہہ رہا ہے اس کا کوئی وزن ہو سکتا ہے۔ تم جیسے لفنگوں کی بات کا میں اعتبار نہیں کرسکتا۔"

"افسوس یہ ہے ڈی آئی جی صاحب کہ آپ میرے والد ہیں ورنہ میں آپ کو یہ بات ضرور بتاتا کہ ہر شہری جو بالغ ہو اور جس کے پاس شناختی کارڈ موجود ہو وہ ایک دوسری حیثیت کا مالک بھی ہوتا ہے اور کسی اعلیٰ سے اعلیٰ افسر کو یہ حق نہیں حاصل ہے کہ وہ اس معزز شہری کو کسی بھی طرح نقصان پہنچائے چاہے اس سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ ڈی آئی جی صاحب میں آپ کو عدالت میں طلب کرسکتا ہوں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟"

"میں بہت کچھ سمجھ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے آذر ناصری صاحب آپ جایئے اس کا مسئلہ بہت جلد حل کرکے میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے ایک اہم مسئلے میں میری راہنمائی کی۔" آذر ناصری نے فاتحانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے بعد تیمور جمال شاہ صاحب نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو جہانگیر جمال۔ تم نے جو الفاظ مجھ سے کہے ہیں ان کے نتیجے سے واقف ہو تم؟"

"نہیں ڈیڈی۔ میں واقف نہیں ہوں۔"

"میں تمہاری پوری عمر جیل میں گزروا سکتا ہوں۔"

"ایک باپ کی حیثیت سے اگر آپ یہ فرمائیں کہ میں اپنی باقی زندگی جیل میں گزار دوں تو شاید میں اعتراض نہ کروں لیکن ایک ڈی آئی جی ایک شخص کو مجرم سمجھ کر سزا کرنا چاہتا ہے تو اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔" ڈی آئی جی صاحب مجھے تلخ نگاہوں سے گھورتے رہے۔ اور پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور انہوں نے ریسیور اٹھا لیا۔ میں خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے کہا۔

"ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال۔" اور پھر دوسری طرف سے بولنے والے کا انتظار کرتے رہے اور پھر دفعتاً ہی ان کے انداز میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئے تھوڑا سا کرسی سے اٹھے اور پھر بیٹھ گئے پھر بولے۔

"یس سر۔ یس سر۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔ میں ڈی آئی جی تیمور جمال ہی بول رہا ہوں۔ جی۔ جی۔ جی سر۔ جی ہاں۔ جی۔ او ہاں جی ہاں۔ بالکل بالکل۔ جی وہ اس وقت میرے سامنے ہی موجود ہے۔ جی سر جی آپ آپ سر آپ جانتے ہیں کہ وہ میرا بیٹا بھی ہے۔ جی ہاں بالکل بالکل۔ بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے بس وہ مسئلہ دراصل کچھ ایسا تھا کہ بہت ضروری تھا میرے لیے۔ جی سر جی لیکن جناب آپ آپ سر ٹھیک ہے جو حکم۔ جو حکم جناب۔ بہت بہتر۔ بہت بہتر۔" دوسری طرف سے شاید فون بند کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ڈی آئی جی صاحب نے بھی فون رکھ دیا۔ ان کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ پھر انہوں نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ عجیب کیفیت ہو رہی تھی ان کی۔ پھر انہوں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جاؤ جہنم رسید ہو جاؤ یہاں سے۔"

"جی ڈیڈی۔ میں سمجھا نہیں۔"

"گیٹ آؤٹ۔ گیٹ آؤٹ۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخے۔ ان کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حالت کافی خراب ہو رہی تھی۔

"بہتر ہے۔ اچھا ڈیڈی خدا حافظ۔" میں نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ فون ذرا کچھ اعلیٰ ہی پیمانے کا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب بہت پُروقار شخصیت کے مالک تھے۔ بڑی سے بڑی حیثیت کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن یہ مسئلہ شاید کچھ زیادہ ہی اونچا ہو گیا تھا۔ آفتاب کمال سے جو کچھ میں کہہ کر آیا تھا یہ اسی کا ردِ عمل تھا۔ بہرطور اب اس کے بارے میں آفتاب کمال ہی سے معلوم ہو سکتا تھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ پولیس ہیڈ آفس سے نکلنے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے اس دفتر کی جانب چل پڑا تھا جو ڈیپارٹمنٹ ٹوانے فور کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ دفتر کی عمارت باقاعدہ تھی وہاں ضروری اسٹاف بھی موجود تھا اور آفتاب کمال ہی اس پورے اسٹاف کو ہینڈل کرتا تھا۔ میں چیف آفیسر کی حیثیت سے وہاں کبھی کبھی ہی جایا کرتا تھا۔ بہرطور اس وقت بھی میرے پہنچنے پر وہاں ایک عجیب سی فضا پیدا ہو گئی۔ آفتاب کمال معمول کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور مودبانہ انداز میں میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے اپنی اس سیٹ پر بیٹھ کر اس سے کہا۔

"ابھی ابھی میں ڈی آئی جی تیمور جمال کے پاس سے آرہا ہوں۔"

"میں آپ کا انتظار کر رہا تھا سر۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس مجھے یقین تھا کہ آپ اس طرف تشریف لائیں گے۔"

"اس یقین کی وجہ؟" میں نے آفتاب کمال کو گھورتے ہوئے کہا۔

"سر مجھے مکمل معلومات حاصل تھیں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ہی ہوم منسٹر کا ٹیلی فون ڈی۔ آئی جی تیمور جمال صاحب کو ملا ہو گا اور اس کے بعد ہی انہوں نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دی ہو گی۔"

"او ہو معاملہ ہوم منسٹر تک پہنچ گیا۔" میں نے ایک عجیب سی مسرت کے ساتھ پوچھا۔

"جی۔ میں نے شہباز احمد صاحب کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا اور انہیں بتا دیا کہ مسئلہ اس فائل کا ہے جو حکومت کی تحویل میں جا چکا ہے۔ شہباز احمد صاحب نے کوئی ہلکا کام کرنا مناسب نہ سمجھا اور ہوم منسٹر صاحب کو براہِ راست اس سلسلے میں اطلاع دی۔ اور کچھ صورتِ حال بھی بتا دی۔ اس کے بعد ظاہر ہے ہوم منسٹر صاحب نے ڈی آئی جی صاحب کو جو حکم دیا ہو گا ڈی آئی جی صاحب نے اسی حکم کے مطابق عمل کیا ہو گا۔"

"تو کیا فائل کے بارے میں ہوم منسٹر صاحب کو اطلاع مل چکی ہے؟"

"ظاہر ہے یہ مسئلہ فارن منسٹر کے علم میں آ گیا ہو گا اور شہباز احمد صاحب نے فوراً منسٹر ہی سے اس موضوع پر گفتگو کی ہو گی چنانچہ تمام ہی محکمے اس میں ملوث ہو جاتے ہیں اور پھر سر ایک پرانی چیز دستیاب ہوئی ہے جس کی طرف سے ہر طرح کی نا امیدی ہو گئی تھی۔ ایسی شکل میں تو آپ ان سب کے لیے ایک مقدس ہستی بن گئے ہیں اور اس مقدس ہستی کی کوئی بے حرمتی ہو وہ بھلا کسے پسند ہو گی۔" میں آفتاب کمال کے الفاظ پر ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"شہباز احمد صاحب کی اور کوئی ہدایت تو نہیں ہے میرے لیے۔"

"نہیں سر۔ راوی آج کل چین ہی چین لکھتا ہے۔ ویسے سر آپ خاموش کہاں بیٹھتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ چند دن گزرے تو آپ خود اپنے لیے کوئی نہ کوئی مصروفیت تلاش کر لیں گے۔" میں نے گردن ہلائی اور خاموشی سے آفتاب کمال کو دیکھتا رہا پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"میرے بارے میں تمہاری اپنی کیا رائے ہے آفتاب کمال؟"

"معافی چاہتا ہوں سر ان الفاظ میں جواب نہیں دے سکوں گا جو خود میرے اپنے ذہن میں موجود ہیں۔"

"تب پھر رہنے دو کیونکہ مصنوعی چیزیں مجھے ناپسند ہیں۔ میں تمہارا جواب انہی الفاظ میں چاہتا ہوں جن الفاظ میں تم جواب دینا پسند کرو گے۔"

"سر اگر آپ کی یہ ہدایت ہے تو براہ کرم میری گستاخی کو معاف فرما دیجیے گا۔ آپ کے بارے میں میرا نظریہ یہ ہے کہ آپ کوئی نارمل انسان نہیں ہیں۔"

"ذرا سی وضاحتیں کرنا پڑیں گی تمہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر نارمل لوگ سوچنے سمجھنے کے بعد کام کرتے ہیں۔ پلاننگ کرتے ہیں اور اس پلاننگ پر عمل کرنے کے لیے انتظار کرتے ہیں جبکہ آپ سوچنا نہیں پسند کرتے بلکہ عمل کرنے کے بعد میں اس عمل کا ردِ عمل جو ہوتا ہے اس پر سوچتے ہیں۔ اور عموماً ایسے لوگ کامیابی کی منازل ہی طے کر لیا کرتے ہیں۔ سوچنے والے تو صرف سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔ عمل کرنے والے پوری محنت کے ساتھ عمل کر ڈالتے ہیں اور سمجھتا ہوں یہی عمل آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ آپ بڑے سے بڑے مسئلے میں اس طرح ہاتھ ڈالتے ہیں جیسے اس کی اہمیت آپ کی نگاہوں میں کچھ نہ ہو۔ اور یہ کام نارمل لوگ نہیں کر سکتے۔"

"بڑی اچھی وضاحت ہے۔ تمہارا کہنا بالکل درست ہے آفتاب کمال۔ میں سوچتا ہوں کہ زندگی ایک بے قیمت شے ہے بھلا اس کا اتنا تحفظ کیوں کیا جائے کہ انسان بیمار ہو جائے۔ میں وہ بیماری پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے طور پر ایسے ہر کام میں ہاتھ ڈال دیتا ہوں جو بعض اوقات میری سمجھ میں بھی نہیں آتا اور پھر انتظار کرتا ہوں کہ وقت کیا فیصلے کرتا ہے۔ اور عموماً مجھے کامیابی ہی نصیب ہوتی ہے۔ اسے میں اپنی تقدیر سے بھی منسلک کر دیتا ہوں۔"

"یقیناً سر تقدیر بہرطور ایک بہت بڑی حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ تاہم آپ ہمارے لیے حیرت انگیز شے بن چکے ہیں۔"

"گڈ۔ اچھا سنو میرے لیے دفتر آنا تو ضروری نہیں ہے۔ تم معمول کے مطابق جب بھی تمہارا جی چاہے مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں سر مجھے آپ کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم رہتی ہیں۔"

"اس کا طریقۂ کار کیا ہوتا ہے؟"

"قابلِ اعتراض بالکل نہیں ہوتا سر بس میں اپنی ڈیوٹی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

"اگر دل کبھی چاہے تو تم بھی مجھ سے اپنے بارے میں کچھ پوچھ لینا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چیف دل تو ابھی چاہ رہا ہے کہ آپ سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کروں۔"

"حقیقت یہ ہے کہ جو تصور تم میرے لیے اپنے ذہن میں رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ حیرت ناک تصور تمہارے لیے میرے اپنے ذہن میں ہے۔ خصوصی طور پر تمہاری ذہانت کا میں دل سے قائل ہوں اور تمہیں اپنے دل میں ایک انسائیکلوپیڈیا تصور کرتا ہوں۔ تمہارے دماغ میں زمانے بھر کی معلومات سمائی ہوتی ہیں اور جس فوری طریقے سے تم جواب دیتے ہو وہ میرے لیے ہمیشہ حیرت ناک رہا ہے۔"

"شکریہ سر لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ دراصل یہ سب کچھ میری دلچسپی بھی ہے اور میں فالتو اوقات میں بہت کچھ کرتا رہتا ہوں۔ آپ نے اس دن اخبارات کے وہ بنڈل دیکھے ہوں گے۔ میں دلچسپ مشغلے کے طور پر دُنیا بھر کے قدیم اخبارات جمع کرتا ہوں اور اس کے لیے میں نے بہترین ذرائع حاصل کر رکھے ہیں۔ پرانے اخبارات جگہ جگہ سے میرے پاس پہنچ جاتے ہیں اور میں ترتیب وار ان کا جائزہ لے کر ایک فائل بناتا ہوں۔ ایسے واقعات خاص طور پر میری نگاہوں کا مرکز رہتے ہیں جن [illegible] کی فہرست میرے پاس تیار رہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی جس ایسی شخصیت کو جو مجھے متاثر کر سکتی ہو میں دیکھتا ہوں اس کے بارے میں پھر میرے اپنے ذرائع دوسرا کام بھی کرتے ہیں۔"

"دوسرا کام کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"سر اس کے بارے میں جس قدر بھی مکمل معلومات مجھے حاصل ہو سکتی ہیں میں ہر قیمت پر انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی شخصیت میرے لیے قابلِ توجہ بن جاتی ہے تو پھر اس کی تصاویر اور اس سے متعلق تمام لوگوں کی تصاویر کا حصول بھی میرا بہترین مشغلہ ہے اور یوں سمجھ لیجیے سر کہ میری زیادہ تر آمدنی اسی مشغلے پر صرف ہوتی ہے۔" میں نے متاثر نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا اور پھر کہا۔

"بلاشبہ آفتاب کمال یہ دُنیا کا جدید ترین طریقۂ کار ہے۔ لیکن اس سلسلے میں میری ایک خدمت بھی قبول کر لو۔"

"سر آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ حکم دیجیے کیا کرنا ہے مجھے؟"

"میں ایک فنڈ جاری کرا دیتا ہوں تمہارے نام جس کے ذریعے تم اپنے اس مشغلے کو جاری رکھو اور زیادہ دلچسپی سے جاری رکھو۔"

"سر آپ یہ بہت بڑا کام کریں گے۔ فنڈ یقینی طور پر اتنا ہونا چاہیے کہ وہ دقتیں جو مجھے پیش آتی ہیں ختم ہو جائیں۔"

"مثلاً تمہیں کیا دقت پیش آتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر دُنیا کے کسی اور ملک سے کوئی مسئلہ تعلق رکھتا ہے تو وہاں میرے پاس ایسے آدمی نہیں ہوتے جو میرے لیے تحقیقات کر کے مجھے رپورٹ بھجوا دیں۔ خواہ اس سلسلے میں اخراجات کر کے مجھے کرائے کے آدمی دستیاب ہو سکتے ہیں جو میرے لیے یہ کام کر دیں۔"

"تم بس یہ سمجھ لو کہ یہ تمام ذمہ داری سرکاری طور پر قبول کی جاتی ہے۔"

"بہت شکریہ جناب، بہت بہت شکریہ۔" آفتاب کمال کے ساتھ تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا اور بہت دیر تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ تیمور جمال صاحب کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ ڈیڈی کو کسی قسم کا کوئی ذہنی نقصان اُٹھانا پڑے یہ بات تو مجھے بالکل ہی ناپسند تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے رابطہ قائم کر کے معذرت کر لوں گا۔ ویسے جس قدر تند مزاج آدمی تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ میری معذرت بھی انہیں طنز [illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ البتہ رات کو جب فلیٹ میں پہنچا تو ٹیلی فون پر میں نے تیمور جمال صاحب سے رابطہ قائم کیا اور رابطہ ہو جانے کے بعد میں نے انہیں سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی آپ نے میری آواز پہچان لی ہو گی؟"

"کیا بکواس ہے کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی بس یونہی دراصل میں اس ٹیلی فون کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا جو آپ کو موصول ہوا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کا لہجہ حیرت انگیز طور پر نرم ہو گیا پھر انہوں نے چند لمحات چپ رہنے کے بعد کہا۔

"ہاں اس موضوع پر تو میں بھی تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"جی ڈیڈی فرمائیے۔"

"ہوم منسٹر صاحب سے تمہاری واقفیت کیسے ہے؟"

"بس ڈیڈی آپ ہی کے حوالے سے وہ مجھے جانتے ہوں گے۔" میں نے فوراً ہی جواب دیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں کسی دکان دار کا بیٹا نہیں بلکہ ایک ڈی آئی جی کا بیٹا ہوں۔ ڈیڈی کیا ایک ڈی آئی جی کے بیٹے کو ہوم منسٹر صاحب نہ جانتے ہوں گے؟"

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھ سے ہی چرب زبانی کر رہے ہو۔ جو سوال میں کر رہا ہوں اس کا جواب دے سکتے ہو تو دے دو ورنہ ٹیلی فون بند کر دو۔" اور میں نے ٹیلی فون بند کر دینے ہی میں عافیت محسوس کی تھی۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں ڈیڈی کو کیا جواب دے سکتا تھا۔ بہرطور ان کی ذہنی کیفیت کا مجھے اندازہ تھا اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ میرے سلسلے میں مسلسل کھوج کراتے رہیں گے۔ خیر مجھے اس کی فکر نہیں تھی ظاہر ہے بے چارے ڈی آئی جی صاحب مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ویسے آذر ناصری سے وہ کیا کہیں گے یہ بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ بہرطور اس کے بعد کئی دن تک میں آذر ناصری اور شہناز وغیرہ کا انتظار کرتا رہا۔ جاننا چاہتا تھا کہ اب ان لوگوں کی کیا رائے ہے اور یہ میرے سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ میں نے بھی اس مسئلے کو نظرانداز کر دیا۔ دس بارہ بلکہ پندرہ دن گزر چکے تھے اس کام کو کیے ہوئے اور انہی پندرہ دنوں میں کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا تھا۔ ایک دو بار جان وغیرہ سے ملاقات کی تھی لیکن میں ان سہاگنوں کے ساتھ بہت زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سہاگن ہی کہتے تھے اور مجھے اپنا سہاگ کہا کرتے تھے۔ بہرطور دلچسپ لوگ تھے لیکن بعض اوقات ذہن پر ایک عجیب سی بیزاری طاری ہو جاتی ہے اور اس بیزاری میں وہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا جو عام حالات میں اچھا لگنے لگتا ہے۔ اس دن میں ساحل سمندر کے انتہائی خوبصورت مقام پر تھا اور ایک اوپن ایئر ہوٹل میں بیٹھا ہوا کافی سے شغل کر رہا تھا کہ میری نگاہیں اس حسین لڑکی پر پڑیں جسے دیکھ کر دوبارہ تیسری بار اور چوتھی بار بھی دیکھنے کو جی چاہے اور میں اسے دیکھتا رہا۔ اخروٹی رنگ کے خوبصورت بال جن کا اسٹائل بہت دلکش تھا ان بالوں کے نیچے بادام جیسی آنکھیں اور ان بادام جیسی آنکھوں کی سفیدی انتہائی دلکش اور پتلیوں کا براؤن انداز اس کے بعد کھڑی ہوئی ناک اور ایک مخصوص طرز کے ایسے ہونٹ جو میری سب سے بڑی کمزوری تھے۔ دیکھنے میں وہ انتہائی مکمل نظر آتی تھی اور مجھے افسوس تھا کہ اس سے پہلے میں نے اسے کیوں نہ دیکھا۔ میری نگاہیں اس کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر ایک بار اس نے میری جانب دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اب وہ مسلسل مجھے دیکھ رہی ہے۔ چند لمحات کے لیے ذہن میں احمقانہ تصورات پیدا ہوئے۔ میں نے سوچا کہ شاید میں بھی دیکھنے والی ہی کوئی چیز ہوں۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کے کسی ایسے مرحلے پر مجھے ناکامیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ خاص طور سے لڑکی میرے لیے حد سے زیادہ پسندیدہ ثابت ہوئی۔ میں نے اسے اپنے قریب لانے میں کبھی دقت نہیں محسوس کی۔ کچھ نہ کچھ وقت گزرنے کے بعد بالآخر میرے پاس پہنچ جاتی تھی اور اس سلسلے کو میں اپنی خوش قسمتی ہی تصور کر سکتا تھا۔ بہرطور اس کے بعد میں نے اس لڑکی کی جانب گہری نگاہوں سے نہ دیکھا لیکن یہ مسلسل محسوس کرتا رہا کہ وہ مجھے دیکھتی رہی ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ اب کافی وقت گزر گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے بے وقوف سمجھ کر میری طرف سے بیزار ہو جائے چنانچہ اس بار جب میں نے اس پر نگاہیں جمائیں تو دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی اور میں جانتا تھا کہ اس مسکراہٹ کا مطلب کیا ہے۔ اب اتنا احترام تو خواتین کا کرنا ہی چاہیے کہ انہیں زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ چنانچہ میں خود ہی اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا اور وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"ہیلو۔ براہ کرم تشریف رکھیے۔" اس نے انتہائی نرم اور شیریں لہجے میں کہا اور میری روح تک خوش ہو گئی۔ میرا

خیال تھا کہ ابھی کچھ اور الفاظ کا تبادلہ کرنا پڑے گا لیکن اس کی طرف سے یہ مخلصانہ دعوت مجھے بہت پسند آئی تھی۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا اور وہ ایک بار پھر مسکرا دی۔ اس بار مسکراتے ہوئے اس کے دانتوں کے سفید قطار بھی نمایاں ہوئی تھی اور میں ان کی سیپ جیسی چمک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ میرے بارے میں یقینی طور پر عجیب سے احساسات کا شکار ہوں گی اور سوچ رہی ہوں گی کہ صرف ایک مسکراہٹ کے جواب میں کوئی کس طرح کسی پر نازل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک انوکھی بات ہے۔" اس کی مسکراہٹ ہنسی میں تبدیل ہو گئی اور مجھے اس کی ہنسی کی یہ کھنک بے حد پسند آئی۔ تب اس نے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ آپ کے یہاں آ جانے سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ اگر آپ یہ کام نہ کرتے تو چند لمحات کے بعد میں خود آپ کے پاس پہنچ جاتی۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ انسانی جسموں کی لہروں کی ساخت جگہ جگہ یکساں ہوتی ہے اور جگہ جگہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کو بھی اس سائنسی فارمولے کا علم ہو گا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ شاید میری اور آپ کی جسمانی لہریں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں چنانچہ میں نے بھی یہی چاہا تھا کہ آپ سے کچھ دیر گفتگو کی جائے۔"

"بے حد شکریہ آپ کا بھی اور ان لہروں کا بھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تعارف کا دوسرا مرحلہ آ جائے۔ ظاہر ہے اس مرحلے پر میں آپ کا نام پوچھوں گی۔" اس نے کہا۔

"مجھے جہانگیر جمال شاہ کہتے ہیں۔"

"اور آپ مجھے فرزین شہابہ کہہ سکتے ہیں۔ ترکی سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"آپ کا نام بھی آپ کے چہرے کی مانند بے حد خوبصورت ہے۔"

"اور آپ بھی شہنشاہ جہانگیر سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتے۔"

"واہ۔ بڑی دلچسپ بات ہے کہ آپ کو ہمارے ہاں کے حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے ترکی آپ سے اتنی ہی دور ہے؟"

"نہیں، ترک باشندے تو ہمارے دل و جان کے قریب ہیں۔ اور اب آپ سے ملنے کے بعد تو وہ نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"آپ باتیں بہت خوبصورت کرتے ہیں۔"

"اس کے لیے شکریہ۔"

"یہاں آپ کی آمد کب ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"تقریباً نو دن گزر چکے ہیں مجھے۔ ہوٹل دلکشا کے کمرہ نمبر بارہ سو دس میں ٹھہری ہوئی ہوں۔"

"تنہا ہیں؟"

"نہیں میرے ساتھ میرے مشاغل ہیں اور میں نہایت اعتماد سے ان پر کام کر رہی ہوں۔"

"کیا مشغلہ ہے آپ کا؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"میں مشرق کے خانہ بدوش قبیلوں پر ایک کتاب لکھ رہی ہوں۔ جس کا نام مشرق کے خانہ بدوش ہی رکھا ہے میں نے۔ میں ان کی زندگی کے بارے میں تحقیقات کر رہی ہوں اور بہت کچھ لکھ چکی ہوں۔ یہاں آ کر میں اپنی نگاہوں سے ان کا جائزہ لینا چاہتی ہوں اور اس کے لیے پروگرام ترتیب دے رہی ہوں۔"

"میں اس سلسلے میں بڑے خلوص سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں مس فرزین۔"

"آپ کا بے حد شکریہ۔ درحقیقت میں نے آپ کو کسی ایسے نظریے سے نہیں دیکھا تھا کہ میں آپ سے کوئی مدد حاصل کروں گی لیکن دوستی تو بہت قیمتی شے ہے اور کسی دوست کو اپنے ساتھ کسی کام پر آمادہ کر لینا میں سمجھتی ہوں بہت ہی دلکش بات ہوتی ہے۔" تھوڑی دیر میں ہم دونوں کافی بے تکلف ہو گئے۔ اس نے مجھ سے میرے مشاغل کے بارے میں نہ کچھ پوچھا نہ ہی میں نے اسے بتایا۔ بعد میں اس نے مجھے رات کے کھانے کی دعوت دے ڈالی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا کہ یہ ذمہ داری تو میری ہے جس کے جواب میں وہ بولی۔

"آج کے بعد آپ جب چاہیں اور جب تک چاہیں اپنی یہ ذمہ داری نبھاتے رہیں مجھے اعتراض نہیں ہو گا لیکن آج جو دعوت میں نے آپ کو پیش کر دی ہے وہ آپ کو قبول کرنا ہی ہو گی۔" اس دوران میں فرزین کے بارے میں اندازے لگاتا جا رہا تھا۔ بہت ہی ستھرے مزاج کی لڑکی تھی لیکن اس کی دلکشی اتنی جاذب تھی کہ اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ہوٹل دلکشا کے کمرہ نمبر بارہ سو دس میں ہم نے رات کا کھانا کھایا اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر میں نے بڑا اخلاق انداز میں اس سے واپسی کی اجازت طلب کر لی اور اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آہ۔ ساڑھے گیارہ بج گئے۔ بعض اوقات کچھ لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے وقت کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور انسان کو اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن کل کا کیا پروگرام ہے یہ آپ مجھے بتا دیجیے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"دل تو یہ چاہتا ہے کہ یہاں سے واپس ہی نہ جایا جائے لیکن مجبوریاں آڑے آتی ہیں۔ کل جس وقت بھی آپ چاہیں میں آپ سے مل سکتا ہوں۔"

"تو پھر یہ کیا جائے کہ ہم لنچ ساتھ ہی کریں اور باقی سارے پروگرام لنچ کے بعد بنا لیں گے۔"

"تو پھر ایک خوبصورت سے ہوٹل میں ایک عمدہ لنچ میری جانب سے ہوگا۔"

"میں نے تو آپ سے کہہ دیا تھا کہ اس کے بعد میں انکار نہیں کروں گی۔"

"تو ٹھیک ساڑھے بارہ بجے میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں اور لنچ کے وقت کا تعین نہیں کریں گے۔" وہ ہنس پڑی اور اس نے اپنا خوبصورت ہاتھ میرے ہاتھ میں مصافحے کے لیے دے دیا۔ میں اس کے ہاتھ کو ہونٹوں سے لگا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ ابتدا اتنی ہی کافی ہوتی ہے اور پھر وہ جس مزاج کی لڑکی تھی اس مزاج کی لڑکیوں کے ساتھ بہت جلدی بے تکلف نہیں ہوا جا سکتا۔ ان کے گرد آہستہ آہستہ جال بننا پڑتا ہے۔ واپسی میں میں اس کے حسین تصور میں ڈوبا ہوا تھا۔ سر سے پاؤں تک دلکشی کا مینار تھی اور دلکشی کے اس مینار کو آنکھوں میں سجائے میں اپنے بستر پر سو گیا۔ اور شاید خواب میں بھی اسے ہی دیکھتا رہا۔ دوسری صبح نہایت پُرسکون تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دل میں ایک احساس جاگا تھا وہ یہ کہ ہو سکتا ہے یہ فون فرزین ہی کا ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔ فرزین کے بجائے مجھے آفتاب کمال کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو چیف۔ آفتاب کمال بول رہا ہوں۔"

"کمال ہے بھئی بولو۔" میں نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"چیف آپ کی کیا مصروفیات ہیں ملنا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"بارہ بجے سے پہلے پہلے کسی بھی وقت مل لو اس کے بعد میں تمہیں دستیاب نہیں ہو سکوں گا۔"

"تو پھر میں ساڑھے دس بجے پہنچ رہا ہوں۔ اس وقت تک آپ فلیٹ پر ہی موجود ہوں گے نا؟"

"یقیناً تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ آفتاب کمال کا فون آنا کوئی ایسی اہم بات نہ تھی۔ بہرطور وہ ساڑھے دس بجے میرے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران میں غسل اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھا ہوا کسی سوچ میں گم تھا کہ آفتاب کمال آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"کہو خیریت۔ میرے پاس آنے کا کوئی خاص مطلب تو نہیں ہے؟ دراصل جب میں کسی مصروفیت کو تلاش کر لیتا ہوں تو پھر باقی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"چیف میں آپ کی مصروفیت ہی کے بارے میں گفتگو کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زیلا ایڈمن۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

"کوئی غیر ملکی زبان سکھا رہے ہو مجھے؟"

"اس کا مطلب ہے اس نے آپ کو اپنا نام کچھ اور بتایا ہے۔"

"کس نے؟"

"زیلا ایڈمن نے۔" آفتاب کمال نے جواب دیا اور میں کسی قدر اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"تم کوئی کہانی سنا رہے ہو مجھے؟"

"جی سر زیلا ایڈمن کی کہانی۔ اس لڑکی کی جو کل آپ کو ساحل پر ملی تھی اور اس کے بعد آپ کو اپنے ساتھ ہوٹل دلکشا کے کمرہ نمبر بارہ سو دس میں لے گئی تھی۔" میں نے چونک کر آفتاب کمال کو دیکھا اور بولا۔

"ہوں۔ میرے تعاقب کا مطلب؟"

"کچھ نہیں چیف وہ صرف اتفاق تھا۔ میں بھی اس وقت ساحل پر موجود تھا اور وہیں میں نے زیلا ایڈمن کو دیکھا تھا۔"

"جناب آفتاب کمال صاحب اس کا نام زیلا ایڈمن نہیں بلکہ فرزین شہابہ ہے اور وہ ترکی سے تعلق رکھتی ہے۔"

"نہیں سر۔ اس کا نام زیلا ایڈمن ہے اور وہ مغربی جرمنی کی باشندہ ہے۔"

"تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم؟" میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اور جواب میں آفتاب کمال نے جیب سے کچھ تصاویر نکالیں اور انہیں میرے سامنے رکھ دیا۔ بلاشبہ فرزین شہابہ کی ہی تصویریں تھیں لیکن ان تصویروں میں وہ مختلف لباس میں اور مختلف انداز میں نظر آ رہی تھی۔ جگہ جگہ اس کے بالوں کا اسٹائل تبدیل تھا۔ بعض جگہ چہرے میں ہلکی سی تبدیلی بھی پیدا کی گئی تھی لیکن ایسی نہیں کہ اس کے چہرے کو پہچانا ہی نہ جا سکے اور بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ تمام تصویریں

فرزین شہابہ ہی کی تھیں۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا۔ ذہن کے گوشوں میں بہت سے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لڑکی بے مقصد مجھ سے نہیں ملی پھر میں نے اسے کہا۔

"اس کی تفصیل۔ مائی ڈیئر آفتاب کمال۔"

"چیف آپ سے اتفاق سے بات ہو چکی ہے اس موضوع پر۔ میں نے کہا تھا نا آپ سے کہ مجھے بعض لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تفصیلات جمع کرنے کا شوق ہے چنانچہ زیلا ایڈمن کا پورا فائل میرے پاس رکھا ہوا ہے۔"

"ساتھ میں لے آئے۔" میں نے سوال کیا۔

"لایا ہوں چیف۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں ایک ایسی لڑکی کے بارے میں آپ کو تفصیلات نہ بتاتا جو ان دنوں آپ کے اردگرد چکرا رہی ہے۔" میری کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ آفتاب کمال نے اپنے کوٹ کے اندرونی حصے میں چھپا ہوا فائل نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"زیلا ایڈمن جرمن سیکرٹ سروس کی ایک اہم ترین رکن ہے چیف اور اس کے بیشتر کارنامے بڑے احترام کے ساتھ دہرائے جاتے ہیں۔ وہ جرمن سیکرٹ سروس میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور اس کے سپرد ہمیشہ اہم ترین مشن کیے جاتے ہیں۔ وہ ایک پھرتیلی، طاقتور اور بہت زیادہ تیز رفتار لڑکی ہے اور کسی مجرم کے خلاف کام کرتے ہوئے اس کے ذہن میں ذرہ برابر رحم کا جذبہ نہیں ہوتا اور وہ اپنے ان حسین ہاتھوں سے بے شمار افراد کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے۔ بے رحم، سنگدل، خوفناک خوبصورت حسین مکڑی جس کے تنے ہوئے جال میں سے کوئی کبھی نہیں نکل پاتا۔ یہ اس کے بارے میں مختلف ذہین لوگوں کے ریمارک ہیں۔" میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے آفتاب کمال کو دیکھ رہا تھا۔ اس شخص نے واقعی مجھے حیران کر کے رکھ دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے آفتاب کمال کہ یہ لڑکی خصوصی طور پر میری جانب متوجہ ہوئی ہے۔"

"قطعی چیف کیونکہ اس کی فطرت میں وقت کو ضائع کرنا ہے ہی نہیں۔ یقینی طور پر اس کا آپ کی جانب متوجہ ہونا اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اسے آپ سے کوئی کام ہے۔"

"لیکن ان دنوں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کا تعلق مجھ سے ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے چیف اب اس کا انکشاف تو وہ خود ہی کر سکے گی۔" میرا ذہن بری طرح چکرا کر رہ گیا تھا۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جرمن جاسوسہ میری جانب کیوں متوجہ ہوئی ہے۔ حالانکہ ساحل پر جانا اور اس کے بعد اس کھلی چھت کے ہوٹل میں جا بیٹھنا اتفاق ہی تھا لیکن بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کام کرنے والے اسی طرح کام کیا کرتے تھے۔ بہرطور میں محتاط ہو گیا اور پھر میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"آفتاب تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔"

"جی سر ضرور۔"

"آج میں اسے لنچ پر لے جا رہا ہوں اور اس کے بعد رات تک اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔ کسی بھی مناسب وقت تم کمرہ نمبر بارہ سو دس میں داخل ہو کر اس کے سامان کی تلاشی لے لو۔"

"یہ کام ہو جائے گا چیف آپ بالکل اطمینان رکھیں۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تم سے رات کو کسی بھی وقت رپورٹ طلب کر لوں گا۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں چیف میں آپ کو خود رپورٹ پیش کر دوں گا۔" آفتاب کمال نے جواب دیا اور اس کے بعد جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ تمہاری ذہانت بے مثال ہے آفتاب کمال اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے اس کام کو جاری رکھنے میں تمہاری حیثیت ایک اہم ستون کی سی ہے۔ اگر تم نہ ہو تو میں بہت سی مشکلات کا شکار ہو سکتا ہوں۔"

"آفتاب آپ کا خادم ہے چیف۔" آفتاب نے گردن خم کر کے کہا اور اس کے بعد مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا لیکن میں حیرتوں کے سمندر میں غوطے کھانے لگا تھا۔ آفتاب کمال کا یہ انکشاف مجھے دیر تک الجھائے رہا تھا لیکن بہرطور الجھنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں اچھی طرح اس قسم کے معاملات کو جانتا تھا اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ لڑکی مجھ سے غلط نام کے ساتھ ملی تھی لیکن آفتاب کمال نے اس کے بارے میں جو انکشاف کیا تھا وہ کافی دلچسپ تھا۔ آخر یہ جرمن جاسوسہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ بہرطور اب ذرا دیر سے ہی یہ بات معلوم ہو سکتی تھی۔ مقررہ وقت پر میں تیار ہو کر بالآخر ہوٹل دلکشا پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور کمبخت کی مسکراہٹ ہی ایسی ہوتی کہ سارا کیا دھرا چوپٹ ہو جائے۔ مجھے دکھ ہوا کہ اس لڑکی کے ساتھ میرے ہاتھوں زیادتی ہوگی۔ حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ خوبصورت لڑکیاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو نازک پھولوں کی مانند ہوتی ہیں جنھیں بڑی احتیاط سے سجا دیا جاتا ہے۔ انہیں کوئی نقصان پہنچاتے ہوئے رنج ہوتا ہے لیکن بہر حال اب جو صورتِ حال پیش آ گئی تھی اس کے تحت کام کرنا تھا۔ اس نے کہا۔

"تم وعدے کے پابند معلوم ہوتے ہو ڈیئر جہانگیر۔"

"ہاں خاص طور سے کسی خوبصورت لڑکی سے غلط وعدے کرنے والے بد ذوق ہوا کرتے ہیں۔"

"کیوں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس لیے کہ ان کی تو قربت ہی مطلوب ہوتی ہے بجائے اس کے کہ ان سے دیر سے ملا جائے۔" وہ ہنس پڑی۔ میں نے اس سے کہا۔

"اگر ممکن ہو سکے تو تم اپنی یہ ہنسی ہمیشہ کے لیے مجھے دے دو ڈارلنگ یہ مجھے بے حد پسند ہے۔" وہ شرارت آمیز آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"اب ارادہ کیا ہے؟"

"بس چلتے ہیں۔" میں نے اپنی پسند کے ہوٹل میں لنچ کا فیصلہ کیا ہے۔" اور اس نے شانے ہلا دیے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میری کار میں بیٹھی ہوئی جا رہی تھی اور میں اس کے بدن سے اٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے اور میں اسے ساتھ لیے ہوئے انتہائی حسین ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں مدھم مدھم آوازیں ابھر رہی تھیں۔ اس نے یہاں کے ماحول کو پسند کیا اور مجھ سے بولی۔

"خوبصورت جگہ ہے نہایت پُر سکون اور دلکش۔"

"شکریہ۔ اب یہ بتائیے مس فرزین شہابہ کہ میں آپ کو ترکی کھانے کھلاؤں یا مقامی۔"

"نہیں مقامی کھانے کھانا پسند کروں گی۔" اس نے کہا اور میں نے مینو میں سے اپنی پسند کی چند چیزیں منگوا لیں۔ میں نے اس کی کافی خاطر مدارت کی اور اسے یہ تمام کھانے پینے کی اشیاء پسند آئیں۔ وہ کہنے لگی۔

"مجھے خانہ بدوش قبائل کی زندگی کا گہرا مطالعہ کرنا ہے۔ ویسے یہاں تو ہر چیز ہی دلکش ہے۔"

"اس سلسلے میں تم نے کوئی پروگرام تو بنایا ہو گا۔"

"ہاں اپنے طور پر پروگرام بنایا ہے لیکن کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں تھی جو مجھے خانہ بدوشوں کی زندگی سے روشناس کرا سکے۔"

"اس کے لیے میں اپنی خدمات بھی پیش کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین تھا اور میں یقینی طور پر اس سے انکار نہیں کروں گی۔" وہ بولی اور ہنس پڑی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ ہنسی ہر بات کی قیمت چکا دیتی ہے۔" کھانا کھانے کے بعد ہم کافی دیر تک ہوٹل میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تھی پھر شام کے پروگرام ترتیب دیے گئے۔ اس نے کہا۔

"اگر چاہو تو ہوٹل واپس چلتے ہیں۔ شام کو نکلیں گے تم بھی آرام کر لینا۔"

"اگر تم آرام کرنا چاہتی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ میں تمہیں یہاں کے نواحات کی سیر کراؤں گا۔"

"اوہ۔ کیا واقعی۔" اس نے پُر مسرت انداز میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" اور اس کے بعد ہم دونوں چل پڑے۔ لمبی ڈرائیونگ کی گئی اور میں اسے رات کو آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک مختلف علاقوں میں گھماتا رہا۔ وہ اس تفریح سے بہت خوش نظر آ رہی تھی اور اس نے میرے وطن پر بہت سے تبصرے بھی کیے تھے جن میں سے کچھ تلخ اور کچھ شیریں۔ پھر ہم نے رات کا کھانا بھی ایک ہوٹل میں ہی کھانے کا فیصلہ کیا۔ دن بھر چونکہ آوارہ گردی ہوتی رہی تھی اس لیے بھوک چمک اٹھی تھی۔ اس بار بھی میں نے ایک عمدہ سے ہوٹل کا انتخاب کیا تھا اور اسے کچھ نئی نئی چیزوں سے روشناس کرایا تھا۔ رات کو تقریباً پونے گیارہ بجے ہم واپس چل پڑے اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو آج کا یہ دن میری زندگی کا یادگار دن ہے۔ مجھے بہت لطف آیا ہے تمہارے ساتھ سیر کرتے ہوئے۔"

"میری کیفیت اس سے کہیں زیادہ خراب ہے۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"بہر طور کل کا کیا پروگرام رہے گا؟"

"دیکھ لیں۔ ویسے کل میں صبح دس بجے تک تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

"آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے بالآخر اسے اس کے ہوٹل پر اتار دیا۔ اتنا وقت دے دیا تھا میں نے آفتاب کمال کو کہ وہ اپنا کام بخوبی کر سکے اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنا کام کر چکا ہو گا۔ چنانچہ اسے اتارنے کے بعد میں سیدھا واپس فلیٹ پر چل پڑا کیونکہ اب آفتاب کمال سے رابطہ قائم کرنا بے حد ضروری تھا۔ فلیٹ کے دروازے پر پہنچا تو ایک لمحے کے لیے پیشانی پر شکنیں سی پیدا ہو گئیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ فلیٹ کا دروازہ

کھلا ہوا ہے۔ بہر طور میں اس کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور چوکنے انداز میں آگے بڑھتا ہوا ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا جہاں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اس تیز روشنی میں آفتاب کمال بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اس کے سامنے کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے جن کا وہ مطالعہ کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"سوری چیف لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے فلیٹ میں داخل ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"ہیلو آفتاب۔ بالکل اعتراض نہیں کروں گا۔ تم جب دل چاہے یہاں آ سکتے ہو۔ لیکن فلیٹ کا تالا تم نے کس طرح کھولا؟"

"بس چیف مجھے تالے کھولنے میں مہارت حاصل ہے۔"

"اوہ ماضی کچھ ایسا ہی غلط سلط معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور آفتاب ہنس پڑا۔ میں اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔

"یہ بتاؤ میں نے تمہیں بہتر موقع فراہم کیا یا نہیں۔"

"میرا کام تو شام کو پانچ بجے ہی ہو گیا تھا چیف۔" آفتاب نے جواب دیا۔

"دن میں؟"

"ہاں چیف۔ بعض اوقات راتوں کو لوگ زیادہ محتاط ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دن میں کام کرنے میں آسانیاں ہی آسانیاں مل جاتی ہیں۔"

"کوئی نئی بات؟"

"ہاں جو بھی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔"

"کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس نے سرخ جلد کی ایک کتاب جیسی چیز میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ پہلے ہی صفحے پر میری تصویر لگی تھی۔ میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور اس کے بعد میں نے دوسرا صفحہ کھولا۔ اس میں میرے بارے میں تفصیلات تھیں یعنی ڈی آئی جی تیمور جمال کا بیٹا نام جہانگیر جمال شاہ بہت ہی زیرک ہوشیار اور تیز طرار آدمی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد میرے کچھ کارناموں کی تفصیل لکھی تھی جس میں مسٹر شوڈان کا نام بھی شامل تھا۔ میری حیرت عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور میں پوری تفصیل کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر میں نے سوالیہ نگاہوں سے آفتاب کمال کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔

"یہ ڈائری اس کے سوٹ کیس کی دُہری تہہ میں رکھی ہوئی ملی ہے۔"

"ہوں اس کا مطلب ہے میرے بارے میں تفصیلات۔۔۔"

"ہاں چیف اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں چند لمحات خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

"لیکن آفتاب کمال کیا ہمیں انتظار کرنا چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرتی ہے یا اس کے کچھ کرنے سے پہلے اس پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔" آفتاب کمال نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"چیف آپ سے کچھ گستاخ ہوتا جا رہا ہوں۔ معاف فرما دیجیے گا۔ کبھی میری کسی گستاخی کو محسوس نہ کیجیے گا۔"

"نہیں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"دو باتیں ہیں چیف۔ اگر آپ کی اس سے دوستی کسی ایسے مرحلے پر پہنچ گئی ہے کہ اس کے بعد آپ کے لیے اس سے دوستی رکھنا بہت زیادہ ضروری نہ ہو تو پھر ٹھیک ہے ورنہ دوسری صورت میں ابھی کچھ انتظار کیجیے گا۔ ہم لوگ مستعد ہیں۔" میں پُر خیال نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"نہیں پہلے میں اس تجسس کو دور کر لینا چاہتا ہوں۔ سنو آفتاب کمال یوں کرتے ہیں کل میں اسے لے کر نکلوں گا اور مختلف راستوں سے ہوتا ہوا بالآخر کسی بھی مناسب وقت پر برشور روڈ پہنچ جاؤں گا۔ برشور روڈ پہنچنے کے بعد تمہارا کام شروع ہو جائے گا۔ یعنی تم مجھ پر حملہ کر کے اسے اغوا کر لینا اور ڈیپارٹمنٹ پہنچا دینا۔ یہاں اسے بند کرنے کے بعد بالآخر ہم لوگ اس سے رابطہ قائم کر لیں گے۔"

"کوئی وقت متعین کر دیا جائے تو بہتر ہے چیف۔"

"نہیں۔ میں صورتِ حال بہتر دیکھ کر یہ کام کروں گا۔ تم تو آج کل میری نگرانی کر ہی رہے ہو۔ ذرا تیاریاں کر کے۔ یقیناً وہ مسلح بھی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ میں کوشش کروں گا کہ اسے غیر مسلح کر دوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں چیف۔ یہ پروگرام طے ہے۔" آفتاب کمال نے کہا اور کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میں پُر خیال انداز میں رخسار کھجانے لگا تھا۔ "آخر وہ کون ہو سکتی ہے؟ آخر وہ کون ہے؟"

لبستی پر لیٹ کر میں نے اس دلچسپ کہانی کے بارے میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہت تھوڑے دن پہلے کی بات ہے کہ میری فطرت کا انداز بالکل ہی مختلف تھا۔ سرکش اور بے لگام گھوڑے کی مانند جدھر چاہا رُخ کیا اور جہاں چاہا دولتیاں جھاڑ دیں۔ چار بدمعاش دوست میرے اشارے کے منتظر رہا کرتے تھے۔ اور میرے اشارے کو دیکھتے ہوئے جہنم میں بھی چھلانگ لگانے پر مستعد نظر آتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ ڈی آئی جی تیمور جہاں صاحب دانت پیسنے کے علاوہ بھلا اور کیا کر سکتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا عہدہ سے بڑھا ہوا عہدہ میرے راستے روک سکتا تھا لیکن باپ تھے، زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے تھے۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ اگر بات کبھی حد سے آگے ہی بڑھ جاتی تو مجھے کچھ دن کے لیے جیل کی ہوا کھانی پڑ جاتی۔ کم از کم اتنا میں ضرور جانتا تھا کہ ڈی آئی جی صاحب اس سے گریز نہ کرتے لیکن تقدیر نے بھرپور ساتھ دیا تھا۔ شہباز احمد خان کی نظرِ عنایت مجھ پر پڑی اور انہوں نے مجھے ایک عہدہ دے دیا۔ اور اس عہدے کا فائدہ پہلی بار میری نگاہ میں آیا تھا۔ ورنہ ڈی آئی صاحب نے تو بستر گول ہی کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاملہ ڈی آئی جی صاحب ہی سے شروع ہوا تھا یعنی ایک حسین قاتلہ میری خواب گاہ میں مجھے بیوقوف بنا کر چلی گئی تھی اور میری آنکھوں میں نیلا رنگ آ گیا تھا جس کا نتیجہ شوڈان کی موت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس مسئلے کو بہت سراہا گیا۔ بہرحال وقت میری پسند سے مختلف نہ تھا اور یہ بات بھی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ سب کچھ میری پسند کے مطابق نہ ہوتا تو شاید میں شہباز احمد خان صاحب کی بات پر توجہ بھی نہ دیتا لیکن ان حالات سے مجھے سرکاری تحفظ حاصل ہو گیا تھا یعنی سیر و سیاحت کر و ملکوں ملکوں کی اور سرکاری خرچ پر اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے معمولات میں بھی کوئی تبدیلی نہ پیدا کرو۔ اس سے اچھا موقع اور زندگی میں کہاں مل سکتا تھا اور پھر سب سے زیادہ حیرت ناک انسان آفتاب کمال تھا۔ جسے پورے جہاں کی کہانیاں زبانی یاد تھیں۔ گویا راوی عیش ہی عیش لکھتا ہے۔ لیکن ایک بڑی انوکھی اور دلچسپ بات جو اس وقت میرے ذہن میں آئی وہ یہ تھی کہ آخر یہ روح کائنات زندگی کی مسرتوں کو دوبالا کرنے والیاں ان چکروں میں کیسے پڑ گئیں۔ ان کے نرم و نازک نقوش ان کی دلکش چال ڈھال ان کا حسین انداز تو صرف دل لبھانے کے لیے ہونا چاہیے تھا یہ دل جلانے والی کہانیاں انہوں نے کہاں سے سیکھ لیں۔ ابھی صرف چند روز پہلے کی بات ہے کہ شہناز صاحبہ مصیبت بن کر نازل ہوئیں، بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ اپنے باس کے کہنے پر میرے گرد جال بننے لگیں اور اس کے بعد جس طرح گر گئی ہیں، وہ اچھی طرح ان کے علم میں ہے۔ بات بالکل درست ہی تو ہے۔ جب تک انسان کسی کی جانب اس انداز میں راغب نہ ہوا سے دوسرے کو احمق نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ آخر شہناز صاحبہ کو مجھے نہ کچھ تو اندازہ ہوا ہوگا میری کارکردگی کا جس کی بنا پر انہوں نے مجھے اسپ ملتے پر ڈالا تھا۔ یہ کیوں نہ سوچا ہوتا نے کہ جو شخص اس ذہانت سے ان کی زندگی بچا سکتا ہے وہ احمق تو نہیں ہو سکتا۔ نجانے ان حسین لڑکیوں کو اس مصیبت کی طرف راغب ہونے کی ضرورت کیوں پیش آئی! اپنے کام سے کام رکھتیں، اپنے مطلب سے مطلب رکھتیں۔ بلا وجہ اس جال میں گرفتار ہو کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھتی ہیں اور حاصل کچھ نہیں۔ اس سے پہلے بھی ایسے ہی واقعات پیش آ چکے تھے۔ لیکن اگر گہرائیوں پر نگاہ ڈالی جاتی تو بہت کم ایسے حالات ہوتے تھے کہ جب کوئی محترمہ خود کوئی مہم سر کرنے نکلی ہوں۔ اور اس میں کسی حضرت کا ہاتھ نہ ہو۔ ایسے لمحات میں بھی کم از کم میں سمجھتا ہوں کہ ان کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ بے شک حسین پھندے فوری طور پر گردن میں فٹ ہو جاتے ہیں لیکن ان میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ اس گردن کو زندگی سے محروم کر دیں۔ ہمت تو کرتی ہیں لیکن اس کے بعد اپنی اس قدرتی کمزوری کا شکار ہو جاتی ہیں جو ان کی فطرت کا حصہ ہوتی ہے اور اب یہ محترمہ، کیا نام بتایا تھا آفتاب کمال نے زیلا ایڈمن۔ ویسے لڑکی ذہین تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اس نے اپنے خد و خال کی بنا پر خود کو ترکی باشندہ ظاہر کیا تھا۔ یقینی طور پر ترکی زبان سے بھی واقف ہو گی اور پھر آفتاب کمال نے ان خاتون کے بارے میں جو تفصیلات پیش کی تھیں۔ وہ بھی خاصی متاثر کرنے والی تھیں یعنی جرمن سیکرٹ سروس میں ان کا ایک اعلیٰ مقام تھا اور ان کے نام کو کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن بدنصیبی یہ تھی ان کی کہ اس بار یہ ایک ایسے آدمی کے جال میں آ پھنسی تھیں جو فطری طور پر سیکرٹ ایجنٹ نہیں تھا بلکہ وہ کچھ اور تھا اور اس میں اس کچھ اور کی بنا پر اسے اس کام کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا چنانچہ اب میڈم زیلا ایڈمن سے ملاقات ذرا مختلف انداز میں ہو گی اور اس کے بعد تعلقات کی نوعیت کیا رہے گی۔ دیکھنا یہ تھا۔ وہ کس چکر میں مجھ تک پہنچی ہیں۔ ویسے بدنصیب خاتون کم از کم اتنی کامیابی تو حاصل کر لیتیں کہ ان کا کوئی مقصد حل ہو جاتا۔ یہ تو اڑنے سے پہلے ہی گرفتار ہو جانے والی بات تھی اور اسے میں اپنی خوش قسمتی ہی قرار دے سکتا تھا لیکن بعد میں انہیں مراعات دی جا سکتی ہیں بشرطیکہ وہ مجھے خود کچھ مراعات سے نوازیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب ذرا انداز تبدیل کر دینا تھا ان سے ملاقاتوں کا۔ اور اس کے بعد جیسی بھی صورتحال ہو گی دیکھا جائے گا۔ یہ آخری تصور تھا جس نے میرے ذہن میں جگہ پائی اور اس کے بعد ذہن نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

دوسرا دن نہایت پُرسکون تھا۔ معمولات کے مطابق میں نے کبھی اپنے ذہن پر کسی بوجھ کو قبول نہیں کیا تھا سخت ترین حالات میں بھی جب نیند نہیں آتی اور اس کے بعد صبح ہوتی۔ چاہے میں کسی بدترین جگہ دشمن کی قید ہی میں کیوں نہ ہوتا لیکن اپنے ذہن کو ایک خوشگوار تاثر دینے کی صلاحیت میرے اندر موجود تھی اور میں سکون سے صبح کا آغاز کرتا تھا چنانچہ اس صبح کے آغاز میں بھی کوئی بوجھ ذہن پر نہ رکھا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا۔ دس بجے محترمہ زیلا ایڈمن کی خدمت میں حاضر ہونا تھا۔ چنانچہ تیاریاں کرنے لگا۔ ایک عمدہ لباس ملبوس ہو کر میں نے باہر قدم نکالے اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار ہوٹل دلکشا کی جانب چل پڑی۔ دلکشا کا سفر مختلف خیالات میں گزرا تھا جو پروگرام لڑکی کے اغوا کے لیے ترتیب دیا گیا تھا میں اس سلسلے میں بالکل مطمئن تھا کیونکہ آفتاب کمال اکمال کی شخصیت تھی اور اس سے کسی قسم کی گڑبڑ کا کوئی خدشہ نہیں رہتا تھا۔ دلکشا کے پارکنگ لاٹ میں اپنی کار پارک کر کے میں اندر داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد روم نمبر بارہ سو دس کے سامنے جا پہنچا لیکن نجانے کیوں تھی جس نے یہ اعلان کیا کہ زیلا ایڈمن کمرے میں موجود نہیں ہے۔ تالا وہ لگا ہوا تھا جو باہر اور اندر سے یکساں محسوس ہوتا ہے چنانچہ دستک دی اور جواب نہ پا کر کسی قدر الجھن کا شکار ہو گیا۔ ایک ویٹر سامنے سے آ رہا تھا۔ میں نے اسے روکا اور قریب بلا کر پوچھا۔

"اس کمرے کی مکین؟"

"کمرہ خالی ہو چکا ہے جناب۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ صبح صبح ہی ان خاتون نے کمرہ چھوڑ دیا ہے۔"

میرے ذہن کو ایک دھچکا سا لگا تھا چند لمحات میں ویٹر کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ وہاں سے اتر کر کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر پر آ کر میں نے اس بات کی تصدیق کی کہ زیلا ایڈمن نے کمرہ چھوڑ دیا ہے یا نہیں۔ یہاں پر اس کا نام فرزین شہابہ ہی لکھا ہوا تھا۔ پتا یہ چلا کہ خاتون کمرہ چھوڑ کر جا چکی ہیں۔ میرا ذہن ایک دم بھک سے اڑ گیا تھا۔ بہرطور وہاں سے نکلا باہر آیا اور آفتاب کمال کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ میری شناسا سا کار نظر آ گئی اور اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر میں نے آفتاب کمال کو دیکھا۔ پھر جب میں اس کی جانب بڑھا تو اس کا چہرہ بھی عجیب سا ہو گیا۔ میں دروازہ کھول کر اس کے قریب جا بیٹھا تھا۔

"ہیلو چیف۔ خیریت؟۔ آپ۔ آپ اس طرح؟"

"جی۔" میں نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا اور آفتاب کمال حیران نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مگر چیف۔ میرا مطلب ہے آپ تو آپ کو تو اس کے ساتھ نیچے آنا تھا؟"

"خوش قسمتی سے وہ کسی اور کے ساتھ نیچے چلی گئی۔"

"بہ۔ بہ۔ بچ۔ چلی گئی؟"

"بچ۔ جی ہاں۔" میں نے بھی آفتاب کمال کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مگر کہاں؟"

"پپ۔ پتا نہیں۔" میں بولا اور آفتاب کمال جھینپ گیا۔ لیکن پھر اس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"چیف۔ میرا مطلب ہے اس کی نگرانی ہو رہی تھی۔ میرے دو آدمی اب بھی موجود ہیں۔"

"کون لوگ ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"بلاؤں؟"

"نہیں، یہیں سے بتا دو۔"

"احمد اور فہیم۔ دونوں رات کی ڈیوٹی پر یہاں رہے ہیں۔"

"دونوں رنگین مزاج ہیں، ہوٹل میں جا کر بیٹھ گئے ہوں گے اور صبح کو انہیں جھونک آ گئی ہو گی کیونکہ وہ صبح ہی صبح ہوٹل چھوڑ کر یہاں سے گئی ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ اس کا مطلب ہے غلطی ہو گئی۔"

"چلو آفس چلتے ہیں۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے گھبراہٹ کے عالم میں گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"حضور والا۔ میری گاڑی بھی یہیں موجود ہے۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال گاڑی کو گیئر میں ڈالتے ڈالتے رک گیا اس نے ایک بار پھر جھینپی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں مسکرا کر نیچے اتر گیا۔ اس کے بعد ہم دونوں کی گاڑیاں آگے پیچھے ڈیپارٹمنٹ ٹولے فور کی جانب چل پڑیں۔ آفتاب کمال کی اس کیفیت پر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ ویسے اصولی طور پر اسے اس معاملے میں ذرا بھی سرزنش نہیں کرنی چاہیے تھی۔ چونکہ بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ اس سے کوئی غلطی ہو جائے اور پھر اسے غلطی بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک مکمل پروگرام تھا اور میں نے اسے یہ ہدایت بھی نہیں کی تھی کہ لڑکی سے اس قسم کا کوئی خطرہ ہو سکتا ہے چنانچہ آفتاب کمال اس سلسلے میں تقریباً بے گناہ تھا۔ بے چارہ خود ہی شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے فوراً اپنے ذہن کو کنٹرول کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے میں بہت سی باتیں سوچ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اس عظیم الشان عمارت میں داخل ہو گئے جو ڈیپارٹمنٹ ٹولے فور کے لیے مجھے عنایت کی گئی تھی۔ میں آفتاب کمال کے ساتھ اپنے خوبصورت آفس میں داخل ہو گیا۔ اسٹاف موجود تھا۔ یہ لوگ پل رہے تھے یہاں اور خوش بھی تھے۔ ظاہر ہے ڈیپارٹمنٹ ٹولے فور ابھی اتنا معروف نہیں تھا کہ وہاں موجود اسٹاف ہر وقت کام میں لگا رہتا۔ ویسے آفتاب کمال نے یہ انتظام بھی سنبھال رکھا تھا اور اپنے طور پر ہی ایسی تمام چیزیں اکٹھی کر کے ان لوگوں کو کام پر لگائے رکھتا تھا جو مستقبل میں کسی بھی وقت میری معاون ثابت ہو سکیں۔ بہر طور پر میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی تو وہ بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ کچھ دھواں دھواں سا ہو رہا تھا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے آفتاب کمال کہ لڑکی غائب کیوں ہو گئی؟"

"چیف، مجھے افسوس ہے!" آفتاب کمال نے کہا۔

"یار کمال ہو کر کمال کرتے ہو۔ اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔ وہ کون سا میرا کوئی قیمتی سامان چرا کر لے گئی جاتا تھا چلی گئی۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"بس غلطی ہو گئی چیف، ان دونوں سے تو میں اچھی طرح نمٹ لوں گا!"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے آفتاب۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہی۔ آفتاب کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویسے میرا خیال ہے چیف، اسے اپنی اس نوٹ بک کی گمشدگی کا علم ہو گیا تھا۔"

"ہونا چاہیے تھا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ آپ کو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں تو پھر اس نے رفوچکر ہو جانا مناسب سمجھا۔"

"ہوں۔ تمہارا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو جانے کے بعد کہ میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہوں وہ غائب ہو گئی ہے۔"

"یقیناً چیف، اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے!"

"کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتی کہ نوٹ بک چرانے والا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟"

"سوچ سکتی ہے چیف، لیکن کوئی اور ہوتا تو اسے خطرہ نہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے اس نے کسی اور کے بارے میں سوچا ہو لیکن اس میں بھی دو پہلو نکلتے ہیں۔ وہ یہ کہ کسی اور کو صرف اس نوٹ بک سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ اس کے سامان میں کچھ قیمتی اشیاء بھی تھیں۔ نوٹ بک کو حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کسی متعلقہ آدمی ہی نے غائب کیا ہے جبکہ اگر دوسری اشیاء بھی غائب ہوتیں تو اسے یہ شبہ نہ ہوتا کہ اسے حاصل کرنے والے ہم ہی لوگ، میرا مطلب ہے آپ ہیں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"اسے لطف تو آیا ہوگا آفتاب کمال، یہ سوچ کر کہ آخر وہ کون سا وقت تھا جب میں نے وہ نوٹ بک اس کے سامان سے حاصل کر لی۔"

"اگر وہ کوئی اونچی چیز ہے چیف تو اس نے صرف یہی بات نہیں سوچی ہوگی کہ آپ تنہا ہیں۔ آپ کے بارے میں اس قدر معلومات اپنے پاس جمع رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی شخصیت سے کسی حد تک واقف ہے۔ خاص طور سے میں شوڈان کا تذکرہ کروں گا۔ اگر شوڈان کا ذکر بھی اس کی نوٹ بک میں موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی شخصیت کی اصلیت سے پوری طرح واقف ہے اور یقیناً اس نے یہ بات نہیں سوچی ہوگی کہ آپ نے بذات خود یہ کام کیا لیکن احتیاطاً وہ آپ کے سامنے سے ہٹ گئی ہوگی۔"

"اب ہم دوسرے موضوع پر آ جاتے ہیں آفتاب کمال مثلاً یہ کہ آخر اسے مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"ایسی دلچسپیاں تو آپ سے بے شمار ہو سکتی ہیں چیف ہو سکتا ہے، وہ شوڈان کی کوئی ساتھی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اور ملک کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتی ہو۔ اور آپ پر نگاہ رکھ کر یا آپ کے ذریعے کوئی کام لینا چاہتی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق مجرموں کے کسی گروہ سے ہو اور اسے آپ کی نگرانی کے لیے معمور کیا گیا ہو۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ خصوصی طور پر آپ سے براہ راست ملی ہے۔"

"اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے آفتاب کمال تو ہمیں اس کے گم ہو جانے پر زیادہ افسوس نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ اسی خیال سے ہٹ گئی ہے کہ مجھ پر نگاہ رکھی جائے یا مجھ سے کوئی کام لیا جائے تو دوسری بات ہے۔ ہمارا کیا جاتا ہے لیکن اگر میں ان لوگوں کے لیے، میرا مطلب ہے اس کے ساتھیوں کے لیے یا خود اس کے لیے کسی مسئلے میں کارآمد ہوں تو پھر مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کیا جائے گا۔ البتہ ہم اتنی سی احتیاط ضرور کر لیں گے کہ نئی افتاد

اپنے اطراف پر گہری نگاہ رکھیں گے اور جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ کون سا ایسا نیا کام ہوتا ہے جسے اس لڑکی یعنی بقول تمہارے زیلا ایڈمن سے متعلق کہا جا سکے۔"

"یہ بات تو میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں چیف کہ اس کا تعلق جرمن سیکرٹ سروس سے ہے۔ ہم کم از کم یہ تو نہیں سوچ سکتے کہ وہ مجرموں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر جرمن سیکرٹ سروس ہی کی طرف سے وہ کوئی کام کرنے آئی ہے تو ہمارے لیے کیا راستہ منتخب کرنے میں آسانی نہیں ہو گئی ہوگی؟"

"اتفاق کی بات یہ ہے آفتاب کمال کہ الجھے ہوئے ذہن سے اس کے بارے میں سوچتے ہوئے یہ تصور میرے ذہن سے نکل ہی گیا تھا کہ تم نے جرمن سیکرٹ سروس کی نشاندہی کی تھی۔"

"میں خود بھی آپ کے الفاظ سے حیران تھا چیف، بہرحال ہم خاص طور سے یہ بات ذہن میں رکھیں گے کہ جرمن سیکرٹ سروس کو آپ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے!"

"میں سمجھتا ہوں، اس طرح تو کافی آسانیاں ہو جائیں گی، ہیں نا؟"

"سو فیصدی۔ چیف سو فیصدی۔"

"تو پھر میرا خیال ہے اس سلسلے میں کام کو وسعت دینے کے بجائے ہمیں صرف یہ نگاہ رکھنی چاہیے کہ جرمن سیکرٹ سروس کو ہم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔" بات ختم ہو گئی لیکن آفتاب کمال جس فطرت کا انسان تھا، اس سے میں بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ وہ بلاوجہ ان تمام معاملات کو اپنے آپ سے منسوب کر رہا تھا اور میں نے اس کو بہت زیادہ مصروف دیکھا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ ٹولے فور میں، میں بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ کوئی اور خیال ذہن میں نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی ایسا کام تھا جو مجھے سرانجام دینا ہو۔ ڈی آئی جی صاحب سے زیادہ چھیڑ چھاڑ بھی مناسب نہیں تھی۔ گھر کا رخ بھی کر سکتا تھا لیکن گھر میں میرے بارے میں بہت زیادہ اچھے خیالات کا حامل کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ وہاں جانے کا ارادہ بھی ترک کر دیا۔ لڑکی کچھ دنوں تک دلچسپ ثابت ہو سکتی تھی۔ بشرطیکہ وہ فرزین شہابہ ہی رہتی اور تھوڑے سے وقت میں ہی مجھے اس کے بارے میں اتنی زیادہ معلومات نہ حاصل ہو جاتیں۔ ایک تجربہ یہ بھی ہوا تھا اگر مدمقابل اتنا ہی خوبصورت اور دلکش ہو تو پھر اس کے بارے میں زیادہ چھان بین کرنا مناسب نہیں ہے۔ نقصان ہی پہنچتا ہے۔ دل و د

مسئلہ تو پھر وہ تو کاروبار کی حد میں آ جاتا ہے اور جب کاروبار باقاعدہ شروع ہو جائے تو اس کے بارے میں سوچنا زیادہ موزوں رہتا ہے۔ چنانچہ اس نتیجے پر پہنچا کہ آئندہ ایسے معاملات میں محتاط رہا کروں گا۔ شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اب واپس جا کر تیاریاں کروں اور نئے سرے سے اپنی تفریحات کا آغاز کروں۔ اس سلسلے میں ان چاروں بدمعاشوں کو شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ان سے ملنے کا بھی ایک خاص موڈ ہی ہوا کرتا تھا اور نظرانداز کر دیتا تو دوسری بات ہے لیکن حقیقت میں یہ تصور میرے ذہن کو بھی تھوڑا بہت متاثر کر رہا تھا کہ فرزین شہابہ یا زیلا ایڈمن سے بہت جلدی تعلقات منقطع ہو گئے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور یہ وہ ٹیلی فون تھا جس پر صرف مجھ ہی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا سکتی تھی اور ایسا ٹیلی فون عموماً شہباز احمد کے علاوہ مجھے اور کون کر سکتا تھا۔ میں نے مستعدی سے ریسیور اٹھا لیا اور شہباز احمد کی آواز سنائی دی۔

"یہ تعارف کرانے کی ضرورت تو پیش نہیں آتی کہ میں کون ہوں۔"

"یقیناً جناب۔" میں نے پُراحترام لہجے میں کہا۔

"شام کی مصروفیات کیا ہیں؟"

"آپ کے حکم کے مطابق ہوں گی۔"

"اگر کوئی بہت اہم مصروفیت نہ ہو تو پھر رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھانا۔"

"جی بہت بہتر۔ کس وقت حاضری دوں؟"

"آٹھ بجے پہنچ جاؤ۔ ویسے کھانا ہم نو بجے کھائیں گے۔"

"جو مناسب خیال فرمائیں۔" میں نے جواب دیا اور شہباز احمد صاحب کی طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایسے مواقع کبھی کبھی ہی آتے تھے۔ دو بار شہباز احمد صاحب کے گھر پر کھانا کھا چکا تھا۔ یہ بھی بہت بڑا اعزاز تھا جو مجھے بخشا گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ شہباز احمد صاحب نے براہ راست ہی مجھ سے تمام معاملات طے کیے تھے اور ان کی مسلسل دلچسپی مجھ سے قائم تھی۔ حالانکہ یہ سب کچھ سرکاری معاملات ہی میں ہوتا تھا لیکن محب وطن انسان تھے اور ذاتی طور پر اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے تھے۔ پھر باقی پروگرام ترک کر دیئے گئے۔ ساڑھے پانچ بجے دفتر سے اٹھا اور گھر پہنچ گیا۔ میرا گھر صرف میری ہی ذات تک محدود تھا۔ اس لیے کوئی ایسا خاص مسئلہ نہ ہوا جس کا ذکر ضروری ہوتا۔ البتہ پونے آٹھ بجے میں مکمل طور پر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اس وقت بھی زیلا ایڈمن ذہن میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی اور میں اس کے لیے تردد محسوس کر رہا تھا۔ شہباز احمد صاحب کے ملازم نے مجھے ان کی خاص نشست گاہ میں پہنچا دیا اور شہباز احمد صاحب نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔

"کہو، آج کل بالکل ہی خاموشی چل رہی ہے۔ ڈی آئی جی صاحب کی طرف سے اور کوئی کارروائی تو نہیں ہوئی ہے؟"

"جی نہیں، قطعی نہیں۔"

"ویسے بھتیجے تم باپ بیٹے آپس میں کچھ زیادہ سخت نہیں ہو گئے ہو؟"

"نہیں جناب، میری یہ مجال نہیں کہ میں ڈیڈی کے سامنے کسی سختی کا اظہار کروں۔ دراصل میری فطرت ان کے مزاج سے میل نہیں کھاتی اور اسی لیے میں عتاب کا شکار رہا ہوں۔"

"ہاں، کچھ حالات مجھے معلوم ہو چکے ہیں۔ ویسے تیمور جمال صاحب بھی بڑے سخت انسان ہیں۔ لیکن میں انہیں پسند کرتا ہوں۔ کم از کم اصولوں کے آدمی ہیں اور میرا خیال ہے تمہارا اور ان کا اختلاف اصولی ہی ہے۔"

"یقیناً۔ مگر میں ان سے اختلاف نہیں رکھتا۔ البتہ میں نے مزاج کی بات کہی تھی ناں، میں اپنے مزاج کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور وہ اپنے مزاج کو۔"

"تاہم ایک بزرگ کی حیثیت سے میرا یہی مشورہ ہے کہ تعاون کرنا بے حد ضروری ہے۔"

"یقیناً۔ جناب یقیناً۔"

خیر بات ہو رہی تھی تمہاری مصروفیات کی۔ یہ بتاؤ اپنے آخری مسئلے سے فارغ ہونے کے بعد تم ذہنی طور پر کسی کام کے لیے اپنے آپ کو تیار پاتے ہو؟"

میں نے گہری نگاہوں سے شہباز احمد صاحب کا جائزہ لیا۔ ڈنر بے معنی نہیں ہوا کرتے اور وہ بھی شہباز احمد صاحب کے۔ اس کا مقصد ہے کہ کوئی ذمہ داری مجھے سونپی جانے والی ہے لیکن اس وقت کسی قسم کی بیزاری کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ بیزار تو میں ہو گیا تھا زیلا ایڈمن کے گم ہو جانے سے اگر کوئی مسئلہ میرے سپرد کر دیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ خوشی کی بات تھی چنانچہ میں نے مستعدی سے کہا۔

"نہیں جناب، میں خود بھی چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ذمہ داری مجھے سونپیں۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ تب پھر میں تمہاری ملاقات ایک ایسی شخصیت سے کراتا ہوں جسے میں نے خود کھانے پر مدعو کیا ہے۔"

"جی میں ضرور ملوں گا اس سے۔" میں نے جواب دیا۔ ذہن کے کسی گوشے میں کوئی تصور نہیں تھا۔ شہباز احمد صاحب نے بیل بجائی اور ایک ملازم اندر آیا تو اس سے بولے۔

"مہمان کو یہیں بھیج دو۔" میں خاموشی سے آنے والے کا انتظار کرتا رہا۔ شہباز احمد صاحب بھی اس دوران خاموش ہی رہے تھے اور انہوں نے اس مہمان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا مجھے، جسے وہ مجھ سے ملانا چاہتے تھے۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ کیونکہ آنے والی زیلا ایڈمن ہی تھی، ایک خوبصورت لباس میں ملبوس جو بڑی نفاست کا اظہار کر رہا تھا۔ ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ۔ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور شہباز احمد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہی خوبی ہے میرے دوست جہانگیر جمال کی کہ وہ جس پر بھی اثر ڈالتا ہے، ایسا اثر ڈالتا ہے کہ دوسرا اسے یاد کیے بغیر نہ رہ سکے۔ بہرحال ان سے ملیے مس زیلا ایڈمن۔ یہ مسٹر جہانگیر جمال خان ہیں۔ زیلا ایڈمن نے اپنا مخروطی ہاتھ میری جانب بڑھا دیا۔ اور میں نے بڑی دلچسپی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر میں نے اسے خود ہی بیٹھنے کی پیشکش کی تھی۔

"اس مسکراہٹ کو میں حیران نگاہوں سے دیکھتا اگر زیلا ایڈمن مجھے یہ نہ بتا دیتیں کہ وہ تم سے مل چکی ہیں۔ انہوں نے بڑے دلچسپ واقعات سنائے ہیں مجھے۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کے الفاظ کی تشریح کر دوں۔ بات دراصل یہ ہے دوستو کہ میں ذرا مختلف مزاج کا انسان ہوں جو سرکاری ذمہ داریاں میرے شانوں پر رکھ دی گئی ہیں انہوں نے مجھے اتنا تھکا دیا ہے کہ اب مجھے دوستوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور سنا ہے کہ نوجوان دوستوں میں بیٹھ کر ذہن خود بھی بوڑھا نہیں ہونے پاتا۔ میں جسم کی بات نہیں کر رہا۔ چنانچہ میں ہر اس شئے میں دلچسپی لیتا ہوں جو دلچسپی کا حامل ہو۔ زیلا ایڈمن نے مجھے تمہارے بارے میں جو تفصیلات بتائی ہیں جہانگیر، وہ یہ ہیں کہ وہ تم سے مجھ سے ملنے سے پہلے مل چکی ہیں۔ دراصل ان کے پاس تمہارے بارے میں جو تفصیلات موجود تھیں وہ ان کی تصدیق کرنا چاہتی تھیں، مثلاً ان کے ڈیپارٹمنٹ نے انہیں بتایا ہے کہ تم چیتے کی طرح مستعد، چالاک اور پھرتیلے لومڑی کی طرح ذہین اور شیر کی طرح نڈر ہو۔ زیلا ایڈمن کے بارے میں مختصر تفصیلات میں

تمہیں بتا دوں کہ یہ بھی اپنے ڈیپارٹمنٹ میں تمہاری ہی خصوصیات کی حامل سمجھی جاتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ ایک خاتون ہیں۔" زیلا ایڈمن مسکرانے لگی پھر بولی۔

"لیکن یہاں آنے کے بعد مسٹر جہانگیر نے میرے خیالات میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔"

"کیا؟" شہباز احمد نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں آپ یقین کیجیے شہباز احمد صاحب اس بات پر شدید حیران ہوں کہ آخر وہ کون سا ایسا نکتہ تھا جس کی بنا پر مسٹر جہانگیر جمال مجھ سے چوکنے ہو گئے۔ میں نے اس مختصر سی ملاقات میں ایک لمحہ بھی انہیں ایسا نہیں دیا تھا جس سے یہ مجھ پر کوئی شبہ کر سکتے۔ لیکن اسی دوران وہ سب کچھ ہو گیا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ مجھے ان کے بارے میں جو تفصیلات فراہم کی گئی تھیں وہ میرے پاس ایک نوٹ بک میں درج تھیں اور یہ نوٹ بک میرے سوٹ کیس کی دوسری تہہ میں رکھی ہوئی تھی، وہ نوٹ بک غائب ہو گئی اور میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکی کہ اس سے صرف مسٹر جہانگیر جمال کو ہی دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ویسے یہ سوال آپ سے کرنا ضروری سمجھتی ہوں مسٹر جمال کہ کیا وہ نوٹ بک آپ کے پاس محفوظ ہے؟"

"اس سے پہلے ایک اور سوال میرے ذہن میں ہے مس ایڈمن۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"آپ کی آمد یہاں کس سلسلے میں ہوئی ہے؟"

"اس کا جواب دینے کا ذمہ دار میں ہوں۔ مس ایڈمن ایک انتہائی اہم معاملے میں یہاں پہنچی ہیں اور میں اس کی تفصیلات تمہیں بتاؤں گا۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ایک اطلاع ہے جو ہم تک پہنچائی گئی ہے اور تمہیں اس کے لیے کام کرنا ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور پھر زیلا ایڈمن کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ہاں وہ نوٹ بک میرے پاس محفوظ ہے۔ کیوں، براہ کرم اس سلسلے میں تفصیلات نہ پوچھیں۔"

"نہیں، یہ تفصیلات پوچھنے کے لیے نہیں ہے بس میں مطمئن ہوں۔ ایک سوال اور کر لوں آپ سے؟"

"جی جی فرمائیے۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ کو میرے بارے میں کچھ اور بھی معلوم ہو سکا تھا؟"

"مس ایڈمن، مجھے آپ کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم تھیں۔ اور میں اس کا اظہار کیے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور زیلا ایڈمن سے متعلق آفتاب کمال نے جو معلومات مجھے فراہم کی تھیں، وہ اس کے سامنے دہرا دیں۔ نہ صرف زیلا ایڈمن بلکہ شہباز احمد صاحب کے چہرے پر بھی تحسین کے آثار تھے۔ زیلا ایڈمن نے میرے خاموش ہونے کے بعد کہا۔

"میں بہت مطمئن ہوں اور حیران بھی۔"

"کیا جو تفصیلات آپ کے بارے میں بتائی گئی ہیں مس ایڈمن' درست ہیں؟"

"جی۔ جی شہباز احمد صاحب وہ بالکل درست ہیں۔ اور یقین کیجیے یہ تفصیل عام نہیں ہے۔ بہرحال مسٹر جہانگیر کے اپنے کچھ ذرائع ہوں گے۔ وہ ذرائع جو میری نوٹ بک میرے پاس سے غائب کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب، اب ہم کچھ عرصے تک ایسی گفتگو کریں گے جو معزز مہمانوں کے درمیان آپس میں ہوتی ہے اس کے بعد ڈنر ہو گا۔ اور ڈنر کے بعد میں بقیہ تفصیل بتاؤں گا۔"

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
مہاراجہ
ایک عیاش مہاراجہ کی عبرتناک داستان،
ایک ایسی داستان جسے مدتوں
فراموش نہ کیا جا سکے گا، وہ شیر کی
کھال میں بھیڑیا تھا، ایک ایسے مہاراجہ
کا قصہ جس کے دو جڑواں بیٹے تھے،
ہم شکل ہمشکل، مضحکہ خیز کہانی
مہاراجہ مکمل ایک حصے میں شائع
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷، اردو بازار ــــ کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شہباز احمد صاحب کی فطرت سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ وہ بالکل بچے ہو جاتے تھے ان لمحات میں جن کے سامنے ان کا کوئی پسندیدہ مشغلہ آجائے۔ کھانے میں بھی بڑا اہتمام کیا گیا تھا اور کھانے پر صرف تین افراد موجود تھے۔ میں، زیلا اور شہباز احمد صاحب۔ البتہ دل ہی دل میں، میں مسکرا رہا تھا جو چڑیا میرے ہاتھ سے اڑ گئی تھی وہ پھر میرے شانوں پر آچک کر آبیٹھی تھی۔ بعد کی باتیں جو ہوں گی، وہ تو بعد میں دیکھی جائیں گی۔ فی الحال میں اس تصور سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ ایک اتنی حسین لڑکی جس کے ساتھ میں نے حسین ترین لمحات گزارنے کے بارے میں سوچا تھا، مجھ سے دور ہونے کے بعد پھر میرے قریب آگئی تھی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شہباز احمد خان جس کمرے میں ہم دونوں کو لے کر پہنچے وہ غالباً ان کی لائبریری تھی اور یہیں وہ خاص گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک وسیع و عریض میز پر پیڈ اور قلم بڑے قرینے سے جگہ جگہ سجے ہوئے تھے۔ اور نشستیں بھی بڑے اہتمام سے ڈالی گئی تھیں شہباز احمد صاحب نے تیز روشنیاں جلا دیں اور اس کے بعد ہم تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے شہباز احمد صاحب نے کہنا شروع کیا۔

"مس زیلا ایڈمن سو فیصدی سرکاری پیمانے پر یہاں آئی ہیں اور کچھ اہم اطلاعات لائی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ملاقات کر کے تمام تفصیلات میرے علم میں پہنچا دیں اور خصوصاً تمہارا تذکرہ کیا۔ کیونکہ تمہاری شہرت مس زیلا ایڈمن کے علم میں ہے اور ان کے محکمے نے بھی تمہارا نام تجویز کیا ہے۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ کچھ معاملات براہ راست ہمارے ملک کے ایک مخصوص حصے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مس زیلا ایڈمن کیا آپ براہ راست مسٹر جہانگیر جمال کو یہ تفصیلات بتانا پسند کریں گی؟"

"کیوں نہیں جناب یہ میری ذمہ داری ہے۔" زیلا ایڈمن نے مدہم لہجے میں کہا اور پھر بولی۔

"آپ کی اجازت سے۔"

"ہاں، کیوں نہیں۔" شہباز احمد صاحب نے کہا اور زیلا ایڈمن مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"ایسٹر سیموئل۔ ہو سکتا ہے یہ نام پہلے سے آپ کے علم میں ہو مسٹر جہانگیر جمال، نازی جرمنی میں ہٹلر کا ایک خاص مشیر ہے جو اس کے لیے اہم سائنسی فارمولے ایجاد کرتا تھا اور اس نے ہٹلر کے مستقبل کے پروگرام میں بہت سے تعاون کا وعدہ کیا تھا جس کی بنیاد پر ہٹلر کے خواب پورے ہو سکتے تھے۔ ایسٹر سیموئیل نے ہٹلر کو بہت سی کارآمد چیزیں فراہم کی تھیں اور مسلسل اس کے لیے کاموں میں مصروف تھا۔ کہ ہٹلر کا زوال ہوا اور اس کی موت کے بعد ایسٹر سیموئل وہاں سے فرار ہو گیا۔ بعد میں وہ روس کے قبضے میں پایا گیا اور یہ بھی اس وقت پتا چلا جب ایک اتحادی فوجی جو کہ سیکرٹ سروس کا نمائندہ بھی تھا، روس کے ایک قید خانے سے فرار ہوا۔ ایسٹر سیموئل کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ وہاں پر موجود ہے۔ پتا نہیں کیوں روسیوں نے اسے قید میں ڈال رکھا تھا جب کہ ایسٹر سیموئل ایسا نام نہیں تھا جس سے روسی ناواقف ہوتے۔ لیکن بعد میں یہ پتا چلا کہ اس نے اپنی شخصیت کو مکمل طور پر چھپائے رکھا تھا اور ایک دوسرے نام سے وہاں قیدی کی حیثیت سے موجود تھا۔ مزید تفصیلات معلوم کرنے کے بعد پتا چلا کہ ایسٹر سیموئل نے نازی جرمنی کی شکست کے بعد خود بھیس بدل کر اپنے آپ کو روسی قید میں دے دیا تھا تا کہ وہ محفوظ رہے اور اس طرح وہ دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ مزید تفصیلات کچھ یوں تھیں کہ اس کا نام بہت سے اتحادی ممالک کے لیے اجنبی نہیں تھا اور کوئی اتحادی ملک اسے اپنی تحویل میں لینا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس کی صلاحیتوں کا ان ممالک کو پتا تھا۔ روس خود بھی ان ہی میں سے ایک تھا۔ لیکن ایسٹر سیموئل کی تلاش ہی ممکن نہ ہو سکی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ خفیہ طور پر ایک عام روسی قیدی ہے اور روسی قید خانے میں بند ہے۔ یہ دلچسپ بات تھی کہ وہ اتحادی فوجی جو دوسری جنگ عظیم میں نازیوں کے خلاف سرگرم عمل تھا، ذاتی طور پر ایسٹر سیموئل کو جانتا تھا۔ اور اسی کی وجہ سے یہ بات پتا چل سکی کہ سیموئل روسی قید میں ہے جب اس بات کا علم ہوا تو اس ملک نے جسے یہ اطلاع سب سے پہلے ہوئی تھی خفیہ طور پر کارروائیاں شروع کر دیں اور ان کارروائیوں کا علم روسیوں کو بھی ہو گیا۔ ایسٹر سیموئل اچانک منظر عام پر آیا تھا لیکن جب روسیوں نے اسے اپنے قید خانے میں تلاش کیا تو وہ وہاں سے نکل چکا تھا۔ پتا چلا کہ وہ قید بھی اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ بلکہ وہ اپنی خوشی سے وہاں رہ رہا تھا۔ بعد میں جب وہ وہاں سے فرار ہوا اور اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا تو مغربی جرمنی کی حکومت نے اسے مغربی جرمنی ہی میں تلاش کیا کیونکہ یہاں

اس کے اہل خانہ آباد تھے۔ خاص طور سے ہرمین سیموئل جو اس کا بیٹا تھا اور اسی کے نقش قدم پر چل رہا تھا یعنی ایک ایسا سائنسدان جو جدید جرمنی کے لیے بہت سے کام کر رہا تھا گو اسے سرکاری حیثیت حاصل نہیں تھی اور اس نے بذات خود موجودہ حکومت سے تعاون نہیں کیا تھا لیکن اس کی سائنسی صلاحیتوں کا لوہا سب مانتے تھے۔ جب ایسٹر سیموئل کے گھر پر ریڈ کیا گیا تو ہرمین سیموئل نے ایسٹر سیموئل کو چھپانے کی کوشش کی بلکہ وہ وہاں سے فرار بھی ہوا اور اتفاقیہ طور پر پکڑنے کی کوششوں میں مارا گیا۔ ایسٹر سیموئل کی لاش کو دیکھنے کے بعد تصدیق کر دی گئی کہ یہ ایسٹر سیموئل ہی ہے لیکن ہرمین سیموئل باقاعدہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے اپنے تمام اثاثے فروخت کیے اور اس کے بعد وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس واقعے کو تقریباً سات سال گزر چکے تو مغربی جرمنی کی حکومت کو اور اقوام متحدہ کے ایک خاص رکن کو علم ہوا کہ ہرمین سیموئل اپنے باپ ایسٹر سیموئل کے ایک مخصوص فارمولے پر کام کر رہا ہے۔ یہ جراثیمی فارمولا انسانی ہلاکت کے لیے بڑی اہم حیثیت کا حامل تھا اور اس کے بارے میں یہ سنا گیا تھا کہ ہٹلر نے اگر اس فارمولے کو پا لیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہو چکی ہوتیں اور آج وقت شاید نازی جرمنی کا دور دورہ ہوتا۔ بہرطور جراثیمی ہتھیاروں کا ایک ٹیوب ایک ملک کے ہاتھوں فروخت کیا گیا جو جنگی صلاحیتیں حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے۔ اس ملک میں ان جراثیمی ہتھیاروں کی تیاری شروع ہو گئی۔ لیکن بات چھپی نہ رہ سکی اور اسی سلسلے میں ہرمین سیموئل کا نام سامنے آیا۔ ہرمین سیموئل کی تلاش میں دنیا کے کئی ممالک کوششیں کر رہے ہیں اور ہر قیمت پر اسے گرفت میں لینے میں کوشاں ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہرمین سیموئل کی زندگی انسانی ہلاکت کے لیے بدترین ہے اور اگر اس نے اپنا یہ جراثیمی فارمولا عام کر دیا تو دنیا کے کئی جنگ باز ملک ان جراثیمی ہتھیاروں کی تیاریاں شروع کر دیں گے اور نتائج جو کچھ بھی ہیں وہ آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔ خصوصی طور پر کئی ممالک کی ایک مشترکہ ٹیم تیار کی گئی اور وہ اپنی معلومات کا تبادلہ کرنے لگے۔ ان میں سے کچھ ملک ایسے بھی ہیں جو خفیہ طور پر الگ کارروائیاں بھی کر رہے ہیں یعنی ان کے نمائندے اس ٹیم میں شامل ہیں اور اپنی اپنی معلومات انسانیت کی بقا کے لیے دوسروں کو دے رہے ہیں لیکن در پردہ ان کی کوشش یہ ہے کہ ہرمین سیموئل ان کے قبضے میں آجائے اور اس سے وہ جراثیمی فارمولا حاصل کر لیا جائے۔ ہرمین سیموئل کے بارے میں کوئی اہم اطلاع ابھی تک نہیں ملی تھی لیکن کچھ دن پہلے آپ کے اس ملک کے ایک مخصوص علاقے میں جو سرحدی خانہ بدوشوں کا علاقہ تصور کیا جاتا ہے، کچھ سیاح جن کا تعلق مغربی جرمنی سے تھا اور جو قدیم خانہ بدوشوں کی زندگی پر ریسرچ کر رہے تھے۔ خصوصاً مشرق کے خانہ بدوشوں پر انہوں نے خانہ بدوشوں کے ایک علاقے کی تصویر کشی بھی کی تھی اور ایسی ہی تصویر کشی کے دوران مغربی جرمنی کے ایک مشہور سیاح نے چند تصاویر بنائیں اور انہیں حکومت مغربی جرمنی کو پیش کیا گویہ صرف ایک ثقافتی معاملہ تھا لیکن اس تصویر میں جو کچھ دیکھا گیا وہ انتہائی ہولناک تھا یعنی ہرمین سیموئل کو ان خانہ بدوشوں کے روپ میں اس تصویر میں دیکھ لیا گیا۔ بعد میں اس تصویر پر جس میں ہرمین سیموئل کی تصویر بہت مدھم تھی، اعلیٰ پیمانے پر کام کیا گیا۔ اور اس کے اتنے بڑے بڑے انلارجمنٹ تیار کر لیے گئے کہ اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہو اور تمام تر شواہد اور ثبوت یہی ملے کہ وہ ہرمین سیموئل ہی ہے اور ان علاقوں میں پوشیدہ ہے۔ خانہ بدوشوں کے اس دور دراز کے علاقے میں ہرمین سیموئل کیا کر رہا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے اب کوئی نہیں جانتا لیکن وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے یہ محفوظ علاقہ منتخب کر کے یہاں سے اپنی کارروائیاں شروع کی ہیں اور اس کی اطلاع ابھی صرف ہمارے پاس ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دوسرے ممالک بھی اس کی بھنک پا چکے ہوں لیکن بظاہر ابھی اس کا اندازہ نہیں ہوتا۔ تاہم کچھ ایسے مدہم ثبوت ضرور ملے ہیں کہ کچھ اور لوگوں نے ادھر ہی کا رُخ کیا ہے لیکن چونکہ ابھی باقاعدہ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں مل سکا۔ اس لیے ہم خوفزدہ نہیں ہیں۔ میری حکومت نے خصوصاً مجھے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ میں آپ لوگوں کو یہ تفصیل بتا کر ہرمین سیموئل کی نشاندہی کر دوں اور آپ سے اس مشن میں مدد مانگوں۔" میں خاموشی سے زیلا ایڈمن کی داستان سن رہا تھا۔ شہباز احمد صاحب اس دوران مکمل طور پر خاموش رہے تھے اور انہوں نے اس سلسلے میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ تب میں نے زیلا ایڈمن سے کہا۔

"آپ کے پاس وہ تصویر موجود ہے؟"

"ہاں۔ اس کے چند چھوٹے چھوٹے فوٹو گراف میں لائی ہوں اور مجھے مسرت ہے کہ اتفاق سے میں انہیں اپنے پاس ہی محفوظ رکھ سکتی ہوں ورنہ — ورنہ جناب جہانگیر جمال شاہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صاحب وہ بھی شاید آپ کی تحویل میں پہنچ گئے ہوتے"۔ میں نے مسکرانے کے علاوہ اور کچھ نہ کیا۔ زیلا ایڈمن نے وہ چھوٹے فوٹوگراف نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ سرخ دائرے میں ایک چہرہ نظر آ رہا تھا جو ہرمین سیموئل کا تھا اور میں اس چہرے کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر میں نے فوٹوگراف شہباز احمد صاحب کی طرف بڑھا دیا اور وہ بھی اس کا جائزہ لینے لگے۔ میں نے ان سے کہا۔

"جناب عالی، اب اس سلسلے میں میری اپنی خدمات کا تعین فرمائیں گے آپ"۔ شہباز احمد صاحب چونک پڑے اور انہوں نے کہا۔

"میں تو اس داستان میں ایسا کھو گیا کہ باقی سب کچھ بھول گیا۔ ہاں جہاں تک مس زیلا ایڈمن کی آمد کا معاملہ ہے۔ اعلیٰ سرکاری حکام کو اس کے بارے میں تمام تر تفصیلات معلوم ہیں۔ اس سلسلے میں جو معلومات تمہیں حاصل ہوئی ہیں وہ میں ذاتی طور پر زیلا ایڈمن کی خواہش کے مطابق کی ہیں۔ باقی رہا چند اور معاملات کا تعلق تو اس سلسلے میں مجھے کچھ گفتگو کرنا ہوگی۔ اور بعد میں یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم مزید کیا کر سکتے ہیں۔" زیلا ایڈمن نے کہا۔

یقیناً جناب، بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ میری حکومت کی طرف سے باقاعدہ ضروری اشخاص سے گفتگو کی جا چکی ہو گی اور جب آپ ان سے رابطہ قائم کریں گے تو اس کا فیصلہ ان کے پاس ہوگا لیکن ہمیں آپ کے حکم کا انتظار کرنا ہے اور اس دوران اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی پرائیویٹ جگہ قیام کر لوں۔"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے یہ احکامات حاصل کرنے میں مجھے بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا بلکہ میں تو یہ ذمہ داری اب جہانگیر جمال ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ وہی آپ کے قیام کے لیے معقول بندوبست کریں گے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"ایک معزز مہمان کے سلسلے میں جو ذمہ داریاں مجھے سونپی جائیں گی۔ میں انہیں بخوشی پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔" زیلا ایڈمن کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ اس کے بعد شہباز احمد صاحب نے تھوڑی دیر تک مزید گفتگو کی اور ہمیں آئندہ کا پروگرام سمجھایا پھر ہم دونوں کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم زیلا ایڈمن کے لیے معقول ترین بندوبست کرو گے۔ اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔"

"بعد میں آپ مس ایڈمن سے اس سلسلے میں سوالات کر سکتے ہیں جناب۔" میں نے کہا اور شہباز احمد صاحب نے گردن ہلا دی۔ زیلا ایڈمن کو میں اپنی کار ہی میں وہاں سے لے کر چلا تھا۔ راستے میں اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی وجہ سے مجھے ہوٹل دلکشا چھوڑنا پڑا۔ اب آپ میرے لیے قیام کی کون سی جگہ منتخب کرتے ہیں؟"

"میں اب آپ کی تمام ذمہ داریاں سنبھال چکا ہوں مس ایڈمن چنانچہ آپ کو بے فکر ہو جانا چاہیے۔" ایڈمن جانے کس خیال کے تحت ہنس پڑی بہرحال میں نے فائیو اسٹار ہوٹل ناروے میں اس کے لیے ایک خوبصورت کمرہ حاصل کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کمرے کی خوبصورتی پہ تبصرہ کر رہے تھے۔ زیلا ایڈمن نے کہا۔

"بلاشبہ یہ بہت مہنگا ہو گا لیکن نہایت خوبصورت ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ اس ملک میں اتنے حسین ہوٹل بھی موجود ہیں۔" میں نے مسکرانے کے سوا اور کچھ نہ کیا۔ تب زیلا ایڈمن کہنے لگی۔

"کیسی دلچسپ بات ہے؟ دراصل تمہارے سلسلے میں جرمن سیکرٹ سروس کے ریکارڈ میں بہت سی اہم باتیں درج ہیں اور تمہیں وہ پہلا سیکرٹ ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ جس نے راتوں رات بہترین کارنامے نمایاں انجام دے کر بہت بڑا انعام حاصل کر لیا ہے۔" میں ہنس پڑا دراصل مجھے یہ یاد آ گیا تھا کہ میں فطری طور پر قطعی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے اس سلسلے میں کوئی تربیت حاصل کی ہے۔ زندگی کے کسی دور میں یہ نہیں سوچا تھا کہ سرکاری پیمانے پر ایسے کسی جھگڑے میں ملوث ہو جاؤں گا نہ تیمور جمال صاحب میرے راستے روکتے اور نہ میرا رخ اس جانب ہوتا بہرطور یہ تو ان کی محبت ہے کہ انہوں نے مجھے چند ہی دنوں میں یہ مقام دے دیا تھا۔ میں نے زیلا ایڈمن سے کہا۔

"میں شاید تم لوگوں کی ذہانت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں تاہم تمہارا شکریہ۔"

"خیر جو کچھ تم ہو اس کا تجربہ تو میں کر چکی ہوں۔ یقین کرو وہ نوٹ بک غائب دیکھ کر میں حیران کر رہ گئی اور بہت دیر تک مجھے اپنی ذہنی حالت پر قابو نہ رہا۔ میں یہ سوچتی رہی کہ آخر مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے جس کی

بنیاد پر تم میری طرف سے مشکوک ہو گئے۔ اس کے علاوہ تو اور کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نوٹ بک غائب کرنے میں تمہارے علاوہ کسی اور کا ہاتھ ہے۔" میں نے مسکرانے کے علاوہ اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے زیلا ایڈمن سے کہا۔

"بات کچھ بھی ہو مس ایڈمن آپ کم از کم مجھے اس بات کی داد ضرور دیں گی کہ آپ مجھے پسند آئی تھیں اور میں نے آپ سے دوستی کی جانب قدم بڑھائے تھے تو آپ کو آپ کے فرار ہونے کے باوجود زیادہ دیر تک دور نہ رہنے دیا۔" زیلا ایڈمن ہنس پڑی پھر بولی۔

"نہیں، میں یہاں آپ سے متفق نہیں ہوں مسٹر جمال کیونکہ مجھے تو آپ تک پہنچنا ہی تھا۔"

"اس میں بھی میرے کچھ جذبے ہی کو دخل تھا" میں نے مقامی داؤ مارا اور یہ داؤ اس کے لیے اجنبی تھا۔ ویسے بھی ان غیر ملکی لڑکیوں میں ایک خوبی ہمیشہ ہی نمایاں مجھے نظر آئی۔ زندگی کی ضرورتوں کو یہ بہت دور سے نہیں دیکھتیں اور انہوں نے لپنے اوپر بلاوجہ کے اخلاقی خول نہیں چڑھا رکھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مشرق کی یہ روایات بری ہیں لیکن مغرب کو اگر ان کی روایات سے ہی چوٹ نہ کیا جائے تو اس کا مقصد ہے کہ مشرق اپنا فرض پورا نہیں کر رہا اور بہرطور یہ فرض مجھے پورا کرنا تھا اور اس فرض میں زیلا ایڈمن کی فراخدلی میری معاون رہی اور ہم بہت ہی گہرے دوست بن گئے۔ میں دوسری صبح ہی وہاں سے واپس آیا تھا۔ فلیٹ پہنچ کر ضروری تیاریاں کیں اور ابھی دفتر جانے کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ آفتاب کمال میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"سر۔ رات کو میں بہت دیر تک آپ کو تلاش کرتا رہا۔"

"خیریت ہے؟"

"ہاں۔ اس کی ہدایت مجھے شہباز احمد صاحب نے دی تھی۔"

"مگر کل رات کو تو میں شہباز احمد صاحب کے ساتھ ہی تھا۔"

"جی ہاں۔ جب آپ زیلا ایڈمن کو وہاں سے لے کر چلے تو آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ اس کے قیام کا بندوبست کہاں کریں گے۔ میں نے بھی خصوصاً اس پر زور نہ دیا کہ آپ کو تلاش کرتا جبکہ شہباز احمد صاحب نے کہا تھا کہ آپ سے رابطہ بے حد ضروری ہے۔ سر، یہاں آپ سے تعاون کرتے ہوئے میں نے صبح کا انتظار ضروری سمجھا۔ ویسے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوں گے۔ جیسے ناروے یا۔"

"نہیں بس یا۔ یا کی ضرورت نہیں۔ تمہارا پہلا اندازہ ہی بالکل درست ہے۔"

"سر میں ناروے جا کر آپ کو فوری طور پر تلاش کر سکتا تھا لیکن میرا تعاون۔"

"اس کے لیے بے حد شکریہ آفتاب کمال" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا۔

"مگر فوری طور پہ شہباز صاحب کو میری ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے؟"

"اس سلسلے میں انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔"

"اچھا خیر چھوڑو، یہ بتاؤ ایک نام لیتا ہوں تمہارے سامنے، اس کی کچھ تفصیلات تمہارے علم میں ہیں یا؟"

"فرمایئے۔"

"ایشر سیموئل۔" آفتاب کمال نے آنکھیں بھینچ لیں۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔

"زیادہ عرصہ پرانی بات نہیں ہے۔ وہ روسی قید سے فرار ہو گیا تھا؟"

"ہرمین سیموئل؟"

"ہاں اس کا بیٹا تھا جو مغربی جرمنی سے غائب ہو چکا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے مجھے اپنا ریکارڈ دیکھنا پڑے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ آفتاب کمال اپنے اس امتحان میں بھی پورا ہی اترا تھا لیکن مزید ریکارڈ دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے فوری طور پر شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کیا اور انہوں نے کہا۔

"رات کو مجھے تمہاری ضرورت تھی لیکن اب شام کو پانچ بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔ زیلا ایڈمن سے مزید کسی ملاقات کا تو کوئی وعدہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔ لیکن شام کو ظاہر ہے مہمان نوازی کے طور پر مجھے اس کے پاس جانا ہو گا۔"

"نہیں، اب ضرورت نہیں ہے، وہ یہاں سے روانہ ہو چکی ہے۔" شہباز احمد صاحب کے اس بیان نے میرے ذہن میں پھر ایک دھماکہ سا کیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"روانہ ہو چکی ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تفصیلات شام پانچ بجے اور میری کوٹھی پر" شہباز احمد صاحب نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ لیکن میں ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہ گیا۔ یہ لڑکی تھی کہ چھلاوہ اس میں شک نہیں کہ بہت پراسرار، بہت دلکش اور بہت دل موہ لینے والی تھی لیکن دوبارہ غائب ہو گئی تھی جبکہ ساری رات اس نے مجھ سے اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا اور اشارے میں بھی یہ بات نہیں بتائی تھی کہ وہ فوری طور پر کہیں جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ تھی وہ بھی مشہور ترین تاہم اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لینا ضروری تھا اور میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"زیلا ایڈمن ناروے ہوٹل کے روم نمبر سات سو آٹھ میں ہے۔ ذرا اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے فون پر اطلاع دینا۔" آفتاب کمال چلا گیا اور میں کاہلوں کی طرح صوفے پر دراز ایڈمن کے بارے میں سوچتا رہ گیا۔ یہ دوہری چوٹ بڑی زبردست تھی لیکن۔ لیکن میرے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ بھی برا نہیں ہے آفتاب کمال نے وہی اطلاع دی تھی جو شہباز احمد صاحب مجھے دے چکے تھے لیکن زیلا ایڈمن کہاں گئی۔ کیا اس کا میرے ساتھ کام کرنا ضروری نہ تھا یا پھر وہ اپنے طور پر اس مشن پر کام کر رہی ہے۔ خیر اب یہ تو معلوم تھا کہ اس کا تعلق جرمن سیکرٹ سروس سے ہے چنانچہ اسے تلاش کرنے میں بہت زیادہ وقت نہیں پیش آئے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اسی کیس میں کہیں اور مل جائے۔ لیکن اب حسرتوں کا شکار نہیں ہوا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے میدان وسیع تھے اور میرے ہاتھ میں بندوق بھی تھی۔

شام کو ٹھیک پانچ بجے میں شہباز احمد صاحب کی کوٹھی کے دروازے پر تھا۔ اندر ان کی کار نظر آ رہی تھی۔ سیکیورٹی گارڈز کو غالباً میرے بارے میں ہدایت کر دی گئی تھی کہ میرے آنے پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے۔ چنانچہ مجھے باسانی اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں شہباز احمد صاحب کے کمرے میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے جتنا وقت تمہیں مل گیا ہے وہ اس مہم پر کام کرنے کے لیے موڈ بنانے کو کافی ہوگا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"جب کوئی کام میرے سپرد کیا جاتا ہے تو میرا موڈ خود بخود بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کسی کام کو میرے سپرد کرنے کے بعد آپ کو اس میں میری طرف سے کاہلی کی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہوگی۔"

"نہیں بھئی، یہ الفاظ ادا کرنے کا مقصد بالکل یہ نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کام مل جانے کے بعد پوری طرح مستعد ہو جاتے ہو۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں فوری طور پر کام کا آغاز کر دو۔"

"زیلا ایڈمن کی اچانک واپسی کیا حیثیت رکھتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔ اور شہباز احمد صاحب سوچ میں گم ہو گئے پھر انہوں نے کہا۔

"اس کے سپرد شاید اتنی ہی ذمہ داری کی گئی تھی کہ وہ تمہیں ان واقعات سے آگاہ کر دے اور بات مجھ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ وہ اوپری ذرائع سے میرے پاس پہنچی تھی کیونکہ یہ بات اعلیٰ حکام بھی جانتے ہیں کہ تمہارا تعلق براہ راست مجھ سے ہے۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ زیلا ایڈمن اپنے وطن واپس چلی گئی ہے؟"

"کیا تم سے اس بارے میں اس نے کوئی تذکرہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ غالباً اس طرح جرمن جاسوسہ اپنے آپ کو پراسرار بنا کر پیش کرنا چاہتی تھی۔" شہباز احمد صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بولے۔

"بہرحال۔ ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس کے سپرد مزید ذمہ داریاں کی گئی ہوں اور جب تم اپنی مہم پر اس علاقے میں جاؤ۔ تو کہیں اس سے تمہاری ملاقات ہو جائے۔"

"کیا مطلب؟ کیا وہ یہاں سے باقاعدہ واپس نہیں گئی؟"

"نہیں، اس سلسلے میں ہماری ذمہ داریاں قائم نہیں کی گئی تھیں۔ اس سے بس اتنا ہی تعلق تھا ہمارا۔ ویسے تم نے اسے کہاں ٹھہرایا تھا؟"

"ہوٹل ناروے۔"

"ٹھیک ہے، اچھی جگہ تھی۔ مجھے یہ اطلاع کہ وہ وہاں سے چلی گئی ہے اوپری ذرائع سے ملی ہے اور زیلا ایڈمن کو اوپری ذرائع سے ہی میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ اعلیٰ حکام یہ بات جانتے ہیں کہ تمہارا تعلق براہ راست مجھ سے ہے۔ زیلا ایڈمن کو میرے پاس بھیجنے کا مقصد یہی تھا کہ اس کا تم سے

تعارف کرا دیا جائے۔"

"مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ کے بلانے کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"بس وجہ صرف یہی ہے کہ تم جلد از جلد وہاں روانہ ہو جاؤ۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے ہرمین کو تلاش کر کے گرفتار کر دو یا کم از کم اسے ہلاک کر دو۔ وہ فارمولا جو اس کے پاس موجود ہے۔ بہتر ہے کہ کسی اور کے قبضے میں نہ جانے پائے۔ اب تک موصول شدہ اطلاعات یہی ہیں کہ وہ فارمولا ہرمین سے کوئی حاصل نہیں کر سکا اور ہرمین ذاتی طور پر اس پر کام کر رہا ہے۔"

"بہتر ہے۔ میں روانہ ہو جاتا ہوں۔ اس سلسلے کی کچھ اور تفصیلات درکار ہوں گی۔"

"ہاں تفصیلات مجھے فراہم کر دی گئی ہیں۔" میں سوالیہ نگاہوں سے شہباز احمد کو دیکھنے لگا تو انہوں نے ایک کاغذ الٹ کر اسے پڑھتے ہوئے کہا۔

"ذاتی طور پر بھی میں ان علاقوں کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ ویسے سرکاری طور پر جو اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔ وہ یہی ہیں کہ جس جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ وہاں سرداری نظام قائم ہے اور خانہ بدوش قبائل بھی وہاں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ خانہ بدوش قبائل عموماً جرائم پیشہ ہیں۔ ہر طرح کی اسمگلنگ کرتے ہیں اور ہر چیز اسمگل کر لیا کرتے ہیں جس میں منشیات اسلحہ اور ایسی ہی دوسری چیزیں شامل ہیں۔ یہ بہترین قسم کے جنگجو بھی ہیں اور عموماً ان کی آپس کی لڑائیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارا پولیٹیکل ایجنٹ وہاں موجود ہے اور بذاتِ خود اسی علاقے کا باشندہ ہے۔ اس کا نام رحمان جان ہے اور ہمارے تمام مسائل وہی حل کراتا ہے۔ رحمان جان تم سے ہر طرح کا تعاون کرے گا۔ اس کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ خاص طور سے تمہیں دو قبیلوں پر نگاہ رکھنی ہے۔ ان میں سے ایک قبیلہ جبنول کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا مرجان۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان کبھی مفاہمت ہو جاتی ہے اور کبھی بدترین دشمنی۔ لڑتے جھگڑتے ہی رہتے تھے لیکن دونوں ہی خطرناک ہیں۔ اور سرحدی علاقے میں ان کا تعلق براہ راست مقامی سرداروں سے ہے۔ کبھی کبھی یہ وہاں کے نظام کے آڑے بھی آ جاتے ہیں اور اس وقت حکومت کے لیے کافی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ غالباً تم نے کبھی نہ کبھی سنا ہوگا کہ ان قبیلوں میں خونریز جنگ چھڑ گئی اور حکومت کو وہاں باقاعدہ کارروائیاں کرنا پڑیں۔ وہ علاقے بظاہر پسماندہ علاقے تصور کیے جاتے ہیں لیکن تم وہاں جا کر دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ انہوں نے ہر طرح کی آسائشیں فراہم کر رکھی ہیں۔ اور ان کا زیادہ تر ذریعہ اسمگلنگ ہی ہے۔ بہر طور تمہیں وہاں پہنچ کر ہرمین سیموئل کی تلاش کر کے اسے قتل کر دینا ہوگا۔ کیونکہ گرفتاری کے لیے اس لیے زور نہیں دیا جا سکتا کہ وہاں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کسی نہ کسی کا تعاون حاصل ہے۔ اور جس کا تعاون بھی اسے حاصل ہوگا۔ وہ آسانی سے اس کی گرفتاری پسند نہیں کرے گا۔ ایسی حالت میں تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تمہیں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن" شہباز احمد صاحب رک کے مسکرائے اور بولے۔ "مجھے اعتماد ہے کہ تم اس مسئلے کا حل ضرور دریافت کر لو گے۔ تو پھر تم کب روانہ ہو رہے ہو؟"

"بہت جلد، شاید کل۔" میں نے جواب دیا اور شہباز احمد صاحب بولے۔

"میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔"

آفتاب کمال نے ڈیپارٹمنٹ ٹو اے فور میں باقی تفصیلات سے مجھے آگاہ کیا۔ وہاں تک کے لیے ہوائی سروس ایک مخصوص مقام تک تھی اور اس کے بعد سے بسوں کے ذریعے باقی سفر طے کرنا تھا۔ چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگا۔ اور ان تیاریوں کے سلسلے میں کسی کو اطلاع دینا قطعی ضروری نہیں تھا۔ یہاں تک کہ شہباز احمد صاحب سے بھی میں نے یہ نہیں بتایا کہ میں کب روانہ ہو رہا ہوں اور اس کے بعد میرا طیارہ جو اندرونی پروازوں پر رہتا تھا، مجھے لے کر اس شہر کی جانب چل پڑا جہاں پہنچنے کے بعد مجھے آگے کا سفر کرنا تھا۔ موسم کی خرابی کی بنا پر اس شہر پہنچنے کے بعد طیارے کو فضا میں کئی چکر لگانے پڑے۔ باہر بارش ہو رہی تھی اور دھند چھائی ہوئی تھی تاہم کچھ وقتوں کے بعد طیارہ رن وے پر اتار لیا گیا۔ مسافروں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی تھی لیکن طیارے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ باہر شدید بارش ہو رہی تھی جس کی بنا پر خصوصی انتظامات کرنے کے لیے کچھ وقت لگایا گیا اور پھر مسافروں کو محفوظ طریقے سے ایئرپورٹ لاؤنج تک لے جایا گیا۔ یہاں البتہ مسافروں کی سہولت کے لیے کافی بہتر بندوبست تھا۔ چنانچہ کوئی دقت نہیں ہوئی۔ مسافروں سے یہ بھی پوچھا گیا کہ وہ کہاں کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں نے ایک ہوٹل کا نام دے دیا تھا۔ ظاہر ہے اس وقت ہوٹل کا قیام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہی ممکن ہو سکتا تھا کیونکہ بارش میں آگے جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے بھی ضروری تھا کیونکہ مجھے اس علاقے کے بارے میں سفر کے ذرائع کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھیں۔ جس ہوٹل کا میں نے نام لیا تھا اس کے بارے میں بہت بار سن چکا تھا۔ سرحدی شہر میں یہ ہوٹل بڑی خوبصورت جگہ پر واقع تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے صحیح معنوں میں بارشوں کا پورا پورا لطف لیا تھا۔ سردی کافی تھی، حالانکہ میں روانہ ہوا تھا تو میرے پاس سردی کا کوئی لباس موجود نہیں تھا۔ ان علاقوں کے بارے میں یہ تو سُنا تھا کہ یہاں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اتنی سردی کی بھی توقع نہیں تھی۔ تاہم کمرہ گرم تھا۔ البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کل دن میں سب سے پہلا کام سردی کے لباسوں کی خریداری کا کرنا ہے۔ خشک اور بے کیف رات بہت تکلیف دہ تھی۔ ایسے حسین موسم میں تو بہت سے سہاروں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس سرحدی شہر کی روایات بھی میں جانتا ہوں۔ سہارے مل تو سکتے ہیں لیکن ان کا حصول آسان نہیں تھا۔ اور میں بہرطور اس قسم کے معاملات میں زیادہ خطرات مول لینے کا عادی نہیں تھا۔ صبح کو تقریباً ساڑھے دس بجے سو کر اٹھا اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا۔ آسمان صاف تھا اور سڑکوں کو دیکھ کر اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں ایک قطرہ بھی بارش کا گرا ہے۔ انتظامات بہترین تھے۔ بہرطور موسم کے خوشگوار ہو جانے سے مجھے بھی خوشی ہوئی تھی۔ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے یہی سمجھا کہ ویٹر کسی کام سے آیا ہے۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ میری اجازت ملنے پر آنے والا اندر داخل ہو گیا اور اسے دیکھ کر مجھے سنبھلنا پڑا۔ شلوار قمیض میں ملبوس ایک بہترین جسامت کا نوجوان آدمی تھا جسے خوبصورت ترین کہا جاسکتا تھا۔ خدوخال غیر ملکیوں کی طرح تھے۔ آنکھیں انتہائی خوبصورت اور نیلی تھیں۔ ایک نگاہ میں دیکھ کر اسے ایک دلکش نوجوان کہا جاسکتا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور وہ آگے بڑھ کر بولا۔

"میرا نام غلام آغا ہے اور میں آپ کے پاس ایک اہم مسئلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"بیٹھو۔" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور میری اجازت ملنے پر وہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنی قمیض کی جیب سے ایک کارڈ نکالا اور اسے نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ وہ سرکاری عہدے دار تھا اور وزارت داخلہ کی شناخت رکھتا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"مقامی پولیٹیکل ایجنٹ رحمان جان میرے چیف ہیں اور میں ان کے مقاصد کے لیے کام کرتا ہوں۔ مقامی قبیلے سے ہی میرا تعلق ہے اور میری مدت ملازمت تقریباً آٹھ سال ہے۔ رحمان جان کو آپ کی آمد کے بارے میں اطلاع تھی اور مجھے پیشگی روانہ کر دیا گیا تھا۔ ایئر پورٹ سے میں نے آپ کو دیکھا اور اس کے بعد آپ کے ہوٹل تک آپ کا تعاقب کیا۔ بارش کی وجہ سے ذرا پریشانی ضرور ہوئی لیکن جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ آپ اطمینان سے اس ہوٹل میں آپہنچے ہیں تو میں اطمینان سے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اور اب میں اس وقت آپ کے پاس اسی لیے آیا ہوں کہ آپ کو آئندہ کے معاملات میں مدد دوں۔" مجھے کسی قدر تعجب ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

"کیا رحمان جان کو میرے بارے میں تفصیلات بتا دی گئی ہیں؟"

"ہاں۔ اور رحمان جان نے مجھے بھیجا تو ظاہر ہے صرف اتنی سی شناخت کافی نہیں ہوگی اور آپ کو مجھے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتانا ہوں گی۔ بلکہ اپنے بارے میں ہی نہیں، آپ کے بارے میں تاکہ آپ کو اطمینان ہو جائے۔ آپ یہاں ایک ایسے شخص کی تلاش میں آئے ہیں جو مقامی باشندہ نہیں ہے لیکن مقامی باشندوں کے درمیان موجود ہے اور آپ کو اس کے خلاف کام کرنا ہے چونکہ وہ ایک خطرناک مجرم ہے۔ وزارت داخلہ کی طرف سے آپ کو بھیجا گیا ہے اور وزارت خارجہ براہ راست اس میں ملوث ہے۔ ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں اور آپ کو یہاں کے بارے میں تفصیلات فراہم کریں۔ کیا اب آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو مجھ پر اعتماد ہوا یا نہیں؟"

"یقیناً غلام آغا، میں سمجھتا ہوں کہ اتنا کچھ کافی ہے۔"

"تاہم اس بات کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے کہ آپ کا رابطہ براہ راست وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری جناب شہباز احمد صاحب سے رہے اور آپ ان سے کسی بھی مسئلے میں مزید ہدایات لے سکیں۔"

"ویری گڈ۔"

"اب آپ سے یہ معلوم کرنا پسند کروں گا میں کہ وہ شخص کیا آپ کا شناسا سا ہے، میرا مطلب ہے آپ اسے چہرے سے پہچانتے ہیں؟"

"میرے پاس اس کی تصویر موجود ہے۔" میں نے کہا اور اپنے سامان سے ہرمین کی وہ تصویر نکال کر اس کے سامنے کر دی جو اس گروپ فوٹو سے انلارج کر کے علیحدہ کی گئی تھی۔ آغا اس تصویر کو بغور دیکھنے لگا پھر بولا۔

"حیرت انگیز طور پر اس کے نقوش ہمارے ہاں کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور آپ کا کہنا ہے کہ یہ مقامی شخص نہیں ہے۔ ویسے اس شخص کے ساتھ بھی اور کوئی تصویر ہوگی۔ اگر ہمیں وہ تصویریں بھی فراہم ہو جائیں تو ہم یہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس کے ساتھ موجود ہیں۔"

"نہیں، یہ ممکن نہیں۔ تصویر ان سیاحوں کی لی ہوئی ہے جو انہوں نے وہاں گھومتے پھرتے ہوئے لی تھی اور اس وقت زیادہ تر سیاح ہی اس کے آس پاس موجود تھے۔"

"تصویر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف مقامی لوگوں میں گھل مل گیا ہے بلکہ اس نے مقامی لوگوں کا لباس اور زبان بھی اختیار کر لی ہوگی ورنہ یہاں کے لوگ عموماً بیرونی لوگوں کو اپنے درمیان شامل نہیں ہونے دیتے۔"

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہ قبیلہ جنول اور قبیلہ مرجان کے درمیان موجود ہے اور انہی کے درمیان یہ وقت گزار رہا ہے۔" غلام آغا کے چہرے پر کسی قدر تشویش کے آثار پھیل گئے اور پھر چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "صورتحال خاصی مشکل ہو جائے گی کیونکہ یہاں تو چھوٹے چھوٹے قبائل بھی ہر طرح کی جرائم پیشہ کارروائیاں کرتے ہیں۔ وہ افیم اور ہیروئن کی اسمگلنگ بھی کرتے ہیں، ویسے سرداری نظام کے تحت ان پر نگاہ رکھی جاتی ہے لیکن ان کے وسائل بہت زیادہ ہیں اور خاص طور سے ان دونوں قبیلوں کے کیونکہ اس علاقے سے لے کر دور دور تک انہوں نے ایسے رابطے قائم کیے ہوئے ہیں کہ سرحدی حد بندیاں ان کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ با آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دوسرے جرائم بھی منظر عام پر ہیں۔ چوری اور ڈاکہ زنی ہر طرح کی وہ کارروائی کر لیتے ہیں جو عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہیں۔ بہرطور ان سے نمٹنے کے لیے ہمیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ بہت جنگجو اور خونخوار قبیلے ہیں لیکن فکر کی بات نہیں ہے۔ اگر وہ شخص ان کے درمیان موجود ہے تو ہم اسے تلاش کرنے کے لیے ان لوگوں سے مدد لے سکتے ہیں۔ خوش بختی کی بات یہ ہے کہ رحمان جان کے تعلقات دونوں ہی قبیلوں کے سربراہوں سے ہیں۔ اگر یہ معاملہ براہ راست ان سے متعلق نہیں ہے تو یقینی طور پر وہ ہماری مدد کریں گے۔"

"اور اگر وہ سربراہ یا ان میں سے ایک جو ہرمین کا سرپرست ہوا یہ بات معلوم کرنے گا تو کیا وہ ہمارے لیے مشکلات نہیں کھڑی کرے گا۔" غلام آغا کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس نے کہا۔ "ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ یہ خطرہ تو بہرحال موجود ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ غلام آغا نے کہا۔

"پھر یوں کرتے ہیں کہ شام کو پانچ ساڑھے پانچ بجے ہم یہاں سے اس علاقے کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں۔"

"رحمان جان سے میری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟"

"میں آپ کو ان سے بھی ملا دوں گا لیکن ابھی وہ مصروف ہیں اور انہوں نے میری ذمہ داریاں لگائی ہیں کہ میں آپ کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تعاون آپ کی پسند کے مطابق ہی ہوگا۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں، اس بات پر مجھے یقین ہے۔ ویسے تمہارا یہاں قیام کہاں ہے؟" وہ مسکرایا پھر ہنس پڑا اور بولا۔

"آپ کے سامنے والے کمرے میں۔"

"کیا مطلب؟"

"جب آپ نے یہ کمرہ حاصل کیا تو میرے لیے بھی ضروری تھا کہ آپ کے قریب رہوں۔"

"بہت خوب۔" میں بھی مسکرا دیا۔ پھر میں نے غلام آغا کے لیے کافی منگوائی تھی۔ شکل و صورت اور گفتگو سے یہ شخص خاصا اچھا لگتا تھا۔ ہم نے بقیہ وقت ساتھ ہی گزارا اور اس کے بعد شام کو پانچ بجے غلام آغا ایک خوبصورت لینڈ روور میں میرا انتظار کر رہا تھا جو اس ہوٹل کے سامنے ہی تھی۔ ہوٹل کا یہ کمرہ میں نے اور اس نے ساتھ ساتھ ہی چھوڑ دیا تھا۔ انتہائی مضبوط قیمتی اور بے آواز انجن کی نئی لینڈ روور اس قدر آہستہ سے اسٹارٹ ہوئی کہ اس کے انجن کی آواز کا پتا بھی نہ چلا اور اس کے بعد وہ آگے روانہ ہو گئی۔ موسم اس لحاظ سے بہتر تھا کہ پچھلے دن کی مناسبت سے آسمان پر بادلوں کا کوئی وجود نہیں تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دن میں سورج بھی بھرپور طریقے سے نکلا تھا۔ اور اس وقت بھی ہوا چل رہی تھی اور بظاہر ایسے امکانات نہیں تھے کہ بارش ہو جائے۔ ہم شفاف سڑکوں کا سفر طے کرتے ہوئے شہر کے نواحی علاقوں میں نکل آئے اور اس کے بعد خشان سٹرک پر لینڈ روور کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ غلام آغا مجھے ان علاقوں کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا۔ سر سبز و شاداب پہاڑی علاقے بہت ہی خوبصورت نظر آ رہے تھے۔ ڈھلی ڈھلی پہاڑیوں پر جگہ جگہ سبزہ جھانک رہا تھا۔ بہت دور افق سے ملی ہوئی چوٹیوں پر برف کی تہیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ سبزی اور سفیدی کا یہ امتزاج بھی بے حد خوبصورت لگ رہا تھا اور میں اس موسم کو نگاہوں میں سموتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ہمیں کافی دیر تک سفر کرنا پڑا۔ جھٹپٹے ہوئے اور اس کے بعد رات کی تاریکیاں زمین پر اتر آئیں۔ کیونکہ غلام آغا ان علاقوں کا ماہر تھا۔ اور ان ناہموار سڑکوں پر گاڑی دوڑانا جانتا تھا۔ اس لیے وہ بلاجھجک اپنا یہ سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ پھر اس سفر میں ابھی خاصی رات ہو گئی تھی جب لینڈ روور ایک بستی میں داخل ہوئی۔ بستی بہت زیادہ جدید نہیں تھی لیکن پھر بھی یہاں بنے ہوئے مکانات کافی خوبصورت تھے اور ہر طرح کے مکانات اس بستی کی آبادی میں شامل تھے۔ غلام آغا نے کہا۔

"ویسے تو میں تمہیں قیام کے لیے اپنا مکان ہی پیش کرتا لیکن اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں رحمان جان کے مکان پر جا کر رکیں۔ ممکن ہے وہاں ہمارے لیے رحمان جان کا کوئی پیغام ہی موجود ہو۔" جب اس خوبصورت مکان کے وسیع و عریض احاطے کے بڑے گیٹ کے سامنے لینڈ روور رکی تو غلام آغا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ رحمان جان موجود ہے اس کی وہ گاڑی دیکھ رہے ہو نا۔ وہ صرف اور صرف اسی کے استعمال میں رہتی ہے۔" غلام آغا نے گاڑی کا ہارن دیا تو بڑا گیٹ کھل گیا اور وہ گاڑی کو وسیع و عریض احاطے میں اندر لیتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس خوبصورت لینڈ روور کے سامنے یہ لینڈ روور بھی رک گئی جو یہاں نظر آ رہی تھی۔ پھر برآمدے میں ہم نے ایک پستہ قد شخص کو دیکھا جو بھاری جسامت کا تھا لیکن چہرے ہی سے خطرناک نظر آ رہا تھا۔ یہی رحمان جان تھا۔ رحمان جان خشک چہرے اور کسی قدر بے حس سی شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی چمکدار آنکھوں سے ہم دونوں کو نیچے اترتے دیکھا۔ لیکن استقبال کے لیے ایک قدم آگے نہ بڑھایا یا تو وہ بہت مغرور آدمی تھا یا پھر کسی قدر جھکی۔ میں نے بھی کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ غلام آغا اس کے سامنے مودب ہو گیا تھا۔ میں خود ہی رحمان جان کے قریب پہنچا تو وہ اپنے سرد و سپاٹ لہجے میں بولا۔

"معزز مہمان کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرا نام رحمان جان ہے۔" اس نے اپنا موٹا اور چوڑی انگلیوں والا ہاتھ آگے بڑھایا جسے میں نے اسی سرد مہری سے اپنے ہاتھ میں لیا لیکن شاید رحمان جان کو اس کا کوئی احساس بھی نہ ہوا۔ اس نے غلام آغا کو آنے کا اشارہ کیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے اندر داخل ہو گیا۔ یہ مقامی طرز کی رہائش گاہ تھی۔ جس جگہ ہمیں لے جایا گیا وہاں بھی کوئی اعلیٰ درجے کا فرنیچر نہیں تھا۔ بس روایتی چیزیں تھیں اور ان روایتی چیزوں میں سے ایک چیز پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ اور رحمان جان خود بھی میرے سامنے بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔ اور غلام آغا سے کہا۔

"اندر جاؤ اور کھانے کی تیاریاں کراؤ۔" غلام آغا خاموشی سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔ رحمان جان نے میری صورت دیکھی اور بولا۔

"ابھی تک یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی تمہیں۔" رحمان جان کے اس سرد رویے نے مجھے کسی قدر جھنجلاہٹ کا شکار کر دیا تھا۔ میں نے بھی اسی سرد لہجے میں جواب دیا۔

"رحمان جان، میں یہاں سیر و سیاحت کے لیے نہیں آیا۔ اور نہ ہی مجھے تکلیف یا آرام سے کوئی دلچسپی ہے۔ میں صرف کام کی بات کرنا چاہتا ہوں۔" عجیب انسان تھا حالانکہ میرے لہجے میں تلخی تھی لیکن اس نے گردن اٹھا کر میری جانب دیکھا بھی نہیں اور بولا۔

"کھانا کھا لو۔ اس کے بعد میں تمہیں یہاں کے حالات بتاؤں گا۔"

"میرا خیال ہے یہ کام کھانا کھانے سے پہلے ہو جائے تو اچھا ہے۔ کھانا ضروری نہیں ہے اور اگر ضروری ہے بھی تو وہ ہماری باتوں میں حائل نہیں ہو سکتا۔" رحمان جان نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"مجھے کافی تفصیلات بتا دی گئی ہیں اور میں خلوص دل سے تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں کیونکہ حکومت مجھے اس بات کی تنخواہ دیتی ہے۔ ان دنوں یہاں کے معاملات

میں کافی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور اس کی وجہ یقینی طور پر وہ غیر ملکی شکاریوں کا ٹولہ ہے۔"

"غیر ملکی شکاریوں کا ٹولہ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، یہ ٹولہ تقریباً چھبیس ستائیس افراد پر مشتمل ہے اور ان کا ایک سربراہ بھی ہے جسے میں دیکھ چکا ہوں۔ پرتگالی باشندہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ٹولے میں موجود باقی لوگ پرتگالی نہیں ہیں۔ میں اس آدمی کا نام نہیں جانتا لیکن ہماری زبان بآسانی بول سکتا ہے۔ کافی تیز طرار اور وحشی قسم کا آدمی لگتا ہے۔ یہ لوگ لائسنس یافتہ شکاری ہیں اور حکومت نے انہیں باقاعدہ لائسنس جاری کیا ہے۔" میرے ذہن میں شہباز احمد صاحب کی بتائی ہوئی کچھ باتیں گونج اٹھیں اور میں نے اپنے طور پر ذرا گہرے انداز میں سوچا۔ تاہم میں نے اس کا اظہار رحمان جان پر نہیں کیا اور اس کی باتیں سنتا رہا۔

"قبیلہ جنول اور مرجان دونوں طاقتور اور بہادر قبیلے ہیں لیکن اب سے کچھ عرصے پہلے ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کے علاوہ اور کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں سے ان میں مسلسل چل رہی ہے۔ اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی بنیاد وہی غیر ملکی شکاری ہیں۔ یہ کم بخت جہاں بھی قدم رکھتے ہیں۔ سازشوں کا طوفان برپا کر دیتے ہیں۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون ہیں اور کس مقصد کے تحت انہوں نے یہاں یہ بے چینی پھیلا رکھی ہے ان دنوں قبیلہ جنول اور مرجان میں بڑی زبردست چل رہی ہے۔ سردار جرگے بلا بلا کر پریشان ہو چکے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں مصالحت کراتے ہیں لیکن کوئی نہ کوئی واقعہ ایسا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مصالحت خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور پھر نیا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے ———

جہاں تک اس سلسلے کا تعلق ہے جس کے لیے تم نے یہاں سفر کیا ہے تو بظاہر ابھی تک ایسا کوئی انفرادی شخص سامنے نہیں آیا جس پر ہم ہیرمین کا شبہ کر سکیں لیکن اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ کوئی ہیرمین کی پشت پناہی کر رہا ہو۔ میں کافی مصروف ہوں اور اس جھگڑے میں بھی مجھے باقاعدہ پڑنا پڑا ہے۔ تم یوں کرو کہ غلام آغا کے ساتھ قبیلہ جنول چلے جاؤ۔ لیکن تم قبیلہ جنول کے سردار سے نہیں ملو گے بلکہ غلام آغا جانتا ہے کہ تمہیں کس کے پاس جانا ہوگا۔ اس شخص کا نام اجمل شاہ ہے۔ اجمل شاہ کا خاندان دونوں قبیلوں میں پھیلا ہوا ہے اور وہ ہمارا اپنا آدمی ہے۔ تم اس سے ملو گے تو وہ تمہیں تمام تفصیلات بتا دے گا۔ ہو سکتا ہے کوئی ایسی شخصیت اس کے علم میں ہو جو مشکوک ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں اس کے بارے میں پوری تفصیل بتا دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن تمہاری مصروفیات کیا ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"بس ان مصروفیات کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ یوں سمجھ لو کہ ان پہاڑوں میں برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ جو نیا کاروبار شروع ہوا ہے اس نے دولت کے دروازے کھول دیے ہیں اور پہاڑوں میں رہنے والے یہ قبیلے دولت سے ناآشنا تھے۔ بس اپنی ضرورت پوری کر لیا کرتے تھے لیکن جب سے اسمگلنگ، چوری، ڈاکہ زنی، اسلحہ اور منشیات کا دور دورہ ہوا ہے۔ ان لوگوں کے پاس بھی دولت آتی جا رہی ہے۔ اور اب ہر شخص دولت کے حصول کے لیے اپنے اقدار بھول چکا ہے۔ یہاں سب کچھ ہونے لگا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ان میں آپس کی دشمنیاں بھی بڑھ گئی ہیں۔" میں چند لمحات سوچتا رہا۔ بہرطور قدم آگے بڑھانا ہی تھا۔ اب اس سلسلے میں جس حد تک بھی ان لوگوں کا تعاون حاصل ہو جائے غنیمت ہے۔ ویسے غلام آغا میرے خیال کے مطابق اچھا آدمی تھا اور رحمان جان کی نسبت کافی بہتر بھی۔ ویسے اپنی اس جھنجلاہٹ کا مظاہرہ جو رحمان جان کی سرد مہری سے میرے ذہن میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے رحمان جان سے نہ کیا۔ اس کے ساتھ کھانا بھی کھایا اور بہت سی باتیں بھی کیں۔ پھر جو وقت ہمارے درمیان طے ہوا تھا۔ اس وقت غلام آغا کے ساتھ اسی لینڈ روور میں بیٹھ کر قبیلہ جنول کی جانب چل پڑا۔ غلام آغا سے راستے ہی میں میری بات چیت ہوتی رہی۔ میں نے اس سے کہا۔

"یہ تمہارا رحمان جان کس قسم کا آدمی ہے؟" غلام آغا مسکرا پڑا، پھر بولا۔

"اگر تم اس کے لہجے اور چہرے کے تاثرات پر جاتے ہو تو میری غلطی ہے کہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا بھول گیا۔ اس کے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہے۔ دیکھنے والے ناپسند کرتے ہیں لیکن اندرونی طور پر وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ کسی بھی برے وقت پر دوستوں کے لیے جان دینے والوں میں سے ہے۔ وفاداری میں بھی اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور حکومت کو کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ لینڈ روور اپنا سفر طے کر رہی تھی اور آس پاس کے مناظر میری نگاہوں میں تھے پھر ہم شاید قبیلہ جنول سے کافی فاصلے پر تھے کہ اچانک ہی ہمیں گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی انسانی آوازوں کا شور۔ غلام آغا نے بے اختیار بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ اور ایک سائیڈ پر کر کے گاڑی روک لی۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"خیریت؟۔ یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ قبیلہ جنول یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس جگہ سے اس کا فاصلہ چند میل ہی ہو گا۔"

"مگر یہ گولیوں کی آوازیں؟"

"یقینی طور پر کوئی لڑائی ہو رہی ہے۔" دفعتاً ہی ایک تیز دھماکا سنائی دیا اور روشنی بھی نظر آئی لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں نے غلام آغا سے آہستہ سے کہا۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے اگر قبیلہ جنول میں ہو رہا ہے تو میرا خیال ہے ہمیں اس سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہیے۔" غلام آغا نے گردن ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ ایک بہترین ڈرائیور تھا اور اس علاقے میں کافی برق رفتاری سے گاڑی دوڑا سکتا تھا ویسے بھی نئی لینڈ روور کسی قسم کی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی اور اس کی رفتار بے پناہ تیز تھی۔ میں نے غلام آغا کو ہدایت دی۔

"ڈرائیونگ اس انداز میں کرو کہ ہماری گاڑی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جائے تو گاڑی اس کا شکار نہ ہو غلام آغا کی ہوشیاری سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سے جو کچھ کہا جائے گا وہ اسے کرنے میں کسی قسم کی الجھن نہیں محسوس کرے گا۔ پھر ہم اس وادی کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں چاروں طرف خانہ بدوشوں کے خیمے نظر آ رہے تھے۔ اور جو منظر ہم نے دیکھا وہ ہمارے لیے خاصا سنسنی خیز تھا۔ ان خیموں کے چاروں طرف ٹرک اور گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور بہت سے لوگ سراسیمگی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ہم نے ان حملہ آوروں کو بھی دیکھ لیا جو ان بھاگنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ میرے ذہن میں رحمان جان کی کہی ہوئی وہ باتیں آ گئیں جس میں اس نے کہا تھا کہ شکاریوں کا ٹولہ قبیلوں میں بدامنی پھیلا رہا ہے۔ ایک لمحے میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ قبیلہ جنول اس وقت مصیبت کا شکار تھا۔ اس بات کے امکانات بھی بہت تھے کہ شکاریوں کا یہ ٹولہ بھی کسی خاص مقصد سے ہی یہاں آیا ہو۔ بہرطور یہ صرف قیاس آرائی تھی لیکن کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ میں نے غلام آغا سے کہا۔

"میرے خیال میں اس وقت ہمیں قبیلے والوں کی مدد کرنی چاہیے۔" غلام آغا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس نے ایک بہترین قسم کی رائفل اٹھا کر میرے ہاتھ میں تھمائی اور دوسری اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی۔ اور اس کے بعد اس نے نشانہ باندھ کر ان لوگوں میں سے ایک کو شکار کیا جو دوسری جانب گولیاں برسا رہا تھا۔ ساتھ ہی میں نے غلام آغا کو گاڑی آگے بڑھانے کی ہدایت کی تھی۔ غلام آغا نے صاف دیکھ لیا تھا کہ اس کے پہلے فائر کا کیا نتیجہ نکلا تھا۔ گاڑی ڈھلوان پر اترنے لگی تو بہت سے پتھروں نے لڑھک کر اس کی نشاندہی کی۔ ویسے بھی گولی کی آواز نے جو عقبی سمت سے آئی تھی ان لوگوں کو ہوشیار کر دیا تھا اور پھر اچانک ہی انہوں نے ہماری طرف رُخ کر کے گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ غالباً وہ اس بات کا صحیح اندازہ نہیں لگا پائے تھے کہ عقب سے ان پر حملہ کرنے والے کون ہیں۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے یہی سوچا ہو گا کہ قبیلہ جنول کے کچھ آدمی اس طرف نکل آئے ہیں۔ چند گولیاں ہمارے آس پاس گزریں اور ہم نے اپنے آپ کو ان سے اسی انداز میں بچایا۔ اس دوران غلام آغا کوئی فائر نہیں کر سکا تھا۔ کیونکہ دوسری طرف چلنے والی گولیوں سے اسے لینڈ روور کا شیشہ بھی بچانا تھا اور ریڈی ایٹر بھی۔ بہرطور جب بھی اسے موقع ملتا وہ ایک آدھ جگہ گاڑی روک کر فائر کرتا۔ اس دوران میں نے البتہ فائر شروع کر دیا تھا۔ اور میری کوششوں سے ان کے کئی افراد زمین پر گر پڑے تھے بہرطور غلام آغا ایک بہترین ڈرائیور ثابت ہو رہا تھا اور میں ایک بہترین لڑاکا۔ کیونکہ میری رائفل سے ہونے والے فائر بڑے کارگر ہو رہے تھے۔ ہم اب کافی قریب پہنچ گئے تھے پھر ہم نے ایک آدمی کو دیکھا جو عجیب و غریب سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس تھا اور اس نے چہرہ بھی ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے رائفل کا رُخ اس کی جانب کر کے اس پر تین فائر کیے اور اس کے ماتھے پر سوراخ ہو گیا۔ باقی گولیاں اس کے پورے جسم میں داخل ہو گئی تھیں۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے

لگا۔ لیکن اس کے پاس شاید کوئی دستی بم وغیرہ بھی تھا۔ کیونکہ ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے لیکن غلام آغا بھی اس واقعے سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے لینڈ روور ایک اونچی اور نوکیلی چٹان پر چڑھا دی۔ لینڈ روور سے ایک دھماکا ابھرا اور ہم دونوں بری طرح سامنے کے حصے سے ٹکرا گئے۔ غلام آغا نے لینڈ روور کو پیچھے کرنے کی کوشش کی تو چٹان نے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ کچھ اس طرح اس میں پھنس گئی تھی کہ لینڈ روور کوشش کے باوجود پیچھے نہ ہٹ سکی۔ اس طرح ہم گاڑی سے محروم ہو گئے تھے۔ بہرحال ہم نے پھرتی سے گاڑی چھوڑ دی کیونکہ اس کے بعد مزید خطرات بھی پیش آ سکتے تھے۔ اور ہمارا گاڑی چھوڑنا مناسب ہی ثابت ہوا۔ غالباً ریڈی ایٹر کے ساتھ ساتھ پٹرول ٹینک بھی پھٹ گیا تھا اور اس کے فوراً بعد جب دوسری جانب سے ہم پر گولیاں چلیں تو پٹرول سے بھی کوئی گولی ٹکرا گئی۔ چونکہ چٹانی علاقہ تھا اس لیے پٹرول کو آگ پکڑنے میں کوئی وقت نہ ہوئی اور لینڈ روور نے ایک دم شعلے پکڑ لیے۔ میں نے اور غلام آغا نے برق رفتاری سے آگے چھلانگ لگا دی اور ایک لمبی چھلانگ لگانے کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو سکتا تھا وہ ظاہر ہوا۔ کھردری اور پتھریلی زمین پر گرنے سے بہت سے چھوٹے چھوٹے زخم آ گئے تھے لیکن ان میں سے کوئی زخم ایسا نہیں تھا۔ جو ہمیں جان بچانے کی کوششوں سے باز رکھتا۔ ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری تھا کہ ہم اپنی جگہ تبدیل کرتے ہیں۔ کیونکہ حملہ آوروں نے ہمارے ہاتھوں شدید نقصان اٹھایا تھا۔ اور اب وہ ہمارے قتل کے درپے تھے۔ لیکن مجھ پر بھی ایک طرح سے جنون ہی سوار ہو گیا تھا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ حملہ کرنے والے کون ہیں۔ البتہ ان کے حلیے سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو چھپانے کی کوششوں میں مصروف ہیں چونکہ ان کے لباسوں کے ساتھ ساتھ ان کے چہرے بھی ڈھکنے کا معقول بندوبست تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنے چہرے چھپا کر یہ سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں۔ پہلی ہی کوشش میں ہم نے جن لوگوں کو مار گرایا تھا بس ان کے مرنے کی تعداد معمولی رہی کیونکہ اس کے بعد انہوں نے اپنی گاڑیوں کے پیچھے پناہ لے لی تھی۔ بستی میں مسلسل شور ہو رہا تھا اور خیموں کے درمیان لوگ بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ چند خیموں میں آگ بھی لگ چکی تھی جسے بجھانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ غرض یہ کہ وہ لوگ سخت افراتفری کا شکار تھے۔ ہم نے ایک بہتر جگہ پاتے ہی ایک بار پھر ان حملہ آوروں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ غلام آغا بھی بہترین لڑاکا تھا اور رائفل کے استعمال سے خوب آگاہ تھا۔ ہماری لینڈ روور کا تو بیڑا غرق ہو ہی چکا تھا چنانچہ اب اس کی جانب توجہ دینا بالکل بے کار تھا۔ اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور غالباً اب تک اس کی ہر چیز جل چکی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یقیناً اس لینڈ روور کو میری نگاہ کھا گئی۔ کیونکہ میں نے اسے دیکھ کر بڑی پسندیدگی کا جذبہ محسوس کیا تھا اور دل ہی دل میں اس مضبوط لینڈ روور کی تعریف کی تھی جس کے انجن میں چلتے ہوئے کوئی آواز نہیں محسوس ہوتی تھی اور جس نے انتہائی دشوار گزار پہاڑی راستوں پر ہمارے اس سفر کو آسان ترین بنا دیا تھا۔ ہماری کچھ اور کاوشوں نے ان لوگوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ اور چند لمحات کے بعد ہم نے قبیلے کے ارد گرد کھڑی ہوئی گاڑیوں کو اسٹارٹ ہو کر وہاں سے فرار ہوتے ہوئے دیکھا۔ ان فرار ہوتی گاڑیوں پر بھی ہم نے چند فائر کیے لیکن وہ ہماری رائفلوں کی زد سے باہر نکل گئی تھیں۔ ادھر نجانے قبیلے والے کیا کر رہے تھے۔ ہم ابھی اپنی جگہ کا جائزہ لے ہی رہے تھے کہ دفعتاً قبیلے کے اندر سے پندرہ بیس جوان بندوقیں سنبھالے ہوئے باہر نکل آئے۔ اور فضا میں ادھر ادھر فائر کرنے لگے۔ غلام آغا ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"اب انہیں ہوش آیا ہے۔"

"انہیں ہوش آ گیا ہے تو ہمارا کیا ہو گا؟" میں نے تشویشناک انداز میں کہا۔ اور غلام آغا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں بابا۔"

"اگر ہوش میں آ کر یہ ہماری طرف دوڑ پڑے تو جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔"

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ میں جو ہوں۔"

یہی ہوا بھی۔ چند افراد ہم تک پہنچ گئے تھے غلام آغا ان سے قبائلی زبان میں گفتگو کرنے لگا جو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ انہوں نے ہمیں غور سے دیکھا اور اس کے بعد وہ، سے آگے بڑھ گئے۔ غلام آغا مجھ سے بولا۔

"اب یہ لوگ ان کا تعاقب کرنے جا رہے ہیں۔ پیدل ہیں اور گاڑیوں ٹرکوں کا تعاقب پیدل کریں گے۔" وہ ہنسا اور میرے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آؤ ہمیں بستی میں داخل ہو جانا چاہیے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ ان لوگوں نے ہماری کا دشمنوں کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ حالانکہ انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملتا اگر ہم انہیں یہ موقع فراہم نہ کرتے۔ حملہ آوروں کے پاؤں ہم نے اکھاڑے تھے۔" تاہم بعض اوقات ایسے احسانات بھی کرنے پڑتے ہیں جن کا کبھی کوئی صلہ نہیں ملتا۔ ہم خیموں کے درمیان داخل ہو گئے۔ جگہ جگہ متاثر تھے اور ان میں موجود لوگ زخمی ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے زخموں کی دیکھ بھال کی جا رہی تھی۔ ہماری طرف توجہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ غلام آغا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"اس طرح تو ایک مشکل اور پیش آ جائے گی۔"

"کیا؟"

"اجمل شاہ کی تلاش۔"

"اس کے علاقے کے بارے میں جانتے ہو۔ میرا مطلب ہے اس کا خیمہ یہاں سے کہاں مل سکتا ہے اور کیا صرف یہی قبیلہ جنول ہے۔" غلام آغا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔

"غالباً تم بھول گئے ہو کہ یہ خانہ بدوش قبیلے ہیں۔"

"تو کیا یہ جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں؟"

"اگر ضرورت ہوتی ہے تو تبدیلی بھی کر لیتے ہیں لیکن اگر تبدیلی نہیں بھی کرتے تو ان کا قیام خیموں میں ہی رہتا ہے۔"

"ہوں۔ بہرحال اب جیسا تم مناسب سمجھو۔ میرا خیال ہے میں تو یہاں آ کر ابھی تک کوئی کام نہیں کر سکا۔" غلام آغا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پرخیال انداز میں گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ بہت سے خیموں کے درمیان سے گزر کر بالآخر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں ایک بڑا سا ٹیلا نظر آ رہا تھا اور اس ٹیلے کے سامنے بھی ایک خیمہ موجود تھا۔ کیونکہ یہ جگہ درمیان میں اور ایسی سمت تھی جہاں چاروں طرف خیمے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ خیمہ محفوظ ہی تھا۔ غلام آغا اس خیمے کے سامنے پہنچ کر رک گیا اور پھر اس نے آواز دی۔

"اجمل شاہ۔ اجمل شاہ۔"

تقریباً بارہ تیرہ سال کا ایک بچہ باہر نکل آیا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر ایک دم سے اندر گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک معمر عورت کے ساتھ باہر آیا۔ معمر عورت نے غلام آغا کی طرف دیکھا اور بولی۔

"کیا بات ہے؟"

"اجمل شاہ سے ملنا ہے۔"

"اجمل شاہ لڑائی کرنے گیا ہے۔"

"ہوں۔ میں رحمان جان کے پاس سے آیا ہوں۔ تم رحمان جان کو جانتی ہو؟"

"رحمان جان۔ کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ اگر تم وہاں سے آئے ہو تو اس وقت۔ میرا مطلب ہے اس لڑائی کے موقع پر۔"

"ہاں۔ ہم لوگ تمہارے پاس آ رہے تھے کہ راستے میں ہم نے یہ سب کچھ دیکھا اور اپنا فرض بھی پورا کیا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو بوڑھی ماں کہ وہ لوگ ہماری گولیوں سے بھاگے ہیں۔" بوڑھی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے پھر اس نے کہا۔

"آؤ تم لوگ اندر آ جاؤ۔"

"بھلا اندر کیا جانا تھا۔ اندر جا کر تو اور سر جھکا کر ہی بیٹھنا پڑتا۔ چنانچہ ہم اندر سے کچھ بیٹھنے کی چیزیں لے کر باہر نکل آئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ بوڑھی عورت اور چھوٹی عمر کا لڑکا ہمارے قریب ہی پہنچ گئے تھے۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

"کیا تم بھیڑ کا دودھ پینا پسند کرو گے؟"

"یہ خاطر مدارات کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں صرف اجمل شاہ ہی کا انتظار کرنا ہے۔" اجمل شاہ کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ یہ بھی درمیانے قد و قامت کا آدمی تھا اور چہرے پر کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جس سے اس پر توجہ دی جا سکے۔ اس نے پہلے غلام آغا کو اور پھر مجھے دیکھا۔ پھر وہ غلام آغا سے بولا۔

"تم غلام آغا ہو نا؟"

"ہاں، شکر ہے تم مجھے پہچان گئے۔"

"تم یہاں کیسے نظر آ رہے ہو اس وقت؟" اس نے اپنی بندوق نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے اپنے دشمنوں کو شکار کر لیا؟" غلام آغا نے پوچھا۔ اور اجمل شاہ دانت پیسنے لگا۔ پھر بولا۔

"وہ کم بخت ہوا کے بیٹے ہیں، آتے ہیں اور نکل جاتے ہیں اور ہمارے پاس ایسے ذرائع کہاں ہیں کہ ہم ان کا پیچھا کر سکیں، بیوقوفی کرتے رہے ہیں۔"

"مگر یہ سب کچھ ہوا کیا ہے؟"

"تم سوال کر رہے ہو غلام آغا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ان دنوں ان قبیلوں اور پہاڑوں میں کیا ہو رہا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ قبیلے مرجان اور قبیلے جنول میں آپس میں چل گئی ہے۔"

"یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ دونوں قبیلے آپس میں خود نہیں لڑے، انہیں لڑایا گیا ہے مگر کون اس بات سے انکار کرے کہ وہ مرد کا بیٹا نہیں ہے۔ ساری باتیں جاننے کے باوجود جب بھی سامنے لڑنے کا کوئی موقع آتا ہے وہ لوگ ساری باتیں بھول جاتے ہیں اور صرف لڑتے ہیں۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں۔ میرا خیال ہے اب مجھے کچھ عرصے کے لیے یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ میری ماں اور میرا چھوٹا بھائی کسی بھی وقت حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں۔"

"تم نے ان کے بارے میں نہیں پوچھا اجمل شاہ، یہ کون ہیں؟"

"انتظار کر رہا تھا کہ تم خود ہی بتا دو۔"

"ویسے تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہم نے تمہاری بھرپور مدد کی ہے اور اگر ہم ان پر بے تحاشا گولیاں نہ برساتے اور ان کے کچھ آدمیوں کو نہ مار گراتے تو یقینی طور پر ابھی وہ تم پر بہت ساری مصیبتیں توڑتے رہتے۔" اجمل شاہ کے چہرے پر تعجب کے آثار پیدا ہوئے۔ اس نے کہا۔

"ارے تو وہ تم دونوں ہی ہو، جن کے بارے میں باہر باتیں ہو رہی ہیں۔"

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

"یہی کہ اگر تم ہماری مدد نہ کرتے تو واقعی ہمیں سنبھلنے کا موقع نہ ملتا۔ دراصل وہ لوگ اس طرح اور اچانک حملہ آور ہوئے تھے کہ ہمارے حواس ہی گم ہو گئے۔ ہمیں ہتھیاروں کی طرف رخ کرنے کا خیال ہی نہ آیا اور وہ ہم پر قیامت توڑتے رہے۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے ہیں، اور بہت سے لوگ مر گئے ہیں۔ خیموں میں سوراخ ہو گئے ہیں۔ عورتیں اور بچے تک زخمی ہوئے ہیں۔ ابھی اس بات کا اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ کتنے لوگوں کو نقصان پہنچا ہے۔ جب ہم لوگ ہتھیار لے کر باہر نکلے تو وہ فرار ہو چکے تھے۔ تم۔ تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔ میں ذرا جمال پاشا کو بتاؤں تو سہی کہ۔"

"نہیں۔ ہم اپنی شہرت نہیں چاہتے اجمل شاہ، دراصل میں تو انہیں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ ایک بہت ضروری کام ہے۔ ہمیں تم سے۔" اجمل شاہ چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں ذرا جمال پاشا سے بات کر لوں؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمیں اپنی شہرت درکار نہیں ہے۔ اور زیادہ وقت بھی نہیں ہے ہمارے پاس۔"

"کیا بات ہے، مجھ سے کیا کام ہے تمہیں؟" اجمل شاہ نے گویا غلام آغا کی بات مان لی تھی۔ غلام آغا نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس سے کہا۔

"اجمل شاہ، دراصل ہم تم سے ایک معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"پوچھو دوست، تم ہمارے محسن ہو۔ بتاؤ کیا معلومات چاہتے ہو مجھ سے۔" اجمل شاہ نے کہا اور میں نے جیب سے وہ فوٹوگراف نکال کر اجمل شاہ کے سامنے کر دیا۔

"اسے دیکھو اجمل شاہ، کیا اس آدمی کو تم نے اپنے قبیلے میں یا آس پاس کہیں دیکھا ہے؟" اجمل شاہ نے تصویر میرے ہاتھ سے لے لی اسے دیکھتا رہا غور کرتا رہا اور پھر بولا۔

"نہیں یہ میرے لیے اجنبی ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ قبیلہ جنول میں یہ شخص کسی بھی نام سے نہیں رہتا۔"

"میری نگاہیں دھوکا نہیں کھاتیں۔ قبیلہ جنول میں جتنے لوگ موجود ہیں، میں ان میں سے سب کو جانتا ہوں۔ لیکن یہ آدمی ہمارے قبیلے میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ کبھی اس قبیلے میں آیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور غلام آغا سے بولا۔

"جب یہ یہاں موجود ہی نہیں ہے تو اس کے بارے میں ہم اجمل شاہ سے اور کیا سوالات کر سکتے ہیں۔" غلام آغا نے البتہ ذہانت کا ثبوت دیا اور کہا۔

"نہیں، اجمل شاہ ہمیں دوسری بہت سی معلومات بھی فراہم کر سکتا ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"اجمل شاہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ قبیلہ مرجان میں کچھ اجنبی لوگ آ بسے ہیں؟" اجمل شاہ چند لمحات سوچتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا پھر بولا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ قبیلہ مرجان میں ان دنوں کچھ اجنبی چہرے نظر آنے لگے ہیں اور میرا خیال ہے کہ مرجان کے سردار نے اپنے تعلقات وسیع کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ وہ ان دنوں عجیب وغریب کیفیات کا شکار ہے اور وہاں اجنبی لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں دولت بھی بڑھتی جا رہی ہے جس کے کئی ثبوت مل چکے ہیں۔ تم خود بھی جانتے ہو کہ گل سروری لالچی آدمی ہے اور دولت کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کا شوقین اور اس شوق میں اس نے اپنی آزادی بھی فروخت کر دی ہے۔ کم از کم قبیلوں میں اس سے پہلے یہ رواج نہیں تھا۔ ہم لوگ دولت حاصل کرنے کے شوقین ضرور تھے لیکن اپنی آزادی کی قیمت پر نہیں۔ گل سروری ہی نے جدید دنیا سے واپس آنے کے بعد یہ ریت رواج ڈالا تھا، اب اگر ہم اس کا ساتھ نہ دیتے تو خود قبیلہ جنول والے ہم سے ناراض ہو جاتے۔ گل سروری کی حرکتوں نے ہماری رسمیں ہی بدل ڈالیں، بہرحال یہ چہرہ میرے لیے اجنبی ہے لیکن تم اس کے بارے میں یہ سب کچھ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"ہمیں اس شخص کی تلاش ہے اور اسی کے لیے ہمیں تمہارے پاس رحمان جان نے بھیجا ہے۔"

"تو پھر یہ تصویر تم مجھے دے دو۔ میں بہت جلدی یہ معلومات حاصل کر کے تمہیں اطلاع دوں گا کہ یہ شخص کہاں ہے۔ ہاں یہ تو بتا دو اگر یہ میرے ہاتھ لگ جائے تو مجھے اس کا کیا کرنا چاہیے۔"

"کچھ نہیں دوست، تم صرف ہمیں اس کے بارے میں معلومات پہنچا دو گے۔" غلام آغا کے بجائے میں نے جواب دیا اور اجمل شاہ نے تصویر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کے بعد وہ ہم لوگوں کے ساتھ وہاں سے اٹھ آیا۔ اٹھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"معاف کرنا اس وقت میں تمہیں کسی قسم کی خاطر مدارات کی پیشکش نہیں کر سکتا۔ ابھی تو قبیلے والوں کے زخم بالکل ہرے ہیں۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم اجمل شاہ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ باہر اچھا خاصا ہنگامہ ہو رہا تھا۔ ان لوگوں نے وہ لاشیں جمع کر لی تھیں جو ہمارے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے تھے اور ان لوگوں کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے لیکن ابھی چند لمحات قبل قبیلہ جنول کے سردار جمال پاشا نے ان کے چہرے کھولے تھے اور اس وقت انہی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ غلام آغا، اجمل شاہ اور میں وہاں رک کر یہ گفتگو سننے لگے اور پھر اچانک ہی جمال پاشا ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ خاص طور سے چونکا تھا اور اس کے بعد وہ غراتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ لیکن اجمل شاہ نے آگے بڑھ کر اسے کچھ بتایا۔ یہ گفتگو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن غلام آغا وغیرہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ جمال پاشا کے چہرے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں اور وہ میرے سامنے پہنچ کر بولا۔

"معاف کرنا دوست، ہمیں تمہارے بارے میں معلومات حاصل نہ تھیں۔ یقیناً۔ یقیناً تم ہمارے محسن ہو اور تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم تمہارے اس احسان کا کیا صلہ دے سکتے ہیں۔ یہ ان دنوں ہمارے یہ علاقے چوروں کی بستی بن گئے ہیں۔ ہمارے اپنے ساتھی جن کے درمیان ہم صدیوں سے امن وامان سے رہا کرتے تھے، دولت کے ہاتھوں بک کر ہمارے اپنے ہی دشمن ہو گئے ہیں۔ دیکھو، یہ دیکھو یہ قبیلہ مرجان کے لوگ ہیں جو چہرے بدل بدل کر ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔" میں نے جمال پاشا سے کہا۔

"جمال پاشا، قبیلے ختم ہو جاتے ہیں، سازشوں کا شکار ہو کر میں سمجھتا ہوں قبیلہ مرجان کے لوگ بھی سازشوں ہی کا شکار ہوئے ہیں۔ تم اجمل شاہ سے مل کر ساری صورتحال معلوم کر لو اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو ورنہ تمہارے دشمن جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔" غلام آغا نے کہا۔

"یہی میں بھی جمال شاہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن جمال شاہ کا کہنا ہے کہ یہ صرف مرجان ہی کے لوگ ہیں اور اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے کہ جن چہروں کو یہاں دیکھا جا رہا ہے، ان کا تعلق قبیلہ مرجان ہی سے ہے لیکن یہ بات بھی صاف کہی جا سکتی ہے کہ وہ لوگ مرنے والے افراد میں سے کچھ کی لاشیں اٹھا کر بھی لے گئے ہیں۔ کیا تمہارے خیال میں ہم نے صرف اتنے ہی لوگوں کو مارا تھا۔"

"نہیں ہماری گولیوں سے اور بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔"

"لیکن نظر آ رہے ہیں یہ جن کا تعلق قبیلہ مرجان سے ہے۔" جمال شاہ کو بہت دیر تک ہم یہ سمجھاتے رہے کہ اصل صورتحال کیا ہے اور وہ کس قدر نرم نظر آنے لگا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے تاثرات تھے۔ پھر اس نے کہا۔

"بہرحال مرجان والے آخر کیوں ان کا شکار ہو رہے ہیں، یہ دیکھ نہیں رہے کہ خونریزی حد سے بڑھتی جا رہی ہے اور اگر ان سازشوں کا شکار ہو کر ہم بھی مقابلے پر آمادہ ہو گئے تو اس کے بعد خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔"

"بہتر ہے اس سے بچو اور ویسے بھی یہ کچھ عرصے کی بات ہے۔ کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔" بہت دیر تک جمال شاہ اور میرے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے جمال شاہ کو اپنی لینڈ روور کے بارے میں بتایا اور جمال شاہ نے کہا۔

"افسوس اس کے بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن تمہیں واپسی کے لیے گھوڑے دیئے جا سکتے ہیں۔ یہ بہتر ہوا تھا۔ گھوڑوں کا بندوبست کر دیا گیا اور پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ میرا ذہن بہت سی سوچوں کا شکار تھا۔ راستے میں غلام آغا نے مجھ سے کہا۔

"بہت مشکل حالات ہو گئے ہیں اور تمہارے لیے بھی کام کرنا مشکل ہو جائے گا مسٹر جہانگیر۔" میں نے اس سے کہا۔

"تم رحمان جان کے پاس جا کر یہ صورتحال اسے بتا دینا میں راستے میں ہی رک جاؤں گا۔"

"راستہ میں؟" غلام آغا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، ظاہر ہے بھئی جس کام کے لیے آیا ہوں۔ اس کی تکمیل کے لیے مجھے تم لوگوں کی انگلی پکڑ کر چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک کارروائی کی اور اس میں ہمیں ناکامی ہوئی۔ لیکن جو کچھ میں نے دیکھ لیا ہے، وہ بہت ہے۔ ہاں ہتھیار میرے پاس رہنے دو۔ بلکہ یہ رائفل تم لے جاؤ۔ پستول کے جتنے کارتوس تمہارے پاس موجود ہیں وہ میرے حوالے کر دو۔"

"لیکن دوست، یہ ایک مشکل نہیں ہو جائے گی میرے لیے۔ رحمان جان مجھ سے اس بارے میں سوال کر سکتا ہے۔ میں اسے کیا جواب دوں گا؟"

"اس سے یہ کہہ دینا کہ میں اپنی مرضی سے تم سے علیحدہ ہو گیا۔"

"ٹھیک ہے لیکن کہیں وہ بگڑ نہ جائے؟" میں نے عجیب سے انداز میں غلام آغا کو دیکھا اور پھر اس سے کہا۔

"رحمان جان سے مجھے جس قدر مدد کی ضرورت تھی وہ میں نے اس سے لے لی۔ وہ میرے خاص کام نہیں آ سکا، لیکن اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے۔ میں اس کے لیے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ بہرحال تم جا سکتے ہو۔" اور تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، ظاہر ہے اب مجھے اپنا کام بذات خود ہی کرنا تھا اور اس کے لیے میں واپس جا کر صرف رحمان جان کی آغوش میں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ غلام آغا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے اپنے اطراف پر نگاہیں ڈالیں، کچھ عجیب وغریب سا علاقہ تھا۔ دن میں یہاں گرمی ہوا کرتی تھی۔ اور راتیں اسی گرمی کی مناسبت سے سرد ترین، اس کا تجربہ میں کر چکا تھا۔ ویسے رحمان جان سے میں پہلی ملاقات ہی میں کچھ بددل ہو گیا تھا۔ وہ بے شک ہمارا اپنا ہی آدمی تھا۔ لیکن اس کے انداز میں کچھ بڑائی سی پائی جاتی تھی۔ جیسے وہ اپنے آپ کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہو۔

میرے سلسلے میں بھی اس نے غلام آغا ہی سے کام لیا تھا۔ بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے مجھے کوئی الجھن ہوتی کیونکہ شہباز احمد صاحب نے اس کا خصوصی طور پر حوالہ دیا تھا۔ اسی لیے میں نے اس سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ ورنہ یہاں اپنا کام مجھے خود ہی سرانجام دینا تھا۔ اب چونکہ ان علاقوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں نے گھوڑے کا رخ ایک سمت کیا اور اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھانے لگا۔ جو کچھ میں نے قبیلہ جنول میں دیکھا تھا، وہ بھی قابل غور تھا۔ اور خصوصی طور پر یہاں آ کر جو بات میرے علم میں آئی تھی وہ اس گروہ کی تھی جو یہاں ان پہاڑوں میں دہشت گردی کرا رہا تھا۔ کون لوگ ہیں وہ، جو کچھ حوالے ان کے بارے میں دیئے گئے تھے۔ اس سے کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔ ویسے اگر آفتاب کمال ہوتا تو شاید حلیے ہی سے کوئی کام کی بات بن سکتی۔ ذہن آفتاب کمال کی جانب متوجہ ہوا تو میں اسی کے بارے میں سوچتا رہ گیا۔ بہرطور گھوڑے کا سفر جاری رہا اور میں اس عجیب وغریب علاقے میں بہت دور تک نکل گیا۔ پھر اس وقت میرا ذہن سوچوں سے آزاد ہوا جب فائر کی آواز سنائی دی اور ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر پر سے گزر گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فائرنگ کی آوازیں ابھریں اور میں نے فوری طور پر اپنے آپ کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچانے کی کوشش شروع کر دی۔ ویسے گھوڑے کو میں نے ایک خاص انداز میں دوڑانا شروع کر دیا تھا کہ تاکہ گولی کا نشانہ صحیح نہ ہو۔ لیکن سمت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کیونکہ جیسے ہی میں ایک پہاڑی ٹیلے کے قریب سے گزرا میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کر دیا۔ ایک عجیب سی شے میری جانب لپکی تھی اور اگر میں پھرتی سے نیچے نہ جھک جاتا تو وہ شے میرے چہرے پر پڑ کر شاید میری کھوپڑی کے پرخچے اڑا دیتی۔ یقینی طور پر یہ رائفل کی نال تھی اور اس قوت سے گھمائی گئی تھی کہ رائفل گھمانے والا وار خالی جانے کی وجہ سے جھونک میں آ کر نیچے گر پڑا تھا۔ گھوڑا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ زور سے ہنہنایا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی پشت چھوڑ دی کیونکہ میں نے رائفل بردار کو دیکھ لیا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور ساتھی بھی ہیں۔ لیکن بہرطور جو کوئی بھی میرے سامنے تھا۔ سب سے پہلے تو وہی میرے لیے بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے پھرتی سے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈالا اور چونکہ وہ جھونک میں کافی اوپر سے نیچے گرا تھا اس لیے چند لمحات کے لیے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا۔ لیکن طاقتور اور پھرتیلا آدمی تھا۔ رائفل اپنے ہاتھ سے نکلتے دیکھی تو اس نے ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ وہ پھرتی سے چاقو ہاتھ میں سنبھال کر مجھ پر حملہ آور ہوا اور میں نے فوری طور پر اسی کا داؤ آزمایا یعنی رائفل ہی کو میں نے کر اس طرح گھما دیا کہ وہ اس کی بغل میں لگی اور کچھ اس قوت سے لگی کہ وہ زمین سے دو انچ اونچا ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی گھوم کر دوسرا وار اس کی پشت پر کیا اور رائفل کا دستہ اس کی ریڑھ کی ہڈی پر لگا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ نیچے گر گیا لیکن لڑاکا معلوم ہوتا تھا اس نے الٹی قلابازی کھا کر اپنے آپ کو سنبھالا اور دونوں پاؤں جوڑ کر میرے سینے کی طرف رخ کیا۔ مارشل آرٹ کا کا بھی ماہر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بہرطور اب میں ہوشیار ہو چکا تھا۔ لہٰذا میں زمین پر چت لیٹا اور اس کا یہ وار بھی خالی گیا البتہ میں نے رائفل کی نال اونچی کی اور ایک بار پھر اسے رائفل کی نال پر سنبھال لیا لیکن ٹرائیگر پر انگلی دب جانے میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ صرف اتفاق ہی ہوا تھا کہ رائفل کندھے کی طرف سے ہاتھ میں آ گئی تھی اور میرا ہاتھ خودبخود ٹرائیگر پر پہنچ گیا تھا۔ گولی نے اس کی پشت پر سوراخ کر دیا تھا اور اس بار وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ اور تڑپنے لگا۔ یہ میری توقع کے خلاف تھا۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اسے ہلاک کر دوں یہ اجنبی شخص میرے لیے یہاں بہت سا کام کر سکتا تھا لیکن ۔ لیکن جو کچھ ہو گیا تھا اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا تاہم مجھے اس کا افسوس ضرور تھا۔ اس نے ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیا۔ اس کے چہرے پر شدید کرب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں سنبھل کر لاش دیکھنے لگا۔ یہ دیکھ کر مجھے مزید افسوس ہوا کہ وہ کوئی مقامی آدمی نہیں تھا بلکہ اس کا تعلق کسی یورپی ملک سے تھا۔ اس کے بعد اس کی تلاشی لینا ضروری تھی۔ کوئی قابلِ ذکر چیز اس کے پاس سے برآمد نہ ہوئی۔ اس کی رائفل جرمن ساختہ تھی اور بہت جدید انداز کی۔ کاغذات وغیرہ کچھ نہیں تھے۔ پھر مجھے کچھ خیال آیا۔ اور میں اس ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جس کے عقب سے وہ نمودار ہوا تھا اور یہاں پہنچ کر میری باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ یہاں اس نے مستقل قیام گاہ بنا رکھی تھی اور اس جگہ اس کا سامان بھی موجود تھا کینوس کے بڑے سے تھیلے میں کچھ خشک خوراک کے کئی ڈبے، درجنوں گولیاں، ماچس اور ایک ٹرانسمیٹر ملا تھا۔

انسانی ضرورتوں کے اول مرحلے کے طور پر میں نے سب سے پہلے پیٹ پوجا کو ترجیح دی اس کے بعد ٹرانسمیٹر کا جائزہ لینے لگا۔ ابھی میں اس کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک اس سے ہلکی سی سیٹی کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔ سو فیصدی اشارہ تھا۔ میں نے ہمت کر کے وہ بٹن دبا دیا جس پر آن لکھا ہوا تھا۔

"ہیلو۔ ہیلو ہارلے۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور میں بری طرح کھانسنے لگا۔ پھر میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہارلے۔"

"کیا بات ہے ہارلے؟ تم کچھ بیمار لگ رہے ہو۔"

"ہاں مجھے بخار ہو گیا ہے۔"

"موسمی اثرات ہوں گے۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے بدستور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"زیادہ تیز بخار تو نہیں ہے۔" دوسری طرف سے بولنے

والے کو میری آواز پر کوئی شک نہیں ہوا تھا۔

"نہیں نزلہ زیادہ ہے۔"

"حالات پر سکون ہیں؟"

"بالکل۔"

"ویرساں نے قبیلہ جنول پر حملہ کیا ہے۔"

"اوہ۔"

"مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے تین آدمی ہلاک ہو گئے۔ چھ مقامی ہلاک ہو گئے۔"

"ارے۔" میں کم سے کم اور ایسے الفاظ بول رہا تھا جس سے میری رائے ظاہر نہ ہو۔

"مقامی آدمیوں کا تو کوئی افسوس نہیں ہے لیکن ہمارے تین آدمی ضائع ہو گئے۔ ویرساں بہت افسردہ ہے۔"

"افسردگی کی بات ہے۔"

"جانتے ہو کیا ہوا ہے؟"

"میں اس بارے میں کیسے جان سکتا ہوں۔"

"ظاہر ہے ویرساں کا منصوبہ غلط نہیں تھا مگر باہر سے مداخلت ہو گئی۔"

"باہر سے؟"

"ہاں حملے کے وقت عقب سے فائرنگ ہوئی اور فائرنگ کرنے والوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہے۔"

"اوہ مطلب یہ کہ۔"

"وہ نامعلوم لوگ تھے اسی لیے ویرساں نے فیصلہ کیا ہے کہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔"

"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری بائیک میں پٹرول ہے؟" ادھر سے سوال کیا گیا اور میں چونک پڑا۔ لیکن جواب دینا ضروری تھا۔

"میں نے چیک نہیں کیا۔"

"دیکھ لو۔ اگر نہ ہو تو اطلاع دو اور اگر پٹرول ہو تو پھر پوائنٹ پر آ جاؤ۔ کوئی بہتر منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔"

"او کے۔" میں نے کہا۔ اور دوسری طرف سے آواز آنا بند ہو گئی۔ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔ مشکل مرحلہ ٹل گیا تھا جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ اس میں میرے مخاطب کو کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا لیکن میرے لیے لاتعداد الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس گفتگو سے بہت سے اندازے ہو رہے تھے، بہت سے انکشاف ہو رہے تھے۔ ویرساں کون ہے، یہ بات تو ظاہر ہو چکی ہے کہ اس شخص نے قبیلہ جنول پر حملہ کیا تھا اور وہاں خونریزی کی تھی اور اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ یہ وہی تھا جس کے بارے میں مجھے اطلاع ملی تھی اور صورتحال آہستہ آہستہ مزید واضح ہوتی چلی جا رہی تھی یعنی یہ کہ ویرساں نے یہاں پہاڑوں میں مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ اور اپنے آدمی اس طرح چھوڑ دیئے تھے کہ وہ صورتحال کا جائزہ لیتے رہیں اور ان کے درمیان ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم تھا۔ بہرحال ویرساں کے بارے میں مجھے اس سے زیادہ اور کوئی معلومات نہیں تھیں البتہ یہ نام میرے علم میں آ چکا تھا۔ اگر آفتاب کمال ہوتا اور یہ نام کوئی شناسا سا نام ہوتا تو وہ یقینی طور پر اس کے پورے شجرۂ نسب سے مجھے آگاہ کر دیتا۔ کمال کی چیز تھا یہ آفتاب کمال بھی۔ لیکن سوال اب یہ پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ دفعتاً ہی مجھے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو کا خیال آیا۔ اس نے مجھ سے بائیک کے بارے میں پوچھا تھا۔ کیا کوئی موٹر سائیکل بھی آس پاس موجود ہے۔ اسے تلاش کرنا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب میں کیا کروں۔ گھوڑا بھی میرے پاس موجود تھا اور موٹر سائیکل بھی۔ گھوڑے کو تو خیر بھگایا جا سکتا تھا لیکن اگر موٹر سائیکل استعمال کروں تو پھر جاؤں کہاں، وہ پوائنٹ کہاں ہے! جس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ میں دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ کم از کم یہ جگہ مجھے اب چھوڑ دینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے انہیں کسی قسم کا شبہ ہو جائے۔ اور ایسی حالت میں وہ یقینی طور پر یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور مجھے گھیر لیا جائے گا۔"

فوری طور پر میں نے تمام سامان لپیٹا۔ پیٹ کی آگ بجھ چکی تھی اور اب کوئی الجھن نہیں تھی۔ ہتھیار وغیرہ بھی میرے پاس اچھی خاصی تعداد میں موجود تھے چنانچہ میں نے اب یہ جگہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور پھر اطمینان سے وہاں سے نیچے اتر آیا۔ سب سے پہلے میں نے موٹر سائیکل کی تلاش شروع کر دی۔ گھوڑے کو اسی وقت بھگانا مناسب تھا جب موٹر سائیکل میرے ہاتھ آ جائے۔ اس کے لیے میں نے ایک طریقہ کار اختیار کیا۔ زمین پر بیٹھ کر نشانات تلاش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرنے شروع کر دیئے۔ اور مجھے اپنی اس کوشش میں ناکامی نہیں ہوئی۔ وہ چٹانیں سنگلاخ تھیں اور ان پر نشانات کا رہ جانا ممکن نہیں تھا۔ لیکن ہلکے ہلکے نشانات مجھے نظر آ گئے تھے جو گرد پر بن جایا کرتے ہیں۔ یہ ٹائروں کے نشانات تھے اور ٹائروں کے انہی نشانات کا بغور جائزہ لیتا ہوا میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں ایک پہاڑی ٹیلے کے عقب میں موٹر سائیکل موجود تھی۔ بہت ہی شاندار قسم کی ہیوی انجن والی موٹر سائیکل تھی۔ میں نے سب سے پہلے اس کا پٹرول ٹینک کھول کر دیکھا۔ ٹینکی بھری ہوئی تھی۔ موٹر سائیکل کی چابی اسی میں لگی رہنے دی گئی تھی تاکہ ضرورت پڑنے پر اسے فوراً ہی اسٹارٹ کر کے نکل بھاگا جائے۔ پٹرول موجود تھا۔ اب اس کے بعد اس شاندار گھوڑے سے نجات حاصل کر لینا ضروری تھا۔ دو ہاتھ مارے تو گھوڑا ہوا ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ سیدھا اپنے ٹھکانے پر ہی پہنچے گا۔ پھر میں واپس آ گیا۔ موٹر سائیکل کو میں اپنے ساتھ ہی دھکیلتا ہوا اس ٹیلے تک لے آیا تھا جہاں بقیہ سامان موجود تھا۔ پھر اس مختصر سے سامان کو سمیٹ کر میں نے کینوس کے بیگ میں بند کیا۔ موٹر سائیکل پر پیچھے جگہ بنی ہوئی تھی۔ جہاں کینوس بیگ لگایا جا سکتا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب میں کہاں جاؤں اور اس سلسلے میں ایک ہی فیصلہ کیا تھا کہ موٹر سائیکل لے کر جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے راستے میں کسی کو یہ موٹر سائیکل نظر آ جائے اور مجھے پوائنٹ تک پہنچنے کا موقع مل جائے۔ لیکن یہ ایک زبردست خطرہ تھا۔ میں یہاں سے اس لیے فرار ہو رہا تھا کہ مجھے گھیر نہ لیا جائے اور خود میں ہی پوائنٹ پر پہنچنا بھی چاہتا تھا۔ لیکن اس میں میری دہری کیفیت چھپی ہوئی تھی۔ یہاں گھیر کر مارے جانے کا مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ جان دے دی جائے اور اگر پوائنٹ کے بارے میں کچھ پتا چل جائے تو کم از کم یہ تو اندازہ ہو جائے کہ ویرسان کون ہے اور وہاں پہنچ کر یہ دیکھا جائے گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ کئی بار ایسے حالات پیش آ چکے تھے جب میں دشمنوں کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں پہنچ کر ہی کوئی کوشش کی جا سکتی تھی حالانکہ اس بار بھی میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ابتدا میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کروں گا کہ آخر پوائنٹ کون سی جگہ ہے اور ویرسان کیا چیز ہے۔ بعد میں کوئی نہ کوئی چکر چلا کر دیکھ لیا جائے گا کہ ہوتا کیا ہے۔ میں اس وقت دہری کیفیات کا شکار تھا۔ ذہن یہ بھی کہہ رہا تھا کہ کسی مناسب جگہ پہنچ جاؤں اور وہاں سے باقاعدگی سے از سر نو کوشش کروں لیکن رہ رہ کر رحمن جان کا چہرہ نگاہوں میں آ جاتا تھا۔ وہ پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھ رہا تھا۔ شاید کوئی بہت زیادہ اہم شخصیت اور میں اسے اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھا جو کچھ کرنا ہے خود ہی کروں گا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اور وہی نیلاہٹ وہی نیلا رنگ میری آنکھوں میں پھر گیا جو مجھے سوچنے سمجھنے سے عاری کر دیتا تھا اور بس میں ایک باعمل انسان بن جاتا تھا اور یہ بھی ایک گہرا سچ تھا کہ جب بھی یہ نیلاہٹ میری آنکھوں میں ابھری، اس نے مجھے کوئی نہ کوئی فائدہ ہی پہنچایا۔ چنانچہ ایک طرح سے میں اب آنے والے حادثات کے خدشے سے بے نیاز ہو گیا تھا اور یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اب جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔

موٹر سائیکل کا انجن لاجواب تھا اور یقینی طور پر وہ بالکل نئی تھی۔ چند ہی لمحات کے بعد میں یہ بھول گیا کہ میرا اصل مقصد کیا ہے اور میں موٹر سائیکل کو ناہموار راستوں پر بڑی مسرت کے ساتھ دوڑانے لگا۔ زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ دفعتاً ہی مجھے اپنے پیچھے گاڑیوں کے انجنوں کی آوازیں سنائی دیں میں نے مڑ کر دیکھا تو دو طاقتور جیپیں میرے پیچھے چلی آ رہی تھیں۔ پتا نہیں وہ کب اور کہاں سے نکلی تھیں۔ اور میرے پیچھے لگ گئی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ ان جیپوں کے میرے عقب میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ انہیں مجھ پر شبہ ہو گیا ہے ویسے شبہ اصولی طور پر ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو گفتگو میں نے ان سے کی تھی، اس کو اگر غور سے محسوس کیا جاتا تو اس میں اس بات سے آگہی ہو سکتی تھی کہ بولنے والا صرف ٹالنے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ معلومات انہیں حاصل ہو گئی تھیں اور وہ میرے پیچھے چل پڑے تھے۔ چند لمحات کے لیے ذہن کسی سوچ کا شکار ہو گیا۔ مگر پھر میں نے خود پر قابو پا لیا۔ بہر طور وہ لوگ ہوشیار تھے اور ایسے مستعد دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں لطف آتا ہے۔ میں نے موٹر سائیکل کو اسپیڈ دی اور موٹر سائیکل تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ میں بڑی مہارت سے اسے دوڑا رہا تھا۔ میری موٹر سائیکل کی رفتار بڑھتے ہی دونوں جیپوں کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آن کی

آن میں مجھ تک پہنچ جانا چاہتے ہیں۔ میں بہر طور موٹر سائیکل کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ دوڑاتا رہا۔ نجانے کیوں ان لوگوں نے ابھی تک مجھ پر فائرنگ شروع نہیں کی تھی۔ اگر انہیں شبہ ہو گیا تھا تو انہیں مجھ پر فائرنگ کرنی چاہیے تھی لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ مجھے زندہ پکڑنا چاہتے ہیں۔ یقینی طور پر یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر میں ہوں کون۔ دفعتاً ہی میں نے اپنا ریوالور نکالا اور موٹر سائیکل کا ہینڈل ایک ہاتھ سے تھام کر لگاتار سر گھما کر دو فائر کیے۔ ایسی تیز رفتاری کی حالت میں نشانہ تو نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس بات کے یقینی امکانات تھے کہ میرے یہ دونوں نشانے خالی جاتے لیکن خوش قسمتی سے ایک گولی نشانے پہ بیٹھی اور میں نے عقب میں زبردست چھناکے کے ساتھ ایک جیپ کی اسکرین ٹوٹتے ہوئے دیکھی تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ رک گئی جبکہ دوسری نے تعاقب جاری رکھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس جیپ کے ڈرائیور کو جسمانی طور پر ضرور کوئی نقصان پہنچا ہے۔

اور پھر میں نے جو بیج بویا تھا اس کا پھل بھی فوراً ہی مجھے مل گیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے مشین گن کا شور سنائی دیا اور گولیاں میرے قریب سے گزرنے لگیں۔ جیسے بارش ہو رہی ہو۔ میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔ اسے کہتے ہیں خود مصیبت مول لینا۔ وہ لوگ کم از کم گولیاں تو نہیں برسا رہے تھے اور اب جبکہ ان کے کسی آدمی کو نقصان پہنچ گیا ہے۔ تو وہ یقینی طور پر اس کام میں مصروف ہو گئے تھے کہ وہ مجھ پر قابو پا لیں۔ بہر طور میں نے بھی ان سے مقابلہ کرنے کا پورا پورا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس پہاڑی راستے پر پیچیدہ موڑوں کی بھرمار تھی اگر میں اپنے حواس قابو میں نہ رکھتا تو نجانے کب موت کے منہ میں پہنچ جاتا۔ آنے والے ہر موڑ پر پہنچ کر بریک لگانے پڑتے تھے کیونکہ بعض اوقات سڑک ایک دم ختم ہو جاتی تھی اور پھر نجانے کیوں اس وقت میری آنکھوں کے اس نیلے رنگ نے مجھے فوری طور پر کوئی اشارہ دیا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں اس اشارے کو نہ سمجھ پایا لیکن جب سمجھا تو صورتحال بالکل مختلف ہو گئی تھی۔ موٹر سائیکل کی رفتار پر قابو پانا ممکن نہیں تھا اور سڑک اچانک دائیں جانب مڑ گئی تھی۔ سامنے ایک گہرا کھڈ تھا۔ میرے اور کھڈ کے درمیان کا فاصلہ لمحے لمحے میں ختم ہونے لگا۔ اور اس آخری لمحے میں چھلانگ لگا کر اگر میں سڑک پر نہ کود جاتا تو موٹر سائیکل سمیت میری ہڈیوں کا چورا ضرور ہو جاتا۔ موٹر سائیکل ایک کان پھاڑ دینے والے دھماکے سے نشیب میں گری اور اس کے ٹکڑے بکھر گئے۔ پھر فوراً ہی دوسرا دھماکا ہوا پٹرول کی ٹینکی پھٹی اور کھڈ میں شعلوں کی چمک دکھائی دینے لگی۔ اس وقت مجھے نہیں علم تھا کہ میں کس حال میں تھا۔ چلتی ہوئی موٹر سائیکل سے چھلانگ لگانے کے بعد یقیناً چوٹیں بہت آئی ہوں گی لیکن انہیں شمار کرنے کی اس وقت فرصت نہیں تھی۔ نیچے گرتے ہی میں نے اپنا ریوالور پھر سنبھالا اور تعاقب میں آنے والی جیپ کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی وہ سڑک پر ابھری میں نے اس کے ونڈ اسکرین پر مسلسل فائرنگ شروع کر دی۔ ونڈ اسکرین پر جال سا بکھرا پھر شیشے کی کرچیاں اڑیں اور اس کے بعد سامنے کے حصے میں خلا پیدا ہو گیا۔ اور جیپ بے قابو ہو گئی۔ میری چلائی ہوئی کوئی گولی یقیناً ڈرائیور کو چاٹ گئی تھی۔ جیپ کسی اندھے بیل کی طرح لہراتی اس موڑ تک آئی اور پھر اس نے کھڈ میں چھلانگ لگا دی اس کا حشر بھی موٹر سائیکل جیسا ہی ہوا۔ دھماکوں کی گونج میں شعلے بھڑکے جنہوں نے تھوڑی ہی دیر میں جیپ کے ڈھانچے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کا ڈرائیور کھڈ میں گرنے کے بعد زندہ نہیں بچ سکتا تھا اگر بچ بھی جاتا تو مجھے پریشانی نہیں تھی اس لیے کہ وہ آگ لگنے کے بعد باہر نہیں آ سکتا تھا۔ بہر طور میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی چوٹوں کا اندازہ لگایا۔ خوش قسمتی تھی کہ بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا اور میں بآسانی چل پھر سکتا تھا یہ ایک دلچسپ موقع تھا۔ بہر طور مجھے اس ایکشن میں کافی لطف آیا تھا حالانکہ ہولناک واقعہ پیش آیا تھا مگر میری ذہنی کیفیت خاصی خوشگوار ہو گئی تھی۔ یہاں رکنا اب بے کار ہی تھا بلکہ خطرناک تھا چنانچہ میں وہاں سے چل پڑا۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد ایک آبادی نظر آئی جسے دیکھ کر جان میں جان آئی اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ آبادی کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اجنبیوں کی مانند آگے بڑھ رہا تھا کہ عقب سے کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں بے اختیار پلٹا لیکن جو چہرہ میرے سامنے آیا تھا اس نے مجھے ششدر کر دیا۔ وہ زیلا ایڈمن تھی سو فیصدی زیلا ایڈمن، لیکن یہ کیسے ممکن تھا؟۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہیلو" اس کی آواز ابھری مگر میں حیرت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر تک مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے، آخر کیسے؟۔

"کیا بات ہے، مجھے پہچان نہیں سکے؟۔" اس کی خوبصورت آواز ابھری۔

"اپنی آنکھوں پر یقین کر رہا ہوں۔"

"یقین آ گیا؟" وہ ہنس پڑی۔

"نہیں۔"

"اوہ۔ یہ تو بڑی مشکل ہو گئی۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟۔"

"کیا یہ حقیقت ہے؟۔"

"ہے تو سہی۔" اس نے کہا اور پھر ہنس پڑی۔

"تب میں ان لمحات کو نہایت خوشگوار کہہ سکتا ہوں۔ مجھے خواب میں بھی یقین نہ تھا کہ تم یہاں موجود ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم کہاں مقیم ہو؟۔"

"کہیں نہیں۔"

"کیا مطلب؟۔"

"ابھی تو میں متحرک ہوں۔"

"اوہ تمہارا مطلب ہے کہ تم۔"

"ہاں، میں بس یوں سمجھ لو ابھی اس آبادی میں داخل ہوا ہوں۔"

"یہاں کوئی ہوٹل وغیرہ نہیں ہے لیکن شاید سیاح آتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے ایک کیمپنگ لگائی گئی ہے۔"

"یہ اطلاع تم سے مل رہی ہے۔"

"میں وہیں ہوں۔"

"تنہا؟۔"

"ہاں بالکل۔" اس نے جواب دیا اور میرے دل میں گدگدیاں ہونے لگیں۔ پھر میں نے کہا۔

"میرے لیے وہاں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے۔"

"خیمے وہاں بآسانی دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی خاص کام میں مصروف نہ ہو تو آؤ۔" وہ بولی اور میں ٹہلنے بلا کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ویسے میں نے اس بستی کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ ابھی ابھی تو میں اس میں داخل ہوا تھا اندر داخل ہو کر اندازہ ہوا کہ بستی کافی کشادہ ہے۔ بازار وغیرہ بھرے ہوئے ہیں۔ کیمپنگ کی جگہ بھی ہر چیز موجود تھی۔ کھانے پینے کی اشیاء، ضروریاتِ زندگی کی دوسری چیزیں خیمہ دینے والوں کا ٹینٹ علیحدہ لگا ہوا تھا۔ زیلا ایڈمن مجھے وہاں لے گئی۔ ایک خیمے کا حصول کوئی مشکل کام نہ ثابت ہوا۔ البتہ وہ خیمہ ہمیں اپنے ہاتھ سے لگانا پڑا تھا اور میں نے اسے زیلا کے خیمے سے بالکل ملا کر لگایا تھا جس پر اس وقت زیلا نے توجہ نہیں دی۔ خیمہ لگ گیا تو وہ مجھے اپنے خیمے میں لے گئی۔ یہاں کافی سامان موجود تھا۔

"اوہ، تمہارے پاس تو باقاعدہ انتظامات ہیں۔"

"ہاں، مجھے یہاں آئے ہوئے تین چار دن گزر گئے ہیں۔"

"اور یہ سامان؟۔"

"سب کرائے کا ہے سوائے میرے کپڑوں کے۔ کچھ کھاؤ گے؟۔"

"ہاں۔"

"میں چائے بناتی ہوں۔" اس نے کہا اور مٹی کے تیل کا چولہا جلانے لگی پھر اس نے کیتلی میں چائے کا پانی چڑھا دیا۔ میں اس کے بستر پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک پلیٹ میں پنیر کے بسکٹ اور کاجو بھر کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ چائے بناتے بناتے وہ بولی۔

"مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"کیا مطلب؟۔"

"بس مجھے یقین تھا کہ تم یہاں مل جاؤ گے۔ میرا مطلب ہے ان پہاڑوں میں۔"

"میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں۔"

"جواب کی جلدی ہے؟۔"

"قطعی نہیں کیونکہ جو کام تم کر رہی ہو وہ بے حد شاندار اور ضروری ہے۔ میں نے پچھلے کئی دنوں سے چائے نہیں پی ہے۔"

"اوہ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ پھر وہ چائے تیار کر کے میرے پاس آ پہنچی۔

"کوئی اور مصروفیت تو نہیں ہے؟۔" میں نے کہا۔

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟۔"

"تبادلۂ معلومات۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یونہی سہی۔" میں نے گرم چائے کے بڑے بڑے

کئی گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کر کے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں یقیناً مجھے یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی ہو گی؟"

"میری اور تمہاری ملاقات ہی عجیب رہی۔ ابتدا ہی میں تم نے۔"

"سوری ڈیئر، میرے دل میں تم سے معافی مانگنے کی آرزو تھی۔" اس نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"ارے کیوں؟"

"بس یوں سمجھ لو۔ خود کو چالاک سمجھنے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ کیسے؟"

"مجھے ہدایات ملی تھیں کہ تمہارے ملک آ کر اس معاملے میں کارروائی کروں۔ خصوصاً تمہاری تعریف کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اگر تم اس سلسلے میں مصروف کر دیئے جاؤ تو بہتر ہے۔ بس میں نے سوچا تھا کہ حکام سے ملنے سے پہلے خود تمہارا جائزہ لوں۔"

"گڈ۔ پھر؟۔"

"اور یہ ایک غیر سرکاری عمل تھا۔ بہرحال میں نے حکام سے ملنے سے قبل تمہیں تلاش کیا اور متوجہ بھی کر لیا۔ میرا خیال تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ وقت گزار کر تمہارا جائزہ لوں گی مگر پہلے ہی مرحلے پر میرے حواس پر چھا گئے اور میں نے سوچا کہ تم مجھے کسی مصیبت میں نہ پھنسا دو۔"

"ہوں، پھر؟۔"

"پہلے ایک سوال کا جواب دو۔"

"کیا؟۔"

"میری نوٹ بک تمہارے پاس ہی ہے نا؟۔"

"ہاں۔"

"وہ کب غائب ہوئی؟۔"

"یہ نہ پوچھو۔"

"اچھا یہ بتا دو کوئی کارروائی کرنے والے تھے تم؟"

"ظاہر ہے میں جانتا تھا کہ کسے مجھ سے اس قدر دلچسپی ہے۔"

"کارروائی کیا ہوتی؟۔"

"تمہارا اغواء۔"

"مجھے یقین تھا اسی لیے میں وہاں سے فرار پا گئی۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"بعد میں تم اچانک غائب ہو گئی تھیں؟"

"واپس جانا ضروری تھا۔"

"تو تم جرمنی چلی گئی تھیں؟۔"

"ہاں۔"

"اور فوراً ہی واپسی بھی ہو گئی؟۔"

"نئے احکامات کی وجہ سے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم نے یہاں خود بھی بہت کچھ معلوم کر لیا ہو گا مگر روجرو ویرساں کو میں بہت قریب سے جانتی ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا ویرساں کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"نہیں، البتہ اگر تم چاہو تو میں اس سے تمہاری بات کرا سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے حیرانی سے کہا اور میں نے وہ ٹرانسمیٹر نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ جو میں نے اس شخص سے حاصل کیا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور پھر بے اختیار بولی۔ "فریکوئنسی تھری ایل زیرو۔ سو فیصدی اس کا کوڈ ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ تم اس سے بھڑ چکے ہو۔"

"کون ہے یہ؟۔"

"روجرو ویرساں پرتگالی درندہ ہے بحری قذاقوں کے خاندان سے مگر اب وہ بہت بڑا دہشت گرد تصور کیا جاتا ہے۔ میں واپس پہنچی تو مجھے نئی معلومات فراہم کی گئیں۔ اور بتایا گیا کہ روجرو ویرساں کے ان علاقوں میں موجود ہونے کے نشانات ملے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ روجرو ویرساں بھی ان علاقوں میں ہرمین ہی کے چکر میں پہنچا ہو گا۔ اگر ویرساں نے ہرمین کو پا لیا تو یوں سمجھ لو قیامت آ جائے گی۔ اس کے بعد جراثیمی ہتھیار ہر جنگ باز ملک کے پاس ہوں گے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپوں تک میں استعمال کیے جائیں گے۔"

"تمہارے خیال میں وہ انہیں فروخت کرے گا؟"

"ہرمین کا اس سے گٹھ جوڑ پوری دنیا کے لیے عذاب بن جائے گا۔" زیلا نے بتایا اور میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا۔ میں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ تب اس نے کہا۔ "اب ہمیں زیادہ مستعدی سے کام کرنا ہو گا ڈیئر جہانگیر"

"یقیناً۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اور میں تمہارے ساتھ کام کر کے خوشی محسوس کروں گی بشرطیکہ تم پسند کرو۔"

"کیوں نہیں زیلا، مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ زیلا کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"تم اس سلسلے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گے مجھے۔"

"صرف چند باتیں۔" میں نے کہا اور اب تک کی کارکردگی کی تفصیلات بتا دیں۔ زیلا نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے ویرسال ابھی ہرمین کو نہیں پاسکا۔ وہ قبیلوں میں موجود چپقلش سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ الجھن صرف یہ ہے کہ آخر ہرمین نے مقامی لوگوں میں اپنی جگہ کیسے بنائی ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زیلا بولی۔ "یہاں سیّاح کثرت سے آتے ہیں، تم نے دیکھا لیکن اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں سیاحوں پر نظر رکھی جاتی ہوگی۔ کوئی ایسی ترکیب ہو جائے کہ ہم پہاڑوں میں بھٹک کر اسے تلاش کریں۔"

"ترکیب ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" وہ بولی۔

"تم مجھ سے شادی کر لو۔" میں نے کہا اور زیلا بھونچکی رہ گئی۔ وہ منہ پھاڑے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"آؤ باہر کا ایک چکر لگائیں۔ پھر میں تمہیں سمجھاؤں گا۔" زیلا سے میں نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ دیر تک ہم کیمپ کا چکر لگاتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ زیلا نے رات کا کھانا میرے ساتھ کھایا اور پھر آرام کرنے چلی گئی۔ میں نے بھی بستر سنبھال لیا تھا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ زیلا نے خیمے کے دوسری طرف سے آواز دی۔

"کیا آپ سو گئے مسٹر جہانگیر!"

"نہیں کیوں؟"

"اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم نے بلاوجہ الگ الگ خیمے بنائے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا کہ آپ کو یہ احساس ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

اسی لیے میں نے اس کا معقول بندوبست رکھا ہے۔"

"کیا بندوبست؟" اس نے مجھ سے پوچھا اور میں اطمینان سے دونوں خیموں کے درمیانی حصے کو اٹھا کر اس کے خیمے میں رینگ گیا۔ زیلا اس جگہ سے دور نہیں تھی۔ اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

عمران ڈائجسٹ کا سنسنی خیز سلسلہ
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

ماضی کی کہر

زمانہ قدیم کے ایک نوجوان نے جب نئی دنیا میں آنکھ کھولی تو حیران رہ گیا، دیوی دیوتاؤں کی سازش کے شکار کی انوکھی داستان، وہ اپنے دور کا مانا ہوا بہادر تھا، شروع سے آخر تک حیرت ہی حیرت

مکمل ایک حصہ قیمت روپے ڈاک خرچ روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷- اردو بازار، کراچی۔